# *بابِ سکوت*

## *از قلم مریم راجپوت*

### Episode No.1

وہ مسلسل بھاگ رہی تھی، راستے میں کتنی ہی بار وہ گری لیکن پھر بھی وہ جسم میں موجود بچی کچی طاقت لگا کر بھاگ رہی تھی۔۔اور مسلسل بھاگ رہی تھی۔۔

کتنی ہی سٹریٹس پار کرتی نا جانے کہاں نکل آئی۔۔
اپنے پیچھے اب بھی آتی قدموں کی آواز پر وہ شدت سے منہ پر ہاتھ رکھ کر سانس بھی روک گئی تھی۔۔وہ وہاں لاونج میں اسکے سامنے بھیٹا شخص اسکا پیچھا کر رہا تھا۔۔

سٹریٹ لائیٹ کی روشنی میں ایک سایہ سا نظر آرہا تھا۔۔

وہ بینچ کے نیچے چھپ چکی تھی۔۔

خون سے لت پت ہاتھ اسنے منہ پر رکھ لیا۔۔۔اچانک وہ قدم اسکے قریب آکر رُک گئے۔۔

پھر وہ شخص کسی کو سٹریٹ میں آتا دیکھ کر آگے بڑھ گیا۔۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد اس سُنسان سٹریٹ سے نکل کر وہ سڑک کی جانب نکل آئی تھی لیکن مسلسل بھاگتے ہوئے وہ سامنے سے آتی گاڑی کو نہیں دیکھ سکی تھی اور ایک زوردار آواز کے ساتھ اسکا وجود سڑک کی دوسری جانب جا گرا۔۔۔

تیز قدم بھاگ کر اسکی جانب آرہے تھے۔۔ کوئی انگریزی لب و لہجے میں پریشان سا کچھ بول رہا تھا۔۔

تو کوئی گاڑی والے کو کوس رہا تھا۔۔

ایمبولنس کی آواز۔۔

اس کو پھر سٹریچر پر ڈالا جا رہا تھا۔۔

اور ایک آخرے لمس جو اسنے اپنے ہاتھ پر محسوس کیا وہ بہت شناسا سا تھا۔۔

چہرا وہ دیکھ نہیں سکی تھی اور پھر اسکی محسوس کرنے کی حِس بھی بند ہو گئی۔۔

اب وہ صرف ایک وجود جو کہ سانس لے رہا تھا صرف جسکی ڈھرکن چل رہی تھی وہ بن چکی تھی۔۔

نیم مردہ سٹریچر پر پڑی لڑکی۔۔۔ایمبولینس۔۔۔

خون۔۔۔

لاش۔۔۔

اجنبی شخص۔۔۔

فرینڈس پارٹی۔۔۔

ڈرنکس۔۔۔

سٹریٹ لائیٹس۔۔۔

اورایک کارایکسیڈنٹ۔۔۔

گزرے کچھ لمحوں میں اسکی زندگی بدل گئی تھی۔۔اور کس حد تک بدلی تھی یہ ابھی معلوم ہونا تھا۔۔

***

سکوتِ شام میں الجھی صدا کوئی تو ہے
نظر کے روبرو اک نقشِ پا کوئی تو ہے

سکوت میں چھپا ہے درد کا اک سلسلہ
ہوا کے ساتھ روتی داستاں کوئی تو ہے

سکوت جب لبوں پہ اپنی مہر ثبت کرے
دلوں کے بیچ کہتا ہے بیاں کوئی تو ہے

سکوت رات کا کچھ راز افشا کر گیا
چراغِ جاں میں جلتی روشنی کوئی تو ہے

سکوت کا اثر بھی اک کمال رکھتا ہے
چھپے ہوئے دلوں کی ترجماں کوئی تو ہے

غزل مکمل ہوئی تو سب کا سکتہ ٹوٹا تھا وہ لفظ سب کے دلوں پر نقش ہو گئے تھے وہ آواز سب کی پسندیدہ بن گئی تھی، وہ لب و لہجہ روح میں اُتر گیا تھا۔

اسنے پانی پی کر سب کو ایک نظر دیکھا۔

وہ سب عجیب کیفیت کا شکار تھے کسی کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں تو کوئی مسکرا رہا تھا کوئی چپ سا بھیٹا تھا۔۔

" رودابہ جمشید "نے سحر پھونک دیا تھا۔

وہ سب جانتے تھے کے اسکی آواز خوبصورت ہے لیکن اتنی خوبصورت ہے آج پہلی بار جانا تھا۔۔۔

روداب کے پاس کھڑی لڑکی نے اسکا موبائل اسے تھمایا جس میں اس نے روداب کے غزل پڑھنے کی ویڈیو شوٹ کی تھی اسنے نے وہ ویڈیو اپنے انسٹا اکاونٹ پر اپلوڈ کرتے اب سکون سے انکے کمپلیمینٹس سننے شروع کیے تھے۔

"کہاں چھپا رکھی تھی یہ صلاحیت۔۔؟؟"

"کتنا اچھا بولتی ہو۔۔"

"میں تو تمہاری فین ہو گئی"

"اللہ قسم سے روداب جمشید سحر طاری کر دیتی ہو اپنی آواز سے۔"

روداب کی آواز کا جادو ہر طرف تھا وہ اپنی یونی اور فرینڈز سرکل میں بھی اسی وجہ سے زیادہ مقبول تھی۔۔

دوستیں ہمیشہ اسے اپنی آواز میں شاعری سنانے کا کہتیں اور وہ انہیں شاعری سنا کر محفل کی واہ واہ سمیٹ لیا کرتی تھوڑی فلسفی سی لڑکی تھی وہ چاند کی دیوانی، ایک فینٹسی دنیا کی باسی، رومانوی کرداروں کو پسند کرنے والی۔۔۔ایک زندہ دل لڑکی۔۔ سلکی ڈارک برائیون کلر کے کیچر میں بندھے بال آنکھوں پر لگی گلاسس اور دلکش سفید رنگت کی حامل، ایک پر وقار شخصیت کی مالک لڑکی کسی کی بھی آئیڈیل ہو سکتی تھی۔۔اور وہ تھی بھی اسے ہونا بھی چاہیے تھا۔۔

اسکی دنیا یونی، گھر، اپنی پوئیٹری کولیکشن ناولز اور ایسی ہی مزید فینٹسیز سے مزین تھی۔۔۔

رودابہ جمشید سے جب کوئی کہتا کہ "اتنی خوبصورت شاعری پڑھنے والی لڑکی کو کسی سے محبت ہے کیا؟ جس کی وجہ سے ہی یہ شاعرہ بن گئی ہے"
تو وہ غصہ ہو جایا کرتی تھی۔

" جس دن رودابہ جمشید کو محبت ہو گی اس دن تم لوگوں کو میری شاعری میں میری محبت نظر آئے گی۔"
وہ بڑے غرور سے کہا کرتی اور سب اسکی بات پر اس لڑکی کو دیکھ کر رہ جاتے۔

کلاس سے نکلنے کے بعد وہ باہر آئی تو معمول کے مطابق ہی رش تھا اسکے قدم میکانگی انداز میں نوٹس بورڈ کی جانب بڑھنے لگے تھے۔

اب وہ نوٹس بورڈ کے سامنے کھڑی وہاں کونے میں لگی تین میں سے ایک تصویر کو دیکھ رہی تھی۔۔ کچھ دیر بعد اسنے نوٹس بورڈ پر لگی جالی پر ہاتھ رکھتے جیسے وہ لمس محسوس کرنا چاہا ہو۔۔ پھر جھٹکے سے ہاتھ ہٹا گئی جیسے کسی کرنٹ کو چھو لیا ہو۔۔

اب وہ تیزی سے مڑتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔داہنا ہاتھ آنکھوں کے سامنے کرتے اسنے وہاں بھی وہی لمس مسسوس کیا۔۔محبت کا لمس۔۔

***

وہ پنچنگ بیگ پر مسلسل مکے برساتا پسینے سے نہایا ہوا تھا ساتھ کانوں میں ائرپوڈز لگائے کوئی میوزک سن رہا تھا۔

اسکی جسامت اس بات کی گواہ تھی کہ وہ شخص عرصے سے یونہی ورزش کیا کرتا تھا اسکے فولادی مسلز اسکے اس کام میں مستقل مزاجی کے گواہ تھے،ماتھے پر بکھرے گیلے بال، چہرے پر موجود ہلکی سی بئیرڈ اور اسکی آنکھیں۔۔وہ اسے سب سے مختلف بناتی تھیں۔سب سے الگ آنکھیں۔۔کیونکہ وہ ایک "ہیٹیروکرومیٹک" تھا جس کی آنکھوں کے دورنگ تھے،ایک آنکھ کارنگ ہیزل بلو تھا اور دوسری آنکھ کارنگ لائیٹ برائیون تھا اسکی آنکھوں کے دورنگ

جو کہ اس کو سب سے مختلف بناتے تھے ، یہ ایک نیچرل ایفیکٹ تھا نا کہ کوئی بیماری۔۔"ایک رنگ کہتا تھا وہ راز رکھتا ہے،دوسرا کہتا تھا وہ دل چرا لیتا ہے۔"

وہ میوزک سنتے ہوئے اس کے پسِ پردہ منظر میں کھویا ہوا تھا۔
وہ منظر نہیں جو میوزک کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا بلکہ وہ منظر جو اسکے تخیل میں تھا۔

تین لڑکے کسی سٹڈی روم میں بھیٹے پڑھ رہے تھے جبکہ انکے سامنے کھڑی ان سے چند سالہ چھوٹی لڑکی وائیٹ ڈریس پہنے انکو شرارتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"گل،تنگ مت کرو پڑھنے دو کل پیپر ہے ہم سب کا۔"
باسل نے اسکی منت کی تھی۔

"میں تنگ تھوڑی کر رہی ہوں میں تو بس کہ رہی ہوں کہ آپ مجھے آئس کریم لا دیں۔"

وہ منہ بنا کر بولی۔

"بیمار ہو جاؤ گی نا۔۔دیکھو کتنی سردی ہے کل کھا لینا۔۔"

امن نے اسے دیکھتے کہا

"نہ۔۔مجھے ابھی ہی کھانی ہے۔"

وہ ضدی ہو گئی۔۔

بہت دیر تک وہ بولتی رہی اور وہ دونوں اس کو جواب دیتے رہے جبکہ ایک کونے میں بھیٹ براق نے میوزک آف کرتے کمرے سے باہر قدم بڑھائے پھر کچھ لمحوں بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں آئس کریم تھی۔

"براق۔۔۔"

گل لالہ اسکے ہاتھ میں آئسکریم دیکھ کر اچھلی تھی پھر خوشی سے اسکے ہاتھ سے آئس لے کر وہ ان تینوں کو غصے سے گھورتی باہر چلی گئی۔

اب وہ تینوں براق کو گھور رہے تھے جبکہ وہ دھیما سا مسکراتا ہوا پھر سے اپنا کام کرنے لگا۔

وہ لوگ اسے مسلسل سنا رہے تھے جو گل لالہ کو ان سے ناراض کروا چکا تھا جانتے تھے اب وہ ہفتہ ان سے بات نہیں کرے گی لیکن وہ کانوں میں ائیر فون لگائے اپنے کام میں مگن تھا۔

میوزک بند ہوا اور پھر وہ یادوں کے سمندر سے باہر نکلتا اپنے بجتے ہوئے فون کی جانب متوجہ ہوا تھا جہاں "براق جہانگیر" جگمگا رہا تھا۔

***

تو مصر کے بازار میں کھویا ہوا یوسف

دل تیرے بنا ہمیشہ یعقوب رہے گا

شہر کی بُلند ترین عمارتوں میں سے ایک عمارت کی پچیسویں منزل پر اس وقت بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔

کوئی کچھ کر رہا تھا تو کوئی کچھ تقریباً ہر کوئی جلدی میں تھا گھڑی پر نظر ڈالیں تو وہ صبح کے ساڑھے سات بجا رہی تھی اور یہ منظر ایک آفس کا تھا۔

سات بج کر پنتالیس منٹ وہ سب اپنے اپنے کام مکمل کرتے اب اپنی جگہیں سمبھالتے بلکل چوکنے بھیٹ گئے ٹھیک پانچ منٹ بعد آفس کا مین ڈور کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا۔

سفید قمیض شلوار میں اور کندھوں پر اجرک ڈالے بالوں کو ہلکا سا سیٹ کیے ایک روب دار سا شخص تیز تیز مگر مضبوط قدم اٹھاتا اپنے آفس کی جانب جا رہا تھا۔

سب نے ایک ساتھ سلام کیا۔

"السلام علیکم سر۔۔"
ان سب کے سلام کا دھیرے سے جواب دیتا وہ اپنے آفس کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

باس کے اندر جاتے ہی سب نے سُکھ کا سانس لیا تھا وہ سحر انگیز شخصیت رکھنے والا شخص جب کبھی اچھے موڈ میں نہیں ہوتا تھا تو بُری طرح ان سب کو خوف آتا اس سے کیونکہ اس میں ذرا بلکہ بہت زیادہ لحاظ کی کمی تھی۔

اسنے آفس میں داخل ہوتے ھی اجرک کو صوفے پر رکھتے اپنا موبائل نکال کر کسی کو کال ملائی تھی۔

"ہیلو۔۔ کیا اپڈیٹ ہے۔؟"

اب وہ سرد لہجے میں سوال کر رہا تھا۔آگے سے ملنے والے جواب پر اسنے بے اختیار اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں۔

"ٹھیک ہے کوشش جاری رکھو۔"

کہ کر اسنے کال کاٹ دی۔

گلاس وال سے آتی دھوپ آفس چیئر پر بھیٹے براق جہانگیر کے چہرے پر پڑ رہی تھی اور وہ کسی سوچ میں گم تھا۔

اس نے چہرا اٹھا کر سامنے دیوار پر لگی پینٹنگ کو دیکھا جہاں ایک سرخ پھول بنا تھا لیکن وہ مرجھایا ہوا لگ رہا تھا۔۔ پاس کوئی اس پھول کو پانی ڈال رہا تھا لیکن وہ پھول پھر بھی شاداب نہیں تھا۔

یہ پینٹنگ عرصے سے اس کے آفس کی وال پر لگی تھی اور اسے وہ یاد دلاتی تھی جو وہ تھا وہ سچ دکھاتی تھی جو کہ چھپا ہوا تھا مگر موجود تھا۔
اسی پل اسے کچھ میلز موصول ہوئیں اور میلز کو پڑھ کر وہ لب بھینچ گیا۔

اس کی دو میٹنگز ایک ساتھ آگئی تھیں۔ برازیل اور کراچی میں دونوں جگہوں پر ایک ہی دن میں جا کر لوٹنا ممکن نہیں تھا۔

برازیل میں اس کی جگہ کوئی اور میٹنگ اٹینڈ کر سکتا تھا اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ کس کو بھیجے باسل کو بھیج دے یا اپنے کسی قابلِ اعتبار بندے کو کیونکہ وہ جانتا تھا باسل مشکل سے ھی مانے گا اس نے اپنے مینیجر کو کال ملائی اور اس سے کچھ دیر کی گفتگو کے بعد اب وہ باسل کو کال ملا رہا تھا۔

"اسلام علیکم۔۔"

اسنے سلام کیا اور پھر بغیر اسکا جواب سنے اپنی بات اس کو بتا کر خاموش ہو گیا۔

"مجھے علم ہے تم انکار کرو گے لیکن انکار کر کے بھی تمہیں جانا ہی پڑے گا تو بہتر ہے وقت مت ضائع کرنا۔"

وہ سنجیدگی سے کہہ کر اسکے جواب کا انتظار کرنے لگا جو خاموش تھا۔

"چلا جاؤں گا۔"

اور پھر کچھ دیر کی مسلسل خاموشی کے بعد وہ بولا تو براق سر اثبات میں ہلا گیا۔

"ڈیٹیلز بھیج رہا ہوں چیک کر لو سیٹ بُک کر کے میرا مینیجر تمہیں انفارم کر دے گا۔"

یہ کہہ کر وہ اگلے لمحے چپ ہوا تو باسل کی آواز گونجی۔

"کیوں ناراض ہیں بھائی۔۔ یار مان جائیں نا۔۔ "

وہ التجائیہ بولا تھا۔

"تمہیں اپنی زندگی کی پرواہ نہیں ہے تو پھر میری ناراضگی کی بھی نہیں ہونے چاہیے۔"

براق جہانگیر نے سرد لہجے میں فکر لیے اسکی بات کا جواب دیا تو باسل کے چہرے پر کچھ آکر گزرا تھا وہ لب بھینچ گیا۔

دو ہفتے پہلے ہوئے واقعے کی وجہ سے براق اس سے ناراض تھا کیونکہ باسل جہانگیر کی گاڑی کے بریک فیل ہو چکے تھے وہ یہ بات جانتا بھی تھا لیکن پھر بھی اسنے رسک لیتے ہوئے گاڑی ڈرائیو کی اور قسمت سے ہی سہی وہ بچ گیا لیکن گاڑی کسی طور سلامت نہیں رہی تھی۔

براق تب سے اس سے ناراض تھا اور پہلے تو وہ برداشت کرتا رہا لیکن اب تنگ آگیا یہ ناراضگی پہلے کہاں ہوئی تھی کبھی اُن میں۔

"آپ مان رہے ہیں یا نہیں۔۔۔بھائی؟؟؟"

اسنے پھر پوچھا تو براق مسکرایا۔

"برازیل سے ہو کر واپس آؤ تو بتاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ کال کاٹ چکا تھا۔

باسل نے پنچنگ بیگ پر مکے برساتے اب ٹاول سے اپنے چہرے کا پسینہ صاف کیا پھر موبائل اٹھا کر جم سے نکل گیا۔

***

لمحوں میں زندگی بدل جاتی ہے ایک لمحہ لگتا ہے اور ہمارے بنائے گئے پلینز دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں کیونکہ ہم صرف پلینز بنا سکتے ہیں یا خواہش کر سکتے ہیں اپنی قسمت کو اپنے ہاتھوں سے نہیں لکھ سکتے اپنے خوابوں کو محض ایک چٹکی بجا کر نہیں پورا کر سکتے اس کے لیے محنت کرنی پڑتی ہے

اس کے پلینز اس کے خواب سب راستے میں رہ گیا جس دن اسے محبت ہوئی تھی وہ دن اسے بھولتا نہیں تھا اس ایک دن کے بعد رودابہ جمشید کو سب بھول گیا یاد رہا تو صرف وہ ایک شخص یہ سب اچانک ہوا تھا۔

" کبھی کبھی کچھ چیزوں کی جسٹیفیکیشن دینا ناممکن ہو جاتا ہے ہم خود بھی سمجھ نہیں پاتے کہ یہ سب کیسے ہو گیا لمحوں کی بے اختیاری یا تو عمر بھر کا روگ لگا دیتی ہے یا پھر عمر بھر کے لیے ایسے اندھیروں میں دھکیل دیتی ہیں جہاں چراغ اپنے ہاتھ میں ہوتے ہوئے بھی ہم روشنی کو اپنے ارد گرد ڈھونڈتے رہتے ہیں۔"

اس رات خدیجہ جمشید کو اس بات کا علم ہوا کہ رودابہ جمشید اچانک سے کیسے اتنی بدلی بدلی سی لگنے لگی تھی۔۔

پہلے پہل وہ کھلکھلاتی ہنستی تھی پھر وہ یک دم ویران سی ہو گئی چہرے پر موجود افسردگی کے فسانے بے وجہ تو نہیں ہوتے کوئی تو راز ہوتا ہے ان کے پیچھے اس رات یہ راز بھی کھل گیا۔۔

رات کے کسی پہر وہ اٹھی تو پانی کی طلب شدت سے ہوئی وہ کمرے سے نکلتی کچن کی جانب بڑھی تھی۔۔

کچن میں داخل ہوتے لائٹ آن کئے بغیر وہ فریج سے پانی نکال کر پیتی واپسی کے لیے مڑ گئی۔۔

تبھی اچانک اسنے کسی کی سسکیاں سنی تھی وہ چونکتی ادھر ادھر دیکھنے لگی لیکن کوئی نہیں تھا سسکیوں کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔۔

اسکے قدم میکانگی انداز میں سامنے موجود کمرے کی جانب بڑھے تھے، رودابہ کے کمرے کی جانب۔۔۔۔۔اگلے ہی پل وہ ٹھٹھک کر رکی۔۔۔

اسکی بہن رو رہی تھی، وہ بے یقین تھی، رودابہ کبھی نہیں رویا کرتی تھی بلکہ اسے تو یہ رونے دھونے والی لڑکیوں سے چڑ تھی۔۔

اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتی اس سے رونے کی وجہ پوچھتی اسے رودابہ کی سسکیوں کے درمیاں کی ہوئی دعاسنائی دی تھی اور پھر جیسے وہ زمین میں گڑھ گئی اسکی بہن کی دعا ہی ایسی تھی۔۔

" وہ شخص عطا کر دے، وہ شخص بڑا ضروری ہے اللہ مجھے بس وہ عطا کر دے میں سب کچھ چھوڑنے کو تیار ہوں صرف ایک وہ شخص عطا کر دے۔۔" خدیجہ نے دیوار سا سہارا لیا تھا اسکی بہن کسی نامحرم کو اپنی دعائوں میں مانگ رہی تھی کیسے

یقین کرتی وہ۔۔۔؟؟؟مغرور سی روداب جمشید ایک نامحرم کے لیے رو رہی تھی۔۔۔؟؟؟

خدیجہ نے واپسی کی جانب قدم بڑھایے تھے وہ نہیں چاہتی تھی اسکی بہن کی پردے میں رکھی گئی بات کھل جائے وہ جانتی تھی۔

روداب جب راز رکھتی تھی تو وہ کہا کرتی تھی"مر جاؤ مگر کسی کا وہ راز افشاں نہ کرو جسے افشاں کرتے ہوئے تم خود کو بڑا اور دوسرے کو حقیر سمجھو۔۔۔"اسنے بھی اپنی بہن کے راز کو راز ہی رکھ لیا شاید وہ اسے خود بتا دیتی۔۔۔

***

روسٹرم کے پاس کھڑا الڑ کا پریزینٹیشن دے رہا تھا اور سامنے پوری کلاس یوں ساکت بھیٹی اسے سن رہی تھی،جیسے سب پر خاموشی کا عرق چھڑک دیا گیا ہو

کلاس میں سوئی بھی گرتی تو اسکی آواز بھی گھونجتی تقریبا پندرہ منٹ بعد وہ مسلسل بولتا یک دم خاموش ہوا تو سب ساسکتہ ٹوٹا پریزینٹیشن ختم ہو چکی تھی۔

پاس کھڑے سر خلیل نے اسے مسکرا کر دیکھا اور اسکا کندھا تھپتھپاتے آگے بڑھ گئے وہ کافی متاثر نظر آتے تھے۔

سر کلاس سے نکل چکے تھے باقی کلاس میں ہلچل مچ گئی کچھ اٹھ کر کلاس سے نکل گیے تو کچھ وہیں ٹولیوں کی صورت گپیں مارنے لگے۔

وہ اپنی جگہ پر بھیٹتا پاکٹ سے موبائل نکال کر اس پر انگلیاں چلاتا مصروف سا اٹھا اور یونہی کلاس سے نکل گیا۔

کیفے میں آکر اسنے فون پر کسی کو کال ملائی تھی۔

"کب تک آرہے ہو"

وہ کافی جھنجھلایا ہوا تھا چہرے پر بیزار کن تاثرات تھے۔

سامنے والے کا جواب سنتا وہ وہیں ایک چیئر گھسیٹ کر بھیٹ گیا جب اسے دور سے وہ سب آتے دیکھائی دیے وہ دوسری چیئر پر پاؤں رکھتا آنکھیں موند کر چیئر سے ٹیک لگا گیا لیکن اگلے لمحے اسے اٹھنا پڑا تھا کیونکہ بھونچال قریب آچکا تھا۔

ارقم نے اسکے بیزار چہرے کے تاثرات دیکھتے کافی آرڈر کی تو نبر اس نے کافی کا آرڈر کینسل کرواتے کولڈرنکس اور برگر آرڈر کیے ارقم اس کو قتل کردینے کا ارادہ بعد پر چھوڑتا باسل کی جانب متوجہ ہوا۔

"خیریت۔۔؟"
وہ پہلے کم ہی ایسے موڈ میں رہتا تھا۔
"میں ایک ہفتے کے لیے برازیل جارہا ہوں۔"

اسنے بتایا تو ارقم اور نبراس کے ساتھ ساتھ اسی لمحے انکے ٹیبل پر آکر بھیٹی صنم اور نرمین بھی وجہ پوچھنے لگی تھیں۔

"کام ہے ایک۔"
اسنے سنجیدگی سے ان سب کو گھورتے جواب دیا۔
"ایسا بھی کیا ضروری کام ہے کہ تم بتا نہیں سکتے۔۔؟"
نرمین نے شکوہ کیا۔

وہ اسکو نظرانداز کرتا کولڈرنگ اٹھائے اسکا ایک سپ لے گیا اسکی یہ حرکت دیکھتے نرمین کا چہرا سرخ ہوا باقی سب چپ رہے تھے۔

"بتادو ہم تمہیں بلکل نہیں روکیں گے۔" نبراس منہ میں برگر ٹھونستے بولتا نرمین کے چہرے کو ایک نظر دیکھ کر باسل کی طرف دیکھنے لگا۔

"شادی تو نہیں کر رہے۔؟"

صنم نے حد سے زیادہ سنجیدہ چہرا لیے سوال کیا تو نبراس کا کھایا پیا باہر آنے والا ہو گیا کیونکہ صنم کی بات پر باسل مسکرایا جو کہ بلکل غیر توقع بات تھی۔

"کیا سچ میں۔؟؟ "

وہ سب بے یقین ہوئے اور نرمین وہ آنکھوں میں آنسوں لیے اسکے چہرے کو دیکھ کر رہ گئ۔

"انہوں۔۔شادی نہیں کر رہا بھائی کے کسی کام سے جا رہا ہوں "

اسکے جواب پر سب مطمئین ہوئے۔

"شکر ہے۔۔ڈرا ہی دیا تھا تو نے تو۔۔ "

نبراس دل پر ہاتھ رکھتا بولا تو باسل نے اسکے چہرے پر ایک نظر ڈالتے اپنی کولڈ رنک کا سپ لیا۔

کچھ دیر بعد وہ سب اٹھے اور یونی کے گیٹ کی جانب بڑھ گئے سب ہی فری تھے تو اب یونی میں رہنے کا کوئی سوال ہی نہیں بنتا تھا۔

باسل اپنی ہیوی بائیک کی جانب بڑھتا اسے سٹارٹ کرتے اگلے ہی لمحے یونی کی پارکنگ سے راکٹ کی طرح نکلا تھا اسکی بائیک کی آواز پر وہ سب اپے کانوں پر ہاتھ رکھ چکے تھے۔

اسکے جاتے ھی وہ سب بھی اپنے اپنے آشیانوں کی جانب نکل گئے تھے۔

***

جلووں میں بسر ہو' یہ ضروری تو نہیں

ہر شبِ غم کی سَحر ہو' یہ ضروری تو نہیں

چشمِ ساقی سے پیو، یا لبِ ساغر سے پیو

بے خودی آٹھوں پہر ہو' یہ ضروری تو نہیں

نیند تو دَرد کے بستر پہ بھی آسکتی ہے

اُن کی آغوش میں سَر ہو' یہ ضروری تو نہیں

شیخ کرتا تو ہے مسجد میں خُدا کو سجدے

اُس کے سجدوں میں اثر ہو' یہ ضروری تو نہیں

سب کی نظروں میں ہو ساقی، یہ ضروری ہے مگر

سب پہ ساقی کی نظر ہو' یہ ضروری تو نہیں

مَے کشی کیلئے ''خاموش'' بھَری محفل میں

صرف خیام کا گھر ہو' یہ ضروری تو نہیں

اگلی صبح وہ اٹھی تو روداب یونیورسٹی جا چکی تھی، وہ رات کا منظر یاد کرتی پھر سے کرب زدہ ہوئی تھی دل میں تکلیف ہوئی اور روداب کا ہنستا کھیلتا چہرا نظروں کے سامنے گھوما تھا۔۔

وہ نہیں چاہتی تھی اسکی بہن ہنسنا چھوڑ دے وہ خوشیاں بھول جائے۔

" نامحرم کی محبت ایسی ہی ہوتی ہے سب کچھ بھلا دینے والی چہرے پر آنے والی مسکراہٹ تک اس ایک شخص کی محتاج ہو جاتی ہے جس کے لیے دل رو رہا ہو اور یہ بہت خطرناک ہوتا ہے ہماری مسکراہٹ کا کسی اور کا محتاج ہو جانا۔۔ "

" پھوپھو کل آئی تھیں اور وہ کہ گئی ہیں کہ جلد ہی جاسم اور روداب کی منگنی کو آگے بڑھاتے ہوئے نکاح میں بدلنا چاہیے۔ "

رات کا کھانا کھاتی ہوئی روداب کا ہاتھ منہ میں نوالہ لے جاتے ہوئے رُکا۔۔

اسکو یک دم کھانسی لگی اور آنکھوں میں پانی آیا تھا،
خدیجہ نے اسکی جانب پانی کا گلاس بڑھایا تو وہ ایک ہی سانس میں سارا پانی پی چکی تھی۔۔

"اب تم بتاؤ کیا جواب دوں انہیں۔۔ "
امی نے اسے دیکھتے سوال کیا تو وہ سر جھکا چکی تھی۔۔

"میرا یہ سمیسٹر ختم ہونے میں دو ماہ رہ گئے ہیں تب تک صبر کر لیں۔۔۔"
وہ بہت آہستہ آواز میں بول رہی تھی۔۔

ہاتھ کانپنے لگے تھے جنہیں اسنے ٹیبل کے نیچے کر لیا تھا مگر ساتھ بیٹھی خدیجہ نے بغور اسکی شکل دیکھی تھی حزن و ملال اور کرب زدہ چہرا وہ رودابہ نہیں تھی

وہ ایک ماہ پہلے بلکل ٹھیک تھی لیکن اب۔۔۔۔؟؟

اب وہ مرجھا رہی تھی۔

اسکی بہن کی مسکراہٹ جھوٹی ہوتی جارہی تھی۔۔

وہ سجنا سنورنا چھوڑ رہی تھی بلکہ اب تو عرصہ ہوا تھا وہ خود کے لیے تیار نہیں ہوئی تھی وہ کسی ایڈونچر پر نہیں گئی تھی۔۔

رودابہ جمشید نچڑسی گئی تھی اور واقعے ہی "نامحرم کی محبت اور عادت انسان کو کھا جاتی ہے، اسکی مسکراہٹ اسکے شوق اسکی عادتیں سب بدلنے لگتا ہے دنیا بے رنگ ہو جاتی ہے جہاں سارے رنگ صرف اس ایک شخص میں سمٹ جاتے ہیں۔۔۔"

***

ونڈو سے نظر آتی چھوٹی چھوٹی روشنیاں دیکھتا آنکھیں موندھ گیا ذہن میں کتنے ہی پرانے در کھلنے لگے تھے اسے ماضی یاد آنے لگا تھا۔

ماضی اچھا ہو یا برا یاد رہتا ہے ہم نہ بھی یاد رکھیں یہ خود ھی زہن کے پنوں پر لکھا رہتا ہے، کسی پرانی ڈائری کے پرانے کاغذوں کی طرح بوسیدہ یادیں ہوا کے زور سے پھر سے اسکے ارد گرد گھونجنے لگی تھیں یوں جیسے یہ ہوا ڈائری کے پنوں کو آغاز سے کھول چکی تھی۔۔!!

وہ چار سال پہلے جب برازیل سے پاکستان گیا تھا تو کبھی نہ آنے کا عہد کر کے گیا تھا کچھ جگہیں ہماری پسندیدہ ہونے کے باوجود بھی ایسی ہوتی ہیں کہ وہاں جانے کے لیے بہت ہمت چاہیے ہوتی ھے کیونکہ وہ ہمیں یا تو ہمارے ماضی کا سفر کرواتی ہیں یا پھر ان خوبصورت لمحات کو یاد کرواتی ہیں جو وہاں گزرے تھے جن کی واپسی کا انتظار کرتے کرتے ہم مایوس ہو چکے ہوتے ھیں۔

اسنے یہاں اپنی زندگی کے تئیس سال گزارے تھے وہ سال جو سب سے خوبصورت تھے ایک اچھی یاد کی طرح پھر چار سال پہلے جو ہوا اس کے بعد باسل

جہانگیر کی آنکھوں میں نرمی کی جگہ سختی نے لے لی مسکراہٹ گم ہوگئی دل سخت ہوگیا اتنا کہ اس نے کچھ بھی محسوس کرنا چھوڑ دیا۔

"زندگی اچھی خاصی ہنسی خوشی گزر رہی ہوتی ہے جب اچانک کچھ ایسے حادثے ہو جاتے ہیں کہ ہماری مسکراہٹ کھو جاتی ہے وہ حادثے کسی نائٹ میئر کی طرح تمام عمر ہمارا پیچھا کرتے رہتے ہیں یہ نائٹ میئرز خوشیاں کھا جاتے ہیں ہم سے ہماری صلاحیتیں چھین لیتے ہیں، شوخیاں ختم کر دیتے ہیں، ہمیں ایک قدرے مختلف انسان بنادیتے ہیں۔"

چار سال پہلے باسل جہانگیر کی زندگی کافی مختلف تھی وہ ہنستا مسکراتا زندہ دل سا لڑکا تھا۔

یہ کہانی شروع ہوئی ساؤ پاؤلو سے ساؤ پاؤلو برازیل کا سب سے بڑا شہر ہے اور یہاں کی آبادی لاکھوں میں ہے۔

یہ شہر اپنے مالیاتی مراکز، عجائب گھروں، اور رات کی زندگی کے لیے مشہور ہے اسی شہر میں موجود کچھ لوگ اس کہانی کا مرکز تھے ایک خوبصورت زندگی جو سانس لیتی تھی ہنسی قہقہوں میں جس کا جنم ہوا تھا اور جس کا "The End" کیا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔

موم ڈیڈ کی ڈیتھ کے بعد باسل اور براق اپنی پھوپھو کے پاس رہے تھے براق تو اس سے دس سال بڑا تھا وہ زیادہ تر کام کے سلسلے میں باہر رہتا تھا باسل کی دوستی شمروز اور گل لالہ سے تھی شمروز عمر میں اسی کا ہم عمر تھا جب کہ گل لالہ ان دونوں سے پانچ سال چھوٹی تھی۔

باسل اور شمروز کالج کے سٹوڈنٹ تھے اور گل لالہ وہ فرسٹ ائیر کی سٹوڈنٹ تھی باسل اور شمروز کا ایک اور دوست بھی تھا "امن" یہ تینوں ایک ساتھ ہی کالج جاتے پڑھتے کھیلتے اور گل لالہ بھی انکے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔۔

وہ ان تینوں کی لاڈلی تھی خوب نخرے کرتی اور وہ تینوں اسکے نخرے اٹھاتے بھی تھے ندا باسل کی پھوپھو انہیں منع بھی کیا کرتی کہ اسے اتنا نہ بگاڑیں لیکن وہ اپنی لالہ کے سامنے کسی کی نہیں سُنا کرتے تھے ان کے لیے وہ چھوٹی سی گڑیا تھی اسے چوٹ لگتی تو درد ان لوگوں کو بھی ہوتا تھا۔

***

اسنے کمرے میں قدم رکھا تو جیسے سانس آئی تھی وہ تیزی سے فون کی جانب بڑھتی لاک اوپن کر کے واٹس ایپ آن کر گئی۔۔

جہاں سکرین پر "مسٹر" نام کے کنٹیکٹ کی جانب سے آئے پیغامات جگمگا رہے تھے۔۔

وہ گہرا مسکراتی اسکی میسج اوپن کرتی پڑھنے لگی تھی۔۔

" میں بزی تھا تھوڑا لیکن اب فری ہوں۔۔"پڑھتے اسنے اسی وقت کال ملائی تھی۔۔۔

پہلی بیل پر کال کاٹ دی گئی دوسری بار اسنے پھر سے کال ملائی تو اس بار کال اٹھا لی گئی تھی۔۔

وہ سکون کا سانس لیتی بیڈ پر لیٹ چکی تھی دوسری جانب سے ایک لمحے بعد آواز سنائی دی۔۔

" کیسی ہیں۔۔؟؟ "
وہ پرکشش آواز اسکی دل کی گہرائیوں تک سرائیت کرتی اسکے چہرے پر مسکراہٹ لے آئی تھی۔۔

" ٹھیک ہوں۔۔ "

وہ مختصر کہتی پھر سے خاموش ہوگئی تھی وہ صرف اسے سننا چاہتی تھی۔۔

"کیا کر رہی ہیں۔۔؟؟ "

پھر پوچھا گیا۔۔۔

"کچھ نہیں۔۔"

اسکے جواب پر سامنے والا ایک پل کو خاموش ہو گیا۔

" میں باہر دوست کے ساتھ آیا ہوں گھر جا کر کال کروں گا۔۔"

اسنے یہ کہتے رودابہ کی جواب کا انتظار کیا جو کہ لب بھینچتی "ٹھیک ہے" کہ رہی تھی۔۔

" اللہ خافظ۔۔اپنا خیال رکھیے گا۔۔"

اسنے یہ کہتے کال بند کر دی تھی۔۔

اب وہ یونہی موبائل کو سینے سے لگائے لیٹی تھی۔۔

"مسٹر "یعنی کہ ابراہیم خٹک سے اسکی ملاقات یونیورسٹی کے ایک سیمینار میں ہوئی تھی وہ ایک اچھا موٹیویشنل سپیکر تھا اور اس سے بھی زیادہ اچھا شاعر تھا اور رودابہ جمشید اسکی شخصیت کے سحر میں بری طرح ڈوبی تھی۔۔اسنے خود کوشش نہیں کی تھی ابراہیم خٹک سے رابطہ کرنے کی بلکہ ابراہیم خٹک نے اسے خود میسیج کیا تھا کیونکہ انہوں نے اسکی نظم "میں ستارہ "پڑھی تھی۔۔اور اس پر اسے اپریشیٹ کرنے کے لیے انہوں نے اسے میسیج کیا پھر آہستہ آہستہ ایک بات سے دو اور پھر دو سے نا جانے کتنی آگے بڑھ گئی۔۔

وہ شخص بہت پر کشش تھا رودابہ جمشید ان کی شخصیت پر ٹھہر سی گئی تھی اور سب سے بڑی بات اسے انکی آواز بہت اچھی لگتی تھی۔۔۔"

وہ جب جب وہ بولتے تھے ایک سحر سا پھونکتے تھے رودابہ قید ہوتی جا رہی تھی۔

وہ شخص جادہ گر تھا آواز سے جادو کرتا تھا اور رودابہ جمشید پر بھی اسکا جادو چل گیا تھا۔۔

"وہ بہت مصروف انسان تھے پہلے پہل تو وہ اسکے میسجز پر جلدی رپلائے کر دیا کرتے تھے مگر پھر ناجانے کہاں سے انکی زندگی میں حد سے زیادہ مصروفیات آگئیں وہ اسکے میسیجز کا جواب بھی دو دو دن بعد دینے لگے تھے وہ محبتوں کی عادی لڑکی تھی اسے یہ لیٹ رپلایز نہیں پسند تھے اسے محبت کا جواب محبت سے ہی چاہیے ہوتا تھا اور ابراہیم خٹک اسے ایسے ہی ٹریٹ کیا کرتے تھے مگر اب جب رپلایز میں دیر ہونے لگی تھی تو وہ چڑتی تھی اسے انکا دیر سے رپلائے پسند نہیں تھا وہ غصہ کرتی تھی لیکن اتنا کہ وہ اسے منا لیا کرتے اور وہ مان جایا کرتی۔۔۔

اسے ریٹ رپلایز سے مزید چڑ ہونے لگی تھی لیکن ابراہیم خٹک نے قسم کھالی تھی جیسے کہ وقت پر جواب نہیں دینا وہ جانتی تھی کہ وہ مصروف ہوتے ہیں لیکن

جب وہ اسے اسکے سٹیٹس دیکھ کر بھی میسیجز کا ریپلائے نہ کرتے تو اسے تکلیف ہوتی تھی۔۔

"فون کے اس پار دل لگانے کا مطلب ہوتا ہے سولی پر لٹک کر محبت کا انتظار کرنا جواب دینے والا وقت پر ریپلائے کر دے تو وہ سولی گلے کے گرد ڈھیلی ہو جاتی ہے لیکن جب وہی انسان لیٹ یا ایک دو دن بعد ریپلائے کرنے لگے تو پھر وہی سولی انسان کی سانسیں بند کرنے کی وجہ بننے لگتی ہے۔۔۔"

انتظار تو انتظار وہ کبھی کبھی بہت پروفیشنل ہو جایا کرتے تھے اس سے کام کی باتیں کرنے لگتے تھے اسے عجیب لگتا تھا وہ پوری دنیا کو بھول جاتی تھی اس ایک شخص سے بات کرتے ہوئے لیکن وہی شخص اسکے پاس دنیا کی باتیں کرنے آتا تھا۔۔

***

جہاز لینڈ ہو چکا تھا اور اگلے کچھ لمحوں میں وہ برازیل کی فضائوں میں سانس لے رہا تھا ایک گہرا سانس بھرتے اسنے ارد گرد دیکھا پھر باہر کی جانب بڑھ گیا اسے لینے کے لیے کوئی نہیں آیا تھا نہ اس نے کسی کو بتانے کی زحمت کی تھی ہمت ہی نہیں کر پایا تھا۔

وہ ٹیکسی کروا کر اپنے بُک کیے گئے ہوٹل پہنچا اور اپنے روم کی کیز لے کر اپنے روم کی جانب چل دیا۔

کمرے میں داخل ہوتے اسنے جلدی سے اپنی شرٹ کی بٹن کھولے تھے ماتھے پر آیا پسینہ ٹشو سے صاف کرتے اب وہ اپنی شرٹ اتار رہا تھا۔۔

اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی اب وہ واش روم کی جانب بڑھ گیا شاید شاور لینے سے ہی کچھ آرام مل جاتا۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد وہ واش روم سے نکل اور اس وہ پہلے سے قدرے بہتر تھا فلائیٹ کے دوران وہ سو نہیں سکا تھا تو اب وہ سونے کا ارادہ رکھتا تھا۔

لائیٹس آف کرتے بیڈ پر لیٹ کر اسنے آنکھین موندلی تھیں کچھ لمحوں بعد وہ کروٹ بدل کر آنکھیں کھول گیا۔

یہ وہ ملک تھا جہاں اس کی زندگی کے تئیس سال گزرے تھے اچھے بھی اور برے بھی لیکن گزرے تو تھے۔

اب پل پل یاد آرہا تھا اسے ہمیں سب سے زیادہ یاد بھی وہی یاد ہوتی ہے جسے ہم یاد نہیں کرنا چاہتے جس سے ہمارے دل کا درد جڑا ہوتا ہے۔

وہ رشتے جو کبھی بے حد عزیز تھے اب ان کے اور اسکے درمیان چھائی سرد مہری عجیب موڑ لے چکی تھی وہ ان سب کو یاد کر رہا تھا ایک آنسوں اسکی آنکھ سے بہ کر تکیے میں جذب ہو گیا۔

براق نے اس سے پھوپھو کے گھر جانے یا نہ جانے کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا نہ اس نے کسی کا ذکر کیا تھا باسل بھی اس سے نہیں کہ سکا کہ وہ پھوپھو کے گھر جائے گا۔

اب اسکا بس نہیں چل رہا تھا انکے پاس چلا جائے وہ اسکی دوسری ماں تھیں انہوں نے اسے پالا تھا اور اس وقت باسل جہانگیر کے اعصاب بری طرح بھاری پڑ رہے تھے وہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا لیکن کچھ چیزین اعصاب کے بھی اوپر کی ہوتی ہیں کچھ فیلنگز کچھ محبتیں چھپا پانا مشکل ہوتا ھے۔

اسنے کافی دیر آنکھیں بند کیے بھی جب وہ مزید نہیں رہ سکا تو اٹھ کھڑا ہوا اب وہ جیکٹ پہنتا موبائل پاکٹ میں ڈال کر کمرے سے نکل گیا۔

ٹیکسی بک کرتے اسنے ڈرائیور کو ایڈریس سمجھایا اور پھر اس شہر کی تمام تر روشنیاں مزید تیز ہو گئیں یا صرف اسے لگا کہ جیسے پورا ساؤ پاؤلو اس کے واپس آجانے پر خوش آمدید کہہ رہا ہو۔

یہ شہر تو جنت تھا اس کے لیے چار سال پہلے وہ ساؤ پاؤلو میں رہنے والا ایک لاپرواہ سا لڑکا تھا۔ تھوڑا شرارتی تھوڑا لاابالی تھوڑا سمجھدار زندگی سے بھرپور۔۔

وہ ماضی میں پھر سے کھو جاتا کہ ڈرائیور نے بتائے گئے پتے پر پہنچ جانے کی اطلاع دی تو وہ ٹیکسی ڈرائیور کو پیسے دیتا ٹیکسی سے اتر گیا سامنے ہی مطلوبہ سٹریٹ تھی۔

رات کے وقت مدھم سی روشنیاں پوری سٹریٹ کو روشن کر رہی تھیں اس سے پہلے کہ وہ سٹریٹ میں داخل ہوتا سامنے سے آتا کوئی شخص اس سے ٹکڑایا وہ کسی بوڑھے شخص سے ٹکرایا تھا جن کی چھری زمین پر گر چکی تھی۔

اسنے جھک کر چھری اٹھائی اور انکے ہاتھ میں تھمائی انکے چہرے پر نظر نہیں پڑی تھی ابھی اسکی لیکن اگلے ہی لمحے وہ تھم گیا اور جھٹکے سے سر اٹھایا تو وہ سامنے کھڑے آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھ رہے تھے باسل جہانگیر اپنی جگہ سے ہل نہیں سکا تھا۔

***

آہستہ آہستہ وہ انکے لیٹ ریپلائز کی عادی ہو گئی کال کرنا بھی کم کر دیا لیکن وہ انہیں دعائوں میں مانگنا نہیں چھوڑ سکی وہ خود کال کا کہتے تو وہ کال کرتی تھی دنیا

سے اسکی دلچسپیاں ختم ہونے لگی تھیں۔۔۔وہ خود کو بھولنے لگی تھی۔۔بلکہ بھول ہی گئی تھی۔۔

وہ رودابہ جمشید جو ہنستی کھلکھلاتی تھی اب چپ چپ سی ہو گئی تھی۔۔دل تنگ سا پڑنے لگا تھا وہ واحد شخص تھے جن کی محبت اور وقت کے لیے اسے انتظار کرنا پڑتا تھا۔۔

اسنے کسی کو بتایا نہیں تھا لیکن اسکا چہرا مرجھاتا ہر کسی نے محسوس کیا اسکی دوستوں نے خدیجہ نے بلکہ اسکی ماما نے بھی۔۔مگر کسی نے کچھ پوچھا نہیں تھا سب خاموش تھے۔۔

وہ اپنی ماما کے سامنے خوش رہنے کے لیے سج سنور لیا کرتی تھی مگر "جب ویرانیاں دل میں بسیرا کر لیں تو ہم جتنا مرضی چھپا لیں وہ چہرے سے عیاں ہونے لگتی ہیں۔۔"

اسکے شوق کم ہوتے جا رہے تھے سوشل میڈیا پر عرصے سے اسنے کوئی پوسٹ نہیں کی تھی۔۔

فالورز کے میسیجز وہ اگنور کر دیا کرتی تھی بلکہ وہ تو یہ بھی بھول گئ تھی کہ اسکا ایک عدد منگیتر بھی ہے۔۔اسنے ح
خود کی خوشی کو خود کی شادابی کو ایک ہی شخص کا محتاج پایا تھا۔۔

وہ جب اس سے بات کرتے تو وہ خوشی سے پاگل ہو جاتی لیکن جب وہ ایک دو دن تک بات نہ کرتے تو وہ مرنے والی ہو جایا کرتی تھی۔۔

ابراہیم خٹک ایک مشہور موٹیویشنل سپیکر تھے آدھی دنیا انہیں جانتی تھی۔۔

رودابہ جمشید نے اس شخص کو خدا سے مانگ کر حد کر دی تھی وہ نماز پڑھتی پڑھتی آیتیں بھول جایا کرتی تھی ان کی باتیں ذہن میں چلنے لگتیں وہ اپنے اور خدا کے درمیان ابراہیم کو لے آئی تھی۔

بظاہر نارمل دکھنے والی رودابہ جمشید بکھر سی گئی تھی یہ راستہ غلط تھا۔۔اسکا کسی نامحرم سے یوں چھپ کر بات کرنا کسی کو بتایے بغیر اسے پہلے پہل ڈسٹرب کرتا تھا لیکن اب وہ عادی ہو گئی تھی۔۔

پَت جھڑ کی دَھلیز پہ بِکھرے
بے چہرہ پتّوں کی صُورت
ھم کو ساتھ لیے پِھرتی ھے
تیرے دِھیان کی تیز ھوا!

امجد اسلام امجد

"انسان جب ایک بار غلط کا عادی ہو جائے تو سہی اور غلط کی پہچان کھو دیتا ہے۔۔"

رودابہ جمشید کو کتنا ہی وقت گزر گیا تھا یوں جیسے صدیاں بیت گئی ہوں۔۔

"محبت میں انسان جب خوش ہو اپنی عمر سے کم لگنے لگتا ہے اور اگر غمگیں ہو تو اپنی عمر سے دُگنا لگنے لگتا ہے۔۔"

وہ تئیس سال کی لڑکی بھی عمر رسیدہ سی لگنے لگی تھی۔۔

"محبت وقت، توجہ، عزت اور اعتماد، پیار مانگتی ہے لیکن کبھی کبھی جب ان سب چیزوں کی محبت میں شدت سے کمی ہو جائے تو وہ محبت کمزور ہونے لگتی ہے دو انسان جب محبت کرتے ہیں تو محبت ان دونوں کے جذبات کو ملا کر بنتی ہے لیکن جب ان میں سے صرف ایک رہ جائے تو محبت یا تو کمزور ہونے لگتی ہے یا مزید مضبوط اگر ایک بے وفا ہو جائے یا محبت سے انکاری تو دوسری طرف محبت مرنے لگتی ہے لیکن اگر ایک زندہ نہ رہے یا قسمت کا شکار ہو جائے تو محبت بڑھ جاتی ہے اور یہ محبت موت کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔۔ "

رودابہ کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا اسکی محبت اپنے محبت ہونے سے انکاری ہو رہی تھی یعنی کہ ابراہیم خٹک کا حصہ محبت میں کم ہو رہا تھا وہ شخص دنیا میں کھو رہا تھا ہاں وہی شخص جو رودابہ کی دنیا تھا اسکی دنیا مختلف ہو رہی تھی اور یہ اچانک ہوا تھا۔۔

وہ وقت نہ ملنے پر چڑ چڑی ہو رہی تھی، اور محبت نہ ملنے پر ختم ہو رہی تھی۔۔

"کہتے ہیں ایک دفعہ اگر کمزور ہوتی محبت کو آخری سانس پر سہارا دے دیا جائے تو وہ امر ہو جاتی ہے لیکن اگر اسے بے سہارا چھوڑ دیا جائے تو وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے یہاں اسکی زندگی ہی نہیں اسکی عزت نفس مجروح ہونے لگی تھی اور جہاں عزت نفس پر ذرا سی چوٹ لگے وہاں دوسرا قدم بھی نہیں رکھنا چاہیے۔۔۔ "

***

# *بابِ سکوت*

# *از قلم مریم راجپوت*

## Episode No. 2

"چاچو۔۔۔"

اس کے لبوں سے فقت یہی لفظ ادا ہو سکے تھے سامنے کھڑے ضعیف شخص نے اپنا جھریوں ذدہ ہاتھ اس کے چہرے پر رکھا یوں جیسے خواب کے حقیقت ہو جانے پر بے یقین ہوں۔

"بب۔۔۔ باسل۔۔ میرا بچہ"

وہ اسکا نام پکارتے یک دم اس کے گلے لگ گئے وہ اب بھی ساکت تھا چونکا تو تب جب ناصر جہانگیر کی سسکیاں اسکے کانوں سے ٹکرائیں وہ نا جانے کتنے عرصے

بعد اس طرح سے اپنے دل کا غبار نکال رہے تھے سالوں پہلے کی گھٹن اب باہر آ رہی تھی۔

"مسلسل اذیتوں کے بعد جب کوئی کندھا مل جاتا ہے نا تو پھر ہر اذیت فرار ہونے لگتی ھے کندھا بھی وہ جس کی تلاش عرصے سے ہو جو صرف سُن لے جو صرف ہمارا درد ایک پل کے لیے ہی سہی محسوس کر لے جو ہمارے اندر موجود گھٹن کو جان لے۔"

ایک آنسوں اسکی آنکھ سے نکل کر بئیرڈ میں جذب ہو گیا وہ انہیں خود سے الگ کرتا ان کے ہاتھ چوم رہا تھا پھر اس نے جیب سے رومال نکالتے ان کے آنسوں پونچھے وہ اسے بھیگی نظروں سے دیکھے گئے۔اب وہ انکا ہاتھ تھانے چل پڑا اس بار انہیں لاٹھی کا سہارا لینے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی اسنے سٹریٹ میں بنک ایک گھر کا گیٹ دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا وانکو لیے اندر داخل ہو گیا۔

گھر کی لائیٹس آف تھیں اسنے لائیٹس آن کیئں پھر انہیں صوفے پر بھیٹاتے وہ کچن کی جانب بڑھ گیا کچھ لمحوں بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا ناصر جہانگیر اسکی اس حرکت پر مسکرائے تھے وہ اب بھی ویسا ہی خیال رکھنے والا تھا۔

پانی پی لینے کے بعد اب وہ اسکے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔ باسل ان سے نظریں ملائے بغیر سر جھکا کر بھیٹا تھا۔

" نظریں نہیں ملاؤ گے۔۔؟؟ "
انہوں نے سنجیدگی سے سوال کیا تو وہ لمحہ بھر کی دیر کے بعد سر نفی میں ہلا گیا۔

" باسل جہانگیر کب سے نظریں چرانے لگا وہ تو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کیا کرتا تھا۔ "
وہ پرانے باسل جہانگیر کا حوالہ دے رہے تھے۔

"وہ باسل جہانگیر بے گناہ تھا۔"
اسنے ایک نظر انکے چہرے پر ڈالتے سامنے دیوار پر ٹکا دی تو وہ لب بھینچ گئے۔

"وہ اب بھی بے گناہ ہے۔"
انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہنہہ۔۔۔چاچو میں کوئی بچہ نہیں ہوں جسے آپ یہ سب کہ کر بہلا لیں گے اور میں اپنی غلطی بلکہ گناہ بھول جائوں گا۔"
وہ سرد لہجے میں کہتا ہاتھ کی مٹھی بند کیے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا گیا۔

"باسل۔۔۔یہ امتحان ختم کردو بچے یہ سرد مہری کی جنگ چھوڑ دو خود کو سزا نہ دو تم سب کب تک یوں اندر ہی اندر مرتے رہو گے تم لوگ ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہو لیکن صرف ایک دوسرے کے منہ پر دلوں میں موجود محبت

اب بھی ہے جو کسی سرد مہری کی سل کے نیچے دب چکی ہے۔ سب اپنے آپ کو مجرم سمجھتے ہو جان بوجھ کر سزا دے رہے ہو خود کو تم لوگ۔"

وہ تھکے تھکے سے بولے اس بار لہجہ ہارا ہوا تھا چار سال کم نہیں تھے اب انکے کندھے مضبوط نہیں رہے تھے وہ کسی بھی وقت ڈھ سکتے تھے۔

باسل نے ان کے چہرے کو بہت غور سے دیکھا بغیر کچھ بولے بس ان کی جانب دیکھے گیا۔

"تم لوگ ایک دوسرے کی اب بھی پرواہ کرتے ہو اور تمہیں لگتا ہے میں یہ بات جانتا نہیں ہوں۔؟؟"

وہ اب خفا تھے باسل نے سوالیہ نظروں سے ان کے چہرے کو دیکھا۔

"براق ہر ماہ آتا ہے یہاں وہ ندا کی ہر ضرورت کا خیال رکھتا ہے بے شک شمروز کی موجودگی میں یہ سب کرنا نہیں چاہیے لیکن اسے فکر ہے تب ہی تو آتا ہے مجھ

سے ملتا ہے لیکن اس بہانے سے کہ اسکی میٹنگ ہے تو آیا ہے مجھ سے بھی نہ ملتا وہ اگر اس دن میں اسے نہ دیکھ لیتا وہ مجھ سے نہیں چھپا سکا۔"

باسل جہانگیر ہک دک رہ گیا۔۔

اسے براق کی ایسی کسی حرکت کا علم ہی نہیں تھا اسے تو لگا تھا کہ شاید وہ کبھی اس سب سے نکل ہی نہ سکے لیکن براق وہ تو چاہتا ہی نہیں تھا وہ ہمیشہ سے یہاں نہ ہو کر بھی یہیں تھا وہ ان فضائوں میں اب بھی تھا۔

"چار سال سے بھائی یہاں آتے ھیں اور میں لا علم ہوں۔۔؟"

وہ اب بھی بے یقین تھا مگر اندر کہیں دل میں تھوڑی سی خوشی ہوئی تھی یوں جیسے پرانے راستے کھلنے والے ہوں ایک پل کے لیے ہی سہی وہ باقی سب بھول گیا تھا۔

***

وہ کلاس میں بھیٹی لیکچر لے رہی تھی،اسکی سائیکولوجی کی پروفیسر مریم کیانی کا لیکچر ہورہا تھاوہ جوافسردہ سی تھی انکا ایک جملہ اسکے کان سے ٹکرایا تو وہ چونکی تھی۔۔

"خود کے لیے خود بولنا پڑتا ہے خود کے صرف ہم خود ہوتے ہیں یہ دنیا کبھی ہماری نہیں ہوتی۔۔"وہ انکی جانب متوجہ ہوتی انکی باتیں سننے لگی تھی۔۔

"خود کو خود پرٹیکٹ کریں اور خود کو پروٹیکٹ کرنے کا سب سے اچھا طریقہ خود کی فیلنگز کو کنٹرول کرنا ہوتا ہے خود کی فیلنگز کو کسی دوسرے سے اٹیچ مت ہونے دی۔ہماری یہ اٹیچمنٹس ہمیں انسیکیور کردیتی ہیں اور محبت کے معاملے میں اس ایک انسان سے ہم انسیکیور ہونے لگتے ہیں اسکی غیر موجودگی میں ہمیں وہم ہونے لگتے ہیں ہم خود کو بھولنے لگتے ہیں یاد رہتا ہے تو صرف وہ ایک شخص ہم

جب خود کی فیلنگز سے کنڑول کھو دیتے ہیں ہم غیر محفوظ ہو جاتے ہیں محبت ضرور کریں لیکن اپنے جذبات کو اس ایک شخص کا محتاج مت کریں آپ خود کو کھو دیں گے۔۔"

پروفیسر بول رہی تھیں اور وہ ساکت سی سن رہی تھی یہ اس نے پہلے محسوس نہیں کیا تھا۔۔ مگر سچ تھا اسکی فیلنگز اس کی شخص کی محتاج ہو چکی تھیں تب ہی تو وہ ابراہیم کی شخصیت سے نکل نہیں پا رہی تھی۔۔

اسے خود کو اس سب سے نکالنا تھا، وہ گھٹ گھٹ کر زندگی نہیں گزار سکتی تھی، کچھ تو کرنا تھا خود کے لیے صبر یا جذبات کا قتل۔۔اسے اس سارے عرصے میں ایک انسیکیوریٹی سی رہی تھی کہ آیا ابراہیم کو اس سے محبت تھی بھی کہ نہیں۔۔۔؟؟

بلکہ ہاں وہ سمجھنے لگی تھی کہ ابراہیم اسے کبھی وقت نہیں دے سکے گا کبھی اس سے ویسی محبت نہیں کرے گا جیسی وہ چاہتی تھی۔۔اس دن وہ یونی سے واپس

آتے ساتھ کمرے میں گھستے ہی ابراہیم کو کال ملا چکی تھی۔۔ بیل جا رہی تھی مگر کال نہیں اٹھائی گئی۔۔ وہ لب کاٹتی پھر سے کال ملانے لگی تھی۔۔

ایک بیل۔۔۔

دوسری بیل۔۔۔۔

تیسری بیل۔۔۔

چوتھی بیل۔۔۔

کال بند ہو گئی۔۔ اسنے پھر سے کال ملائی تھی۔

اس بار بھی دوسری طرف رنگ ہوتی رہی مگر اٹھایا نہیں گیا۔۔ وہ دس کالز ملا چکی تھی لیکن جواب ندارد۔۔ آخر وہ ایک آخری بار کوشش کرتی پھر سے کال ملا گئی تھی اور اس بار کال اٹھا لی گئی تھی۔۔

"ہاں ہیلو۔۔"

ابراہیم کی آواز سنتی وہ آنکھیں موند گئی تھی۔۔ایک سکون سا اترا تھا دل میں ایک عجیب سا خمار۔۔

"کیسی ہو۔۔؟؟ "

وہ پھر سے پوچھ رہا تھا۔۔رودابہ کچھ دیر بعد بولنے کے قابل ہوئی تھی۔۔

"ٹھیک ہوں۔۔ "

اسکی آواز سنتے ابراہیم خٹک نے مسکرا کر ایک شعر پڑھا تھا۔۔

بھیٹا کر یار کو رات بھر پہلو میں
جو کچھ نہیں کرتے وہ کمال کرتے ہیں

انکے شعر پر وہ مسکرائی۔۔

"کتنے بزی ہوتے ہیں۔۔؟؟جب بھی کال کروں بات نہیں کرتے میری کال نہیں اٹھاتے۔۔"

وہ افسردہ سی ہوتی رودی تھی۔۔

"میں اٹھاتا تو ہوں کال۔۔"

وہ مصروف سے بولے تو وہ لب کاٹ گئی۔۔وہ یقیناً اب بھی مصروف تھے۔۔

"مصروف ہیں۔۔؟؟"

اسکے اس سوال پر انہوں نے سر ہلایا تھا۔۔

"مجھے آپکا وقت چاہیے۔۔۔آپ ابھی یہ سب کرتے ہیں اگر میری آپ سے شادی ہوگئی تو تب بھی ایسے ہی کریں گے۔۔؟؟"

"اپنے وقت کے لیے ترسائیں گے۔۔؟"

وہ سسک اٹھی تھی۔۔

"چندا۔۔رو کیوں رہی ہو۔۔؟؟ "
ابراہیم خٹک کی گمبھیر آواز گھونجی تو آنسوں اسکی آنکھوں سے بل بل بہنے لگے تھے۔۔

"نہیں رو رہی۔۔ "
بہتی آنکھوں سے بولتی لڑکی دل میں بڑا درد چھپائے ہوئے تھی۔۔

"میں تھوڑی دیر بعد کال کروں گا۔۔رونا مت میں ادھر ہی ہوں تمہارے پاس۔۔"
وہ یہ کہتے کال بند کر چکے تھے۔۔

رودابہ تکیے میں منہ دیے سسکتی چیخی تھی۔۔اسے وہ شخص چاہیے تھا وہ شخص ضروری ہو گیا تھا۔۔

"اللہ۔۔۔میں آپ کے پیروں میں گر جائوں گی مجھے وہ شخص دے دیں۔۔"

"ایسا کیوں ہو رہا ہے۔۔؟؟میں کیوں اس شخص سے باہر نہیں نکل پا رہی۔۔؟؟ "
اسنے سوچتے کمرے کو دیکھا پھر اٹھتی واش روم کی جانب بڑھ گئی۔واش روم میں داخل ہوتے اسکی نگاہ سامنے لگے مرر پر پڑی تو وہ یک دم پھر سے ٹوٹ کر روئی تھی۔۔

"اتنی خوبصورت لڑکی کو کوئی کیسے اگنور کر سکتا ہے۔۔؟؟کیا اس شخص کا دل میرا یہ حسین چہرا بھی نہیں جیت سکتا۔۔؟؟"وہ سوچتی ہوئی مزید انسیکیور ہوئی تھی۔۔پھر جلدی سے نل کھولتی ٹھنڈے پانی کو چہرے پر ڈال گئی۔۔

ٹھنڈا پانی چہرے پر پڑتا سکون دے رہا تھا، وہ کچھ پل کے لیے ہر درد بھولتی پر سکون ہوئی تھی۔۔واش روم سے نکلتی وہ سیدھا آئینے کے سامنے کھڑی ہوتی لپسٹک کا ایک خوبصورت شیڈ نکال کر لگانے لگی پھر جھمکے پہنے اور کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔۔

"رودابہ۔۔"

خدیجہ نے اسے پکارہ تو وہ کچن کی جانب بڑھ گئی۔۔

"کیا کر رہی ہو۔۔؟؟"

وہ خدیجہ کو دیکھتی پوچھنے لگی۔۔

"کیک بیک کر رہی ہوں۔۔"

وہ مصروف سی بولتی کیبنٹ سے بیکنگ پاوڈر نکال رہی تھی۔۔

جدید طرز کا بنا کچن مہارت سے سجا تھا جو کہ خدیجہ اور رودابہ کا ہی کارنامہ تھا وہ دونوں گھر کو مکمل طور پر Aesthetic بنا کر رکھنا چاہتی تھی بلکہ بنا بھی چکی تھیں۔

"میری کچھ ہیلپ کر دو گی۔۔؟؟"

خدیجہ نے اسے پکارہ تو وہ سر ہلاتی ایپرن پہن کر چکن کی کٹنگ کرنے لگی۔۔

کچھ دیر بعد وہ لوگ کچن سمیٹتی سارا کھانا ٹیبل پر لگا چکی تھیں۔

"بابا آگئے ہیں۔۔۔"

گاڑی کا ہارن سن کر رودابہ چونکی تھی اسے یاد تھا کچھ ماہ پہلے تک وہ کس طرح بابا کے واپس آنے پر انکا انتظار کرتی تھی انکے کندھے سے لگ کر دن بھر کی داستاں سنایا کرتی تھی۔۔

وہ تیزی سے باہر گیٹ کی جانب بڑھی تو سامنے سے آتے جمشید جیلانی چونکے تھے وہ عرصے بعد یوں انکو آفس سے آتے ساتھ سامنے دِکھی تھی۔۔

"بابا۔۔"

وہ پکارتی انکے سینے سے آلگی۔۔

کچھ دیر تک تو وہ خاموش رہے مگر اچانک انہیں اسکی سسکیاں سنائی دیں تو وہ اسکے اپنے سینے سے الگ کرتے اسکا چہرا پونچھ گئے۔۔

"کیوں رو رہی ہو بیٹا۔۔؟؟"

وہ پریشان ہوئے۔

"کچھ نہیں بابا۔۔بہت ٹائم بعد آپ کے سینے سے لگی ہوں نا تو رونا آگیا۔۔"

وہ آنسوں پونچھتی بول رہی تھی۔۔

"بیٹا میں تو یہیں تھا لیکن میری بیٹی کہیں کھو گئی تھی۔۔" وہ افسردہ ہوئے تھے۔۔

رودابہ کی آنکھیں پھر سے نم ہوئیں پھر سے وہ شخص یاد آیا اور وہ پھر سے رودی تھی۔۔

"بابا۔۔"

اتنے مہینوں کا درد وہ انکے سینے سے لگی بہا رہی تھی۔۔

"بیٹا چلو اندر۔۔"

وہ اسکے آنسوں پونچھتے اندر کی جانب بڑھ گئے تھے۔۔

کچھ دیر بعد وہ نارمل ہوتی سب کے ساتھ بھیٹی کھانا کھا رہی تھی پھر وہ لوگ دیر تک بھیٹے باتیں کرتے رہے اور آخر سب اٹھے تو وہ بھی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔

"روداب۔۔۔ "

بابا کی پکار پر وہ مڑی تو وہ اسے اپنے پیچھے آنے کا کہتے باہر لان کی جانب بڑھ گئے۔۔

"بابا آپ نے بھلایا تھا۔۔؟؟ "

وہ لان میں کھڑے جمشید صاحب کے پاس کھڑی ہوتی پوچھ رہی تھی۔۔

"روداب۔۔۔ میری بچی روداب۔۔ تم کہاں کھو گئی ہو۔۔؟؟"

وہ اسکے چہرے کو تھامتے آہستہ سے بولے تو وہ چونکی تھی۔۔

"تم جتنا مرضی چھپاؤ باپ ہوں تمہارا تمہاری ان بے نور آنکھوں کو دیکھ کر پہچان لیتا ہوں۔۔۔"

وہ اسکی حیرانگی پر کہہ رہے تھے۔

"وقت رہتے ان راستوں سے لوٹ آنا چاہیے جن پر چلتے ہوئے یہ علم ہو جائے کہ یہ راستے جن منزلوں کو جاتے ہیں وہ ہماری نہیں ہیں۔۔۔"

وہ سنجیدگی سے بول رہے تھے۔۔

"تم سمجھدار ہو رودابہ مجھے تم پر یقین ھے تم میری بیٹی کو کھونے نہیں دو گی۔۔"

انہوں نے کہتے جھک کر اسکا ماتھا چوما تو وہ ایک گہرا سانس بھرتی آنکھوں میں آئے آنسوں کو جذب کر گئی۔۔۔وہ اندر کی جانب بڑھے تو رودابہ نے مڑتے انکی پشت کو دیکھتے کہا۔۔

"بابا آپ کی بیٹی لوٹ آئے گی۔۔ تھوڑا وقت لگے گا خود کے لیے خود کو سمبھال لے گی آپ کی بیٹی مضبوط ہے۔۔ بابا۔۔"

دور کھڑے جمشید صاحب نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر کچھ کہے بغیر اندر کی جانب بڑھ گیے۔

***

وہ اپنی ایک بزنس میٹنگ کے دوران ضروری کال آنے پر اٹھا اور ریسٹورنٹ کی راہداری میں آتا کال پر بات کرتا آہستہ قدم بڑھاتا ہوا باہر کی جانب جا رہا تھا جب اچانک اس سے کوئی ٹکراتے ٹکراتے بچا براق نے غصے سے سامنے دیکھا تو کوئی لڑکی تھی عبایا پہنے وہ خود کو مکمل طور پر ڈھانپے ہوئے تھی اور دیکھنے سے کافی نروس معلوم ہوتی تھی۔ وہ اسے نظر انداز کرتا آگے بڑھ گیا اور وہ لڑکی اچانک اسے پکار بھیٹی۔

"سر۔۔"

وہ جو کال بند کر کے مڑا تھا اس کو اپنی جانب متوجہ دیکھ کر وہ بھنویں اچکا گیا۔۔

"جی۔۔؟؟"

براق اس نروس سی لڑکی کو دیکھتا اسکی جانب متوجہ ہوا۔

"وو۔۔۔وہ میرا یہاں پرس کھو گیا۔۔اور وہ مینیجر نے کہا ہے کہ پیسے دیں ورنہ برتن دھونے پڑیں گے۔"

وہ یہ کہ کر چُپ ہوئی۔

"تو آپ چاہتی ہیں میں آپ کے ساتھ برتن دھلوائوں۔۔؟؟"

وہ سوالیہ انداز میں طنز کر رہا تھا۔

"نہ۔۔نہیں تو۔۔آپ ہماری مدد کر دیں بس ہمارا پرس ڈھونڈنے میں۔"

وہ اسکی بات پر سٹپٹاتی بولی تو ایک پل کے لیے براق کے لبوں پر نا محسوس انداز میں مسکراہت ابھرتی غائب ہوئی۔

"میں کیسے مدد کر سکتا ہوں۔۔؟؟ میں نے آپ کا پرس نہیں دیکھا اور نہ آپ کو جانتا ہوں۔"

وہ یک دم سنجیدہ ہوا۔

"ہاں پر۔۔آپ انسانیت کے ناطے ہماری مدد کر دیں۔"

وہ ایسے تھی جیسے ابھی رو دے گی۔

آپ اپنے پرس کی ڈیٹیلز مینیجر کو بتا دیں اور میرا نام بتا دیں میں پے مینٹ کر دوں گا، اپنا ایڈریس دے دیں اور پھر جا سکتی ہیں میں مینیجر سے کہ کر آپکا پرس ڈھونڈ کر آپکے گھر بھجوا دوں گا۔۔۔انسانیت کے ناطے۔۔۔"

وہ جان چھڑانے والے انداز میں کہتا جا چکا تھا۔

پیچھے کھڑی لڑکی کی آنکھوں میں بہت سے آنسوں آ گئے تھے۔وہ بے بس سی اسے جاتے دیکھتی رہ گئی۔

تقریبا دو گھنٹے بعد وہ میٹنگ ختم کر کے باہر نکلا تو وہ لڑکی اب بھی وہیں بھیٹی تھی۔براق پہلے تو اسکو دیکھ کر چونکا مگر پھر چل پڑا لیکن اس کا ارادہ براق کو جانے دینے کا نہیں تھا۔

"سنیں۔۔"
وہ یک دم کھڑی ہوتی اسکی جانب آئی تھی۔

"جی۔۔؟؟"

وہ اکتایا ہوا مڑا تھا۔

"وہ آپ نے اپنا نام تو بتایا نہیں تھا میں مینیجر کو کیا کہتی۔۔؟"

وہ بے بس سی بولی تو براق نے اس کی بے وقوفی پر اسے گھورا۔

"براق جہانگیر۔۔"

اس نے اپنا نام سامنے کھڑی لڑکی کو بتایا تھا اور سامنے کھڑی لڑکی اگلے لمحے جیسے پتھر کی مورت بن گئی اس کی نقاب سے جھانکتی آنکھیں پل میں ساکت پڑی تھیں براق اسے نہیں دیکھ رہا تھا لیکن وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی واقعی ہی وہ شخص نایاب تھا۔

"اب آپ جا سکتی ہیں۔"

اسنے فون پر مینیجر کو کال کرتے بلایا اور اسے ساری بات سمجھا کر جب وہ پاس کھڑی لڑکی کی جانب متوجہ ہوا تو وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔۔

"مس۔۔۔"

براق نے اسے پکارہ۔۔

"آپ جا سکتی ھیں۔۔"

وہ پھر بول رہا تھا۔

اسی پل سامنے کھڑی لڑکی نے نظریں اٹھائیں اور ان آنکھوں میں آنسوں تھے

براق ایک پل کو چونکا۔

"کیا آپ ٹھیک ہیں۔۔؟؟"

اس نے حیرت سے پوچھا تو وہ سر جھکا کر ہاں میں ہلا گئی۔مزید ایک پل بھی اس شخص کی نظروں میں دیکھتی تو پردہ نہ رکھ پاتی۔

"آپ چلی جائیں گی یا آپ کو چھوڑ دوں۔؟"

اس نے غیر ارادی طور پر سوال کیا تو وہ یک دم سر ہاں میں ہلا گئی۔

"ٹھیک ہے چلیں۔"

وہ یہ کہ کر آگے بڑھا تو وہ اس کے پیچھے قدم بڑھا گئی۔

"اپنا ایڈریس بتا دیں۔"

وہ مصروف سا ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ نایاب نے ایک پل کو اسکی جانب دیکھا پھر اسے ایڈریس بتا دیا تقریبا پندرہ منٹ بعد وہ مطلوبہ پتے پر پہنچ چکے تھے۔

"شکریہ۔"

وہ اسے شکریہ کہتی اندر کی جانا بڑھ گئی اور براق نے گاڑی واپسی کی جانب موڑ لی لیکن پھر وہ ایک دم بریک پر پاؤں رکھ گیا۔

کچھ احساس بے معنی سے ہوتے ہیں اور بلکل اچانک ہوتے ہیں کچھ کچھ غیر یقین بلکل یک دم اسے بھی ایسا ہی کوئی احساس ہوا تھا کچھ تھا جو دل سے جڑا ہوا تھا وہ پل میں بے چین ہوا چہرے پر کُرب رونما ہونے لگا تھا۔

براق جہانگیر نے غیر ارادی طور پر ایک نگاہ پیچھے موجود گھر پر ڈالی اور پھر گاڑی سٹارٹ کرتا پل میں وہاں سے غائب ہوا تھا اسکی گاڑی سڑک پر ہوا سے باتیں کر رہی تھی لیکن وہ بے خبر سا بھیٹا تھا ایک آنسوں آنکھ میں اٹکا ہوا تھا ایک یاد تھی جو دل جلا رہی تھی ایک چہرا تھا جو تڑپا رہا تھا اور وہ بے بس تھا۔۔

سالوں پہلے کا منظر پھر سے یاد آیا تھا۔۔ ہنسی، قہقے، خوشیاں، اپنے پیارے، دل کے مکین سب ایک ساتھ اور پھر ایک آگ جو سب راکھ کر گئی، ایک لمحہ جو سب ختم کر گیا اسنے بریک پر پاؤں رکھتے سر سٹیرنگ پر ٹکا لیا۔۔۔

"لالہ۔۔۔"

ایک پکار دل سے نکلی تھی اور ایک لبوں سے دونوں ہی ایک وجود کو پکار رہی تھیں ایک لاحاصل وجود کو ایک انجان وجود کو ایک غائب وجود کو۔۔

"مجھے کبھی اپنی قسمت اپنے روبرو ملے تو میں اس سے پوچھوں کہ تو نے میرے حصے کے لوگ ہی کیوں مجھ سے دور کیے اور تب کیے جب مجھے ان کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔۔"

وہ آنکھیں موندھے بول رہا تھا۔۔

محبت کر کے جب ایک شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو اس سے زیادہ اذیت ناک کچھ نہیں ہوتا وہ شخص جس کے لیے دل تڑپتا ہو اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا ہماری رگ رگ میں اذیت بن کر دھوڑتا ہے۔

"محبوب سے ظالم کوئی شخص اس دنیا میں ہے تو بتاؤ۔۔؟؟"

خوب چلتی ہے مُجھ پہ تیری ہجر گری
تُجھ کو آتا ہے بھرے شہر میں تنہا کرنا

***

اگلے دن پھر مس مریم کے لیکچر میں وہ انکی باتین سنتی بہت کچھ محسوس کر رہی تھی۔۔

"لوگوں کی نیگیٹویٹی کو خود کے اندر اتارنا اور انکی باتوں پر کان دھرنا چھوڑ دیں آپ صحت مند ہو جائیں گے۔۔" مریم کیانی نے مسکرا کر کہا تھا۔۔

تیسری رو میں بھیٹی رودابہ نے انکو دیکھتے بہت کچھ یاد کیا تھا اسے وہ سب یاد آیا جو اس نے سنا تھا اور جو اس کے دل میں زخم پھیلا رہا تھا۔۔

"وہ اکثر انسٹا ریلز پر دیکھا کرتی تھی مختلف ریلز جو کہ نا محرم سے ریلیشن شپ کو واضع طور پر پرومینینٹ نہیں کرتے تھے لیکن وہ کسی بھی انسان کو اس بات پر اُکساتے تھے کہ کوئی ہو جو انکی بھی اسی طرح فکر کرے جن کے ساتھ وہ کپل ڈی پی لگا سکیں، جن کو وہ سٹیٹس پر مینشن کر سکیں، جو ان سے خوبصورت باتیں کر سکے، جو ان کو انکی اہمیت کا احساس دلا سکے۔۔یہ ریلز یہ سونگز انسان کو اُکساتے ہیں ایک میل یا فی میل فرینڈ تو ہونا ہی چاہیے چاہے اس سے شادی ہو نہ ہو کم از کم گفٹس تو مل جائیں گے، کچھ پر کشش باتیں تو ہو جائیں گی اور اس چیز کا اثر کچھ ٹین اتج کا نشہ انسان کو ان منزلوں کا مسافر بنا دیتا ہے، کچھ تو یہ منزل ہنستے کھیلتے حاصل نہیں کرتے لیکن کچھ کے دل پر جا لگتی ہے یہ چار دن کی دوستی یا ریلیشن کچھ اسکے عادی ہو کر سیریس ہو جاتے ہیں تو کچھ آخر تک کھیل ہی سمجھتے ہیں۔۔سارا قصور سوشل میڈیا کا نہیں ہے لیکن جو ہے سو ہے انسان کو گناہ پر صرف شیطان ہی نہیں بلکہ اسکا اپنا ضمیر بھی امادہ کرتا ہے ضمیر کا کیا اعلاج کیا جائے۔۔؟؟ ہمارے ضمیر کو ہمارے علاوہ اور کون روک سکتا ہے یہ ضمیر دنیا میں ہی اپنا ہے آخرت میں یا روزِ محشر یہ بدل جائے گا اور پھر اسکا اکسانا اور ہمارا

گناہ مل کر ایک کبیرہ گناہ بن جائے گا جس کا انجام کیا ہو گا ہم سب جانتے ہیں۔۔۔۔"

رودابہ جمشید نے اس پل یونی میں بھیٹے کیا جانا تھا۔۔؟؟

"اسنے جانا تھا خود کو خود کے گناہ کو بلکہ اپنے ضمیر کو اسکا ضمیر مرا نہیں تھا وہ زندہ تھا کیونکہ اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ کیا کرتی آئی ہے۔۔؟؟"

وہ خود کے ساتھ بڑی ناانصافی کر چکی تھی لیکن اب نہیں اب تو سمبھل جانے کا وقت تھا چاہے دل ٹوٹے چاہے وہ جان سے جائے اسے خود کو بدلنا تھا بلکے خود کو سنورانا تھا۔۔

اسکے بابا کو اپنی بیٹی واپس چاہیے تھے۔۔اور وہ انہیں انکی بیٹی ضرور واپس کرے گی۔۔وہ خود سے عہد کرتی اس دن مریم کیانی کے آفس گئی تھی۔۔

"مے آئی کم ان۔۔؟؟"

وہ پروفیسر مریم کیانی کے روم کے باہر کھڑی پوچھ رہی تھی۔۔جواب ملنے پر وہ اندر داخل ہوئی تو مریم کیانی گلاسس لگائے اپنے لیپ ٹاپ پر کام کر رہی تھیں۔۔

"بھیٹیں۔۔"

انکے کہنے پر وہ بھیٹ گئی۔

"خیریت۔۔؟؟ "

وہ انکی برائیٹ سٹوڈنٹ تھی اس لیے انہیں اسکی فکر ہوئی تھی۔۔

"آپ سے ایک سوال ہے۔۔"

وہ جھجھکتی کہہ رہی تھی۔۔

"پریشان مت ہوں سوال کریں۔۔ "
انکی بات سن کر وہ ریلیکس ہوتی بولنے لگی۔۔

"کل آپ نے کہا تھا کہ خود کی فیلنگز پر کنٹرول کریں آپ محفوظ رہیں گے۔۔ لیکن میں سمجھ نہیں سکی ہم اس ایک انسان کو اپنے دماغ سے کیسے نکال سکتے ہیں۔۔؟؟ کیا یہ اتنا آسان ہے۔۔؟؟
وہ تزبزسی تھی۔۔

"اچھا سوال ہے۔۔ "
مریم کیانی لیپ ٹاپ کو ایک طرف کرتی اٹھی اور کافی میکر کی جانب بڑھی تھیں۔

"کسی بھے شخص کو زہن سے نکالنے کے لیے جانتی ہو کیا ضروری ہوتا ہے۔۔؟؟ "

وہ سوال کر رہی تھیں۔

رودابہ خاموش رہی۔۔

"اس سوال کا زہن میں آنا کہ اسے زہن سے کیسے نکالا جائے۔ "
وہ اپنی بات پر مسکرائی تھیں۔

"آپ نے یہ سوچا کہ اس شخص کو کیسے اپنے ذہن سے نکالا جائے یعنی کہ سٹیپ فرسٹ پار کر لیا اب آپ اس کو نکالنے کی وجہ تلاش کریں گی۔۔؟؟"
انکے چہرے پر ایک کشش سی تھی رودابہ انکی جانب دیکھے گئی۔۔

"وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے ایسا کیا کیا کہ آپ یہ سوچنے پر مجبور ہوئیں۔۔ "
وہ کھڑکی سے آتی دھوپ کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھیں۔

"ایسا کیا تھا جو آپ کو اتنا ہرٹ کر گیا کہ آپ نے اس شخص کو دل سے نکالنے کا سوچا بھی۔۔اور آپ جانتی ہے کہ آپ نے یہ کس بنا پر سوچا۔۔ "

وہ اب واپس اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی تھیں۔۔

"ٹھیک ہے میں نے اس شخص کو دل سے نکالنے کا سوچا پھر وجہ بھی معلوم ہے لیکن نکالوں کیسے۔۔؟؟"

وہ سوال کرتی دل میں ایک عجیب سی سرد مہری محسوس کر رہی تھی اس شخص کے لیے جیسے ساری فیلنگز اس وقت جام ہو چکی تھیں۔۔

"اسے دل سے نکالنا بہت آسان ہے اس شخص کا وہ عمل یاد کرو جس نے تمہیں یوزلیس یعنی کہ معمولی محسوس کروایا تمہیں تمہاری اہمیت کم محسوس کروائی اس نے تمہاری سیلف رسپیکٹ کو کب اور کس عمل سے ٹھیس پہنچائی۔۔اس نے کب تمہارا یقین کھو دیا اور کب تم نے خود کو اس کے لیے اس قدر بے وقعت محسوس کیا کیا اس شخص نے تمہیں تمہارے کسی ڈر پر تسلی دلائی کہ وہ تمہارا ہی

ہے۔۔؟؟اگر نہیں تو بس پھر بس پھر وہ شخص مزید ایک پل بھی اگر تمہارے دل میں رہ سکا تو جان لینا یہ مرض جان لیوا ہے۔۔"مریم کیانی یہ کہتی اپنی کافی پینے لگی تھیں۔۔

انکے آفس میں انکی ٹیبل کے سامنے پڑی چئیر پر بھیٹی رودابہ جمشید نے خود کو خالی ہوتا محسوس کیا تھا۔۔

"وہ سڑک پر چلتی یاد کر رہی تھی کب کب اسنے ابراہیم کے کال کاٹ دینے پر خود کو بے معنی محسوس کیا کب کب اس نے ابراہیم کے ایک دیک ہفتے تک میسج یا کال نہ کرنے پر خود کو غیر ضروری محسوس کیا اسنے کب کب ابراہیم کی باتوں میں محبت تلاشتے خود کہ غائب پایا اسنے کب کب ابراہیم کے پسندیدہ لوگوں کی فہرست میں خود کو نہ پایا۔۔"

وہ چلتی جا رہی تھی اور محبت کہیں بہت پیچھے چھوٹتی جا رہی تھی۔۔ وہ ایک ایک پل یاد کر رہی تھی اور پھر اسے یاد آیا ابراہیم خٹک اسکے معاملے میں لاپرواہ تھا۔۔ حد سے زیادہ وہ یہ سوچتی جیسے خود سے نظریں ملانے کے بھی قابل نہیں رہی تھی۔۔

"مرد جس عورت سے محبت کرتا ہے اس کے معاملے میں لاپرواہ نہیں ہوتا۔۔ "

لیکن ابراہیم تھا وہ اسکے معاملے میں لاپرواہ تھا۔۔ کتنی ہی شامیں اس نے اس شخص کے انتظار میں گزاری تھیں کہ شاید وہ آجائے وہ سارا دن اس سے باتیں کرنے کا انتظار کرتی لیکن جب بات کا وقت آتا وہ غائب ہو جایا کرتے تھے۔۔

"اس دن اسے علم ہوا اس شخص کی شاعری اسکی یہ فسلفی باتیں رودابہ کی پسندیدہ تھیں اسی لیے وہ اس سے محبت کر بھیٹی تھی۔۔ اسے آج معلوم ہوا وہ اس سے

کتنا بڑا تھا عمر میں جذبات میں وہ میچور تھا سمجھدار تھا وہ جانتا تھا ایک ٹین ایج لڑکی سے کیا بات کرنی ہے کیسے کرنی ہے اسے کس طرح ہینڈل کرنا ہے وہ سب جانتا تھا۔۔اسی لیے وہ اس پر کبھی چلایا نہیں تھا کیونکہ ایک لڑکی کبھی بھی سخت الفاظ یا لہجہ نہیں برداشت کرتی وہ اسے جان بوجھ کر تڑپاتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا وہ اسکی غیر موجودگی میں اس سے اور شدید محبت کرنے لگے گی۔۔"

***

وہ اس سے دس منٹ بات کر کے دس دن غایب رہتا کہ وہ اسے ہر پل سوچے ہر پل محسوس کرے ہر پل وہ اسے یاد کرتے کرتے اس سے محبت کر بھیٹی تھی وہ شخص سائیکولوجی جانتا تھا جادو نہیں۔۔۔

" وہ شخص دماغ اور دل دونوں سے کھیل گیا تھا اور وہ دل ہار کر دماغ پر بھی قابو نہیں رکھ سکی تھی اسکا دماغ ہر پل اس شخص کی یاد دلاتا تھا اور دل سے خون رستا تھا۔۔ "

رودابہ جمشید نے سامنے سے آتی گاڑی کو دیکھا اور وہ تیزی سے اسکی جانب بھاگی تھی۔۔

"اب۔۔ابراہیم۔۔ "

وہ روتی ہوئی پکار رہی تھی ہاں اسنے ابراہیم کو دیکھا تھا جو کہ وہم نہیں تھا۔۔
وہ بھاگتی ہوئی سڑک پر آچکی تھی۔۔

وہ مسلسل بھاگ رہی تھی جب اچانک پیچھے سے آتی گاڑی سے ٹکراتی وہ آسماں میں اچھلی تھی خون کا ایک فوارا ابل کر اس کے کپڑے رنگ گیا اور وہ اوندھے منہ سڑک پر گرتی اب بھی پکار رہی تھی۔۔

"ا۔۔بب۔۔راہیم۔۔"

دل میں درد اٹھا تھا وہ شخص اسکے دل سے جو کھیل گیا تھا۔۔اور اسی پل آنکھیں بند ہو گئیں۔۔خون رس رہا تھا مگر وہ بے سدھ پڑی تھی۔۔

***

ہمیشہ رشتے میں ناراضگیاں نہیں آتی لڑایاں نہیں آتی کبھی کبھی ہم خود ایک دوسرے سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہتے کچھ ایسا ہو جاتا ہے جو ہمیں ہمارے پیاروں سے دور کر دیتا ہے اور یہی سب سے بڑی وجہ بنتی ہے کسی رشتے کے ختم ہونے میں اس کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا وہ لوگ ناراض نہیں تھے بس نظریں چرا رہے تھے چار سال سے روبرو نہیں ہوئے تھے ڈر تھا کہ روبرو ہوئے تو سب کہیں ایک دوسرے کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف نہ کر لیں کیونکہ وہ سب بے گناہ تھے۔ لیکن ایک دوسرے کی نظروں میں خود کو مجرم سمجھتے تھے۔

"ندا چار سال سے تم لوگوں کے انتظار میں ہے ماں بن کر پالا ہے تمہیں اور براق کو لیکن تم لوگ اسے سزا دے رہے ہو۔"

انہوں نے اسے وال گلاس سے سامنے موجود گھر کو دیکھتے دیکھ کر اسکے ساتھ کھڑے ہوتے کہا تو وہ مڑا تھا۔

"چاچو۔۔ خزاں کے موسم کے بعد بہار آئے گی اور ہم سب مل جائیں گے۔"

وہ بس یہ کہہ سکا اور پھر مڑ گیا دور سے دِکھتا گھر اسکے دل کے بہت قریب تھا وہ مزید اسے دیکھتا رہتا تو خود کو وہاں جانے سے روک نہ پاتا۔

"خزاں کے بعد ہمیشہ ہر درخت پر بہار نہیں آتی بیٹا۔۔ کچھ درخت خزاں کے بعد مردہ ہو جاتے ہیں وہ پھر کبھی بھی کسی بھی بہار میں دُوبارہ سرسبز نہیں ہو پاتے۔۔"

اسے کمرے میں جاتے ہوئے چاچو کی آواز سنائی دی تھی اور اسے دل میں ہوک سی اٹھتی محسوس ہوئی وہ سہی کہہ رہے تھے یہ خزاں تو چار سال سے اُن سب پر

چھائی ہوئی تھی کیا پتا کوئی کبھی سر سبز نہ ہو سکے۔۔ یا وہ سب بہار کے موسم میں اکھٹے نہ ہو سکیں۔

***

دھیرے سے پلکوں میں حرکت ہوئی تھی، دماغ جاگ رہا تھا، روشنی آنکھوں کو چبھی تھی۔۔ وہ ہوش میں آ رہی تھی۔۔

کتنے دنوں۔۔۔؟؟

کتنے ہفتوں مہینوں یا سالوں بعد۔۔؟؟

وہ انجان تھی۔۔

اسنے آنکھیں کھولے ارد گرد دیکھتے کچھ سمجھنے کی کوشش کی۔۔وہ کہاں تھی۔۔؟؟اسے علم نہیں تھا۔۔

وہ کچھ لمحوں تک یونہی ساکت سی لیٹی رہی۔۔وہ تو یونی سے گھر جا رہی تھی۔۔اسے یاد آیا۔۔تو پھر وہ یہاں کیسے تھی۔۔؟؟وہ چونکی پورے جسم میں درد محسوس ہو رہا تھا۔۔ارد گرد سفید روشنی تھی۔۔تو کیا وہ مر چکی تھی۔۔؟؟

یہ سوچ آتے ہی وہ خوف سے سر نفی میں ہلاتی اٹھ کر بھیٹنے کی کوشش کرنے لگی لیکن ہاتھ پر لگی ڈرپ بری طرح چبھی تھی اس جلد بازی میں۔۔

"یہ۔۔۔یہ تو ہاسپٹل ہے"
اسنے ارد گرد دیکھتے خود سے کہا تھا۔۔

"وہ زندہ تھی۔۔"

اور یہ سوچ اسے بے جان کر گئی ہاں وہ واقعے ہی زندہ تھی۔۔اتنی اذیت کے بعد بھی زندہ تھی۔۔اللہ۔۔وہ اللہ کو پکارتی بے سدھ سی بیڈ پر لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔۔

اس شخص کو دل سے نکالنے کا فیصلہ خطرناک تھا روداب جمشید کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔۔وہ اسے پھر سے یاد آگیا تھا۔۔

وہ اس کی آواز سننا چاہتی تھی نا جانے وہ کتنا پریشان ہو گا۔۔وہ یہ سب سوچتی ارد گرد دیکھنے لگی شاید کہ اسکا فون ادھر ہی ہو لیکن اسکا فون غائب تھا۔۔ابھی وہ مزید ارد گرد تلاشتی کمرے کا دروازہ کھلا اور اسکے بابا ماما خدیجہ سب کمرے میں داخل ہوئے تھے۔۔

"روداب۔۔میری بچی۔۔"

امی اسکو دیکھتی تیزی سے اسکی جانب بڑھی تھیں۔۔

"کیا کر لیا تھا تمہیں پتا ہے ہم کتنے پریشان تھے۔۔"
خدیجہ نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔وہ خاموش رہی۔۔

"درد ہو رہا ہے۔۔؟؟"
یہ سوال بابا نے کیا تھا وہ اس کے چہرے پر لکھی درد کی تحریر پڑھ چکے تھے۔۔وہ انکو دیکھتی بس سرہاں میں ہلا گئی تھی۔۔

جمشید صاحب نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگایا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔۔یہ آگوش بڑی پیاری تھی بڑی رحم دل۔۔وہ اسکے درد پر تڑپ اٹھتے تھے۔۔دو دن گزر چکے تھے،وہ گھر آگئی تھی۔۔

اس نے دو دن کیسے گزارے تھے وہ ہی جانتی تھی دل کا درد خود کو دوسروں کے سامنے رونے سے روکنا۔۔آنسوں کا گولہ جب گلے میں اٹک جائے تو کتنی

تکلیف دیتا تھا وہ ان دو دنوں میں جان گئی تھی۔۔دوسروں کے سامنے ٹھیک ہونے کا ڈھونگ کرنا کرنا کھٹن ہوتا ہے خاص کر تب جب درد سے جان نکلی جا رہی ہو لیکن وہ درد کسی کو بتانے والا نہ ہو۔۔

"ہر دکھ نہیں بانٹا جا سکتا کچھ دکھ صرف ہمارے ہوتے ہیں انہیں ہمیں اکیلے ہی سہنا پڑتا ہے۔۔۔"

اس دکھ میں وہ اکیلی ہی تھی یہ دکھ اسے اکیلے ہی سہنا تھا اس شخص کی اپنے دل میں موجودگی کا درد۔۔!! اسنے بہت صبر کیا لیکن پھر جیسے صبر جواب دے گیا تھا۔۔

"صبر بھی صرف صبر کی حد تک کیا جا سکتا ہے تکلیف حد سے بڑھ جائے تو ضبط ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔"

اسنے کانپتے ہاتھوں سے فون اٹھاتے وہ نمبر ملایا جو کہ چیٹ لسٹ میں سب سے اوپر پن کیا گیا تھا جس سے آخری میسیج ایک ہفتے پہلے کا تھا۔۔ جو اسنے خود کیا تھا اور وہ میسِج بھی ان سین تھا۔۔ وہ ضبط کا دامن چھوڑتی تیزی سے اس نمبر پر کال ملا چکی تھی کچھ دیر تک بیل جاتی رہی پھر کال اٹھالی گئی۔۔

اسنے کبھی ابراھیم کو اس بات کا اندازہ نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ اس کے لیے کتنا روتی تھی وہ اس کو کتنا چاہتی تھی۔۔

وہ صرف محسوس کرواتی تھی۔۔ ابراہیم خٹک سمجھدار تھا وہ تو اسکی دل کی باتیں جان جایا کرتا تھا لیکن وہ کبھی اپنے ہاتھوں بکھرتی لڑکی کو جان ہی نہیں سکا۔۔ وہ اسکے یہ جذبات محسوس ہی نہیں سکا کہ اسنے خود رودابہ جمشید کو کس حد تک سینسیٹو بنادیا تھا۔۔

"ک۔۔کیسے ہیں۔۔؟؟"

اسنے کانپتے لبوں سے سوال کیا۔۔

"ٹھیک ہوں۔۔ کہاں غائب تھی اتنے دن سے۔۔۔؟"

وہ عام سے لہجے میں پوچھ رہے تھے۔۔

رودابہ کے دل نے چاہا وہ بتادے کہ وہ تکلیف میں ہے اسے اس شخص کا سہارا چاہیے۔۔ لیکن پھر اسے بس ایک چہرا یاد آیا تھا اور وہ چہرا تھا پروفیسر مریم کیانی کا انکی باتیں اسکے ذہن میں گھومنے لگی تھیں۔۔

"کچھ نہیں بس ویسے ہی۔۔۔"

وہ سرسری لہجے میں بولتی ابراہیم خٹک کو چونکا گئی کیونکہ وہ خود اسکے اتنے دن کال یا میسج نہ کرنے پر حیران تھا۔۔

وہ پہلے ایک وقت پر دس یا بیس کال کر دیا کرتی تھی جب تک ابراہیم کال نہیں اٹھاتا تھا وہ سر کھائے رکھتی۔۔

"خیریت ہے۔۔؟؟ "

ابراہیم خٹک کی پریشان سی آواز گونجی تو وہ مسکرائی تھی۔وہ شخص تھوڑی سی فکر کرتا تھا اور وہ کھل اٹھتی تھی۔۔

"ہاں جی۔۔ "

وہ مسکرا کر بولتی اس سے اسکا حال چال پوچھتی چھوٹی چھوٹی باتیں کرنے لگی۔۔

کچھ دیر بعد ابراہیم اسے کسی کام کا کہتا کال بند کر گیا تو وہ پھر سے پہلے والی بیمار سی لڑکی لگنے لگی۔۔وہ کمزور جسم کے ساتھ اٹھی اور فون چارج پر لگا کر واپس بیڈ پر آ بھیٹی۔۔

"کاش وہ مجھ سے ہمیشہ یونہی بات کرتا رہے۔۔۔اللہ وہ شخص مجھے عطا کر دے۔۔"وہ خود سے باتیں کرتی اللہ سے دعا کر رہی تھی۔۔

"وہ اس انسان کی ایڈیکٹ تھی اور کسی بھی ایڈکشن کو چھوڑنے کے لیے کسی دوسری ایڈکشن کو اپنانا پڑتا ہے۔۔" جو اسکے لیے ضروری تھا لیکن وہ انجان تھی۔۔ وہ وہیں لیٹی لیٹی سو چکی تھی۔۔

***

شام کو اسکی آنکھ کھلی تو اندھیرا پھیل چکا تھا وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔۔۔ لان میں بھیٹے جمشید صاحب اسکی مما اور خدیجہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔۔ وہ بھی انکے پاس جا کر بھیٹ گئی تو وہ سب اس کو کچھ ہی دیر میں باتوں میں لگا چکے تھے۔۔

وہ خود کو فریش فیل کرتی مسکرائی تھی۔

" ہمارے اپنوں کے خوبصورت اور نرم لہجے ہماری عمر دراز کر دیتے ہیں۔۔ "

کھانا کھا کر کمرے میں داخل ہوئی تو پھر سے کمرا اسے کھانے کو دھوڑا تھا پھر سے کہیں سے اس شخص کی یاد اسکو آ چمٹی پھر سے وہ پینک ہوتی فون پکڑ کر بیڈ پر بھیٹتی ابراہیم کو کال ملا گئی۔۔

بیلز جا رہی تھیں مگر کال نہیں اٹھائی گئی۔۔ وہ اسکے کال نہ اٹھانے پر پاگل سی ہوئی تھی عجیب دیوانگی وہ اسکو بار بار کال ملاتی عجیب سی کیفیت عجیب سے نشے کا شکار تھی اور اسکا یہ نشہ صرف اس شخص کی آواز سن کر پورا ہونا تھا۔۔ وہ بیس کالز کر چکی تھی لیکن جواب ندارد اس ابراہیم کا کالز نہ اٹھانا اسکے پینک اٹیکس کو ٹرگر کر رہا تھا۔۔ وہ کانپتے ہاتھوں سے پھر کال ملا گئی۔۔۔ مگر جواب ندارت۔۔

"بس اس کے بعد کال نہیں کروں گی۔۔۔" وہ خود سے کہتی پھر کال ملا گئی۔۔ لیکن اس بار بھی جواب نہ ملنے پر وہ بری طرح رو دی تھی۔۔

وہ شخص کیوں تھا اتنا بے پرواہ اس شخص کو اسکی فکر کیوں نہیں تھی۔۔؟؟ کیا وہ اس سے محبت نہیں کرتا تھا۔۔؟؟ اور یہ سوال آتے ہی جیسے وہ بے جان ہوئی تھی۔۔

ابرہیم خٹک نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا یعنی کہ وہ اس سے محبت کرتا تھا۔۔وہ یہ سب سوچتی خود کو ریلیکس کر رہی تھی جسکے دل کا درد شدت اختیار کر چکا تھا۔۔

"ابراہیم۔۔۔۔"
وہ چیختی سسک اٹھی تھی۔۔

"اب میں آپ کو کال نہیں کروں گی رہیں میرے بغیر۔۔میں اکیلی رہ لوں گی مر جائوں گی لیکن آپ سے بھیک نہیں مانگوں گی۔۔"

وہ خود سے کہتی اپنے آنسوں پونچھ گئی۔۔

***

پروفیسر مریم کے لیکچر کے دوران وہ بے چین سی بھیٹی تھی نہ اس سے ٹھیک سے لیکچر لیا گیا اور نہ ہی وہ کچھ سن اور سمجھ سکی۔۔پروفیسر کلاس سے نکل گئیں تو فضہ نے اسے پکارہ۔۔

"روادبہ کیا ہوا ہے تمہیں۔۔؟؟تم نے اپنے سوشل میڈیا اکاونٹس بھی پرائیویٹ کردیے۔۔؟؟ "

وہ بہت حیران تھی۔۔

رودابہ چونکی۔۔۔اسے یاد آیا کہ وہ اپنے تمام اکاونٹس ایک ہفتے پہلے ہی پرائیویٹ کر چکی تھی۔۔وہ اس شخص کو اپنی ایک جھلک بھی نہ دکھا کر ترسانا چاہتی تھی

کاش کہ وہ اسے یاد کرتے میسج کر ہی دے۔۔

"کچھ وہم اور خوشفہمیاں یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ ہم ضرورت سے زیادہ اگر کسی سی امیدیں لگا لیں تو نقصان ہمارا ہی ہوتا ہے۔۔"

"ہاں۔۔"

وہ ایک لفظی جواب دیتی کلاس روم سے باہر نکل چکی تھی۔۔

اسکے قدم کینٹین کی جانب تھے۔۔وہ کچھ کھانا چاہتی تھی کیونکہ صبح بھی وہ ناشتہ نہیں کر کے آئی تھی۔۔

وہ اپنا آرڈر دے کر بھیٹی تو کچھ دیر بعد اسے اپنے قریب سے ایک جانی پہچانی سے آواز سنائی دی تھی۔۔۔

وہ جھٹکے سے مڑی تو پچھلے ٹیبل پر بھیٹی لڑکی ایک ویڈیو دیکھ رہی تھی اور ویڈیو میں کوئی اور نہیں بلکہ ابراہیم خٹک کا لیکچر چل رہا تھا وہ کہیں کسی سیمینار میں سٹیج پر کھڑا بول رہا تھا رودابہ اسکے لفظ تو سمجھ نہیں پائی کیونکہ وہ اسکے چہرے اور آواز میں کھوئی ہوئی تھی۔۔

***

کھڑکی کی ذرا سی درز سے ایک لکیر کی مانند روشنی کمرے میں آرہی تھی جو کہ پورے کمرے کو روشن کرنے کے لے کسی طور بھی کافی نہیں تھی۔۔ کمرے کے ایک کونے میں بھیٹے وجود نے روشنی دیکھتے ہی اٹھ کر کونے میں پڑے جگ

سے دیک گلاس پانی پیا پھر وہاں پاس پڑا ایک صاف کپڑا زمین پر بچھا کر نماز کے لیے نیت باندھ لی۔۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ نماز پڑھ کر فارغ ہو چکا تھا اب وہ کپڑے کو واپس رکھتا یونہی دو چار قدم اٹھاتا دروازے کے پاس آ کھڑا ہوا۔۔اگلے لمحے اسنے دروازے کو زور زور سے بجانا شروع کر دیا تھا۔۔ کسی پاگل کی طرح۔۔۔!!

کچھ لمحے یونہی سرک گئے باہر کوئی ہلچل نہیں ہوئی تھی اسنے پوری قوت سے دروازے کو پھر سے پیٹنا شروع کیا تو اگلے ہی پل باہر سے مین گیٹ کے کھلنے کی آواز پر وہ مزید زور زور سے دروازہ پٹکنے لگا۔۔

"ایک تو یہ پاگل قیدی صبح صبح پتا نہیں کیوں اٹھ جاتا ہے۔۔ "!!
باہر سے کوئی انگلش لب و لہجے میں کرہت آواز میں بڑ بڑاتا آ رہا تھا۔

دروازے کا پٹ کھول کر باہر کھڑے فرد نے اندر جھانکا۔۔اسکے چہرے پر ناگواری اُمنڈ آئی۔۔

"تم کو کیا ہے۔۔؟؟ کیوں صبح صبح نیند خراب کرتے ہو۔۔؟؟"
وہ نہایت ہی غصے سے اسکو دیکھتا پھاڑ کھانے والے لہجے میں بول رہا تھا۔۔

قیدی نے اپنے بالوں میں انگیاں پھیرتے ہاتھ سے کھانے کا اشارہ کیا تو وہ سر ہلا گیا۔۔

"ابھی ایک گھنٹہ انتظار کرو کھانا وقت پر ہی ملے گا جب سب قیدی اٹھ جائیں گے پاگل آدمی۔۔۔"
وہ کہتا واپس پلٹ گیا بغیر دروازے کا وہ واحد پٹ بند کیے جس سے صرف چہرا باہر کر کے باہر کا منظر دیکھا جاسکتا تھا۔۔سپاہی کے جاتے ہی وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔اب وہ پٹ سے سر باہر کیے سامنے موجود جیل کو دیکھ رہا تھا جہاں کوئی

اسی کی طرح سفید کپڑے پہنے خاموشی سے بھیٹا ہوا تھا اسکے کمرے کا پٹ کھلتا تھا جبکہ سامنے والے کمرے کے ارد گرد گرل لگی تھی وہاں دروازہ نہیں جیل کی طرح لوہے کے ڈنڈے لگے تھے۔۔اندر سے باہر اور باہر سے اندر واضع دیکھا جا سکتا تھا۔۔

اسنے سامنے موجود وجود کو دیکھ کر ایک بے تاثر نگاہ اپنے گلے میں پڑے لاکٹ پر ڈالی سامنے کی جیل میں موجود شخص کے گلے میں بھی ویسی ہی چین تھی۔۔جس میں Scorpio (بچھو) کا پینڈنٹ لٹک رہا تھا۔۔

وہ واپس مڑا اور تھوڑا دور جا کھڑا ہوا۔اب سامنے موجود وجود اٹھ کر جیل کے ایک مخصوص حصے یعنی دیوار کے ساتھ جا بھیٹا وہ شخص جھک کر کچھ نکال رہا تھا اسنے اسکی اس بے وقوفی پر اسے گھورا۔دو منٹ بعد وہ شخص اٹھا اسکے ہاتھ میں بلیڈ تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس بلیڈ کو اپنے بازو پر زور سے مارتا چیخا

تھا۔۔آس پاس سوئے قیدی بھی اٹھ بھیٹے جبکہ وہ اب بھی سکون سے بھیٹا سامنے موجود شخص کو چیختے اور سپاہیوں کو اسکے پاس اکھٹا ہوتا دیکھ رہا تھا۔۔

"اسکی نس کٹ گئی ہے۔۔۔ڈاکٹر کو بھلاؤ۔۔"
سپاہی کی آواز پر وہ یک دم اٹھ کھڑا ہوا کیا واقعے ہی وہ شخص نس کاٹ چکا تھا۔۔؟؟

اسنے سوچتے بہت غور سے اسکے چہرے کو دیکھا جو ہنس رہا تھا۔۔پاگلوں کی طرح اسکے چہرے پر ملال پھیل گیا وہ شخص ہنس رہا تھا لیکن اسکی آنکھوں میں تکلیف واضع تھی۔۔دو آنسوں چمک رہے تھے لیکن وہ پاگل بنا ہنس رہا تھا۔اسنے بہت ضبط کے چہرا موڑ لیا وہ مزید یہ منظر نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔۔اب وہ اس واپس آکر بینچ پر بھیٹ گیا تھا ڈاکٹر آچکا تھا اسکی مرہم پٹی کر دی گئی لیکن پھر بھی ہسپتال لے جایا گیا۔۔کیونکہ وہ دوبارہ بھی خود کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔

سپاہی اسے سٹریچر پر ڈالے لے جارہا تھا اسنے دروازے کے پٹ سے سر باہر کرتے اس پاگل قیدی کو دیکھا جو بہت عجیب تھا۔۔ پھر واپس مڑ گیا۔۔اسکی بہت سی مصروفیات تھیں جیل میں بھی۔۔وہ مصروف رہتا تھا اسے کھانے پکانے کا سامان کاٹنے کا حکم دیا گیا تھا وہ ایک اچھا باورچی تھی پاگل خانے کے باورچی اگر چھٹی کرتے تھے تو اس کی کو ہی کھانا بنانا ہوتا تھا۔۔

***

براق کی میٹنگ اٹینڈ کر کے وہ اگلے دو دن بعد پاکستان آگیا اور اسکے بعد سے اسکی براق سے ملاقات نہیں ہوئی تھی کیونکہ فلحال وہ اپنے فلیٹ میں تھا گھر
جانے کی اسنے زخمت ہی نہیں کی تھی۔

آج وہ یونی آگیا لیکن پھر پتا چلا کہ صرف دو لیکچر ہیں وہ بھی آخری تو اسنے گھر واپس جانے کے بجائے لائبریری میں وقت گزارنا مناسب سمجھا تھا۔کافی دیر

لائبریری میں گزارنے کے بعد جب وہ بور ہو گیا تو مین ٹیبل پر آ بھیٹا کچھ دیر تو کتاب بڑھتا رہا مگر پھر اسکی نظر وہاں ساتھ تین کرسیاں چھوڑ کر Head down کیے بھیٹے وجود کی جانب پڑی۔

***

# *بابِ سکوت*

# *از قلم مریم راجپوت*

*Episode No.3*

ازل سے ایک ہجر کا اسیر ہے، اخیر ہے
یہ دل بھی کیا لکیر کا فقیر ہے، اخیر ہے

ہمارے ساتھ حادثہ بھی دفعتاً نہیں ہوا
جو ہاتھ میں نصیب کی لکیر ہے، اخیر ہے

ہمارے قتل پر ہمیں ہی دوش دے رہے ہیں آپ
جناب من جو آپ کا ضمیر ہے، اخیر ہے

ایک بار جب آپ اپنے بد ترین دور سے گزر جاتے ہیں تو پھر آپ اس بات کی پرواہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں کون آپکی زندگی میں رہتا ہے، کون نہیں۔۔۔ہمارا بد ترین دور وہی ہوتا ہے جس میں ہم لوگوں کے اصلی چہرے پہچان لیں۔

چاروں طرف ایک سکوت سا پھیل گیا۔۔ عجیب سا جادو لیکن خوفزدہ کردینے والا وہ خوش نہیں تھی۔وہ گھبرا گئی تھی۔

اس پل اسے وہ لمحہ صدیوں برابر لگا کیونکہ سامنے وہ شخص تھا۔

" کیسے ممکن تھا اس کے سحر سے وہ نکل آئے؟؟ "
اس شخص کی صورت تو اسکے دل ودماغ پر یوں چسپاں تھی کہ وہ خود کو بھول جانے پر بھی اس ایک واحد شخص کو نہ بھول سکتی تھی اور یوں بھی ہم ان لوگوں کو

بھول بھی جائیں جن کے ساتھ ہم ہنسے ہوں ان کو نہیں بھول سکتے جن کے ساتھ ہم روئے ہوں جو ہماری آنکھوں میں آنسوں لانے کی وجہ بنے ہوں۔۔

دل میں درد بھر آیا۔

"جب ہمارے کسی کو شدت سے چاہنے کے باوجود بھی وہ ہمیں نہ چاہے قدر نہ کرے تو کچھ اور نہ سہی ہم خود کے لیے بے معنی ہو جاتے ہیں۔؟"

"کسی کا ہمیں نہ چاہنا ہمیں ہماری نظروں میں کیوں بے معنی کر دیتا ہے؟ کیوں ہم خود کے لیے اتنے لاپرواہ ہو جاتے ہیں کیوں خود پر ستم کرتے ہیں۔"

کچھ پل تک وہ یونہی بے قدری کا احساس لیے بھیٹی رہی مگر پھر یک دم اٹھتی وہ کینٹین سے باہر نکل گئی تیز تیز قدم بڑھاتی وہ سر جھکا کر چل رہی تھی لوگوں کے

سامنے آنسوں بہانے سے زیادہ بے بس لمحہ کوئی نہیں ہوتا اور وہ بے بس فلحال نہیں ہونا چاہتی تھی اسکے قدم آخر کار لائبریری کے سامنے آرکے تھے۔

اسنے اندر جھانکا تو لائبریری خالی تھی وہ تیزی سے اندر آتی قدرے کونے والے ٹیبل کے پاس آ بھیٹی اسوقت اکا دکا سٹوڈنٹس ہی وہاں تھے سو وہ بہانے سے سر جھکا کر ڈیسک پر رکھتی آنکھیں موندھ گئی۔

دھیرے سے ایک پانی کا قطرہ اسکی آنکھ سے بہتا ٹیبل کی لکڑی پر گرا پھر دوسرا پھر تیسرا اور وہ یونہی نا جانے کتنی دیر آنسوں بہاتی رہی ویسے ہم لڑکیوں کا اپنے غم بہانے کا سب سے زیادہ اچھا طریقہ آنسوں ہوتا ہے بے شک اس سے مسئلہ سلجھے نہ سلجھے دل کو تسلی مل جاتی ہے رولینا دل میں موجود درد میں کچھ زیادہ نہ سہی تھوڑی کمی لے ہی آتا ہے ٹھیک کہتے ہیں آنسوں آدھا درد کم کر دیتے ہیں۔۔

یونہی اپنی آنکھوں پر ظلم کرتے کتنی ہی دیر گزر گئی کہ اسے علم ہی نہیں ہوا اسکی آنکھ لگ گئی وہ چہرا نیند میں بھی دوسری جانب موڑے سو رہی تھی آنسوں سے بھیگا چہرا سرخ ناک اسکی اذیت کی گواہی دیتا تھا کتنے ہی دنوں بعد شاید وہ سکون سے سوئی تھی ورنہ تو ہر رات یونہی بے سکونی میں گزر جایا کرتی تھی۔۔

اسے سوئے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ کوئی لائبریری کے ایک جانب سے نکل کر آتا اسکے پاس تین کرسیاں چھوڑ کر بھیٹا وہ کتاب پڑھنے میں مصروف تھا۔

کچھ لمحے گزر گئے تو جیسے اسکی دلچسپی کتاب میں ختم ہوئی وہ بے زار سا سر ادھر ادھر کرتا چیئر سے ٹکا گیا سیاہ رنگ کی جینز وائٹ شرٹ اور کالے ہی رنگ کی لیدر کی جیکٹ پہنے ہاتھوں میں بینڈز پہنے سر پر اخروٹی بال بے ترتیبی سے بکھرائے منہ میں ببل چباتے لڑکے نے خود سے تین کرسیاں چھوڑ کر سکون سے سوتی لڑکی کو بہت غور سے دیکھا تھا۔ جس کے چہرے پر آنسوں کے نشان اب بھی واضع تھے ناک سرخ تھی پلکیں گیلی تھی۔

وہ غم کی جیتی جاگتی تصویر تھی اسنے کوفت زدہ ہوتے نظریں گھمائیں ایسی روتی بصورتی لڑکیوں سے اسے شدید قسم کی چڑ تھی۔

پوری لائبریری پر نظر گھماتے اسکی نظریں پھر سے اسی جانب آ ٹکیں جہاں وہ چہرا اٹھا کچھ دیر وہ یونہی اسے دیکھتا رہا پھر اسکی طرح ہی ہاتھ ٹیبل پر ٹکائے اسی کے انداز میں چہرا موڑے آنکھیں موندھ گیا کہ شاید نیند آجائے دو دن سے وہ سویا نہیں تھا اور نیند اب بھی اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

اچانک وہ سر جھٹکے سے اٹھا گیا یہ کیا تھا۔۔؟ اسنے حیرت سے خود سے سوال کیا ایسی حرکت وہ پہلی بار کر رہا تھا

"احمق لڑکی۔۔"!!

انجان سوئی ہوئی لڑکی کو لقب سے نوازتے وہ اٹھا اور تیزی سے لائبریری سے نکل گیا پیچھے وہ اب بھی یونہی سو رہی تھی۔۔

***

گنگنا کر میری جوان غزلیں

جھوم جانا کوئی ضروری تھا۔۔؟؟

سٹیج پر کھڑے ابراہیم خٹک نے اپنی بات مکمل کرتے شکریہ کہ کر مائق کو ایک طرف کیا اور مضبوط قدم اٹھاتا سٹیج سے نیچے اتر آیا۔

اب وہ پاکٹ سے موبائل نکالتے پیغامات دیکھ رہا تھا جو کہ ان گنت تھے اسکے فینز اسکی فیملی اسکے فرینڈز اور ایک اور "وجود" کے بھی۔۔اسنے پہلے کچھ کام کے

متعلق پیغامات کے جواب دیے اب وہ اس ایک چیٹ کو دیکھ رہا تھا جس کے میسیجز اسنے تقریبا دو ہفتے سے سین نہیں کیے تھے۔

ان پیغامات کا جواب کیوں نہیں دیا گیا تھا۔۔؟؟

کیا وجہ تھی کہ اس کے "محبت" ہونے کے باوجود بھی اسے جواب نہیں ملے تھے۔

ابراہیم نے اسکی چیٹ کھول کر میسیجز پڑھنے شروع کیے آہستہ آہستہ وہ تمام میسیجز پڑھتا گیا کہیں غصہ تھا تو کہیں ناراضگی۔

تمام پیغامات کے بعد کی خاموشی وہ محسوس کر چکا تھا کیونکہ اسکے بعد کوئی شکوہ کوئی گلا نہیں تھا حالانکہ وہ ایسی تھی نہیں اتنی جلدی چپ ہو جانے والی۔۔

ابراہیم نے میسیجز پڑھ کر چھوڑ دیے بغیر کوئی جواب دیے۔ وہ اٹھا اور اپنی کار کی جانب بڑھ گیا آج پھر وہ پیغامات بے مول ہو گئے تھے اور وجہ۔۔۔؟

وجہ کا علم اب تک نہیں ہے نہ مجھے نہ رودابہ جمشید کو اور شاید آپ کو بھی نہیں۔۔!!

ٹھیک پندرہ منٹ بعد اسکی گاڑی ایک عالیشان گھر کے سامنے رکی وہ گیٹ پر ہی گاڑی کھڑی کرتا تیزی سے اترا اور گھر میں داخل ہو گیا۔ پیچھے ڈرائیور گاڑی کو کار پورچ میں کھڑا کر رہا تھا۔

اسنے کمرے میں داخل ہوتے لائٹ آن کی تو سامنے بھیٹا وجود اسی کو دیکھ رہا تھا شاید وہ جانتی تھی کہ وہ آج جلدی آجائے گا۔

"کہا بھی ہے میرا انتظار مت کیا کریں۔"
وہ انکو یوں انتظار میں بھیٹا دیکھ کر جھنجھلا گیا تھا۔

"تم جلدی مت آیا کرو میں انتظار نہیں کروں گی۔"
انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"آپ میرا انتظار کرنا کب چھوڑیں گی۔۔؟"
جب تم جلدی آنا چھوڑو گے"
"اگر میں ہمیشہ جلدی آؤں گا تو آپ ہمیشہ انتظار کریں گی۔۔؟"
"ہاں ہمیشہ"
"اور جس دن نہیں آیا۔؟"
ابراہیم نے انکے چہرے کو دیکھتے دھیمے سے مسکرا کر پوچھا تو وہ دل پر ہاتھ رکھ گئیں اسکی یہ مسکراہٹ انہیں بلکل اچھی نہیں لگی تھی۔

"اس دن بھی انتظار کروں گی۔"
وہ کہہ کر چہرا موڑ گئیں۔

ابراہیم نے جھک کر انکے ہاتھ تھامے۔

"میں مستقل مزاج بندہ نہیں ہوں میری عادت مت ڈالیں۔"
اسکی بات سنتیں وہ چہرا موڑ گئیں یوں جیسے ناراض ہو گئی ہوں۔

"مجھے منانا بھی نہیں آتا مجھ سے ناراض مت ہوں "
اس بار وہ ذرا سا مسکرا کر بولا تو انہوں نے اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"تو پھر جاؤ مجھے بھی ایسے لوگوں سے بات کرنا نہیں آتا"
وہ شدید ناراض لگتی تھیں۔

"چلا جائوں گا تو لوٹ کر نہیں آؤں گا جب تک ہوں برداشت کر لیں۔"
وہ کہتا اٹھا اور ملازم کی کچھ دیر پہلے لائی ہوئی چائے کا کپ اٹھا سر کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔

"تم کب بدلو گے ابراہیم۔۔؟؟ اتنا سنجیدہ اور روکھا ہونا اچھا نہیں ہوتا"
انہوں نے اِسکی پُشت کو افسردگی سے دیکھا
"کوئی بھی اپنی مرضی سے برا نہیں بنتا اماں۔۔ بس جب دل دل نہ رہے تو پھر ہر طرح کا احساس مر جاتا ھے۔"

اسنے گلاس وال سے لان کو دیکھا جہاں مالی پودوں کو پانی دے رہا تھا ہر پودہ پانی سے سیر اب ہوتا جیسے نئ زندگی پا رہا تھا شام کے وقت یہ لان یونہی ہمیشہ سے مہکتا تھا پھولوں کی خوشبو مٹی کی خوشبو سے مل کر ماحول کو مہکا دیتی تھی مگر وہ سب پھر بھی گلاس وال کے اس پار ہاتھ میں چائے کا کپ لیے کھڑے شخص کو کبھی سکون یا دو پل کی ہی سہی خوشی نہیں دے سکے تھے۔

"انسان جب خود سے سب محسوس کرنا چھوڑ دے تو نہ خوبصورت موسم خوبصورت لگتا ہے اور نہ خوبصورت جگہیں اچھی لگتی ھیں دل پر خزاں چھا جانے کے بعد باہر بھی بہار نہیں رہتی اندر خزاں ہو تو پھر باہر بھی خزاں ہی ہوتی ہے دل کے موسم بڑے بے موسم ہوتے ہیں یوں پل میں بدلتے ہیں اور اس کا سب سے زیادہ نقصان ہمیں ہی ہوتا ہے ہم خوشی میں بھی خوش نہیں رہ پاتے کیونکہ دل کی ویرانی آنکھوں میں نظر آتی ھے اندر کی وخشت قہقہوں کو کھا جاتی ھے زبردستی بھی مسکرایا نہیں جاتا دل اتنا بے کیف ہو جاتا ہے اتنا لحاظ بھی نہیں کرتا کہ اپنے ساتھ تو ہم جیسے بھی رہیں کم از کم دوسروں کے سامنے ہماری وخشتوں کے راز نہیں کھلنے چاہیں یہ زیادہ برا ہوتا ہے کوئی ہماری خاموشی کو سمجھ لے ہمارا وہ دکھ پہچان لے جو ہم قہقوں میں چھپاتے ہیں۔"

***

اسکی آنکھ لائبریرین کے پکارنے پر کھلی جو اسے جانے کا کہہ رہی تھی رودابہ نے تیزی سے اٹھتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے تھے۔

وہ یونی سے باہر آئی تو گیٹ پر ڈرائیور آچکا تھا اسنے گاڑی میں بھیٹ کر سامنے مرر پر اپنا چہرا دیکھا تو دھک سے رہ گئی اسکی آنکھیں شدید سوجی ہوئی تھیں۔

اسنے سر بیک سیٹ کے ساتھ ٹکاتے آنکھیں موندھ لیں ایک گہری چپ تھی جو اس پر اثرانداز ہوئی تھی۔

"میڈم گھر آگیا۔۔۔"

ڈرائیور کے بتانے پر وہ خاموشی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

اسنے پہلا قدم گھر میں رکھا تو لگا جیسے کہیں اور آگئی ہو گھر کا ماحول ہی بدلا ہوا تھا سمجھ تو تب آئی جب پھو پھو نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا کر اسکا ماتھا چومد۔۔

"میری بچی آگئی۔"

پھو پھو پیار سے اسے دیکھتی اپنے ساتھ لگائے صوفے کی جانب بڑھ گئیں تو رودابہ بمشکل مسکرا سکی تھی۔اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ ہو کیا رہا ہے۔

"میں تو آج شادی کی بات کرنے آئی ہوں کہ کب تم لوگ تاریخ دو اور کب میں اپنی بیٹی کو رخصت کر کے لے کر جائوں۔۔" پھو پھو جمشید صاحب کو دیکھتی کہہ رہی تھیں اور رودابہ کی مسکراہٹ یک دم ماند پڑی اسکا چہرا اچانک پیلا پڑ گیا تھا۔

اور کسی نے نوٹ کیا ہو نہ ہو جمشید صاحب نوٹ کر چکے تھے انہوں نے تیزی سے آگے بڑھتے اسکو کندھوں سے پکڑ کر قدم اسکے کمرے کی جانب بڑھائے اور اپنی بہن سے نپٹنے کا کام وہ رودابہ کی امی پر چھوڑ گئے تھے۔۔

پھوپھو ارے ارے ہی کرتی رہ گئیں۔۔۔ پیچھے رودابہ کی امی ان کو باتوں میں لگا چکی تھیں۔

"بب۔۔ بابا۔۔۔"

کمرے میں آتے اسنے جمشید صاحب کو دیکھتے پکارہ تو وہ اسکا ماتھا چوم گئے۔۔

"تم پر کوئی بوجھ نہیں ہے میری فلحال اس چیز کی ٹینشن مت لو آپا کو میں سمبھال لوں گا مگر تمہاری خراب ہوتی حالت میرا کلیجہ جلاتی ہے بچے۔۔ "

انہوں نے اسکے چہرے پر نظر ڈالتے کہا تھا۔۔

رودابہ کچھ پل کے لیے خاموش ہو گئی وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔۔ جمشید صاحب اسے کہ کر باہر جا چکے تھے اب وہ اکیلی کمرے میں بھیٹی آنے والے وقت کا سوچ رہی تھی اگر وہ ایسی ہی رہتی تو یقینا پھوپھو کچھ نہ کچھ سمجھ جائیں گی اور وہ کسی صورت ایسا نہیں چاہتی تھی اس کے درد کے اشتہارات ہر جانب لگیں۔

اسنے ایک بار پھر اس فیصلے کے بارے میں سوچا جو اسنے کیا تھا اور پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اسے آج ھی فیصلہ کرنا تھا وہ مزید یہ غم افورڈ نہیں کر سکتی تھی یا تو وہ شخص مکمل حاصل رہے یا تو مکمل لاحاصل رہے یہ درمیانہ راستہ جو کہ حاصل اور لاحاصل میں فرق نہیں کرتا یہ راستہ رسوائی کا راستہ تھا۔

اسنے نماز پڑھی پر نیچے چلی گئی پھوپھو کے ساتھ لنچ کرنے کے بعد اب وہ چائے بنا کر سرو کرتی انکے پاس بھیٹ گئی پھوپھو کتنی ہی دیر اس سے جاسم کی باتیں کرتی رہیں جن میں سے ایک پر بھی اسنے غور نہیں کیا بلکہ وہ غائب دماغی سے بھیٹی رہی ابراہیم سے ملنا تھا آج اسے اسکے دماغ میں وہی سب چل رہا تھا پھر آخر قار

جیسے پھوپھو کو رحم آگیا وہ جانے کے لیے اٹھ گئیں اسنے انکے گلے لگ کر مسکرا کر انہیں الوداع کرنے کے بعد اپنے کمرے کی جانب قدم بڑھا دیے۔

کمرے میں آتے ہی اب وہ فون پر ابراہیم کا "اوکے "کا میسیج شو ہوتا دیکھ کر لب بھینچ گئی۔۔وہ اس سے ملنے پر راضی ہو گیا تھا ورنہ تو بات کرنے کی بھی فہرست نہیں تھی۔۔

وہ اپنی امی کو بتا چکی تھی اسے کسی کام سے جانا ہے خدیجہ بھی اپنی دوست کے گھر گئی ہوئی تھی جمشید صاحب اپنی بہن کو چھوڑنے گئے تھے سو اسے اب خود ہی جانا تھا۔

بلیک کلر کی لانگ فراق پہنے بلیک ہی کیپری اور اسکے اوپر پرپل حجاب کے ساتھ وائٹ حجاب کیپ لگائے کندھے پر وائیٹ ہی پرس پہنے پاؤں میں سفید کولا پوڑی چپل وہ اچھی لگ رہی تھی نقاب وہ نہیں کرتی تھی۔

ٹیکسی وہ بُک کر چکی تھی اور اسکے مطلوبہ جگہ پر پہنچنے تک ٹیکسی آ چکی تھی اسنے ڈرائیور کو پتا پھر سے بتایا اور خاموشی سے بیٹھ گئی۔

آدھے گھنٹے بعد اسنے سوچوں سے باہر نکلتے ارد گرد دیکھا تو دل پل بھر کے لیے سنسنا کر رہ گیا وہ کہاں تھی۔۔؟؟ یہ کوئی ویران سا جنگل تھا۔۔۔

اسکی نظر ٹیکسی ڈرائیور پر پڑی تو وہ سنجیدہ سا ڈرائیو کر رہا تھا اچانک اسنے فون نکال کر اپنے بابا کو کال ملائی تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ فون کال اٹھاتے آگے بھیٹے ڈرائیور نے اسکے سر پر زوردار لوہے کی سٹک سے وار کیا تھا۔۔

اسکے منہ سے زوردار چیخ نکلی تھی اب وہ ڈرائیور اسکے منہ پر رومال رکھتا اسے بے ہوش کرنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ وہ مسلسل ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔

دوسری جانب سے کال پر اسکی چیخیں سنتے جمشید صاحب جو کہ میٹنگ روم میں کھڑے تھے یک دم چیئر پر ڈھ گئے تھے انکے ہاتھ سے فون چھوٹ کر زمین پر جا گرا۔۔اور انکا ہاتھ اپنے سینے پر گیا تھا جہاں درد ہو رہا تھا۔۔

سامنے کھڑے شخص نے مڑ کر انکو دیکھا تو بھاگ کر انکی جانب آیا تھا۔۔

"کک۔۔کیا ہوا انکل۔۔؟؟"

وہ پریشان سا پوچھ رہا تھا۔

"روداب۔۔۔اسے کچھ ہو گیا ہے۔۔"

وہ بمشکل الفاظ ادا کر سکے تو اسنے پریشانی سے انکی یہ حالت دیکھی۔

"آپ پوری بات بتائیں۔۔"

اسے انکی ادھوری بات سمجھ نہیں آئی تھی۔ جمشید صاحب نے اسے آہستہ آہستہ بولتے پوری بات بتائی کہ کیسے رودابہ نے کال کی اور پھر اسکی چیخیں سنائی دیُ۔

"کیا وہ آج کسی سے ملنے جانے والی تھی۔۔؟؟"

اسکے سوال پر وہ سرہاں میں ہلا گئے۔

"آپ اسکا نمبر بتائیں میں موبائل کی لوکیشن ٹریس کرواتا ہوں۔ "

یہ کہ کر وہ موبائل پر کسی کا نمبر ڈائیل کرتا ضروری باتیں سمجھا کے اب رودابہ کا نمبر لکھوا رہا تھا۔

"اس لڑکی کی لوکیشن پانچ منٹ میں بھیجو مجھے۔"

یہ کہ کر وہ جمشید صاحب کو لیے باہر نکلا تھا اگلے ہی چند پلوں میں اسکا فون رنگ ہوا اٹھانے پر جو اسے معلوم ہوا اسکے قدم وہیں رُک گئے وہ منجمد ہو گیا تھا۔

رودابہ کو ایک ٹیکسی ڈرائیور کڈنیپ کیا تھا اسکا ٹیکسی نمبر بھی ٹریس ہو چکا تھا جس سے رودابہ نے بکنگ کی تھی وہ لوگ لڑکیوں کے ساتھ کیا کرتے تھے اس بات سے وہ اچھے سے واقف تھا۔

"لوکیشن بتاؤ۔۔"

اسکے سرد الفاظ نے جمشید صاحب کو مزید پریشان کر دیا تھا۔

"وہ لوگ اس وقت حیدر آباد کی جانب جا رہے ہیں انکی لوکیشن آپ سے ایک گھنٹے کی دوری پر ہے۔" سامنے والے کے بتانے پر اسکے چہرے پر تناؤ مزید پھیلا تھا۔

"ٹھیک ہے فورس کو وہاں جانے میں کتنا وقت لگے گا۔؟؟"

وہ جمشید صاحب کو اشارہ کرتا لفٹ کی جانب بڑھ گیا۔۔

"فورس کو تقریباً چالیس منٹ۔"

"نہیں اتنا وقت نہیں ہے، میں روانہ ہو رہا ہوں اور جتنی جلدی ہو سکے انہیں بھیجو معاملہ سنگین ہے دیر نہیں کر سکتے ہم۔"

اسنے گاڑی سٹارٹ کی اور اب وہ ساری بات جمشید صاحب کو سمجھا رہا تھا کچھ بھی چھپانا ممکن نہیں تھا۔۔ وہ مزید پریشان ہو رہے تھے۔

"انکل پریشان نہیں ہوں میں رودابہ کو سہی سلامت واپس لے آؤں گا۔۔"

براق جہانگیر کے تسلی دینے پر وہ ایک پل کو شانت ہوئے وہ انکا بیٹا تھا نہیں لیکن انہیں اس پر اپنے بیٹے سے زیادہ اعتبار تھا اور بغیر کچھ کہے انہوں نے اسکی جانب صرف امید بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

اسکی گاڑی کی رفتار تیز ترین ہوتی جا رہی تھی اور جمشید صاحب کے دل کی دھڑکن بھی، سفر طویل تھا اور اگر وہ جلدی نہ پہنچتے تو بہت کچھ ہو سکتا تھا۔

اچانک اسکا موبائل رنگ ہوا باسل کی کال تھی اور جیسے اسکے ذہن میں جھماکہ ہوا تھا اسے یاد تھا باسل بھی حیدر آباد گیا ہوا تھا اسکے کسی دوست کے گھر کوئی فنکشن تھا۔

اسنے تیزی سے کال اٹھاتے اسکا حال چال پوچھا پھر اب وہ کچھ لمحوں بعد اسے تمام تر صورتحال سے آگاہ کر رہا تھا۔

" باسل جمشید انکل کی بیٹی رودابہ جمشید کو اغواہ کر لیا گیا ھے ہم حیدر آباد آرہے ہیں اسکی لوکیشن وہاں شو ہو رہی ہے لیکن ہمیں وقت لگے گا تم وہاں سے نکلو اور میری بھیجی ہوئی لائیو لوکیشن کو فالو کرتے ہوئے اس تک پہنچو۔۔" باسل کے چہرے پر نا قابلِ فہم تاثرات امنڈ آئے تھے وہ کبھی بھی. ایسے کسی معاملے میں نہیں پڑنا چاہتا تھا نہ اسے فلاحی کاموں میں کوئی دلچسپی تھی لیکن اس بار بات جمشید انکل کی تھی اسنے بغیر انکار کیے فقط " ٹھیک ہے " کہ کر کال کاٹ دی تھی۔

براق کی بھیجی ہوئی لوکیشن کو آن کرتا وہ اپنی گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا یہ لوکیشن اس سے پندرہ منٹ کے فاصلے پر موجود تھی۔ وہ یقینا جلد ہی پہنچ جاتا۔

اچانک اسنے سکرین پر موجود اس نقطے کو حرکت کرتا ہوا محسوس کیا تھا اور ساتھ ہی اسکی گاڑی کی رفتار بھی تیز ہو چکی تھی۔ ٹیکسی اس سے صرف چھے منٹ کے فاصلے پر تھی اسکی گاڑی کچے پکے راستوں پر سے گزرتی ایک سنسان و بیابان علاقے میں آچکی تھی لوکیشن یہاں کی ہی شو ہو رہی تھی اسنے موبائل ہاتھ میں پکڑتے گاڑی سے اتر کر اب ارد گرد کا معائینہ کیا یہاں کوئی بستی تھی جو کہ رات کے اندھیرے کے ساتھ ہی خاموش ہو گئی تھی کتوں کے بھونکنے کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں اسنے پھر سے سکرین کی جانب دیکھا جہاں یہیں کی لوکیشن تھی بلکل کچھ قدموں کے فاصلے پر وہ تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا سامنے موجود ہستہ حال سے مکان کے دروازے کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

وہ سیدھے راستے سے اندر نہیں جا سکتا تھا اس لڑکی کی جان خطرے میں تھی اب وہ مکان کے ارد گرد چکر کاٹتا اسکی پچھلی جانب آیا جہاں کچھ اور نہ سہی ایک عدد ٹوٹی ہوئی کھڑکی نظر آگئی جس سے وہ اندر کا منظر واضع دیکھ سکتا تھا۔

اسنے آہستہ قدم بڑھاتے کھڑکی سے اندر دیکھا تو ایک پل کے لیے وہ حیران سا رہ گیا وہاں ایک کرسی پر کوئی بندھا ہوا تھا نہ کوئی پہرے داری نہ کوئی حفاظت اسنے اب آگے کا لائحہ عمل تیار کیا کہ اسے کیسے اندر جا کر اس لڑکی کو باہر نکال کر لانا ہے۔

***

ایک ہفتہ گزر چکا تھا اسکے سامنے کی جیل اب تک خالی تھی۔۔وہ کہاں چلا گیا تھا۔؟؟اسنے بے اختیار سوچتے ایک بار پھر سامنے دیکھا مگر بے سود۔۔کسی سے

پوچھنا بھی ناممکن تھا یہاں کوئی کسی کا سگھا نہیں تھا اور ایسے ایسے دشمن تھے کہ انسان کی روح کانپ جائے پچھلے مہینے ہوئے ہولناک قتل کی خبر اسے اب بھی یاد تھی۔۔

بے چینی سے چکر کاٹتا وہ اپنے گلے میں موجود پینڈنٹ پر انگلی پھیر رہا تھا جب اچانک پینڈنٹ اتر کر اسکے ہاتھ میں آگیا۔۔

"آہ یہ کیا ہو گیا۔۔؟"
خود سے کہتے اسنے پینڈنٹ کو آنکھوں کے بہت قریب لے جاتے غور سے دیکھا۔۔ پینڈنٹ کے ایک طرف بنا چھوٹا سا بٹن دباتے ہی پچھلی سطح کھل چکی تھی جہاں کوئی چپ موجود تھی۔۔

اسنے چپ کو نکال کا ہوا میں بلند کرتے کمرے کی کھڑکی سے آتی روشنی میں وہ چپ دیکھنی چاہی۔۔ جب اچانک وہ چپ اسکے ہاتھ سے پھسل کر زمین پر جا

گری۔۔ سامنے لگے کیمرے نے یہ سب ریکارڈ کیا تھا اسنے ادھر ادھر قدم رکھتے زمین پر بھیٹ کر چپ کو تلاشا لیکن کچھ ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ اسکے پاؤں میں چبھا تھا۔۔

وہ ایک طرف کو ہوتا پاوں تھام گیا یقینا چپ ہی اسکے پاؤں کے نیچے آ کر ٹوٹی تھی۔۔ چہرے کے تاثرات کو سنجیدہ بناتا وہ پینڈنٹ کو ایک بار پھر سے گلے میں پہنی چین کے ساتھ جوڑ گیا لیکن اس بار پینڈنٹ میں چپ نہیں تھی۔

کچھ لمحوں بعد اسکی جیل کے باہر کھڑے سپاہی نے دروازہ بجاتے لاک کھول کر اسے باہر آنے کا اشارہ کیا وہ بغیر کچھ بولے باہر نکل آیا۔۔

"تمہیں دوسری جیل میں شفٹ کیا جا رہا ہے۔۔"

یہ کہ کر وہ سپاہی اسکا آگے آگے چلتا مخصوص راہداریوں سے ہوا ایک بڑے مین گیٹ کے سامنے آ چکا تھا۔۔

سپاہی نے دروازہ بجایااور پھر ٹھیک تیس سیکنڈ کے بعد وہ قد آور لوہے کا دروازہ کھلا سپاہی نے اینٹری کارڈ دیکھایا جس پر اسے جانے دیا گیا اسکے پیچھے چلتے قیدی کو وہاں وجود سپاہی نے روک کر ہتھکڑی پہنائی پھر جانے دیا۔۔

یہ جیل پہلی جیل سے زیادہ خطرناک تھی یہاں پاگل قیدی نہیں تھے یہاں قاتل، ریپسٹ، سیریل کلرز جیسے جرائم میں ملوث قیدی رکھے جاتے تھے۔۔اسکے رونگٹے توتب کھڑے ہوئے جب اسنے سامنے موجود قیدیوں کے ایک جھرمٹ میں وہ چہرا دیکھا جو نہیں دیکھنا چاہیے تھا۔۔

وہ آنکھیں حیرت سے جھپک نہیں سکا تھا۔۔۔سامنے وہی شخص تھا جس نے ایک ہفتے پہلے اسکے سامنے اپنی نس کاٹی تھی تو کیا وہ واقعے ہی اتنا خطرناک مجرم تھا۔۔؟؟لیکن اگر وہ اتنا ہی خطرناک مجرم تھا تو اسے مین سیل کے بجائے وہاں

ایک ہفتہ کیوں رکھا گیا۔۔؟؟اسنے الجھتے ہوئے سوچا پھر سر کو دوسری جانب موڑ گیا۔۔

اور دوسرے قیدیوں سے گفتگو میں مصروف قیدی نے اس شخص کو بہت غور سے دیکھا پھر سر جھٹک گیا۔۔

***

وہ نا جانے کب سے بے ہوش تھی لیکن اب اسے ہوش آرہا تھا آنکھیں کھل رہی تھیں لیکن سر میں شدید درد تھا وہ مکمل ہوش میں نہیں آسکی تھی اور پھر سے ہوش کھو بھیٹی اسے دی جانے والی بے ہوشی کی دوا بہت سخت تھی جس کا اثر یقیناً کافی دیر تک رہنے والا تھا۔

اس بار وہ تقریباپندرہ منٹ بعد ہوش میں آئی اور وہ بھی کسی کا لمس اپنے ہاتھ پر محسوس کرنے پر اس بار اسکی آنکھوں نے سامنے کا منظر دھندلا دیکھا تھا کوئی اس کی جانب جھکا اسکے ہاتھ کی رسیاں کھول رہا تھا وہ چہرا دھندلا تھا۔۔

وہ پہچان نہیں سکی کہ سامنے کون ہے جو بھی تھا یقینا اسکی مدد کرنے نہیں آیا تھا کیونکہ اسکا انداز نہایت ہی جارحانہ تھا۔۔

وہ تیزی سے اسکی رسیاں کھول کر اب کچھ بول رہا تھ رودابہ اس شخص کے الفاظ سمجھ نہیں سکی تھی وہ بس ان ہلتے لبوں کو دیکھ رہی تھی چہرا اب بھی دھندلا تھا سامنے والے کی بات تو وہ سمجھ نہیں سکی تھی لیکن اسکی جارحانہ گرفت اپنے بازو پر محسوس کر کے رودابہ کے اعصاب بحال ہوئے اور ایک پل میں وہ یہ سمجھ گئی کہ اسے اب بھی قید میں رکھا گیا تھا وہ شخص اسے اسکے ایک ہاتھ پر بندھی رسی سے پکڑ کر آگے کی جانب لے جا رہا تھا۔

رودابہ کے قدم ڈگمگائے تھے ساتھ چلتا شخص کسی کو کال کر رہا تھا جب اسکے کانوں میں لفظ سنائی دیے تھے۔

"وہ لڑکی میرے پاس ہے اب اسے لے کر جلد ہی آپ تک پہنچ جائوں گا۔" باسل نے براق کو کال کر کے بتایا تھا۔

اسکے ساتھ چلتی رودابہ جمشید کے بدن میں سنسنی سی پھیل گئی وہ ہوش میں آنے لگی تھی وہ اسکے الفاظوں کو سمجھنے لگی تھی۔۔۔

وہ اسے کہاں لے جانے کی بات کر رہا تھا یقیناً اسے بڑی قید میں ڈال دینے والا تھا اسنے لڑکھڑا کر چلتے ہوئے ایک نظر اس شخص کی پشت کو دیکھا اور دوسری نظر اپنے ہاتھ کو اور پھر اسنے ایک ہاتھ سے اس رسی کو کھولا جو اسکے ہاتھ سے بندھی تھی جس کے ذریعے اس شخص نے اسے پکڑ رکھا تھا۔۔

اگلے ہی پل رسی کھلی تھی اور وہ برق رفتاری سے ڈگمگاتی ہوئی واپس پلٹی تھی باسل جو مصروف سا فون پر کوئی میسج دیکھ رہا تھا لڑکی کے بھاگنے پر وہ ایک پل کو کچھ سمجھ نہیں سکا۔

اسنے مڑ کر فہرست سے دور جاتی رودابہ جمشید کو دیکھا پھر وہیں درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا چہرے پر ایک سائیڈ سمائیل تھی۔۔۔

سامنے کھڑے دو کتے اس لڑکی کے راستے کو روک چکے تھے رودابہ نے ایک نظر مڑ کر دور کھڑے باسل کو دیکھا اور پھر سامنے موجود کتوں کو جو جن کی زبانیں منہ سے باہر لٹک رہی تھی وہ یقیناً بہت وقت سے بھوکے تھے اسے کتوں سے شدید خوف محسوس ہوا تھا لیکن اس سے بھی زیادہ اس شخص سے جو اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

وہ ڈری سہمی کھڑی تھی کچھ دیر انتظار کے بعد آخر اس نے فیصلہ کر ہی لیا کہ اسے واپس جانا تھا اس شخص کی جانب یا پھر ان کتوں کے سامنے سے گزر کر جانا تھا۔۔

وہ مڑی اسنے دور کھڑے باسل جہانگیر کو دیکھا جو جانتا تھا وہ واپس آئے گی لڑکیاں کتوں سے بہت ڈرتی ہیں اسے یہ بات اچھے سے معلوم تھی مگر پھر اسکا اندازہ تب غلط ثابت ہوا جب رودابہ جمشید نے سو کی سپیڈ سے کتوں کے سامنے سے گزر کر گلی کے کونے میں بنے گھر میں گھُستے اندر سے کنڈی لگا لی تھی۔۔

وہ ہک دہک رہ گیا یہ کیا ہوا تھا کتے مسلسل بھونک رہے تھے مگر اندر دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے بھیٹی روادبہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی اسے یہاں رُکنا نہیں تھا۔

***

کسی شب تو آ مرے خواب میں

تجھے درد سارے ہی سونپ دوں

تجھے کہہ سکوں وہ شکایتیں

جسے لہر موج فراق نے

تہہ آب کب سے دبا دیا

یہ فصیل جاں پہ سکوت سا

مجھے کھا رہا ہے کتر کتر

مرے بے خبر تجھے کیا پتا

مری سانس سے ترے درد کا

جو ہے ایک رشتہ بندھا ہوا

یہ چراغ زد میں ہواؤں کی

کسی طاق میں ہے دھرا ہوا

جو تھا خواب میری حیات کا

کسی راکھ میں ہے دبا ہوا

کسی شب تو آ مرے خواب میں

مرے ہمسفر ذرا دیکھ لے

مری شب گزیدہ نگاہ میں

ترے بعد درد ہی رہ گئے

مری شاخ ٹوٹی ہے سوکھ کر

مرے پھول زرد ہی رہ گئے

کسی شب تو آ مرے خواب میں

مرے ہمسفر مجھے دیکھنے

بالکنی نما ٹیرس پر سیگریٹ جلائے بھیٹے شخص نے آسمان کو خالی خالی نگاہوں سے دیکھا پھر اپنی پاکٹ سے والٹ نکال کر اسکے اندر کی جانب بنی فرنٹ پاکٹ میں موجود تصویر کو نکالتے لائیٹر کی روشنی میں دیکھا۔

وہ تصویر کافی عرصے سے اس جگہ موجود تھی وہ اکثر اس تصویر کو دیکھا کرتا تھا اس سے باتیں کیا کرتا تھا ایک گمنام سی ساتھی تھی وہ تصویر اسکی یا پھر وہ جس کی تصویر تھی۔؟؟

"چندا۔۔"

ایک دھیمہ سا نام اسکے لبوں سے ادا ہوا۔

اسنے آنکھیں موندھ کر اس تصویر کو سینے سے لگالیا کسی قیمتی متاع کی طرح، وہ اسکے لیے ایک قیمتی متاع ہی تو تھی، محبت متاع ہی تو ہوتی ہے خوبصورت لمحوں کا وہ متاع جسے سمبھال کر رکھا جاتا ہے اور اسے ہم عمر بھر یاد کر کے مسکراتے ہیں۔

"میں جانتا ہوں میں تمہاری تصویر کو ہر اس دن دیکھوں گا جس جس دن میں سانس لوں گا یعنی کہ اپنی زندگی کے اختتام تک۔۔ تم میرا اختتام ہو گی۔"

اسکے لب اس تصویر کو لائیٹر کی روشنی میں جلتا دیکھ کر ہل رہے تھے اور تصویر میں بنے مسکراتے چہرے پر مسلسل نظر ٹکائے وہ کتنی ہی دیر اسے تکتا رہا۔۔

"میری خواہش تھی تمہیں میں چاند کی روشنی میں دیر تلک بھیٹ کر دیکھوں۔۔"
ایک ادھوری آرزو لبوں پر آئی تھی۔

محبت کو کھونا کوئی نہیں چاہتا محبت کے بغیر بھی کوئی نہیں رہنا چاہتا لیکن جب محبت کے وہ چہرے دیکھ لیے جائیں جو مکر و فریب سے سجے ہوں تو محبت نا سہی وہ دل مر جاتا ہے جو محبت کو پانا چاہتا ہے محبت تو رہتی ہے پانے کی خواہش مٹ جاتی ہے دور سے دیکھ کر تڑپنا پڑتا ہے اس شخص کو ہر حسین موسم میں یاد کر کے اداس ہو جانا۔۔ دل مار دیتا ہے اور آخر میں ہم اسکے ساتھ کی خواہش لیے اسے دور سے دیکھتے مر جاتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ شخص بھی ہمیں چاہتا تھا اسکا ہم سے منتیں کرنا کسی کام نہ آیا کیونکہ ہم خود کو ادھورہ سمجھ کر ایک ادھوری زندگی جی

لیتے ہیں مگر اس شخص کو مسلسل خود کے ساتھ رکھ کر محبت کے نام پر اذیت سے دوچار نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ہم جانتے ہیں وہ خوشیاں ڈیزرو کرتا ہے ہم کہیں اسے ویسی زندگی نہ دے دیں جو ہم نے گزاری ہے۔۔ ہم اندر سے کسی سہمے ہوئے بچے کی طرح ہوتے ہیں جو نہیں چاہتا ہے کہ وہ بھی مشکل میں پڑے جس سے ہمیں محبت ھے محبت بڑی معصوم ہوتی ہے محبوب کو ذرا سا کانٹا بھی چبھنے نہیں دینا چاہتی یہ تو ہم ہوتے ہیں جو ظالم بن جاتے ہیں۔۔۔

جب بنیادیں درست اور پختہ نہ رکھی جائیں تو عمارت تمام عمر ٹوٹنے کے ڈر سے خود پر زیادہ وزن نہیں ڈالتی نہ کسی کو اندر آنے دیتی ہے نہ باہر جانے دیتی ہے، چاہے باہر موجود لوگ حسرت زدہ عمر بھر دروازے پر کھڑے رہیں انہیں باہر ہی رہنے دیا جاتا ہے کیونکہ عمارت کسی بھی پل بکھر کر ملبہ بن جائے گی۔۔ ٹوٹنے کے ڈر

سے وہ ہوا تک کو روک دیتی ہے اور پھر آخر میں ایک دن وہ صدموں کا بوجھ لیے ڈھ جاتی ہے پاش پاش ہو جاتی ہے۔

"انسانوں سے زیادہ محروم اور انسانوں سے زیادہ نوازی گئی مخلوق کوئی دوسری نہیں ہے، انسان پا کر بھی لاحاصل سمجھتا ہے اور لاحاصل سمجھ کر بھی خواہش نہیں چھوڑتا۔۔"

انسان کو جب علم ہو جائے نا کہ فلاں چیز اسے کبھی نہیں ملے گی یا اندازہ ہو جائے تو وہ امید ہار دیتا ہے کوشش چھوڑ دیتا ہے اور "کوشش چھوڑ دینا سب سے بڑی ہار ہوتا ہے۔"

"خود کو خود محروم کر دینا گناہ ہے جو ہم انسان بڑے فخر سے کرتے ہیں۔"

مگر ہم خوشیوں پر اپنا حق کس حق ختم کر دیتے ہیں۔۔؟؟ تمام عمر سوگ میں کیوں گزار دیتے ہیں۔۔؟؟ خود کو جینا کیوں نہیں سکھاتے۔۔؟؟

بہت سے سوال تھے جن کا جواب وقت بتانے والا تھا وہ شخص فطرتن برا تھا یا کچھ ایسا تھا جس نے اسکی بنیادیں کمزور کر دیں انسان کی بنیادیں ہڈیاں یا جسم کے حصے نہیں ہوتے انسان کی بنیادیں اسکے جذبات واحساسات ہوتے ہیں۔

وہ سیگریٹ ختم کر کے اٹھا اور پھر نیچے کی جانب چل دیا۔ کل اسے رودابہ نے کال کر کے ملنے کے لیے کہا تھا وہ لوگ بہت زیادہ نہیں ملے تھے نہ رودابہ نے پہلے کبھی ایسی خواہش کا اظہار کیا ملنے کا جب بھی کہتا ابراھیم ہی کہتا تھا۔

اس بار ملنے کا رودابہ نے کہا تھا وہ تھوڑا چونکا مگر پھر اسے ٹھیک ہے کہ گیا لیکن آج اس کے بتائے ہوئے کیفے میں تین گھنٹے انتظار کرنے کے باوجود بھی وہ نہیں آئی تھی اور وہ واپس چلا آیا یہ جانے بغیر کہ وہ کیا ہارنے والا تھا۔

***

وہ لوگ ابھی ہی باسل کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچے تھے لیکن نہ وہاں باسل تھا نہ اس کی موجودگی کا کوئی امکان تھا۔۔

براق نے غصے سے باسل کو کال ملائی تھی ابھی کچھ دیر پہلے وہ اسے کال کر کے بتا چکا تھا کہ وہ کہاں ہے اور اسے یہیں آنے کا بھی کہا تھا مگر اب خود غائب تھا جمشید صاحب چُپ تھے۔۔

باسل کو مسلسل کالز کرنے کے باوجود اسکی ایک بھی کال نہیں اٹھائی گئی تھی۔۔رنگنگ ہوتی رہی اور وہ نا جانے کہاں مصروف تھا زندگی میں پہلی بار اسنے براق کی کال مس کی تھی اب وہ اپنے اسی دوست کو کال کرتا باسل کی لوکیشن بھی پتا کرنے کو کہہ رہا تھا۔۔

اسکی بات سنتے جمشید صاحب کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔۔وہ انکی جانب متوجہ نہیں تھا ورنہ ضرور دیکھ لیتا۔۔

دوسری جانب رودابہ اس گھر کی سیڑھیاں چڑھتی مختلف چھتوں کی دیواریں پھلانگتی ناجانے کہاں نکل آئی تھی۔۔

یہ کوئی بہت ویران علاقہ تھا لوگ تو تھے مگر رات کے اس پہر ہر جانب خاموشی کا راج تھا جب اچانک اس نے اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنی تھی اور پھر وہ تیزی سے ایک طرف چھپ گئی۔۔

کوئی اسکی جانب کمر کیے کھڑا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا یہ وہی شخص تھا جس کی قید سے وہ بھاگی تھی جو اسے کہیں اور لے کر جا رہا تھا۔۔اسنے خوف کی شدت سے ہاتھ منہ میں دبائے اپنی چیخ روکنے کی کوشش کی تھی جسم کانپنے لگا تھا۔۔
مزید وہ شخص دو منٹ بھی وہاں رُکتا تو یقیناوہ اسکی نظروں میں آجاتی۔۔

اسی پل اسنے قدم پیچھے بڑھائے تو پیچھے پڑا سٹیل کا کوئی پائپ آواز پیدا کر گیا رودابہ نے خوف سے پیلا پڑتا چہرا اٹھا کر سامنے دیکھا وہ اسکی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔۔

اسنے دھیرے سے جھک کر بغیر سوچے سمجھے وہی سٹیل کا پائپ ہاتھ میں پکڑ لیا تھا اور اس سے پہلے کہ سامنے کھڑا باسل جہانگیر کچھ کہتا وہ اسکے سر پر اچانک وار کرتی دوسری جانب بھاگی تھی۔۔درد کی ایک شدید لہر اسکے سر میں پھیلی تھی،وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے کی جانب ہوا تھا لیکن رودابہ کو بھاگتے دیکھ کر وہ اسی درد کی شدت کے ساتھ اسکے پیچھے بھاگا۔۔

وہ آہستہ آہستہ دور ہوتی جا رہی تھی باسل کی جیب میں پڑا فون بج بج کر بند ہو چکا تھا۔۔

اسنے دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی کہ کال کس کی ہے۔۔۔فلحال وہ سر سے بہتے خون سے بھرے چہرے اور قہر آلود نگاہوں سے دور جاتی رودابہ جمشید کا پیچھا کر رہا تھا سر چکرانے لگا تھا لیکن اگر وہ رُکتا تو یقیناً آگے بھاگتی بے وقوف لڑکی کسی اور کے چنگل میں پھنس جاتی۔۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید اسکا پیچھا کرتا اچانک وہ خود رُک گئی تھی اسے وہ چہرا زیادہ نہ سہی تھوڑا سا جانا پہچانا لگا تھا۔۔کچھ دیر مسلسل یاد کرنے کی کوشش کے بعد اسے یاد آچکا تھا۔۔

وہ اکثر بابا کے ساتھ براق جہانگیر سے ملی تھی لیکن باسل سے نہیں اور اسکے پیچھے بھاگتا وہ شخص باسل جہانگیر تھا اسے اس بات کا یقین تب ہوا جب اسنے ایک نظر باسل جہانگیر کی آنکھوں کو دیکھا تھا۔۔۔۔کیونکہ اسکی آنکھیں سب سے مختلف تھیں۔۔۔۔وہ ایک "ہیٹیروکرومیٹک" تھا،اسکی دونوں آنکھوں کا رنگ مختلف تھا۔۔وہ معموماً ایک جیسے لینز پہنتا تھا مگر آج اسنے لینز نہیں پہن رکھے تھے

اور رودابہ اسے پہچان گئی تھی۔۔ صرف اسکی دونوں آنکھوں کے مختلف رنگوں کی وجہ سے۔

اسے بابا نے بتایا تھا۔۔ یہ سالوں پہلے کی بات اسکو اس وقت حیدر آباد کے اس کچے اور ویران علاقے میں باسل جہانگیر کے سر میں سٹیل کا پائپ مار کر بھاگنے کے بعد یاد آئی تھی اور اس بار اسے اس شخص سے پہلے سے زیادہ خوف محسوس ہوا۔۔

اسے اندازہ تھا اس نے کتنا زوردار وار کیا تھا۔۔ اب وہ بھاگ نہیں رہی تھی رُک چکی تھی۔
باسل خون آشام نظروں سے اسے دیکھتا اس کی جانب آ رہا تھا۔۔

وہ بھاگ جانا چاہتی تھی لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ زخمی ہے اور پھر سارا خوف نا جانے کہاں جا سویا وہ اسکی جانب تیزی سے بڑھتی اسے سہارا دے چکی تھی کیونکہ باسل جہانگیر ہوش کھو رہا تھا۔۔

اسنے اپنی بند ہوتی آنکھوں سے خود کو سہارا دیے کھڑی روتی ہوئی لڑکی کو دیکھا تھا اس پل گاڑی کی ہیڈ لائٹ ان دونوں پر پڑیں تھی۔۔

رودابہ نے اس جانب سر اٹھا کر دیکھا تو وہ اسکے بابا اور براق تھے۔۔ براق نے تیزی سے آگے بڑھتے باسل کو پکڑا تھا رودابہ جمشید صاحب کے سینے سے لگ گئی تھی۔۔

کافی دیر وہ انکے سینے سے لگی روتی رہی اتنی دیر میں براق باسل کو گاڑی میں ڈال چکا تھا۔۔

"انکل جلدی چلیں بلیڈنگ بہت ہو رہی ہے۔۔"

براق کی تڑپتی آواز پر وہ دونوں چونکے تھے۔رودابہ کو احساسِ ندامت نے آگھیرا۔۔

"گاڑی میں ڈرائیو کرتا ہوں۔۔"
براق کو ڈرائیونگ سیٹ کی جانب بڑھتا دیکھ کر جمشید صاحب اسکی حالت کے پیشِ نظر بولتے رودابہ کو بھی گاڑی میں بھیٹا کر گاڑی سٹارٹ کر چکے تھے۔۔

تقریباً پندرہ منٹ کے سفر کے بعد گاڑی
ایک ہاسپٹل کے سامنے رُکی تھی اور براق تیزی سے باہر نکلتا وارڈ بوائے کو سٹریچر لانے کا کہ کر اب باسل کو سہارا دیتا باہر لا رہا تھا۔۔

رودابہ نے یہ منظر گاڑی میں بھیٹے ہوئے ہی دیکھا تھا۔وہ کانپتی ٹانگوں سے باہر نکلی لیکن اگلے ہی پل وہ ہوش وہر د سے بیگانہ زمین بوس ہو چکی تھی آج جو کچھ ہوا

اسکے بعد شاید ہی وہ کبھی نارمل رہ پاتی کم از کم کچھ عرصے تک وہ ٹھیک نہیں رہ سکتی تھی۔۔

***

"نہیں جاؤ آج۔۔ کل جانا گل لالہ۔۔"

"وہ چلی گئی۔۔ باسل۔۔"

ٹوٹے پھوٹے جملے اسکے لاشعور میں سنائی دے رہے تھے۔۔اسنے سر کو تکیے پر اِدھر اُدھر جھٹکا تھا آنکھیں اب بھی بند تھیں اور وہ آوازیں بھی گھونج رہی تھیں۔۔

"ان کا نکاح ہوا تھا۔۔"

"وہ تو میری Soulmate تھی نا۔؟؟"

مزید جملے گھونجنے لگے تو وہ جھٹکے سے آنکھیں کھول گیا۔۔اب وہ ہوش میں تھا۔

اگلی کچھ دیر تک وہ یونہی سفید چھت کو گھورتا رہا تھا۔۔اسے سب یاد آرہا تھا کیسے وہ اس لڑکی کے پیچھے بھاگا کیسے اسنے باسل پر حملہ کیا لیکن پھر۔۔۔۔پھر وہ پلٹی بھی تھی۔۔

"وہ پلٹی کیوں تھی۔۔؟؟"
"وہ اسے بچانے کیوں آئی تھی۔؟؟"

شناسائی کی رمک دونوں کی آنکھوں میں تھی جانتے وہ دونوں ایک دوسرے کو تھے لیکن نام کی حد تک روداب اس سے پہلی بار ملی تھی اور وہ۔۔؟؟

اسے یاد تھا اس دن لائبریری میں دیکھا گیا چہرا اسے یاد تھا اسنے روداب جمشید کو پہلے بھی دیکھا تھا وہ رو کر سوئی ہوئی لڑکی۔۔اس دنیا سے ناراض سی لڑکی۔۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید سوچوں میں الجھتا اسکے روم کا دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا تھا۔۔اور اندر داخل ہونے والا براق جہانگیری تھا۔۔

"بھائی۔۔۔"

اسنے براق کو دیکھتے پکارہ تھا ساتھ ہی کچھ دیر پہلے کی وہ آوازیں یاد آئیں جو پانچ سال سے اسکے ذہن میں خوابوں میں گھونجتی تھیں۔۔

"کیسے ہو۔۔؟؟"

براق نے اسکے قریب سٹول پر بھیٹتے پوچھا۔۔جواب میں وہ صرف سر ہلا گیا۔

"تم پر وار کس نے کیا تھا۔۔؟؟"

براق نے سوال کیا اور اسی لمحے کمرے میں روادبہ اور جمشید صاحب داخل ہوئے تھے روادبہ نے بھی براق کی بات سنی تھی اور اب اسکا چہرا پیلا پڑ چکا تھا۔۔

باسل نے ایک نظر براق کے پیچھے کھڑی لڑکی کو دیکھا پھر وہ چہرا گھما گیا۔۔

"پتا نہیں اندھیرے میں مجھے علم نہیں ہوا۔۔"

وہ انجانے میں ہی سہی اسے بچا چکا تھا کیونکہ اسکے معاملے میں براق بہت بے رحم تھا وہ باسل جہانگیر پر ایک آنچ تک نہیں برداشت کرتا تھا۔۔

جمشید صاحب اب باسل سے اسکا حال احوال معلوم کر رہے تھے ساتھ ہی ساتھ اسے شکریہ بھی کہہ رہے تھے جسنے انکی بیٹی کی جان بچائی تھی۔۔

"وہ کون لوگ تھے جنہوں نے اسے کڈنیپ کیا تھا۔۔؟؟"

باسل نے براق سے سوال کیا۔

"ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔۔ جلد ہی پتا چل جائے گا۔۔"

وہ دانت پیستا جواب دینے کے بعد اب ایپل کاٹنے کے لیے اٹھانے ہی والا تھا کہ رودابہ نے اسکے ہاتھ سے ایپل لے لیا۔۔

"میں کاٹتی ہوں بھائی۔۔"

یہ کہ کراب وہ باسل کے بیڈ کی سائیڈ کھڑی ایپل کاٹ رہی تھی باسل اٹھ کر بھیٹ چکا تھا جمشید صاحب کسی کی کال سننے باہر گئے تھے۔۔

اسنے ایپل کاٹ کر باسل کی جانب کانپتے ہاتھوں سے بڑھایا تھا۔۔جو کہ اسنے لے لیا۔۔اسنے دوسرا پیس باسل کی جانب بڑھایا جسے اسنے ہاتھ بڑھا کر پھر سے لے لیا۔۔

اب وہ مسلسل سیب کاٹتی اسے دے رہی تھی اور وہ کھا رہا تھا۔۔

"باسل۔۔"

کچھ دیر بعد براق کی بے یقین آواز کمرے میں گھونجی تو سیب کھاتے باسل اور اسکے پاس کھڑی رودابہ نے سر اٹھا کر براق کو دیکھا۔۔

"تم نے یہ سارے اپیل کھا دیے۔۔؟؟"

وہ اپیل کی ٹوکری کی جانب اشارہ کر رہا تھا اسے حیرت اس لیے ہو رہی تھی کیونکہ باسل نے کبھی ایک سے زیادہ اپیل نہیں کھایا تھا اور اب وہ تقریبا چھے ایپلز کھا چکا تھا۔۔

اپنی اس حرکت پر باسل نے رودابہ کی جانب غصیلی نگاہوں سے دیکھا جو مسلسل اسے سیب کاٹ کر دیتی جا رہی تھی اور وہ موبائل میں گم کھاتا جا رہا تھا۔۔

"بھائی شاید یہ محترمہ چاہتی ہوں گی کہ میں ایپلز کھا کھا کر انکے دیے گئے زخم سے آج ہی صحت یاب ہو جائوں۔۔۔"

"انکے دیے گئے زخم مطلب۔۔؟؟"

براق نے حیرت سے پوچھا اور باسل گڑبڑایا تھا۔

روداب جواب بھی ہاتھ میں ایپل لیے کھڑی تھی تیزی سے چھری اور ایپل کو سائیڈ ٹیبل پر رکھ گئی تھی لیکن اس بار اسکے ہاتھ پر چھری لگ گئی۔۔

وہ سیسی۔۔ کرتی اپنا دا ہنا ہاتھ زور سے تھام گئی۔۔ خون بہنے لگا تھا

"آئی مین انکو بچاتے ہوئے جو لگے۔۔" اسنے تیزی سے بات سمبھالی تو براق سر نفی میں ہلاتا روداب کی جانب متوجہ ہو گیا اور آگے بڑھتے ٹشو سے اسکا ہاتھ صاف کیا پھر فرسٹ ایڈ باکس سے لے کر سنی پلاس لگایا۔۔

"گڑیا کیا ہو گیا ہے۔۔ بچے آرام سے۔۔"

وہ اسے پاس پڑے سٹول پر بھیٹا چکا تھا۔۔ اور روداب جو پہلے شرمندگی کی وجہ سے سر تک نہیں اٹھا پا رہی تھی اب تھوڑی ریلیکس ہوتی اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔۔

***

براق نے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے تھے، وہ اب تھوڑا فریش تھا باسل کی حالت اُس وقت اسے بری طرح ڈسٹرب کر گئی تھی لیکن اب وہ ٹھیک تھا رودابہ کو اندر رھی رہنے کا کہتا وہ باہر آ چکا تھا۔۔

اسی پل اسکا موبائل بجا تھا، ارقم کی کال تھی جو کہ اس سے باسل کے غایب ہونے کا پوچھ رہا تھا۔۔

پچھلے دو دن سے وہ لوگ حیدر آباد تھے اور باسل نے ان سب کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا عموماً وہ بتاتا بھی نہیں تھا لیکن نہ وہ میسیجز کا ریپلائے کر رہا تھا نہ کال اٹھا رہا تھا تو مجبوراً ارقم نے براق کو کال کی تھی۔۔

"وہ ایک چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا تو باسل میرے پاس یہاں حیدر آباد ہے۔"

اسکی بات سن کر ارقم کو جھٹکا لگا۔۔

"کس کا ایکسیڈنٹ بھائی۔۔؟؟"

وہ پریشان سا پوچھنے لگا۔

"باسل کا ایکسیڈنٹ۔۔"

اسنے زیادہ تفصیل کے بجائے بس تین لفظی جواب دیا تو ارقم اپنے آنے کا کہتا کال کاٹ گیا۔۔

اب وہ یونہی چہل قدمی کرتا ہاسپٹل کی بلڈنگ سے باہر نکل آیا تھا، رات کا وقت تھا اور لوگوں کی چہل پہل کم ہی تھی سٹریٹ لائیٹس جل رہی تھیں۔۔

سردیوں کا موسم تھا لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔۔ وہ ایک پل کو رُک گیا۔۔ ایسا ہی ایک منظر اسے یاد آیا پانچ سال پہلے کا منظر۔۔ سا ؤ پا ؤلو اس وقت شام کے اندھیرے میں بھی جگمگا رہا تھا وہ سب ایک مشہور کیفے میں بھیٹے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔۔

براق، گل لالہ، امن، باسل، شمروز، ندا پھوپھو اور چاچو۔۔آج ان تینوں دوستوں کا رزلٹ آیا تھا اور تینوں ہی ہر بار کی طرح اچھے نمبرز لینے کے بعد اب ان سب کو کیفے لائے تھے۔۔

امن کو کسی کی کال آئی تو وہ اٹھ کر باہر چلا گیا پانچ منٹ گزرنے کے بعد بھی جب وہ نہیں آیا تو گل لالہ اسے بلا کر لانے کا کہ کر اٹھتی باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔۔

اسنے باہر آکر دیکھا تو دُور امن کسی لڑکی سے باتیں کرتا ہوا آرہا تھا وہ اسکی جانب قدم بڑھا گئی۔۔

"امن۔۔۔ "
گل لالہ کے پکارنے پر وہ مڑا تھا۔اسکی سوالیہ نظروں کہ دیکھتا وہ ہلکا سا مسکرایا۔۔

"اس سے ملو گلِ یہ۔۔"

ابھی وہ مزید کچھ کہتا براق ان دونوں کو پکارتا اس طرف آیا تھا۔۔

وہ تینوں اسکی جانب متوجہ ہوئے تھے۔۔امن کے ساتھ کھڑی لڑکی براق کو دور سے دیکھ کر ہی امن کو بائے بولتی چلی گئی براق کے قریب آنے تک دور جا چکی تھی۔۔

"یہ کون تھی۔۔؟؟"

براق کے سوال پر وہ امن نے دور جاتی لڑکی کو دیر تک دیکھا۔۔

"وہ میری کزن تھی۔۔"

وہ جواب دے کر اندر کی جانب بڑھ گیا لالہ نے بھی آگے کی جانب قدم بڑھائے تو براق نے اسکا بازو تھاما تھا۔۔

"رُوکو بھی لڑکی۔۔"

وہ اسے مصنوعی غصے سے کہتا اپنے لانگ کوٹ کی پاکٹ سے کینڈی پاپ نکال کر اسکی جانب بڑھا گیا تو وہ بے اختیار اچھلی تھی۔۔

"Candyy Pop"

خوشی سے اسکا چہرا سرخ ہوا۔۔

اب وہ چہکتی ہوئی کینڈی پاپ کھاتے ہوئے براق سے باتیں کرتی کیفے کی جانب چل رہی تھی۔۔یہی منظر تھا یہی موسم تھا اور وہ اسکے ساتھ مسلسل باتیں کرتی چہک رہی تھی۔۔

اس پل براق جہانگیر محسوس کیا کہ واقعے ہی "کچھ پل زندگی ہوتے ہیں۔۔۔"

منظر بدلا اب وہ اس سڑک پر اکیلا چل رہا تھا نہ کینڈی پاپ تھا نہ گلِ لالہ۔۔صرف اکیلا چلتا براق جہانگیر۔۔اسکے کندھے ڈھلک گئے، قدم مردہ

ہو گئے اور سانسیں تھک گئیں وہ اس پل لاش بن گیا تھا سینے میں دھڑکتا دل جیسے محسوس ہونا بند ہو گیا۔۔

تُمھیں پتہ ہے میں نے کس قدر اذیت میں
صدائیں دی تھیں تُمھیں اور تُم نہیں آئے

وہ سڑک کنارے بنے ایک بینچ پر جا بھیٹا۔۔اور سر بینچ کی ٹیک سے ٹکالیا۔۔
"جب ہم ہر چیز سے تھک جائیں تو کچھ بھی اچھا ہونا ہمیں ویسے خوش نہیں کرتا جیسا ہمیں ہونا چاہیے۔۔"

اس شام وہ سب گھر آنے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے لیکن ندا پریشان سی اب بھی ڈائینگ ہال میں بھیٹی رہیں، براق جو پانی پینے آیا تھا انکو وہاں موجود دیکھ کر انکی جانب چلا آیا۔۔

"کیا ہوا پھوپھو۔۔؟؟"

اسکے پوچھنے پر ندا نے ایک نگاہ اس پر ڈالتے چہرا موڑ لیا، براق کچھ محسوس کرتا انکے آ بیٹھا۔۔بغیر کچھ بولے اب وہ انکو دیکھ رہا تھا۔۔

وہ اس سے بہت کم باتیں چھپایا کرتی تھیں، وہ انکی بڑے بیٹے جیسا تھا باقی سب چھوٹے تھے ہر مسئلہ وہ اسکے ساتھ ڈسکس کیا کرتی تھیں، اور اب بھی وہ جانتا تھا کہ کچھ ہے جو انہیں پریشان کر رہا تھا۔۔

"براق۔۔"

ندا نے اسے پکارہ۔۔

"بتائیں پھوپھو۔۔ کیا پریشان کر رہا ہے آپکو۔۔؟؟"

وہ پھر پوچھنے لگا۔ندا نے تھک کر سر ہاتھوں میں دے لیا۔۔

"براق مجھے کچھ محسوس ہو رہا ہے کچھ غلط ہونے والا ہے، وہ لاعلمی میں کوئی غلط قدم نہ اٹھالے۔۔"

انکی بات پر وہ حیران ہوا تھا۔۔

"کیا غلط۔۔؟؟ کون پھوپھو۔۔؟؟ "

اسکا دل زور سے دھڑکا تھا اور جب دل یوں زور سر دھڑکا تھا تو یعنی دل کو مطلوب شخص کا ذکر ہونے والا تھا۔۔۔

"گلِ لالہ۔۔" وہ یک لفظی جواب دیتیں پھر چُپ ہو گئیں۔

"گلِ کیوں کچھ غلط کرے گی۔۔؟؟" وہ سمجھ نہیں سکا۔۔

"میں نے اسکی آنکھوں میں دیکھا ہے براق۔۔اور اسکی آنکھیں جھوٹ نہیں بولتیں۔۔" وہ یہ کہتی رو دیں۔۔ براق ہڑبڑاتا انکا سر اپنے سینے سے لگا گیا۔۔

"پھوپھو۔۔روئیں نہیں۔۔کچھ نہیں ہو گا، وہ امانت ہے میری میں اسے کچھ غلط نہیں کرنے دوں گا۔۔" وہ ایک مان سے کہ رہا تھا، پھوپھو نے چہرا اٹھا کر اسکی جانب بے بس نگاہوں سے دیکھا۔۔

"ہمیں اسے بتادینا چاہیے اسکے اور تمہارے بارے میں۔۔یہ اسکی زندگی کا سوال ہے۔۔"

وہ مسکرا کر کہہ رہی تھیں، انہیں جیسے حل مل گیا ہو۔

براق نے اُنکو خفا نظروں سے دیکھا، اسے انکے فیصلے سے اعتراض تھا۔

"وہ ابھی بچی ہے پھوپھو، آپ ایسا کچھ نہیں کریں گی۔۔!! میں نہیں چاہتا اسکے ذہن پر ایسا کوئی اثر پڑے کچھ سال بعد وہ سب جان جائے گی۔۔ بھروسہ رکھیں آپکی اپنی اولاد ہے۔"

براق کے اتنے پُریقین ہونے پر وہ بھی فقط سر ہلا سکی تھیں۔ دل میں ایک جملہ بازگشت کرنے لگا تھا۔۔

"میری اولاد ہے تب ہی تو ڈر ہے کہیں ماں کا خون رنگ نہ دکھا جائے کہیں وہ میری والی غلطی نہ کر بھیٹے، کہیں وہ ہیرے کو نہ ٹھکرا دے کوئلے کو پانے کی تلاش میں۔۔"

براق انکو لیے انکے کمرے میں چھوڑ کر خود گلِ لالہ کے کمرے کی جانب بڑھ گیا تو وہ سو چکی تھی۔

"چھوٹی سی گڑیا ہی تو ہے یہ۔۔۔ میری گڑیا۔۔!!" وہ سوچ کر مسکراتا اسکے ماتھے پر جھک کر لب رکھتا باہر نکل گیا، گلِ لالہ کے لیے اسکے دل میں ہمیشہ سے نرمی تھی یا پھر کچھ خاص وجہ تھی جو دونوں کو آپس میں جوڑتی تھی، ایک خوبصورت سا احساس تھا جو براق جہانگیر کو گلِ لالہ کے اپنے ارد گرد ہونے پر محسوس ہوتا تھا۔۔ وہ احساس جس کا نام "محبت" تھا۔

***

# *بابِ سکوت*

# *از قلم مریم راجپوت*

## Episode No.4

تُم گزرو اور !

وقت نہ ٹھہرے

ایسا تھوڑی ہو سکتا ہے !

یاد آؤ اور !

درد نہ بھڑکے

ایسا تھوڑی ہو سکتا ہے !

صبر کیا ہے

شکر کیا ہے

لیکن دل کو

چین آجائے

ایسا تھوڑی ہو سکتا ہے!

ترکِ محبت

کر لینے سے

ترکِ محبت

ہو بھی جائے

کوئی اُسے

جا کر سمجھائے

ایسا تھوڑی ہو سکتا ہے...

"تم سچ کہہ رہی ہو۔۔؟؟"

وہ بے یقین سی بار بار اس سے سوال کر رہی تھی۔

"ہہ۔۔ہاں۔۔وہ براق جہانگیر ہی ہے۔۔اسنے خود اپنا نام بتایا ہے۔۔"

نایاب نے اسے یقین دلایا۔

"میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں نایاب۔۔مجھے اسے ایک نظر صرف ایک نظر دیکھنا ہے۔۔ "

وہ التجا کررہی تھی، جیسے کوئی قیدی برسوں بعد تازہ ہوا میں سانس لینے کی التجا کرتا ہے۔۔

نایاب نے بے بسی سے لب بھینچ لیے، کیونکہ وہ جانتی تھی یہ مشکل تھا۔

"بھائی کو پتا چل گیا تو۔۔؟؟ "

وہ سہمی ہوئی سی بولی۔

"اسے نہیں پتا چلے گا، اسے کون بتائے گا۔۔؟؟"

اسنے چمکتی آنکھوں سے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا تو نایاب بھی سر ہاں میں ہلا گئی۔۔

"ٹھیک ہے میرے پاس اسکا کارڈ ہے اسکے آفس کا پتا بھی ہے لیکن ہم اسے دیکھیں گے کیسے۔۔؟؟ "
وہ نیم رضامند تھی۔

اسنے کچھ سوچتے ہوئے اپنا پلین اسکے کان میں بتایا تو نایاب سر ہاں میں ہلا گئی۔
"کل وقت پر تیار رہنا ہم جائیں گے۔۔"
وہ یہ کہ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔۔

پیچھے بھیٹی سرخ بالوں والی لڑکی نے گہرا سانس لے کر آنکھیں موندھ لیں۔۔ اتنے سالوں کا انتظار شاید کل ختم ہو جاتا۔۔شاید وہ اس شخص کی ایک جھلک ہی دیکھ پاتی۔۔وہ شخص جو روح کا مکین تھا جو دل کی ڈھر کن تھا۔۔

"بب۔۔راق۔۔"

توڑ توڑ کر اسکا نام اپنے لبوں سے لیتی وہ سسک اٹھی تھی، یہ نام تو زندگی کی مانند تھا وہ زندگی جسے وہ ٹھکرا آئی تھی، جواب اسے ہر روز یاد آتا تھا اسکے لبوں نے یہ نام آج چار سال بعد پکارہ تھا۔۔

اب وہ نایاب کا دیا گیا ویزیٹنگ کارڈ دیکھ رہی تھی جہاں سنہری لفظوں میں "براق جہانگیر" لکھا تھا۔۔اسنے جھک کر اس نام پر لب رکھ دیے۔کچھ موتی کارڈ پر گرتے اسکی چمک بڑھا چُکے تھے۔

اب بس انتظار کرنا تھا۔۔کل کا انتظار۔۔اور پھر اسکی یعقوب آنکھوں کی بینائی لوٹ آتی شاید۔۔!!

***

ہاسپٹل کے کمرے کا ماحول اس وقت بہت بدلا ہوا تھا۔۔وہ سب ادھر ادھر بھیٹے گپیں مار رہے تھے۔ باسل کے چاروں دوست کچھ دیر پہلے ہی حیدر آباد پہنچے تھے اور اب اس کے پاس تھے۔

ارقم اور نبراس باسل کو بیڈ سے اٹھائے اسکی جگہ بھیٹے ہوئے لڈو کھیل رہے تھے جبکہ باسل وہیل چیئر پر بھیٹا فون میں مصروف تھا۔۔ صنم اور نرمین کسی فیشن میگزین پر ڈسکس کر رہی تھیں اور رودابہ۔۔۔وہ فون کی سکرین پر مسلسل نظریں جمائے کچھ دیکھ رہی تھی۔۔

اسی پل کمرے کا دروازہ کھول کر نرس اندر آئی تھی۔۔ نبراس نے تیزے سے لڈو اور ارقم کو ایک طرف کرتے بلینکٹ اوڑھا تھا۔نرس اسے مریض سمجھتی اسکے ہاتھ پر روئی رکھ رہی تھی اور وہ صرف نرس کی نیلی آنکھوں میں دیکھتا کھویا ہوا تھا سب ان دونوں کو دیکھ رہے تھے جبکہ رودابہ اب بھی فون میں گم تھی۔

"آہہہہہہ۔۔۔۔۔"

ایک زوردار چیخ کے ساتھ کمرے میں قہقہے گونجے تھے نرس نے بیڈ پر لیٹے نبراس کی آنکھوں میں کھویے ہوئے اسکے بازو میں انجیکشن گھسادیا تھا۔۔۔

رودابہ بھی ہڑبڑا کر اس جانب متوجہ ہوئی تو وہ سب ہنس رہے تھے جبکہ نرس شرمندہ سے کھڑی اب بھی حیرت سے سب دیکھ رہی تھی۔۔۔

نبراس نے نرس کو غصے سے دیکھا اور اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا وہ انجیکشن لے کر نرس کی جانب ہوا اور نرس وہ بے چاری تیزی سے اپنی جان بچاتی۔۔ باہر کی جانب بھاگی تھی اب نرس آگے آگے اور نبراس پیچھے پیچھے تھا۔۔

کمرے میں اب بھی قہقہے گونج رہے تھے، رودابہ بھی ہنس رہی تھی یہ سب اسکے لیے نیا تھا لیکن یوں اچانک نبراس کی اس حرکت نے اسے کھلکھلانے پر مجبور کردیا تھا۔۔

وہ سب ہنس ہنس کر بے حال ہو چکے تھے، کچھ دیر بعد سرخ چہرا لیے نبراس کمرے میں داخل ہوا تو وہ سب اپنی ہنسی روک چکے تھے۔۔اسی پل براق اندر داخل ہوا، اسکے ہاتھ میں ڈسچارج پیپرز تھے۔

"تیاری کرو واپس چلنے کی ڈسچارج پیپرز مل چکے ہیں باسل۔۔"
وہ سنجیدگی سے کہتا ساتھ بکھرے کمرے کا جائزہ لیتا اسکی فائیلز کو ایک طرف رکھتا صوفے پر جا بھیٹا اب وہ سب آہستہ آہستہ اٹھتے سب سمیٹ رہے تھے۔

کچھ دیر بعد کمرا اپنی اصلی حالت میں آچکا تھا، اور وہ سب تیار تھے۔۔رودابہ نے باسل کی آنکھوں کو دیکھا وہاں اب ایک جیسے رنگ تھے یعنی وہ لینز لگا چکا تھا۔اسے نا جانے کیوں الجھن سی ہوئی تھی "وہ لینز کے بغیر اپنی دونوں آنکھوں کے مختلف رنگوں کے ساتھ زیادہ اچھا لگتا تھا" اسنے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔

باسل کی نگاہ اس پر پڑی جو مسلسل اسے دیکھ رہی تھی وہ بھی اب اسکی جانب دیکھ رہا تھا جسکی آنکھیں اسکی اصلی آنکھوں کے رنگ کی تلاش میں تھیں، اسکے دوستوں میں سے بھی کم ہی لوگ اسکے "ہیٹرو کرومیٹک" ہونے کے بارے میں جانتے تھے وجہ اسکا لینز استعمال کرنا تھا۔

اگلے لمحے اسنے جھک کر اپنی آنکھوں سے لینز نکال دیے۔۔یہ عمل میکانگی انداز میں ہوا تھا وہ خود بھی محسوس نہیں کر سکا کہ وہ کیوں وہ کام کر رہا ہے جو اسے نہیں پسند۔۔۔اسے نہیں پسند تھا کہ کوئی اسکی آنکھوں کے مختلف رنگوں کو دیکھے، مگر اب وہ اپنی "دو مختلف رنگوں" کی آنکھوں سمیت رودابہ کو دیکھ رہا تھا جسکے چہرے پر خوشی سی پھیلی تھی یہ اسکے لیے نیا تھا۔۔۔

اسکے دوست اب اس سے کچھ کہ رہے تھے اور وہ ہنس رہا تھا رودابہ بھی دوسری جانب متوجہ ہو چکی تھی۔

زمین اور صنم سے اسکی اچھی بونڈنگ ہو چکی تھی اور وہ ان سے یونی میں ملنے کا وعدہ بھی کر چکی تھی۔۔

***

شام کے سائے ہر سو پھیل چکے تھے، رودابہ گھر آ چکی تھی اور اب وہ اپنے کمرے میں بھیٹی اسائیمنٹ کمپلیٹ کر رہی تھی۔۔ مگن سی رودابہ نے بجتے فون کو دیکھا جہاں زمین اور صنم کی کانفرنس کال تھی، وہ مسکرا کر کال اٹھا گئی۔۔۔

اب وہ ان سے باتیں کرتی نیچے کی جانب چل دے چائے بناتے وہ خوش گپیوں میں مصروف تھی۔۔ اچانک اسکے موبائل پر راسم کی کال آنے لگی۔۔ چہرے پر موجود مسکراہٹ یک دم رک گئی۔۔

"میں بعد میں بات کرتی ہوں پھوپھو سے بات کرلوں۔۔ "

اسنے یہ کہتے کال کاٹ دی۔

اب وہ راسم کی کال دوبارہ آنے پر پِک کر چکی تھی۔

"ہیلو۔۔روداب۔۔"

وہ راسم کی آواز تھی۔۔

"اسلام علیکم۔۔"

اسنے سلام کیا تو وہ تھوڑا حجل ہوتا سلام کا جواب دے گیا۔۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔۔"

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ کہہ رہا تھا۔

"جی کہیں۔"

"بات یہ ہے کہ ممی ہماری شادی جلدی کرنا چاہتی ہیں۔۔ لیکن میں فلحال ایسا نہیں چاہتا۔۔"

"کیوں۔۔۔آپ کو یہ شادی نہیں کرنی۔۔؟؟"
اسنے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"اوہ نہیں۔۔بس ابھی نہیں چاہتا دو تین سال بعد۔۔"
وہ بہت پر سکون سا دو تین سال کہ رہا تھا جبکہ اگر پھوپھو کا بس چلتا تو وہ دو تین دن میں شادی کر دیتیں ان کی۔۔

"تمہیں کوئی اعتراض ہے۔۔؟"
"نہیں۔۔"

وہ سر نفی میں ہلا گئی، راسم اتنا وقت دینا چاہتا تھا جبکہ پھوپھو کو جلدی تھی یقینا کوئی بڑی وجہ تھی یا شاید وہ شادی کرنا نہیں چاہتا تھا۔۔اور اسکا اتنا لاپرواہ لہجہ۔۔۔رودابہ محسوس کر چکی تھی۔

"ٹھیک ہے تو مما آئیں تو ان سے کہہ دیجیئے گا کہ آپ دو تین سال تک شادی نہیں کرنا چاہتیں۔۔۔"

وہ سب اسکے سر ڈالنا چاہتا تھا اور وہ سمجھ چکی تھی، راسم یہ کہہ کر کال کاٹ گیا۔

فون بند ہوتے ہی رودابہ نے ایک نظر سکرین پر جگمگاتے راسم کے نمبر کو دیکھا اور پھر ٹھنڈی ہو چکی چائے کو گرم کرنے لگی۔۔اسنے نہ صرف اسکی چائے برباد کی تھی بلکہ اسکا وقت بھی۔۔انسان کسی بھی طرح کے انسان کے ساتھ رہ سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ نہیں جس کے بارے میں اسے علم ہو کہ یہ شخص میرے بارے میں لاپرواہ ہے، کوئی بھی چیز اتنی تکلیف نہیں دیتی جتنی ہمارے ساتھ رہنے والے اور ہمارے اپنے لوگوں کی لاپرواہی تکلیف دیتی ہے، اور اس

سے زیادہ لاپرواہی کی تکلیف کو کون جان سکتا تھا اسنے تو سہی تھی اپنے پسندیدہ شخص کی لاپرواہی۔۔ باوجود اس کے کہ وہ بھی اسے چاہتا تھا اور راسم کے بارے میں اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اسکے دل میں رودابہ جمشید کے لیے ایسا کوئی جذبہ نہیں تھا۔۔ وہ صرف اس رشتے کو گھسیٹتے رہنا چاہتا تھا جب تک کہ رودابہ خود تنگ آکر انکار نہ کر دے۔۔۔

وہ چائے لے کر کمرے میں آچکی تھی اسی پل نزمین نے اسے اُن سب کے گروپ میں ایڈ کر دیا۔۔ جس میں نبراس ارقم باسل اور وہ دونوں بھی تھیں۔ یہ انکا چیٹنگ گروپ تھا جہاں وہ لوگ اکثر بات کیا کرتے تھے۔ اب کل اسے یونی جاتے ھی نزمین سے ملنا تھا جس کا وہ وعدہ کر چکی تھی۔۔ چائے ختم کرتے اسنے فون ایک طرف رکھا اور پھر سونے کے لیے لیٹ گئی۔

نیند آرہی تھی لیکن وہ اب بھی آنکھیں کھولے کچھ سوچنے میں مصروف تھی، اور بھلا کون ہو سکتا ہے نیند سے پہلے سوچا جانے والا آخری شخص۔۔؟؟

جس نے کوئی کسی قسم کا میسج نہیں چھوڑا تھا۔۔ باوجود اس کہ کہ وہ اس دن اس سے ملنے نہیں گئی۔۔ اسنے خود بھی ابراہیم کو کوئی میسج نہیں کیا نا جانے کیوں آج اسے میسج کرنے کی کریونگ نہیں ہوئی تھی آج اسنے خود سے ابراہیم کو میسج نہیں کیا تھا حالانکہ کافی دن گزر چکے تھے اسکی آواز سنے مگر وہ سرد سی تھی بلکل چُپ کبھی کبھی کچھ جگہوں پر ہمارا سرد ہو جانا ہمارے لیے بعد میں بہتر ثابت ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی یہ ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے جو زیادہ وقت تک رہے تو تمام جذبے مٹا دیتی ہے، پیار، محبت، نفرت، اچھا، برا۔۔۔ سب ختم ہو جاتا ہے۔۔

ابھی تو شکر تھا کہ اسکا موبائل براق نے اسے دے دیا جو کہ انہیں وہاں کی تلاشی کرتے ہوئے ملا تھا وجہ اب بھی معلوم نہیں ہو سکی تھی۔۔ کہ اسے کیوں کڈنیپ کیا گیا تھا۔۔ کس نے کیا تھا۔۔ لیکن وہ بھی جلد ہی پتا چل جاتا براق جہانگیر کے اثر و سوخ تیزی سے کام کر رہے تھے۔۔

***

وہ دونوں موجودہ پتے پر کب سے کھڑی تھیں جہاں ان کے مطلوبہ شخص نے آنا تھا لیکن اب تک کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔

"وہ آئے گا نہ نایاب۔؟؟ "

اسنے امید بھری نظروں سے نایاب کو دیکھا۔۔

"ہاں۔۔اسکا آفس یہی ہے تو ضرور آئے گا۔۔"

نایاب نے ایک بار پھر گھڑی پر وقت دیکھا۔

"ہاں وہ آئے گا میرا انتظار اسے لے آئے گا۔۔"

وہ جیسے ساتھ کھڑی نایاب سے زیادہ خود کو تسلی دے رہی تھی۔۔

آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا اور اس شخص کا کوئی اتا پتہ نہ تھا وہ مایوس سی مڑی تھی جب اچانک اسے آواز سنائی دی۔۔

"وو۔۔وہ۔۔۔آگیا۔۔نایاب۔۔"

نایاب نے مڑ کر دیکھا تو وہ بے یقینی کی کیفیت میں آنکھوں کو جھپکتی بول رہی تھی۔۔سانس جیسے رُک گیا ہو، وقت تھم گیا ہو، ہوا بھی ساکت ہو گئی تھی۔۔بس وہ سامنے سے چلتا آرہا تھا۔۔اچانک اسنے اپنا دائیاں ہاتھ دل پر رکھ لیا۔۔دل جو نہایت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔جیسے اس شخص کے دیدار پر وہ اب اپنا کان مزید تیزی سے کرنے لگا تھا وہ شخص دل کا بھی پسندیدہ تھا۔۔

وہ اب مزید حسین ہو چکا تھا۔۔واقعی ہی وہ دلکش تھا دلنشین تھا اسکے دل کا مکین تھا۔۔وہ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔۔وہ اسکے پاس سے گزر چکا تھا براق جہانگیر نے ایک نگاہ بھی اس پر نہیں ڈالی تھی۔۔کافی دیر گزر چکی تھی وہ جا چکا تھا مگر وہ اب

بھی وہیں کھڑی تھی۔پتھر کی مورت بنی۔۔وہ لمحہ آکر گزر چکا تھا سالوں بعد اس شخص کا دیدار نصیب ہو چکا تھا۔

وہ لفٹ میں داخل ہوا تو اسنے محسوس کیا جیسے اسکا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ گیا۔۔یہ کیا ہو رہا تھا۔ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمکیں۔ایسی کیفیت کب ہوتی تھی بھلا پہلے اسکی۔۔؟؟

یوں لگا کوئی قریب ہے کوئی بہت اپنا کوئی دل سے جڑا شخص قریب ہے وہ لفٹ بند ہونے سے پہلے باہر نکل آیا اب وہ واپس اس جگہ یعنی مین اینٹرس پر آیا تھا جہاں سے وہ ابھی کچھ لمحے پہلے گزرا تھا۔۔مگر وہاں مخصوص لوگوں کے علاوہ کچھ بھی ایسا نہ تھا جو اسکے دل کی یہ حالت ہو چکی تھی۔۔

وہ واپس مڑ گیا۔۔کچھ دیر بعد وہ اپنے آفس میں موجود تھا گلاس وال سے باہر دیکھتا ہوا کسی گہری سوچ میں گُم تھا۔اچانک اسکے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔۔

جب وہ لفٹ میں جا رہا تھا تو اسنے کسی کو لفٹ کے بائیں جانب کھڑے دیکھا تھا چہرا نہیں دیکھا تھا مگر اسے یاد تھا کوئی کھڑا تھا وہاں اسکی جانب رُخ کیے۔۔

وہ پاس سے گزر آیا تھا چہرا نہیں دیکھ سکا تھا۔۔نہ اسنے کوشش کی تھی اب اسے یاد آ رہا تھا۔۔ابھی وہ مزید سوچتا اسکے کیبن کا دروازہ ناک کرتے مینیجر اجازت ملنے پر اندر داخل ہوا۔۔

"سر میٹنگ کے لیے آفتاب سکندر آ چکے ہیں۔۔۔آپ کا انتظار ہے۔۔" اسنے آج کی سب سے اہم میٹنگ کی اطلاع دی۔۔

تو وہ سمبھل کر اپنی ٹائی ٹھیک کرتا اسے چلنے کا حکم کرتا باہر نکل گیا۔۔
پیچھے گلاس وال سے اندر آتی دھوپ دیوار پر لگے گلِ لالہ کی پینٹنگ پر پڑتی اسے مزید دلنشین بنا رہی تھی۔۔

وہ براق جہانگیر کے آفس سے باہر تو آچکی تھی لیکن مزید ایک قدم بھی چل نہیں سکی ہمت جواب دے چکی تھی۔۔

وہ تھک گئی اندر سے باہر آنے پر نہیں بلکہ اس سفر پر چلتے چلتے جو براق جہانگیر تک جاتا تھا۔۔وہ تھک گئی خود سے بھاگتے بھاگتے کبھی کبھی انسان اپنے ارد گرد سے نہیں اپنے اعمال سے بھاگتا ہے اپنے کیے گئے گناہوں کی سزا سے تو کبھی اپنے اندر کی اس تلخ حقیقت سے جو اسے اندر ہی اندر مار رہی ہوتی ہے، وہ ہر روز مرتا ہے ہر روز جیتا ہے۔۔۔آخر تھک کر جب زندگی کے سامنے ہاتھ کھڑے کر دیے جاتے ہیں کہ اب نہیں ہے سکت اب نہیں چاہیے ہو تم تب۔۔۔اس مقام پر اچانک وہ سب ملنے لگتا ہے جس کی کبھی خواہش تھی جس کی چاہ میں زندگی کو جینے کے بجائے کوستے ہوئے گزارا۔۔اور پھر ہم خود سے بھی نظریں چرانے لگتے ہیں کیونکہ اب ہمیں زندگی چاہیے ہوتی ہے کہتے ہیں ناوقت پر ملی ہوئی چیزیں صرف تب تک اچھی ہوتی ہیں جب تک ہمیں انکی ضرورت ہوتی ہے جیسے

ہی ضرورت ختم انکی اہمیت ختم اور "اہمیت ختم تو قصہ ختم۔۔۔"لیکن زندگی ہر حال میں ضروری ہوتی ہے تب بھی جب ہم غموں کے بوجھ سے دب رہے ہوں اور تب بھی جب خوشیاں عرج پر ہوں یہ ہم ہوتے ہیں جو اس بات کو جانے بغیر کہ اگر ابھی غم ہیں تو یہ خوشیوں میں بھی تو بدلیں گے ہم کہتے ہیں اب کیا فائدہ اس زندگی کا وہ زندگی جو اتنی قیمتی ہوتی ہے اسے اپنے کچھ مایوس لمحوں کی نظر کر کے پھر خسارے لکھوا لیتے ہیں ہم۔۔ کہ ہم انسانوں کی اصلیت یہی ہے۔۔ہاں یہی سچ ہے یہی حقیقت ہے۔۔

"چلو واپس چلیں۔۔"
وہ تھکے تھکے قدموں سے نایاب کا ہاتھ تھامے آگے بڑھ گئی۔

کچھ دیر بعد وہ لوگ ٹیکسی لے کر گھر واپس آ گئیں۔ باہر پورچ میں وہ گاڑی کھڑی تھی جو نہیں ہونی چاہیے تھی یہ دیکھ کر نایاب کے اور اِسکے پسینے چھوٹ گئے۔۔

اسنے جوں ہی ہال میں پہلا قدم بڑھایا کسی کی سنجیدہ آواز نے اسکے قدم جامد کر دیے۔۔

"رُک جاؤ دونوں۔۔"
وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتیں رُک گئیں۔

"کہاں تھی تم دونوں۔۔؟؟"
دونوں چُپ رہیں۔۔ وہ انکے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔۔ نایب جو سر جھکا کر کھڑی تھی نے ساتھ کھڑی بہار کو کہنی ماری تھی۔۔

وہ بغیر کچھ بولے بس انہیں دیکھ رہا تھا۔ جب اسے اپنے کانوں میں دھیمی سی امرت گھولتی تھکی سی آواز سنائی دی۔

"ہم کچھ دیر کے لیے باہر گئے تھے بس یونہی ٹھنڈی ہوا کھانے۔۔"
بہار نے سامنے کھڑے خوبرو شخص کی جانب دیکھتے جواب دیا تو وہ لب بھینچ گیا۔۔اسکی آنکھیں جھکی ہوئیں تھی وہ اسکے چہرے کو نہیں دیکھ رہا تھا نہ دیکھتا تھا۔۔

"جنوری کی شدید ٹھنڈ میں بھی آپ کو باہر کی ٹھنڈی ہوا کھانی تھی بہار۔۔وہ بھی اس صورت میں کہ آپ ایک ہفتے سے بیمار ہیں۔۔؟؟"
وہ فکر مند تھا یا طنز کر رہا تھا وہ سمجھ نہیں سکی۔۔بس سر جھکا گئی۔۔

"بھائی وہ بہار چاہتی تھی کچھ دیر باہر سے ہو آئے گھر میں دم گھُٹ رہا تھا اسکا۔۔۔"
نایاب نے بمشکل بات سمبھالی۔۔اور وہ ایک نظر اس پر ڈالتا واپس مڑ گیا۔۔بغیر کچھ بولے بغیر کچھ سنے۔۔۔کیونکہ وہ خود معلوم کر لینے والا تھا کہ وہ دونوں کہاں

تھیں بغیر اسے بتائے بغیر کسی گارڈ کے وہ انہیں گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔۔

"بچ گئے شکر ہے اللہ کا۔۔"

نایاب شکر ادا کرتی اب صوفے پر ڈھ چکی تھی بہار نے اسے ایک نظر دیکھا پھر اندر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔

***

وہ معمول کے مطابق اپنی کلاسس لے کر کیفے میں آ بھیٹی تھی فلحال اسے زوروں سے بھوک لگ رہی تھی گھر سے ناشتہ کیے بغیر آئی تھی اور اب پیٹ میں چوہے کود رہے تھے وہ آرڈر لے کر اپنے ٹیبل پر آ گئی کھانے لگی، ایک ہاتھ میں کولڈ رنک اور دوسرے میں زنگر بر گر ابھی اسکا بر گر آدھا ہی ہوا تھا کہ اچانک

کوئی اسکے سامنے موجود چیئر پر آ بھیٹا۔۔۔ مصروف سی برگر کھاتی روداب نے جوں ہی سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو وہ باسل جہانگیر تھا۔۔

"تت۔۔ تم۔۔۔ تو۔۔"
وہ منہ میں موجود برگر کی وجہ سے بمشکل یہی کہہ سکی۔۔

"برگر کھالیں پہلے پھر مجھے بھی پہچان لیجئے گا۔۔۔"
وہ سنجیدہ آواز میں کہتا اپنے فون میں مصروف ہو چکا تھا۔۔۔

روداب نے شکر اور حیرت کی کیفیت میں اپنا آدھا برگر اور کولڈرنک ختم کیے ابھی وہ کولڈرنک کا آخری سپ لے ہی رہی تھی جب وہ سب بھی اسی ٹیبل کی جانب آتے دیکھائی دیے شاید نہیں یقیناً انہیں اسکے سامنے بھیٹے ڈیش انسان نے ہی بھلایا تھا۔۔

اسے نرمین کا چہرا دیکھ کر یاد آیا کہ اسے آج یونی میں آتے سب سے پہلے نرمین سے ملنے جانا تھا۔۔

رودابہ نے ایک غصیلی نظر سامنے بھیٹے شخص کو دیکھتے زبردستی مسکرا کر کھڑے ہوتے ان کو ہاتھ ہلایا کہ جیسے وہ انہی کا شدت سے انتظار کر رہی تھی۔۔فون میں مصروف باسل کے چہرے پر مسکراہٹ آکر غائب ہو گئی۔۔

وہ لوگ اب آکر بھیٹ چکے تھے۔۔رودابہ کے سلام کرنے پر سب نے جواب دیا تو نرمین نے اسکی جانب ناراضگی سے دیکھا۔۔

"تم مجھ سے ملنے آنے والی تھی رودابہ۔۔"
اسکی بات پر رودابہ کان پکڑ چکی تھی۔۔

"صبح سے لیکچرز تھے مجھے نہیں یاد رہا سوری پلیز۔"

اسکے اتنی مسکین شکل بنا کر کہنے پر نزمین نے اسکا گال زور سے کھینچا۔۔

"اِٹس اوکے۔۔"

وہ اسی کے کیوٹ ایسینٹ میں بولتی اسے باسل کے سامنے ہجل سا کر چکی۔۔اور اب اسکے منہ بنانے پر ہنس رہی تھی۔۔

"کچھ منگوالیں کھانے کے لیے۔۔؟؟"

ارقم نے باسل سے پوچھا تو وہ سر ہلا گیا۔۔اور وہ باقی سب بھی اسی پل باسل کے اشارہ کرنے پر لڑکا انکے لیے پہلے سے تیار کی گئی کھانے کی ٹرے لے آیا۔۔وہ سب مسکرائے ماسوائے باسل اور رودابہ کے۔۔

"لو یو میرے یار۔۔"

نبراس نے فرطِ جذبات سے نقلی آنسوں پونچھتے سب سے پہلے زنگر بر گر کی بائیٹ لی تھی۔۔باسل سر نفی میں ہلاتا اپنے کھانے کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"رودابہ تم بھی لونا۔۔۔"

زمین نے ایک بر گر اسکی جانب بڑھایا۔۔رودابہ جسکی بھوک مزید تیز ہو چکی تھی کیونکہ کچھ دیر پہلے کھایا بر گر تو باسل کو سامنے دیکھ کر اسنے مشکل سے ہی زہر مار کیا تھا۔۔

"نن۔۔۔نہیں میں کھا چکی ہوں، تم لوگ کھاؤ۔ "

اسنے جھجھک کر پلیٹ پیچھے کی تو زمین نے اسے آنکھیں دیکھائیں۔۔

"ہاں تو کیا ہوا یہ باسل کی طرف سے سمجھ کر کھالو۔۔"

اور زمین کے اس جملے پر وہ سر تیزی سے نفی میں ہلا گئی تو اب باسل بھی متوجہ ہوا تھا۔۔

"میں جانتا ہوں آپ کھا چکی ہیں لیکن پھر سے کھالیں۔۔۔مجھے برا نہیں لگے گا۔۔ "

اسنے کہ کر کاونٹر کی جانب قدم بڑھائے بل پے کر کے جب تک وہ واپس آیا وہ لوگ کھانا کھا چکے تھے۔۔

"ابھی وقت ہے نیکسٹ لیکچر میں تو کیوں نہ کچھ دیر انجوائے کیا جائے۔۔؟؟"
صنم نے ان سب کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔

"ٹھیک ہے۔۔ لیکن کوئی موسیقی سننے کا دل ہے۔۔"نبراس نے بھی حصہ ڈالا۔

"موسیقی کو چھوڑو غزل سنتے ہیں یا کوئی شعر رودابہ کی آواز بہت پیاری ہے۔۔"
نرمین نے رودابہ کو بھیچ میں گھسیٹا۔

"چلو رودابہ سناؤ۔۔"
نبراس اور ارقم نے بھی کہا تو وہ جو نہ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی ان سب کے کہنے پر مان گئی۔۔

باسل بھی سیدھا ہو بھیٹا وہ لوگ دھوپ میں بھیٹے تھے اور باسل نے سن گلاسز لگا رکھی تھیں اسکا رُخ رودابہ کی جانب تھا۔۔سب متوجہ تھے اور اسنے بولنا شروع کیا۔۔

وہی لمحے تھے، جن میں خود کو سنوارنا تھا
مگر میں تھک گیا، شاید ٹھہرنا تھا

کسی نے خواب میں پوچھا، خوشی کہاں ہے؟
جواب آیا یہی، دل کو گزارنا تھا

نہ جانے کتنا سکون چھینا تھا راتوں نے
جو ٹوٹا دل تھا، اسے بھی نکھرنا تھا

ادھورے لوگ، ادھورے ہی رہ گئے آخر

کسی کو زخم ملا، کسی کو سنبھلنا تھا

)وہ بول رہی تھی اور دل اسکے ہر لفظ کے ساتھ مزید جل رہا تھا۔(

وہ ایک شام تھی اُداس، اور بچھڑنے والا پل

کہ جس میں سب کچھ تھا، اور بکھرنا تھا

)باسل نے محسوس کیا کہ وہ پھر سے اس شام میں زندہ ہونے لگا ہو جیسے وہ پل پھر سے آنے والے ہوں(

لوگوں سے شکوے فضول ہے۔ زریون

میں یوں بھی نازک تھا، مجھے آخر بکھرنا تھا

اس کی آواز نے سکوت ساطاری کر دیا تھا، سب ہی منجمد تھے کوئی احساسِ زیاں سے تو کوئی خوفِ جفا سے کوئی اپنے جلنے کی راکھ بکھرنے پر چُپ تھا۔۔

وہ مسلسل سامنے بھیٹی رودابہ کو اپنی بلیک سن گلاسس سے دیکھ رہا تھا اسنے محسوس کیا سامنے بھیٹی لڑکی کی آنکھوں میں نمی تھی اور وہ صرف نمی نہیں تھی وہ بہت کچھ تھا۔۔ کبھی کبھی آنکھوں میں موجود آنسوں صرف ایک پانی کا قطرہ نہیں ہوتا یہ وہ جزبہ ہوتا ہے جو ہمارے اندر گھٹ رہا ہوتا ہے۔۔ یا وہ ایک سلو پوائیزن جو اندر سے ہمیں ختم کر رہا ہو۔۔

***

وہ یونیورسٹی سے آکر سویا تھا اور اب سو کر اٹھا تو کافی فریش محسوس کر رہا تھا اسنے چینج کیا پھر وہ فریش ہوتا نیچے کی جانب چل دیا۔

اسکا دل شدت سے براق کے ہاتھ کی کافی پینے کا کر رہا تھا لیکن وہ جب بھی گھر ہوتا تو باسل کے لیے کافی بنایا کرتا تھا آج دن گزر چکے تھے وہ دونوں ساتھ وقت نہیں گزار سکے۔

وہ جیسے ہی کچن میں داخل ہوا تو کوئی اسکی جانب پشت کیے کھڑا تھا۔۔اور وہ براق تھا ایک جاندار مسکراہٹ اسکے چہرے پر آٹھری۔۔

براق کافی بنا کر مڑا تو سامنے باسل کو دیکھ کر وہ رک گیا جانتا تھا اسے اب مزید ایک کپ کافی بنانی تھی باسل کے لیے نہیں۔۔۔!! اپنے لیے کیونکہ باسل اسکے ہاتھ سے کافی لے کر اب اسکی سپ لے رہا تھا۔۔

"خیریت ہے بھائی آپ کو آفس سے نکال دیا گیا کیا۔۔؟؟"
وہ اسکے اتنے دنوں بعد یوں گھر ہونے پر چوٹ کرتا بولا تو براق نے آئیبرو اچکا کر اسے دیکھا۔۔اسکے یوں دیکھنے پر وہ ہاتھ کھڑے کر گیا۔۔

"تم ٹھیک ہو اب۔۔؟؟ "

براق نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

" بلکل ٹھیک ہوں اب میں۔۔ "

وہ مسکرا کر کافی کا سپ لے رہا تھا۔

"ہاں آدھا درجن سیب جو کھائے ہیں ٹھیک تو ہونا ہی تھا۔۔ "

براق کے جملے پر باسل جو کافی کا سپ لے رہا تھا اسکی زبان جلی تھی، براق کا اشارہ کس طرف تھا وہ اچھے سے جانتا تھا۔

"بھائی۔۔ایسی کوئی بات نہیں ہے جیسا آپ سمجھ رہے ہیں۔۔۔"

اسنے ہجل سا ہوتے کہا۔

"کیا میں نے ایسا کچھ کہا۔۔؟؟ لیکن اگر تمھیں ایسا لگا تو مطلب ایسا ہی ہے۔۔"

وہ بھی اسی کا بڑا بھائی تھا۔

"تم نے اس رات لینز اتار رکھے تھے شاید اسی لیے بچت ہو گئی ورنہ۔۔۔"

وہ شاید اس موضوع پر ہی بات کرنے کے لیے آج گھر رُکا تھا باسل سمجھ گیا۔

"اور اگر نہ اتار رکھے ہوتے تو کیا ہوتا۔۔؟؟ "

وہ ساری بات جانتا تھا تو باسل نے بھی مزید سوال کیا۔

"تو کچھ، بھی ہوتا لیکن تم میرے سامنے یوں بھیٹے نہ ہوتے۔۔"

براق نے اسکو دیکھتے اپنی کافی کا سپ لیا، اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ چھپی تھی۔

"آپ کو کس نے بتایا مجھ پر رودابہ نے حملہ کیا تھا۔۔؟؟ "

اب وہ کشمکش میں سوال کر رہا تھا بھلا رودابہ کیوں بتاتی کہ اسنے ہی باسل پر حملہ کیا۔۔

"تم نے۔۔۔ "

براق تیکھا سا مسکرا کر اسکا چہرا سرخ کر گیا۔۔

"میں نے کب۔۔آپ نے یقینا اس سے پوچھا ہے۔۔"

وہ الجھ گیا، براق جہانگیر اسکا ہی بھائی تھا وہ جب جب بھولنے لگتا براق اپنے کسی نہ کسی عمل سے اسے پھر یقین دلا دیا کرتا تھا۔

"اس دن تمہارا اسکی جانب ایک نظر دیکھنا یہ بات بتا گیا کہ اس نے ہی تم پر حملہ کیا ہے دوسرا اگلے دن یونیورسٹی میں اسکے ساتھ ہونا۔۔اور اسکا تمہیں دیکھ کر گھبرا جانا۔۔"

وہ بہت سکون سے باسل کا سکون برباد کر گیا۔

"بھائی۔۔آپ مجھ پر نظر رکھوا رہے ہیں۔"

وہ بے یقین تھا۔

"ہاں۔۔سیکیورٹی کے لیے کرنا پڑتا ہے۔۔"

وہ کندھے اچکا گیا۔۔

"سیکیوریٹی کس لیے۔۔مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے بھائی۔۔"

وہ اس فیصلے سے غیر متفق تھا۔

"سیکیوریٹی آج ہی رکھی صرف یہ جاننے کے لیے کہ تمہیں کوئی خطرہ تو نہیں ہے لیکن اب مجھے علم ہے تمہیں کسی سے خطرہ نہیں ہے سوائے۔۔"

وہ کچھ کہتا کہتا چپ ہو گیا۔

"سوائے۔۔؟؟"

باسل نے دائیں آئیبر واچکائی۔

"سوائے رودابہ جمشید کے تمہیں کسی سے خطرہ نہیں ہے۔"

براق جہانگیر نے بات مکمل کی اور پھر کافی کا آخری سپ لیتا کھڑا ہوا۔

"وہ چھوٹی سی لڑکی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی بھائی۔۔"

باسل نے سر جھٹکا۔

"اتنا یقین ہے تمہیں کیا پہلا حملہ بھول گئے ہو۔۔؟؟"

براق جاندار سا مسکرایا اسے باسل جہانگیر کو اپنی باتوں سے ہجل کرنا پسند تھا۔

جواب میں باسل کچھ کہے بغیر سر نفی میں ہلا یا۔۔

"آپ آفس میں ہی اچھے لگتے ہیں بھائی۔۔"
اور یہ کہ کر وہ باہر نکل چکا تھا پیچھے براق کا قہقہ گھونجا اور سیڑھیاں چڑھتے باسل کا چہرا مزید سرخ پڑا تھا۔۔

***

"بھائی کہاں ہیں بہار۔۔؟؟"
نرمین نے اسکے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آتے پوچھا اور وہ جو لیپٹاپ پر کچھ سرچ کر رہی تھی بری طرح ڈرتی اچھلی۔۔

"مجھے نہیں پتا۔۔"

نرمین کو گھور کر جواب دیتی وہ لیپ ٹاپ بند کر چکی تھی۔

"تم کیا کر رہی ہو۔۔؟؟"

نرمین نے پھر پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں۔۔نئے کولیکشن کی ڈیٹیلز دیکھ رہی تھی۔۔"

وہ سرسری سا بتاتی اب اٹھ کھڑی ہوئی

"مجھے ایک ڈریس چاہیے میری ایک دوست کے لیے۔۔ "

نرمین نے اسے کہا۔

"ٹھیک ہے تم کل بوتیک پر آکر پسند کر کے لے جانا۔۔"

بہار اسے جواب دینے کے بعد اپنی چادر نکالنے لگی۔۔

"تم کہیں جا رہی ہو۔۔؟؟"

زمین نے پھر پوچھا تو وہ مڑی۔

"بوتیک جانا ہے۔۔"

یہ کہہ کر وہ خود پر چادر درست کرتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

پیچھے کھڑی زمین نے بہار کا لیپ ٹاپ دیکھا جس پر وہ کچھ دیر پہلے فیس بک کھولے بھیٹی تھی اور اس سے کہہ رہی تھی کہ ڈیٹیلز دیکھ رہی ہوں۔۔

وہ آگے بڑھی اور اسنے لیپ ٹاپ آن کیا لیپ ٹاپ آن ہو گیا لیکن اس پر پاسورڈ تھا جسکے بارے میں اسے کوئی علم نہیں تھا وہ لب بھینچ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔۔اور اگلے لمحے کمرے سے باہر نکل گئی۔۔

وہ بوتیک پر پہنچی اور اپنے کیبن میں چلی گئی یہ اسکا اپنا بوتیک تھا اور وہ ایک فیشن ڈیزائنر تھی۔۔

شہر کی مشہور ڈیزائنر جسکے ڈریسسز ہر جگہ مشہور تھے۔۔یہی اسکا پیشن تھا یہی اسکی دنیا۔۔

بہار صرف ایک نام نہیں تھا، یہ اسکی پہچان تھا۔۔وہ پہچان جس نے اسے دنیا سے چھپا دیا تھا۔۔

اسنے کچھ ضروری فائیلز ریڈ کرنے کے بعد مینیجر کو بھلا کر وہ فائیلز دیں اور پھر تقریبا دو گھنٹے بعد اٹھ کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔

اسے اب گھر جانا تھا پہلے پہل وہ بوتیک میں ہی سارا سارا دن گزار دیا کرتی لیکن پھر جب سب سیٹل ہو گیا تو اب وہ بس کبھی کبھی سب دیکھنے چلی آیا کرتی تھی۔۔ کام پہلے سے زیادہ بڑھ گیا تھا اور اسنے ورکرز کی تعداد بڑھا دی۔۔

اب دل تنگ پڑتا تھا کہیں آنے اور جانے سے وہ صرف گھر میں ہی رہنا چاہتی تھی پہلے پہل یہ سب اسے گزرے حادثوں سے نکالنے میں مدد کرتا تھا لیکن اب وہ جب یوز ٹو ہو چکی تھی تو گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا آج بھی وہ تقریبا دو ہفتوں بعد بوتیک آئی تھی۔۔

واپس کا سفر اسنے آنکھیں موندھے گزارا۔۔ آج ماضی ذہن کی یادوں پر تیزی سے دستک دے رہا تھا آج وہ سوچوں کو جھٹک نہیں پا رہی تھی اس لیے اسنے آج پانچ سال بعد شمروز کا فیس بک اکاونٹ سرچ کیا جو بہت کوشش کے بعد بھی سامنے نہیں آیا تھا۔۔

آج دل نے شدت سے دعا کی تھی کسی اپنے کو دیکھنے کی کسی اپنے کی آواز سننے کی کسی اپنے کی خوشبو محسوس کرنے کی۔۔

وہ سوچوں میں ہی گم تھی کہ ڈرائیور نے گاڑی پیٹرول پمپ پر روکی اسی پل اسنے اپنے دائیں جانب باہر کی جانب دیکھا جہاں ایک بچہ گجرے بیچ رہا تھا۔۔

وہ اسے اپنی جانب متوجہ دیکھ کر اسکی گاڑی کے قریب چلا آیا۔۔

"باجی گجرے لے لو۔۔"
وہ چھوٹا بچہ اسے دیکھتا دو گجرے اسکی جانب بڑھاتا بولا وہ چپ رہی بغیر کوئی جواب دیے وہ بچے کے ہاتھ میں پکڑے سرخ پھولوں کے گجرے دیکھ رہ تھی۔۔

"باجی گجرے لے لو۔ تمہاری خالی کلائیوں پر اچھے لگیں گے۔۔"

وہ بچہ پھر سے التجا کر رہا تھا اور ایسا ہی ایک جملہ دور کہیں ماضی میں سنائی دیا تھا اسے۔۔

"تمہاری کلائیاں گجروں کی خوبصورتی کو بڑھا دیتی ہیں۔۔گلؑ۔۔"
کوئی اسکی کلائیوں پر جھک کر گجرے باندھتا کہ رہا تھا۔

اسنے بیگ سے پانچ سو کا نوٹ نکال کر کھڑی سی جھانکتے بچے کی جانب بڑھایا اسی پل ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کی اور اس بچے نے گجرے اسکی گود میں پھینک دیے۔

"باجی چینج نہیں ہے۔۔"
وہ گاڑی کو چلتا دیکھ کر تڑپتا بولا اسے لگا وہ پیسے واپس لے لے گی۔۔

"رکھ لو تم۔۔ "

اسکی نرم روندھی ہوئی آواز پر بچہ رُک گیا۔۔اور ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

اب وہ اپنی گود میں پڑے ان گجروں کو خوف سے دیکھ رہی تھی۔۔یوں جیسے وہ آسیب لے آئے ہوں۔۔اور واقعے ہی وہ گجرے آسیب لے آئے،ایک قطرہ اسکی آنکھ سے نکل کر سرخ گلابوں پر گرا۔۔۔پھر دوسرا اور پھر تیسرا۔۔اور یک دم وہ شدت سے رو دی۔۔۔منہ پر ہاتھ رکھے اسنے اپنی سسکیاں روکی تھیں۔

اسکی گود میں پڑے گجرے اسے اس شخص کی یاد دلا گئے تھے۔۔یا اسے اسکی اپنی خوشیوں کی داستان سنا گئے تھے جواب نہیں تھیں،جہاں اب سکوت تھا گہرا سکوت۔۔کیونکہ یہ ایک بابِ سکوت تھا۔۔۔سکوت کا دروازہ جہاں دل خواہشیں تو کرتا تھا لیکن ہنسنے کی نہیں خوشیوں کی نہیں،ان لمحوں کی واپسی کی جو گزر گئے جو زندگی تھے،سزائوں کی خواہشیں وہ سزائیں جو اسکے اپنے کیے گئے

اعمال کی تھیں یا خود کو خود ہی خوشیوں کے گھر سے بے گھر کرنے کی سزائیں۔۔یہ سزائیں کب تک سہنی تھیں۔۔؟؟

***

اس دن پھوپھو گھر آئیں تو وہ ان سے اچھے سے ملی اب وہ انتظار میں تھی کہ کب پھوپھو شادی کی بات کریں کھانا وغیرہ کھا کر آخر پھوپھو نے وہ موضوع چھیڑ ہی لیا جسکا اسے انتظار تھا۔۔

"میں آنے سے پہلے کال کر کے آئی تھی تم اب بتا دو کہ کب شادی رکھیں۔۔" وہ جمشید صاحب کو کہتی رودابہ کو پیار سے اپنے ساتھ لگا گئیں۔

جمشید صاحب نے رودابہ کو دیکھا جو چُپ تھی، بلکہ آج وہ اتنی دیر سے نویرا بیگم کے ساتھ بھیٹی تھی اور کافی کفرٹیبل بھی تھی۔۔

"آپا۔۔۔دو ہفتوں بعد رودابہ کے پیپرز شروع ہو رہے ہیں انکے ختم ہوتے ہی۔۔۔"

ابھی انکی بات مکمل ہوئی ہی نہیں تھی کہ نویرا بیگم بول پڑیں۔۔

"اس بار کوئی آگے پیچھے نہیں ٹھیک سے فائینل بات بتاؤ جمشید ہر بار تم یوں ہی کہتے ہو۔۔"

انکی بات پر جمشید صاحب ایک لمبی سانس بھرتے چپ ہو گئے لمحہ بھر کی دیر کے بعد انہوں نے رودابہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔

"میرے پیپرز کے بعد رکھ لیں۔۔۔مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔"

اسکے یہ بولتے ہی نویرا بیگم نے خوشی سے اسکا ماتھا چوم لیا تھا۔

"میری بچی پھوپھو صدقے جائے۔"

اسکے بعد اب وہ اپنے پرس سے ہزار ہزار کے کئی نوٹ نکال کر اسکی گود میں رکھ گئیں۔۔

"اگلی بار سیدھا تاریخ لینے آئوں گی۔۔"
پھر وہ اٹھتی سلام کرتی باہر نکل گئیں۔۔رودابہ نے ایک نظر جمشید صاحب کو دیکھا پھر انکے پاس آکر انکے سینے سے لگ گئی۔۔

بابا فکر نہیں کریں۔۔مجھے اعتراض نہیں ہے۔۔(اب کسی بات پر اعتراض کرنا بنتا ہی نہیں ہے۔) "

یہ کہ کر وہ اپنے کمرے کی جانب چلی گئی پیچھے بھیٹی خدیجہ اور اسکی امی نے اب جمشید صاحب کی جانب دیکھا جو کہ ہاتھ کھڑے کرتے اٹھ کھڑے ہوئے۔صاف اشارہ تھا کہ وہ اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتے۔۔

وہ کمرے میں آکر بیڈ پر ڈھ گئی۔۔

وہ اپنے بابا کے شفقت بھرے چہرے کو دیکھ کر انکار نہیں کر سکی تھی کیونکہ جانتی تھی جاسم خان اس رشتے کو نبھانہ نہیں چاہتا اور وہ جلد یا بدیر خود ہی انکار کر دیتا۔۔اور اسے کوئی افسوس نہیں ہوتا، وہ نہ ہی پریشان تھی یہ سوچ کر کہ وہ اسے ریجیکٹ کر دے گا یا پھوپھو کیا سوچیئں گی۔۔۔وہ یہ سب سوچنا بھول چکی تھی۔۔اسے بس یاد تھا کہ آج اسکی پھوپھو شادی کا کہ کر چلی گیئں تھیں اگلی بار وہ تاریخ لینے آنے والی تھیں۔۔اور وہ اب تک اس شخص کی غم سے باہر ہی نہیں نکل سکی تھی جس کے ساتھ گھر بسانے کا خواب دیکھا تھا جس کے نام کی مہندی لگوانے کی چاہ کی تھی۔۔

وہ شخص کہاں تھا۔۔؟؟

وہ کیوں نہیں تھا

اسے ہونا چاہیے تھا

اسے اپنا وعدہ نبھانا چاہیے تھے

اسے آنا چاہیے تھا

وہ تعبیر جو نامکمل تھی

اسکے خواب کو پورا ہونا چاہیے تھا

وہ آنے کا کہہ کر نہیں آیا تھا

وہ جھوٹ تھا یا کوئی خواب

حقیقت ہونا چاہیے تھا۔۔

کچھ پل ہی سہی مگر سچا

محسوس ہونا چاہیے تھا

وہ ایک دم کچھ یاد کرتی رو دی۔۔۔

یہ تھی اسکی محبت۔۔ وہ جو شاید کبھی اسکی نہیں ہونے والی تھی محبت کو کھو دینے کا احساس اسکے جذبات کو منجمد کر گیا اسے اچھا برا کچھ بھی محسوس ہونا بند ہو گیا سوائے اس کہ کے اب وہ شخص اسکا نہیں ہو سکے گا کبھی۔۔

اسے کل رات آنے والی وہ آخری فون کال یاد آئی جو اس سے سب چھین لے گئی۔۔ اسکے پسندیدہ شخص کے لفظ اسکی مسکراہٹ ختم کر گئے۔۔

"آپ کہاں چلے گئے ہیں۔۔؟؟ کیوں اتنے کم میسر ہیں مجھے۔۔؟؟"
وہ آسودہ لہجے مین پوچھ رہی تھی۔

"میں آپکے پاس ہی ہوں۔۔ کہیں نہیں گیا۔۔۔"
وہ کہہ رہا تھا اور رودابہ سر جھکا گئی۔۔ کاش وہ اسے بتا سکتی کہ وہ کتنا دور چلا گیا ہے اس سے۔۔۔

"اچھا۔۔"

وہ بس یہی کہ سکی۔۔

"کیوں اتنا سوچتی ہو۔؟؟ کیا ہو گیا ہے۔۔ "

اسنے پھر پوچھا تو وہ بس چپ رہی کوئی جواب تھا ہی نہیں تھا،

"بولیں نا۔؟؟"

وہ کہنا چاہتی تھی کہ مجھے سینے سے لگا لو کوئی سوال نہ کرو۔۔مت الجھو مجھ سے، بغیر کچھ کہے بغیر کچھ پوچھے۔۔۔مجھے تھام لو لیکن وہ نہیں کہ سکی۔۔کچھ تھا جو اس کے اندر ٹوٹ گیا تھا، کچھ تھا جو بری طرح بکھرا تھا۔۔

وہ ابراہیم کو نہیں بتا سکی تھی کہ اسنے کیا کر دیا تھا۔۔کیا چھین لیا تھا روادبہ جمشید سے۔۔۔لوگ اچانک بہت اچانک کچھ ایسا کر دیتے ہیں کہ پھر ان سے شکوہ بھی کرنے کا دل نہیں کرتا۔۔۔وہ ہم سے ہمارا کمفرٹ چھین لیتے ہیں اور پھر ہم کبھی

ان کے لیے وہ محسوس نہیں کر پاتے جو کبھی کرتے تھے، جذبے سرد پڑ جاتے ہیں، دل ایک بار ٹوٹ جائیں تو پھر نہیں جُڑا کرتے چاہے پھر قربانیاں دے دی جائیں یا زندگیاں۔۔

وہ اس سے لڑنا چاہتی تھی لیکن لڑ نہیں سکی تھی ایک فاصلہ تھا جو اس نے اپنے اور ابرہیم کے درمیان محسوس کیا تھا اور یہ تکلیف دہ تھا۔۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے دیر تک۔۔"
اسنے اس خواہش کا اظہار کیا جو وہ عرصے سے چاہتی تھی۔۔

یہ آواز تو رزق تھی اور ایک عرصے سے وہ فاقوں سے مر رہی تھی اور اب یہ نوبت تھی کہ اسنے پیٹ پر پتھر باندھ لیے تھے لیکن کھانے کو دیکھ کر عرصے سے فاقے کرتے انسان کا کیا حال ہوتا ہے یہ تو وہی جان سکتا ہے جس نے یہ محسوس کیا ہو۔۔۔ جس نے سہا ہو۔۔

ابراہیم خاموش رہے۔۔

"تو کریں نا بات۔۔میں ادھر ہی ہوں۔۔چندا۔"
اب وہ بہت پیار سے کہہ رہے تھے اور یہ وہ لہجہ تھا جو اسے زندگی کو محسوس کرواتا تھا ایک خوبصورت احساس کی طرح۔۔وہ کھل اٹھتی تھی لیکن آج وہ مزید مرجھا گئی تھی یہ شخص اسے صبر کے پتھر تلے کچل رہا تھا۔

"آپ مجھ سے دیر تک بات کریں گے۔۔آج۔۔؟؟"
وہ کسی امید کے تحت آنکھوں میں جگنو لیے پوچھ رہی تھی۔۔وہ مان جاتا تو رودابہ جمشید کو زندگی مل جاتی۔۔اسے یقین ہو جاتا کہ ابراہیم خٹک نے واقعی ہی محبت کی ہے۔۔

"جی میں آپ کے پاس ہوں۔۔کہیں جو کہنا ہے۔۔"

وہ لہجہ ناز اٹھانے والا تھا۔

"کوئی شعر سنائیں۔۔"

اسے ابراہیم سے شاعری سننا پسند تھا۔

دیکھو مجھے اب میری جگہ سے نہ ہلانا پھر تم مجھے ترتیب سے رکھ کر نہیں جاتے

سنو تم مجھے حیرت زدہ آنکھوں سے نہ دیکھو
کچھ لوگ سنبھل جاتے ہیں سب مر نہیں جاتے

دلکش آواز اور گمبھیر لہجے میں پڑھا گیا وہ شعر واقعے ہی اسے اچھا لگا وہ کچھ پل تک خاموش رہی، وہ کہنا چاہتی تھی کہ "آپ کی آواز اس کرہِ ارض پر میری پسندیدہ ساونڈز میں سے ایک ہے۔"

"آج چاند مکمل ھے۔۔"

ابراہیم نے اسے کہتے سُنا۔

"ہاں۔۔ لیکن مجھے نظر نہیں آرہا۔"

وہ دھیمہ سا شوخی بھرا لہجہ لیے ڈولے تو رودابہ نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔۔

"سامنے آسمان پر ہی تو ہے۔۔"

"لیکن میرا چاند تو فون کے اس پار ہے۔۔ جسکی نہ تصویر اور نہ ہی آواز ٹھیک سے آرہی ہے۔"

وہ سگنلز کے کٹنے پر بولے۔

روودابہ بے اختیار ہنس دی۔۔اسکے گال لال ہوئے تھے۔۔

"ہنہہ۔"

وہ ناک چڑھا کر آنکھیں پھیر گئی۔

اسکے ہنہہ کہنے پر ابراہیم نے دل پر ہاتھ رکھا تھا

"کیا کہا۔۔؟؟"

انہوں نے پھر پوچھا۔

"ہنہہ۔۔"

اسنے پھر وہی خرکت کی تو وہ بے اختیار ہنس دیے۔۔

"یہ جو تمہارا ہنہہ ہے ناپسند آگیا ہے مجھے۔۔۔"

رودابہ کی آنکھوں کی تازگی لوٹ آئی، وہ پھر سے ہنس دی۔

"پھر سے کرو۔۔"

انہوں نے کہا تو وہ پھر سے ناک منہ چڑھا گئی۔۔

"ہنہہ۔۔"

اس بار ابراہیم کے دل نے خواہش کی کہ رودابہ انکے سامنے ہو اور وہ اسکے چہرے کے یہ عجیب و غریب تاثرات دیکھ سکیں۔

ابھی وہ مزید کچھ کہتی کہ اچانک ابراہیم کو کسی کی کال آنے لگی۔

"چندا۔۔ایک منٹ ہولڈ کرو میں کال سُن لوں۔"

انکے کہنے پر وہ موبائل کو چہرے سے دور کر گئ

تین منٹ بعد کال ختم ہوگئی تو وہ پھر سے موبائل کو اپنی سماعتوں سے لگاتے انکی جانب متوجہ ہوئی۔

"ایک کام آگیا ہے مجھے جانا ہوگا۔۔"
وہ کہہ رہے تھے اور اسکا وہ خوف جو پچھلے کچھ پلوں میں کہین جا سویا تھا پھر سے جاگ گیا۔۔

آنکھوں کی چمک غائب ہوگئی، یہ شخص مکمل میسر کیوں نہیں ہوتا تھا اسے۔۔؟؟
دل میں تکلیف ہوئی تھی کاش کہ وہ کہتا میں نہیں جارہا۔۔ لیکن اسنے نہیں کہا تھا۔

وہ ایک پل تک اسکے جواب کا انتظار کرتے رہے پھر بولے۔۔

"میں آپکو دوبارہ کال لوں گا۔۔ اٹھالیجئے گا۔۔ "

انکی بات سُنتی وہ سر نفی میں ہلا گئی۔۔ جیسے اسے یقین تھا کہ وہ کال کبھی نہیں آئے گی۔۔

"مت جائیں۔۔"

وہ بس یہی کہہ سکی۔۔

"جلدی فری ہو کر کال کرتا ہوں۔۔"

"نن۔۔ نہیں۔۔ میں بات ہی نہیں کروں گی آپ ہمیشہ ایسے ہی کہتے ہیں۔۔"

وہ تڑپی تھی۔

"یقین نہیں ہے مجھ پر۔۔؟؟"

انہوں نے سوال کیا تو وہ ایک پل کو خاموش ہو گئی۔۔

"یقین ہے لیکن اپنی قسمت پر نہیں۔۔آپ۔۔آپ اپنی مرضی کے مالک ہے میری پرواہ نہیں کرتے۔۔میں چلی جائوں گی۔۔تو دوبارہ نہیں آئوں گی ۔۔۔کبھی بات نہیں کروں گی۔۔۔"

وہ تیز تیز بول رہی تھی آواز کانپنے لگی تھی۔۔اسے پتا تھا وہ اچانک کال کاٹ دے گا۔۔وہ آخری بار کوشش کرنا چاہتی تھی اسے آخری بار سب کہنا چاہتی تھی۔۔شاید کہ وہ مان جاتا۔۔اگر آج ابراھیم خٹک چلا جاتا تو رودابہ جمشید کو کھو دیتا۔۔

"ریلیکس۔۔ریلیکس۔میں کال کرلوں گا اور آپ کہیں نہیں جائیں گی۔۔"

"میں چلی جائوں گی۔۔"

وہ رُندھی ہوئی آواز میں بول رہی تھی۔۔

"آپ جا ہی نہیں سکتیں آپ کیسے جائیں گی۔۔"

انکے یقین پر وہ بے اختیار روتی ہنس دی۔۔

"خدا حافظ۔۔۔اپنا خیال رکھنا۔۔"

یہ کہ کر انہوں نے ایک گہرا سانس بھرتے کال کاٹ دی۔۔

اسنے یہ سب سوچتے آنکھیں مونده لیں۔۔یہ کل رات کا منظر اسے عمر بھر یاد رہنا تھا کچھ منظر اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ عمر بھر آنکھوں کی چوکھٹ پر دھرے رہتے ہیں وہ کبھی نہیں بھولتے۔۔

...

ہر ظلم ترا یاد ہے بھولا تو نہیں ہوں
اے وعدہ فراموش میں تجھ سا تو نہیں ہوں

اے وقت مٹانا مجھے آسان نہیں ہے

انساں ہوں کوئی نقش کف پا تو نہیں ہوں

چپ چاپ سہی مصلحتاً وقت کے ہاتھوں
مجبور سہی وقت سے ہارا تو نہیں ہوں

یہ دن تو مجھے ان کے تغافل نے دکھائے
میں گردش دوراں ترا مارا تو نہیں ہوں

ان کے لیے لڑ جاؤں گا تقدیر میں تجھ سے
حالانکہ کبھی تجھ سے میں الجھا تو نہیں ہوں

ساحل پہ کھڑے ہو تمہیں کیا غم چلے جانا
میں ڈوب رہا ہوں ابھی ڈوبا تو نہیں ہوں

کیوں شور بپا ہے ذرا دیکھو تو نکل کر
میں اس کی گلی سے ابھی گزرا تو نہیں ہوں

مضطر مجھے کیوں دیکھتا رہتا ہے زمانہ
دیوانہ سہی ان کا تماشا تو نہیں ہوں

آفتاب مضطر

***

# *بابِ سکوت*

# *از قلم مریم راجپوت*

## Episode No.5

دو دن رہ گئے تھے اور ایگزیمز کی تیاریاں زور و شور سے چل رہی تھیں، سارا سال جہاں سٹوڈنٹس پڑھائی کو ایک طرف رکھتے تھے اور تفریح کو ترجیح دیتے تھے۔۔۔اب کتابیں، نوٹس، رجسٹرز اٹھائے اِدھر اُدھر گھومتے کوئی نہ کوئی کونہ ڈھونڈ رہے تھے تیاری کے لیے۔۔

کوئی لائبریری میں تھا تو کوئی کہیں بیٹھا ہاتھوں میں کتاب دھرے مسلسل سر ہلاتا وہ کونسیپٹ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا جس کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ وہ کرلیں گے۔۔۔اور اب لینے کے دینے پڑ چکے تھے۔۔

ایسے میں ایک واحد گروپ ایسا تھا جو یقیناً سکون کی گولیاں کھا کر کینٹین میں ایسے بھیٹا تھا جیسے کہ ایگزیمز سے دور دور تک انکا کوئی لینا دینا ہی نہیں ہے۔۔

باسل آنکھوں پر سن گلاسسز لگائے ایک چیئر کی ٹیک پر سر ٹکائے دوسری چیئر پر پاؤں رکھے لیٹا تھا، نبر اس کوئی ویڈیو دیکھتا ہنس رہا تھا۔۔

ارقم کسی کلاس فیلو کو کوئی ٹاپک سمجھا رہا تھا زمین اور صنم کسی برینڈ کے متعلق گفتگو میں مصروف تھیں۔۔اسی لمحے کوئی پریشان سا تیز تیز قدم اٹھاتا کینٹین میں داخل ہوا تھا۔۔

ہاتھوں میں رجسٹرز، آدھے ادھورے نوٹس اور کندھے پر بیگ لٹکائے اسکا چہرہ یوں سرخ تھا جیسے ابھی کوئی بات پوچھے گا اور وہ رو دے گی۔۔

آخر اسنے ان کے ٹیبل پر آکر ایک جھٹکے سے بیگ اتار کر ایک چئیر پر رکھا پھر رجسٹر اور نوٹس پھینکے اور دھپ سے وہ خود بھی بھیٹتی آنکھوں پر ہاتھ رکھ چکی تھی۔۔

صنم اور نرمین نے پہلے ایک دوسرے کو دیکھا پھر سر ہاتھوں میں گرائے بھیٹی رودابہ کو۔۔۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟؟"

نرمین نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے سوال کیا تو جیسے اسکی بس ہو گئی۔۔

آنکھوں سے ٹپ ٹپ کر کے آنسوں بہنے لگے تھے وہ رجسٹر کی جانب اشارہ کر گئی۔۔

ان دونوں نے بھی اس طرف دیکھا تو اسکا رجسٹر بھیگا ہوا تھا ساتھ نوٹس کی بھی یہی حالت تھی۔۔

"یہ کس نے کیا۔۔؟؟"
ارقم نے حیرت سے اس جانب متوجہ ہوتے پوچھا۔

"وہ۔۔۔ غلطی سے میرا ہاتھ لگا تو یہ۔۔۔"
وہ بات مکمل نہیں کر سکی تھی۔۔

"میں یہ کیسے کروں گی۔۔؟؟"
وہ واقعے ہی پریشان تھی۔۔

اسکی رُوندھی ہوئی آواز جب کچھ قدم کے فاصلے پر بھیٹے باسل جہانگیر کی سماعتوں سے ٹکرائی تو وہ یک دم سیدھا ہو بھیٹا۔

"میرے بلکہ ہم چاروں کے یہ سبجیکٹس نہیں ہیں۔۔ورنہ ہم تمہاری مدد ضرور کردیتے۔۔۔"

نرمین نے افسوس سے کہا اور رودابہ کے آنسوں مزید تیز ہو گئے۔۔

"میں فیل ہو جائوں گی۔۔مجھے اپنے کونسیپٹس بھی بھول گئے ہیں۔۔"

اسکی بھیگی آواز پاس بھیٹے بیگانے سے وجود کو بری طرح ڈسٹرب کرچکی تھی۔۔

اسنے اس پل روتی ہوئی رودابہ کو دیکھا پھر وہ اپنا موبائل پاکٹ میں رکھتے اسکے چہرے پر مزید ایک نظر ڈالتا اسکے یوں بچوں کی طرح رونے پر اپنے چہرے پر جان بوجھ کر ناپسندیدہ تاثرات لے آیا تھا۔۔۔

"ایک تو یہ لڑکی روتی بہت ہے۔۔"

اسنے سوچتے دوبارہ اسکی جانب دیکھا اور ارقم کو دیکھتے رودابہ سے سوال کیا۔

"کون سے سبجیکٹس ہیں۔۔؟؟"

وہ جو گُم سُم سی بھیٹی ہوئی تھی نرمین کے ٹھوکہ مارنے اچانک چونک کر اسکی جانب متوجہ ہوئی۔۔

صنم اور باقی سب نے بھی باسل کو حیرت سے دیکھا وہ ایسے معاملات میں ہمیشہ سے لاتعلق رہتا تھا اسے ایسے سو کالڈ فلاحی کاموں سے چڑ تھی۔۔

"محترمہ آپ سے ہی پوچھ رہا ہوں۔۔"
وہ اب باقائدہ رودابہ کو دیکھ کر کہہ رہا تھا۔

اسنے آنکھیں جھپکتے تیزے سے اپنے سبجیکٹس بتائے تو وہ سر ہلا گیا۔۔

"میں کروادیتا ہوں آپکے کونسیپٹس کلیر۔۔"

اسکا یہ کہنا تھا کہ جیسے ہاں بیٹھے باقی چاروں کو ایک سو والٹ کا جھٹکا لگا تھا۔۔

"وہ رودابہ کے لیے اتنا مہربان کیوں ہو رہا تھا۔۔؟؟"

"تم نے کب سے فلاحی کام کرنے شروع کر دیئے۔۔؟؟"

ارقم نے تنز کیا تو وہ اس پر ایک نظر ڈالتا اپنے فون سے کسی کو کال کرنے لگا تھا۔۔

تقریبا آدھے گھنٹے بعد وہ رودابہ کے حوالے اپنے نوٹس کرنے کے بعد اب اسے سمجھا رہا تھا اور اسنے سب کچھ سمجھانے کے بجائے صرف ضروری ٹاپکس ہی سمجھائے تھے۔۔

رودابہ نے ایک نظر اسکی آنکھوں کو دیکھا جو مصروف سی رجسٹر پر لکھے ہوئے کی جانب متوجہ تھیں۔۔

ان آنکھوں کا رنگ آج ہلکا براؤن تھا۔۔

"وہ لینز میں اچھا نہیں لگتا تھا۔۔"

اسنے بے اختیار سوچا۔۔

ابھی وہ مزید اسکی آنکھوں پر کوئی رائے کرتی باسل کی آنکھیں اس کی آنکھوں سے ٹکرائی تھیں ایک پل کو وہ انکی جانب دیکھتی رہی پھر وہ چونکتی بے اختیار آنکھیں زور سے میچ گئی تھی کہ اسکی یہ حرکت اسے معلوم نہیں ہونی چاہیے تھی۔۔

اسنے محسوس کیا وہ لینز کے پیچھے چھپی ہیٹرو کرومیٹک آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔۔وہ اسکی اس حرکت پر لطف اندوز ہوئی تھیں۔

***

وہ اپنے آفس میں بیٹھا کوئی فائل ریڈ کر رہا تھا جب کچھ دیر بعد اس نے ایک گہرا سانس لیتے فائل بند کی اور پھر آنکھیں موندھ گیا۔۔

کچھ لمحے خاموشی سے سرک گئے تو اسنے آنکھیں کھول لیں۔۔اور آنکھیں کھولتے ہی اسکی نظر سامنے موجود وال پر لگی گلِ لالہ کی پینٹنگ پر گئیں تھیں۔

اسکے چہرے پر ایک سایہ سا آکر گزر گیا۔۔۔کچھ یادیں سائیوں کی طرح ہوتی ہیں موت تک ساتھ رہتی ہیں اور شاید یادوں سے بھی زیادہ وفادار کوئی جذبہ نہیں ہوتا۔۔لوگ رہیں نہ رہیں یہ رہتی ہیں، غم رہیں نہ رہیں یہ رہتی ہیں، ہم رہیں نہ رہیں یہ ہمیشہ رہتی ہیں۔۔

وہ ناچاہتے ہوئے بھی ماضی کی کسی نہ کسی یاد میں بھٹک جایا کرتا تھا پانچ سال سے یادیں اور ان سے ملے زخم ہی تو تھے جو اسے کچھ بھی بھولنے نہیں دیتے تھے۔۔

اسے یاد آیا جب اس بار وہ برازیل گیا تھا تو ندا بیمار تھیں ۔۔اور شمروز وہ تو چار ماہ سے گھر نہیں آیا تھا وہ کہاں تھا کچھ علم نہیں ہو سکا۔۔چاچو سے بھی اسنے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ بھی اس بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔۔

وہ نداجہانگیر سے ناراض نہیں تھا بس وہ خود کو ان سے نظریں ملانے کے قابل نہیں سمجھتا تھا۔۔

وہ جانتا تھا ندا کو لگتا ہے کہ وہ خفا ہو کر چلا گیا ہے لیکن حقیقت تو بُراق جہانگیر ہی جانتا تھا۔۔

اب جب ندا کو ان کی ضرورت تھی اور شمروز بھی نہیں تھا تو اسے لگ رہا تھا کہ اسے نداجہانگیر کے پاس جانا چاہیے۔۔

وہ اکیلی تھیں۔۔ کچھ دن پہلے جب اسے چاچو کی کال آئی تھی تو وہ بتا رہے تھے ندا ٹھیک نہیں تھی وہ اب ٹھیک ہونے کے بجائے دن بہ دن کمزور ہو رہی تھیں۔۔

پچھلے پانچ سال جس حال میں گزرے تھے سو گزرے تھے لیکن اب۔۔اب وہ تھک چکی تھیں۔۔

اسکے سینے میں دھڑکتا دل اسے کہہ رہا تھا کہ وہ ندا جہانگیر کو اپنے پاس پاکستان لے آئے لیکن دماغ وہ کہتا تھا کہ تم اس ماں سے کیسے نظریں ملاؤ گے جس کی بیٹی کی تم حفاظت نہیں کر سکے تھے۔۔

وہ اسی کشمکش میں تھا کاش کہ اسے جلد ہی حل مل جاتا ورنہ پھر جب کاش کاش ہی رہ جائیں تو عمر بھر ہم انہی خواہشات کی قید میں رہ جاتے ہیں۔

وہ ایک بار پھر ماضی میں چلا گیا تھا۔۔ایک بار پھر ماضی سامنے آ کھڑا ہوا تھا اور براق جہانگیر خود کو وہ پل پھر سے سوچنے سے روک نہیں سکا تھا۔۔وہ جب زندگی حسین تھی وہ جب مسکراہٹیں زندہ تھیں۔۔وہ جب سب ساتھ تھے۔۔

وہ پھر آج پانچ سال پہلے کے منظر میں چلا گیا تھا۔۔

اس دن رات کو ندا کے اس سے سب شئیر کرنے کے بعد اسنے جب اگلے دن خود محسوس کیا تو وہ نا جانے کیوں کچھ بھی ایسا نہیں دیکھ سکا کہ جس سے ندا جہانگیر کی کسی بھی بات کو درست مانا جاتا۔۔اور پھر وہ خود کی اس حرکت پر شرمندہ ہوا تھا کہ اسنے کیا سوچ کر ایسا سوچا بھی۔۔وہ اسکی گلؕ تھی اور اسکی گلؕ ایسی نہیں تھی۔۔

اس بات کو کافی دن گزر گئے تھے اور آج سنڈے کا دن تھا وہ سب دیر سے اٹھے ناشتہ کرنے کے لیے امن بھی آ چکا تھا۔۔

سنڈے کو ناشتہ ندا نہیں بلکہ براق بنایا کرتا تھا اسکے ہاتھ کی کوکنگ اور اسکے ہاتھ کی ہر چیز سب کی فیوریٹ تھی۔۔ سنڈے کا ناشتہ وہ سب لوگ ساتھ کیا کرتے تھے اور چاچو بھی آ چکے تھے۔۔

ڈائننگ ٹیبل پر بھیٹے وہ لوگ گپیں مار رہے تھے جب گلؔ اٹھتی اپنا ایپرن پہن کر براق کی ہیلپ کے لیے اسکے پاس آ کھڑی ہوئی۔۔

"مجھے کیا کرنا ہے باس۔۔؟؟"
وہ مود بانہ انداز میں اسے دیکھتی آنکھیں بلنک کرتی پوچھ رہی تھی اسکی اس حرکت پر براق جاندار سا مسکرایا۔۔

"آپکو بس میرے ساتھ کھڑے رہ کر سب دیکھنا ہے کسی چیز کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں ہے۔۔ کیونکہ سب بہت گرم ہے لالہ۔۔ "

اسنے گلؔ کو تنبیہہ کرتے آملیٹ کو پین سے اتار کر اب بریڈز کو ہیٹ اپ کیا۔۔
گلؔلالہ مسلسل اسکی ہاتھوں کی تیز حرکت کو دیکھ رہی تھی۔۔

"آپ نے یہ سب کس سے سیکھا باس۔۔؟؟"
" اور کس لیے سیکھا۔۔؟؟ "
کچھ دیر بعد وہ تیار شدہ ناشتے کو دیکھتی پوچھ رہی تھی سب تیار تھا اب بس سرو کرنا باقی تھا۔۔

"یہ سب میں نے اپنے ڈیڈ سے سیکھا تھا اور اس لیے سیکھا تھا کہ اگر کبھی میرے چھوٹے چھوٹے ورکرز بھوکے ہوں تو انکو بنا کر کھلا سکوں۔۔"
اسنے سرخ بالوں والی چھوٹی لڑکی کی سرخ ہوتی ناک کو اپنی شہادت کی انگلی سے مِس کرتے جواب دیا تو وہ یک دم کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔۔

براق اسکی کھلکھلاہٹ پر سر جھکا گیا اسکی آنکھوں میں ایک پل کو محبت کی شدت نے سر اٹھایا تھا وہ لڑکی اسکی شدت بنتی جا رہی تھی۔۔۔

آخر کوئی کیسے اتنا خوبصورت لگ سکتا ہے۔۔؟؟

کوئی کیسے اتنا اپنا ہو سکتا ہے۔۔؟؟

اس پل گل لالہ اس کی آنکھوں میں دیکھ لیتی تو یقیناً وہ جان جاتی اسکے سامنے کھڑا وہ شخص کس مرض میں مبتلا ہے۔۔ وہ مرض جس کی دوا خود وہ لڑکی تھی۔۔ وہ سرخ بالوں والی چھوٹی لڑکی۔۔ جسکی ناک اب بھی سرخ تھی۔۔

اسنے براق کے ساتھ مل کر سب کو ناشتہ سرو کیا پھر وہ دونوں بھی ناشتے کے لیے بیٹھ چکے تھے۔۔

"میرے ہاتھ درد کرنے لگے ہیں۔۔ باس۔۔"

لالہ نے اسکو معصومیت سے دیکھتے اپنے ہاتھوں کو اسکے سامنے کیا تو وہ سر ہلا گیا۔۔

اب وہ گل لالہ کو اپنے ہاتھ سے آملیٹ کھلا رہا تھا اور اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑ کر وہ اپنے کوٹ کی پاکٹ میں ڈالے ہوئے تھا۔

"باس۔۔"

لالہ نے براق کو صرف اسے کھلاتے دیکھ کر پُکارا۔۔

"آپ کیوں نہیں کھا رہے۔۔؟"

اسکے سوال پر وہ اسکو آنکھوں سے منہ کھول کر نوالا کھانے کا اشارہ کرتا اسکے منہ میں نوالہ ڈال گیا۔۔

"میرا ہو گیا۔۔بس اور نہیں۔۔"

آخر کچھ دیر بعد اسنے اسکی پاکٹ سے ہاتھ نکالتے کہا۔۔

"اوکے۔۔"

براق اب خود آدھا بچا ہوا آملیٹ کھا رہا تھا ساتھ وہ ندا کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا۔

اسنے ندا کو جواب دیتے اپنے ہاتھ میں پکڑے نوالے کو منہ کی طرف لے جانا چاہا جب کسی کا ہاتھ اسکے سامنے آیا۔۔

گل لالہ آملیت اور بریڈ کا نوالہ بنائے اسکے منہ کھولنے کا انتظار کر رہی تھی۔۔

براق نے حیرت اور خوشی سے اسکے چہرے کو دیکھا پھر لب وا کئے تو وہ اسکے منہ میں نوالہ ڈال گئی۔۔

گل لالہ اسکو اسی طرح آملیٹ کھلا رہی تھی جس طرح براق نے اُسے کھلایا تھا۔اور وہ چُپ چاپ لبوں میں مسکراہٹ اور آنکھوں میں عجیب تاثر چھپائے اسکے ہاتھ سے کھا رہا تھا۔۔

جب اسکی موم زندہ تھیں وہ اسے کبھی کبھی ایسے کھلایا کرتی تھیں اور آج سالوں بعد گل لالہ۔۔

میں تیری تو ہر دفعہ چاہیے
جیسے کسی بیمار کو دوا چاہیے
تو ملے اگر آخرت میں بھی
پھر یہ زندگی مجھے کہاں چاہیے۔

جب وہ سب ناشتہ کر چکے تو باسل اور شمروز نے برتن سمیٹے۔۔اب وہ لوگ لان میں بھیٹے تھے امن چاچو کو ایکسر سائز کی انسٹرکشنز دے رہا تھا اور باقی سب انکو دیکھ رہے تھے جو کہ مشکل سے ڈمبلز کو اٹھا رہے تھے۔

"میں بھی ایکسر سائز کروں گی۔۔"

گل نے آگے بڑھتے ڈمبل اٹھانے کی کوشش کی تھی اور ڈمبل جو کہ نہایت وزنی تھا۔

ایک پل کو اسنے اٹھالیا لیکن دوسرے پل وہ ڈمبل اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا۔۔

اسکا چہرا آخری حد تک سفید پڑ چکا تھا۔۔ڈمبل نہایت وزنی تھا۔اور وہ ڈر گئی تھی۔۔

ندا نے تیزی سے آگے بڑھتے اسے گلے لگایا کیونکہ وہ جانتی تھی انکی بیٹی ایسے چھوٹے چھوٹے خادثوں پر سہم جایا کرتی تھی۔

"خدانخواستہ وہ ڈمبل اگر اسکے پیر پر گر جاتا تو۔۔؟؟"

وہ خوف سے بلکل چپ سی اُنکے سینے سے لگی کھڑی تھی براق جو اندر سے ابھی باہر آیا تھا اسے یوں کھڑا دیکھ کر وہ ایک پل کو رُکا تھا گل لالہ کے چہرے پر پھیلی غیر معمولی سفیدی اسے چونکانے کا سبب بنی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے پھوپھو۔۔؟؟"
اسکی آواز پر بھی گل نے کوئی رسپانس نہیں کیا تھا۔

"وہ ڈمبل اسکے ہاتھ سے نیچے گر گیا تھا اس لیے ڈر گئی ہے۔"
ندا جہانگیر نے براق کو بتاتے اب قدم پاس پڑی چئیر کی جانب بڑھائے تھے۔

دس منٹ بعد چپ سی بھیٹی گل لالہ شمروز کی کسی بات پر مسکرائی تو سب کی جان میں جان آئی تھی۔۔ وہ واقعے ہی سب کی لاڈلی تھی سبکو اسکا مسکراتا چہرا پسند تھا وہ ہنستی کھلکھلاتی شرارتیں کرتی فرمائشیں کرتی تھی اور سب اسکی خوشی میں خوش رہتے تھے۔۔

اب امن، شمروز اور باسل کے ساتھ گل لالہ کچھ کھیل رہی تھی اور پاس ٹیبل پر بھیٹی ندا بیگم نے ایک نظر اسے دیکھتے براق کو پکارہ۔۔

"براق میں نے تم سے اس دن کچھ کہا تھا کیا تم نے اس بارے میں سوچا۔۔؟؟"
براق انکی بات پر ایک پل کو لب بھینچ گیا۔

"کیا بات ہے ندا۔۔؟؟"
پاس بھیٹے بُک پڑھتے چاچو نے سوال کیا انہیں براق کا یوں ندا کی بات پر لب بھینچ لینا کھٹکا تھا۔

"پھوپھو چاہتی ہیں کہ۔۔"
وہ ایک پل کو رُکا پھر انکے تھوڑا قریب جھکتا ہوا بولا۔۔

"پھوپھو چاہتی ہیں کہ میں گلِ لالہ کو سچائی بتادوں۔"
اسکی بات سن کر چاچو بُک بند کرتے ایک طرف رکھ چکے تھے۔۔

"ندا ابھی وہ بہت چھوٹی ہے کم از کم کچھ سالوں بعد یہ سب بہتر رہے گا تب تک وہ میچور ہو چکی ہو گی۔۔"
چاچو نے بھی انہیں سمجھایا تھا۔

اور ندا جہانگیر سر ہاتھوں میں دے کر رہ گئیں، ان لوگوں کو وہ کیوں نہیں دکھتا تھا جو ندا دیکھتی تھیں، جو وہ محسوس کرتی تھیں یا شاید انہیں صرف وہم تھا۔۔؟؟

"ماؤں کے وہم کبھی غلط ثابت نہیں ہوتے۔۔"
وہ بس دل میں ہی سوچ سکی تھیں۔
کاش کہ وہ لوگ انکی بات سمجھ جاتے یا پھر یہ واقعی ہی انکا وہم ہوتا۔۔

***

آج نایاب بہار کو زبردستی اپنے ساتھ مال میں لے کر آئی تھی کافی دیر تک نایاب کے ساتھ منہ ماری کرنے کے بعد وہ مشکل سے مانی تھی اور اب نایب ایک جیولری شاپ میں کھڑی اپنے لیے جیولری پسند کر رہی تھی۔۔

بہار نے مصروف سی نایاب کو دیکھا پھر وہ شاپ سے باہر نکل آئی اسے گھٹن ہونے لگی تھی وہاں۔۔۔وہ آہستہ آہستہ چلتی ریلنگ کے پاس آ کھڑی ہوئی۔۔

اب وہ جھک کر نیچے کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔۔وہ لوگ اس وقت تیسرے فلور پر تھے، نیچے چلتے لوگ دیکھتی وہ کسی سوچ میں گُم تھی۔۔۔جب مین اینٹرنس پر اچانک اسکی نگاہ پڑی تھی۔۔

ایک جانا پہچانا سا چہرا اسنے غور سے دیکھا ایسی ہی ایک دھندلی سی تصویر اسکے ذہن میں تھی۔۔ وہ خوشی سے بے یقین ہو گئی جب اسنے اس شخص کو فرسٹ فلور سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتے دیکھا اس بار اس کی آنکھیں واضع ہو رہی تھیں۔۔ وہ دور نگی آنکھیں۔۔ وہ اسے اس شخص کی پہچان کروا چکی تھیں۔۔

"بب۔۔ با۔ سسل۔۔"
وہ خوشی سے اسکا نام توڑ توڑ کر مکمل کرتی اس جانب بڑھی تھی۔۔

اب وہ بھاگتی ہوئی سیکنڈ فلور پر جا رہی تھی۔۔ آنکھوں میں اتری شبنم کی وجہ سے سب منظر دھندلا گئے تو وہ ایک پل کو رکھی پر اسنے اپنی آنکھوں میں آئی شبنم کو صاف کرتے دوبارہ سامنے دیکھا تو وہ غائب ہو چکا تھا۔۔

اسکے چہرے پر سالوں بعد آئی مسکراہٹ لمحے میں سمٹ گئی۔۔وہ بے یقین سی ہوتی۔۔اس جانب مزید تیزی سے بھاگی لیکن وہاں پہنچ کر ارد گرد دیکھنے کے بعد بھی وہ اسے نظر نہیں آیا۔۔

اس پل سیڑھیوں کے پاس کھڑی گل بہار کو لگا جیسے اسنے زندگی کو دور سے دیکھ کر کھو دیا ہو۔۔وہ بے یقین تھی اب بھی بے یقین تھی اسکا اپنا۔۔وہ اس بھیڑ میں کھو گیا تھا اسنے جیسے سب کھو دیا وہ ایک امید بھی جو اسے اس اندھیرے میں نظر آئی تھی۔۔وہ مزید ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکی تھی۔۔

بس وہیں کھڑی رہی اسنے آج پھر اپنوں کو کھو دیا سالوں سے کسی اپنے چہرے کو دیکھنے کی امید لیے وہ زندہ تھی آج جب نظر آیا تھا تو ایک ہی پل میں کھو گیا تھا۔۔وہ یک دم شدت سے رو دی ارد گرد سے لوگ گزر رہے تھے لیکن وہ بغیر کسی کی پرواہ کیے سسک رہی تھی آج وہ یہاں اکیلی کھڑی تھی بلکل ویسے ہی جیسے چار سال پہلے اس رات وہ اکیلی رہ گئی تھی۔۔

"چار سال پہلے۔۔"

براق اسے کالج کی کسی فرینڈ کے گھر چھوڑ کر واپس چلا گیا تھا اور اب وہ سب فرینڈز ایک چھوٹی سی پارٹی کر رہیں تھیں۔۔ڈنر کے بعد کیتھرین نے سب کو ڈرنکس سرو کی تھیں اور گلٍ نے بھی شوق سے وہ ڈنک پی لی کچھ دیر بعد اسے اپنے ارد گرد سب گھومتا ہوا محسوس ہوا۔۔

"ڈرنک میں کیا تھا کیتھرین۔۔؟؟"
اسنے سفید پڑتے چہرے کے ساتھ اٹھارہ سالہ کیتھرین کو دیکھتے سوال کیا تھا۔۔

کیتھرین جو خود بھی ڈرنک پی کر اب جواب دینے کی خالت میں نہیں تھی بس قہقہ لگا گئی۔

"Chill Baby.."

وہ یہ کہہ کر بے خودہ سا جھومنے لگی۔۔

امرینے اور جیری بھی وہیں پاس صوفے پر بھیٹی تھیں وہ لوگ بہت نارمل تھے گلؔ نے اپنے آپ کو سمبھالتے اٹھ کر کھڑا ہونا چاہا لیکن وہ بری طرح جھولتی صوفے پر گرپڑی تھی اسکے ہوش کھو چکے تھے وہ بے سدھ سی آنکھیں موندھے صوفے پر پڑی رہ گئی۔۔

ناجانے کتنا وقت گزر چکا تھا اسکی آنکھ زوردار شور سے کھلی تو سر درد سے پھٹتا محسوس ہوا۔۔

سر ہاتھوں میں دیئے وہ اٹھ بھیٹی۔۔ لیکن اگلے ہی لمحے اسے یوں محسوس ہوا جیسے اسکی روح قبض کر لی جانے والی ہو۔۔ سامنے کوئی انجان شخص بھیٹا اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

وہ خوف سے پیچھے کی جانب ہوتی کیتھرین کی جانب ہو گئی جو کہ اب ہوش وہرد سے بیگاہ پڑی تھی ہر طرف سامان بکھرا ہوا تھا اسکے بے ہوش ہونے کے بعد بھی یقیناوہ لوگ مزید ڈرنک کر چکے تھے۔۔

اسنے سامنے کھڑے شخص کی نگاہیں اپنے جسم کے آر پار ہوتی محسوس کیں۔۔

وہ اپنا سکارف ڈھونڈتی جلدی سے سر پر اوڑھ گئی۔۔۔اب اسکے قدم باہر کی جانب تھے۔۔ جب اچانک اندھیرے میں پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا اور وہ نیچے جا گری ٹھیک اسی لمحے لاونچ کی مین لائیٹ آن ہوئی تھی۔۔

اسنے اٹھنے کے لیے زمین کا سہارا لینا چاہا جب اسے وہاں کچھ گیلا سا چپکتا ہوا مادہ محسوس ہوا تھا۔۔اور اگلے لمحے اسنے جو منظر دیکھا وہ شاید زندگی کا سب سے بھیانک ترین منظر تھا۔۔۔

سامنے امرینے کی خون سے لت پت باڈی پڑی ہوئی تھی۔۔وہ وخشت سے چیخ بھی نہیں پا رہی تھی۔۔۔آواز کہیں اندر ہی رہ گئی تھی۔۔

سامنے کا منظر دیکھ کر وہ مشکل سے سمبھلتی باہر کی جانب بڑھی تھی،اب وہ بھاگ رہی تھی،راستے میں کتنی ہی بار وہ گری لیکن پھر بھی وہ جسم میں موجود بچی کچی طاقت لگا کر بھاگ رہی تھی۔۔اور مسلسل بھاگ رہی تھی۔۔ کتنی ہی سٹریٹس پار کرتی نا جانے کہاں نکل آئی۔۔

اپنے پیچھے اب بھی آتی قدموں کی آواز پر وہ شدت سے منہ پر ہاتھ رکھ کر سانس بھی روک گئی تھی۔۔

وہ وہاں لاونج میں اسکے سامنے بھیٹا شخص اسکا پیچھا کر رہا تھا۔۔

سٹریٹ لائیٹ کی روشنی میں ایک سایہ سا نظر آرہا تھا وہ بینچ کے نیچے چھپی ہوئی تھی خون سے لت پت ہاتھ اسنے منہ پر رکھا ہوا تھا۔۔اچانک وہ قدم اسکے قریب آکر رُک گئے۔۔پھر وہ شخص کسی کو سٹریٹ میں آتا دیکھ کر آگے بڑھ گیا۔۔

تقریبا پندرہ منٹ بعد اس سُنسان سٹریٹ سے نکل کر وہ سڑک کی جانب نکل آئی تھی لیکن مسلسل بھاگتے ہوئے وہ سامنے سے آتی گاڑی کو نہیں دیکھ سکی تھی اور ایک زوردار آواز کے ساتھ اسکا وجود سڑک کی دوسری جانب جا گرا۔۔۔

تیز قدم بھاگ کر اسکی جانب آرہے تھے۔۔کوئی انگریزی لب و لہجے میں پریشان سا کچھ بول رہا تھا تو کوئی گاڑی والے کو کوس رہا تھا۔۔ایمبولنس کی آواز۔۔اس کو پھر سٹریچر پر ڈالا جا رہا تھا۔۔اور ایک آخرے لمس جو اسنے اپنے ہاتھ پر محسوس کیا

وہ بہت شناسا سا تھا۔۔ چہرا وہ دیکھ نہیں سکی تھی اور پھر اسکی سننے کی حس بھی بند ہو گئی۔۔اب وہ صرف ایک وجود جو کہ سانس لے رہا تھا صرف جسکی ڈھرکن چل رہی تھی وہ بن چکی تھی۔۔

نیم مردہ سٹریچر پر پڑی لڑکی۔۔۔ایمبولینس۔۔۔خون۔۔۔لاش۔۔۔اجنبی شخص۔۔۔فرینڈس پارٹی۔۔۔ڈرنکس۔۔۔سٹریٹ لائیٹس۔۔۔اور ایک کار ایکسیڈنٹ۔۔۔ گزرے کچھ لمحوں میں اسکی زندگی بدل گئی تھی۔۔اور کس حد تک بدلی تھی یہ ابھی معلوم ہونا تھا۔۔

***

"ابراہیم۔۔"

وہ تیزی سے سیڑھیاں پار کرتا اوپر اپنے کمرے میں جا رہا تھا جب انکی پکار پر رکتے ہوئے مڑا۔

"جی۔۔۔؟"

اسنے سوالیہ نگاہوں سے انکی جانب دیکھا۔

"میں نے تمہارے لیے رشتہ دیکھا ہے ایک۔۔"

انہوں نے بڑے آرام سے اسکے چہرے پر پھیلتی الجھن دیکھی۔۔

"لیکن میں تو شادی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔۔"

وہ بے حد خیرت سے کہہ رہا تھا اسے انکی بات پر یقین کرنے میں دیر لگی تھی۔۔

"تو ہو جاؤ۔۔میں نے رشتہ دیکھ لیا ہے کل جا رہے ہیں ہم لڑکی دیکھنے۔۔"

اماں نے آخری فیصلہ سُناتے قدم اندر کی جانب بڑھادئے۔۔

وہ ایک لمحے تک کچھ سوچنے کے بعد تیزی سے نیچا آتا انکی جانب بڑھا تھا۔۔تب تک وہ اپنی سٹک گھسیٹتی کمرے میں آچکی تھیں۔

"مجھے بات کرنی ہے آپ سے۔۔"
وہ اب انکے پاس بیڈ پر بھیٹ چکا تھا۔۔

"کہو۔۔"
انہوں نے خفگی سے چہرے پر تناؤ لاتے ہونٹوں پر بکھرتی مسکراہٹ کو چھپا لیا۔۔

"میں کسی لڑکی کو نہیں دیکھنا چاہتا نہ مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔۔"
اسنے سر جھکاتے کہا۔۔

"وجہ بھی تو ہونی چاہیے ابراہیم۔۔؟"
وہ اسکے پوری بات نہ بتانے پر سنجیدگی سے سوال کر رہی تھیں۔

"اماں بس وجہ نا کوئی۔۔"!

بے اختیار دل نے اس زکر پر شور مچایا تھا۔

"کون ہے۔۔؟؟"

انکے دل کی بات کر چکا تھا وہ۔۔

"لڑکی ہے ایک جھلی سی۔۔"

ایک بار پھر رودابہ جمشید کا چہرا اسکی نظروں میں گھوما تھا اور ایک بار پھر دل بے اختیار ہوا۔۔

"نام کیا ہے اسکا۔۔؟"

"چندا۔۔"

اسنے نام کی جگہ وہی کہا جو وہ اسے کہا کرتا تھا۔۔

" تو اسی سے شادی کیوں نہیں کر لیتا۔۔؟"

انکے سوال پر ایک لمحے تک وہ بول نہیں سکا تھا۔

"اماں میری پسندیدہ عورت ھے وہ اس کے ساتھ ایک دنیا کا خواب دیکھا ہے لیکن میں۔۔اس خیال سے ڈر جاتا ہوں۔۔"

وہ کچھ کہتا کہتا رُک گیا۔

"کس خیال سے ابراھیم۔۔۔؟"

"میں اسے خوش نہیں رکھ سکوں گا میں جانتا ہوں اسکے لیے دنیا بھی فتح کر لوں گا لیکن جب بات خوشی کی آتی ہے تو میں۔۔۔آپ جانتی ہیں اسے مجھسے باتیں کرنا پسند ہے میری موجودگی میں وہ کھل اٹھتی ہے لیکن میں وہ شخص ہوں جو خود کو بھی میسر نہیں ہوں۔۔"

مزید گلے میں کانٹے سے اُگ آئے وہ بات مکمل نہیں کر سکا۔۔وہ شخص محبت کر کے بھی خالی تھا وہ جانتا تھا وہ حاصل کر لے گا لیکن اسے شاداب رکھ پانا۔۔یہ

مشکل تھا اسے علم تھا کہ اسکی محرومیاں اس سے اسکی محبت بھی چھین لیں گی۔۔ کچھ حادثے بہت کچھ چھین لیتے ہیں۔۔۔ اسکی عمر تو حادثوں میں گزری تھی اس سے بھی تو سب چھن گیا سکون، رشتے، محبت۔۔ سب اب باری تھی "زندگی کی"۔۔

رَنجِ فراقِ یار میں رُسوا نہیں ہُوا
اِتنا میں چُپ ہُوا کہ تماشا نہیں ہُوا

اَیسا سفر ہے جس میں کوئی ہمسفر نہیں
رَستہ ہے اِس طرح کا جو دیکھا نہیں ہُوا

مشکل ہُوا ہے رہنا ہمیں اِس دیار میں
برسوں یہاں رہے ہیں یہ اَپنا نہیں ہُوا

وُہ کام شاہِ شہر سے یا شہر سے ہُوا
جو کام بھی ہُوا ہے وُہ اچھا نہیں ہُوا

ملنا تھا ایک بار اُسے پھِر کہیں منیرؔ
ایسا میں چاہتا تھا پر ایسا نہیں ہُوا

***

وہ آج شام کو گھر دیر سے لوٹ رہی تھی لائبریری میں ایگزیم کی تیاری کرتے ہوئے اسے وقت کا پتا ہی نہیں چلا تھا اور اب شام کے سات بج رہے تھے اندھیرا پھیل چکا تھا اسے اکیلے ہی گھر جانا تھا کیونکہ اسکا فون ڈیڈ ہو چکا تھا۔۔

اسنے قدم بس سٹینڈ کی جانب بڑھائے لیکن مین روڈ پر ہر جگہ گاڑیوں کا رش ہی رش دیکھ کر وہ چونکی تھی یہ عام طور پر نہیں ہوتا تھا، پھر آج کیوں۔۔؟

دھک دھک کرتے دل سے اسنے پاس سے گزرتی ایک خاتون کو روکتے پوچھا تو علم ہوا کوئی ہڑتال چل رہی ہے اور ٹریفک کے کھلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے صبح سے پہلے اک ٹریفک کا ہٹنا ناممکن تھا۔۔
یہ سب سُنتے وہ بری طرح پریشان ہو چکی تھی نہ اسے بابا کا نمبر یاد تھا اور نہ ہی اس وقت اسکا فون چارج تھا کہ کال ہی کر لیتی بلکہ فون بند ہو چکا تھا۔۔
آج وہ بری طرح پھنسی تھی۔۔

اسنے بے ساختہ قدم سروس روڈ کی جانب موڑ لیے جہاں لوگ پیدل آجا رہے تھے۔۔
افسردہ قدموں سے چلتے اسے ناجانے کتنی ہی دیر گزر چکی تھی۔۔
اندھیرا مزید گہرا ہو گیا تھا۔۔

یونی سے نکلتے ہوئے اسے ساڑھے سات ہو چکے تھے اور اب کلائی پر بندھی گھڑی پر آٹھ کا ہندسہ نظر آرہا تھا۔۔

ایک آنسوں اسکے چہرے پر پھسلتا اسے ضبط کی حد کر گیا۔۔وہ اس طرح رات کو یوں کسی انجان سڑک پر اکیلی تھی۔۔جب نہ وہ کسی کو پکار سکتی تھی نہ گھر جانے کا کوئی راستہ تھا۔۔

بھوک سے برا حال تھا آخر وہ تھک کر ایک طرف بنے بینچ پر آ بھیٹی تھی۔۔

کتنی ہی دیر گزر گئی ابھی وہ مزید کچھ سوچتی کہ چار پانچ لڑکے اسی بینچ کے پاس آ رُکے اسنے ان کو ایک نظر دیکھتے تیزی سے وہ بینچ چھوڑ دیا تھا۔۔ایک نظر ہی کافی تھی اسکا خون تیزی سے گردش کرنے لگا تھا اب وہ تیزی سے قدم آگے کی جانب بڑھا رہی تھی نہیں جانتی تھی جانا کہاں ہے۔۔کیسے ہے۔۔اسے بس کسی بھی طرح آج گھر پہنچنا تھا۔۔

وہ قدموں کو برق رفتاری سے آگے بڑھاتی ہوئی مسلسل درود پڑھ رہی تھی شاید کہ کوئی راستہ نکل آتا۔۔۔جب اسنے اپنے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتے ہوئے وائیٹ جاگرز دیکھے۔۔اسنے حیرت سے چلتے چلتے یونہی چہرا موڑ کر دائیں جانب دیکھا اور اسکے قدم رُک گئے۔۔وہ ششدر سی رک چکی تھی اسکے سامنے کھڑا وجود بھی رُک چکا گیا۔۔

"آپ۔۔؟؟"

اب وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔۔

"جی میں۔۔"

"آپ یہاں اس وقت کیا کر رہے ہیں۔۔؟؟"

اسکے سوال پر وہ ایک نظر اسکو دیکھتا اپنی گھڑی پر نظر ڈال گیا۔۔

"وہی جو آپ کر رہی ہیں۔۔"

رودابہ کی آنکھیں حیرت کے پھیلیں۔

"کیا آپ بھی ٹریفک کی وجہ سے۔۔۔۔؟؟"

رودابہ نے جملہ مکمل نہیں کیا تھا لیکن باسل جہانگیر نے اسے دیکھے بغیر اسکی ادھوری بات سمجھتا سر ہلا دیا۔۔وہ پھر سے چلنے لگی تھی۔۔

"میرا فون ڈیڈ ہو چکا ہے گھر کال بھی نہیں کر سکتی اور ٹریفک بھی بند ہے۔۔"

باسل نے اسے افسردگی سے کہتے سُنا۔۔

"واقعے۔۔"

اسنے صرف ایک لفظ کہا وہ بھی "مروتاً۔۔"

"آپ بھی پیدل گھر جائیں گے۔۔؟؟"

اب وہ اس سے رُک کر سوال کر رہی تھی۔۔۔ باسل نے ایک لمحہ زمین پر پاؤں رگڑتے کچھ سوچا پھر سر اٹھاتا بولا۔۔

"نہیں ابھی میرے لیے منسٹر کی گاڑی آئے گے تو اس پر جائوں گا۔۔ "
اسکی بات سنتے رودابہ کی آنکھیں حیرت سے مزید کھل گئیں۔۔

"کیا واقعے۔۔؟؟"

"جی واقعے۔۔۔"

"کیا آپ مجھے بھی لفٹ دے دیں گے۔۔؟؟"

وہ لب کاٹتی پوچھ رہی تھی۔۔۔ دوسرا ہاتھ اسنے کمر پر رکھ لیا تھا۔۔ باسل نے ایک بار پھر اس مخلوق کو حیرت سے دیکھا کیا واقعے۔۔؟؟

ابھی وہ کوئی جواب دیتا اسکا فون رنگ کرنے لگا۔۔اسنے کال کرکے ارقم سے آنے کو کہا تھا کیونکہ وہ اسکی بائیک لے کر گیا تھا اور باسل یونی تھا اب واپس پر وہ

پیدل ہی نکل آیا کیونکہ ارقم اسے کال کر کے کہ چکا تھا کہ وہ راستے میں ہے تقریبا آدھا گھنٹہ چلنے کے بعد اسے حالات معلوم ہوئے تھے اسنے ارقم کو کال کرنے کے لیے اسکا نمبر ڈائل کرتے کان سے لگایا ہی تھا کہ اسکی نظر دور سروس روڈ پر سر جھکا کر چلتی لڑکی پر پڑی تھی اور وہ اگلے ہی لمحے کال کاٹتا اسکی جانب بڑھ گیا کیونکہ وہ اسے پہچان گیا تھا۔۔یہ وہی تھی۔۔شاید نہیں یقینا۔۔!!

ارقم اسے راستہ بتا رہا تھا تاکہ وہ کم از کم آسانی سے وہاں سے نکل جائے۔۔

"تم نکل کر کال کرنا میں آگے سے آجائوں گا۔۔"

ارقم کے کہنے پر اسنے ایک نظر ٹریفک کو دیکھتی لڑکی کو دیکھا پھر وہ سر نفی میں ہلا گیا۔۔

"تم رہنے دو ہم چلے جائیں گے۔۔"

یہ کہ کر وہ بغیر کچھ سنے کال کاٹ چکا تھا۔۔

"کیا آپ مجھے میرے گھر چھوڑ آئیں گے۔۔؟؟ "
رودابہ نے اسکی کال بند ہوتے ہی تیزی سے کہا۔۔ باسل اسکے چہرے کو دیکھتا ایک پل کو ٹھہر گیا۔۔

"نہیں۔۔"
اسکا جواب وہ ملا جسکی رودابہ نے توقع نہیں کی تھی۔۔ کیا وہ واقعے ہی اتنا سنگ دل تھا ایک لڑکی کو یوں سرِ ردہ چھوڑ کر چلا جانے والا تھا۔۔؟؟

"آپکی آپکی کالونی تک چھوڑ دوں گا۔۔۔اس سے آگے مجھے اپنے دوست کے گھر جانا ھے۔۔"
ایک لمحے کی دیری کے بعد وہ پھر بولا تو رودابہ جواب آنکھوں میں آنسوں جمائے سر جھکا کر کھڑی تھی فقت سر ہلا سکی۔۔

اس وقت بے بسی عروج پر تھی اسکا بس چلتا تو سامنے کھڑے دو رنگ کی آنکھوں والے شخص کا کبھی چہرا بھی نہ دیکھتی۔۔اسے وہ اس وقت شُدید برا لگ رہا تھا۔۔ باسل اب آہستہ آہستہ چل رہا تھا وہ بھی اپنی ہی سوچوں میں گُم چلنے لگی۔۔ سر جھکا ہوا تھا تب سے اب تک اسنے سر نہیں اٹھایا یوں جیسے اپنے پیروں کا اچھے سے معائینہ کر رہی ہو باسل کو تو کم از کم یہی لگا۔۔

اسے اندازہ نہیں تھا اس وقت ساتھ چلتی لڑکی کو اس پر کتنا غصہ تھا۔۔ وہ کتنا برا لگ رہا تھا۔۔ تقریباً پندرہ منٹ تک چلتے رہنے کے بعد آخر باسل نے ہی گفتگو کا آغاز کیا۔۔

"پاپ کارن کھائیں گی۔۔؟؟ "

وہ سامنے پاپ کارن کے سٹال کو دیکھتے پوچھ رہا تھا۔۔

رودابہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔۔ بلکہ اسنے سنا ہی نہیں تھا وہ اتنی مگن تھی اپنے خیالوں میں، باسل نے اسے پھر پکارہ وہ نہیں متوجہ ہوئی۔۔ آخر اتنا کون لا تعلق ہو سکتا ہے۔۔؟ یا شاید وہ ناراض تھی۔۔ یہ خیال ہمارے ذہن میں آ سکتا ہے لیکن اس وقت روڈ پر کھڑے باسل جہانگیر کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا۔۔

"وہ دیکھیں سامنے سے ایک کتا آ رہا ہے۔۔ "
اسکے کہنے پر سر جھکا کر چلتی رودابہ جمشید بجلی کی تیزی سے سر اٹھاتی اسکے پیچھے چھپی تھی۔۔

"آہہہہ۔۔۔ مم۔مجھے بچا لیں پلیز۔۔ "
اسکی چیخ بھی بے ساختہ تھی۔۔ باسل کو اس قدر شدید ردِ عمل کی توقع نہیں تھا وہ ایک پل کو سمجھ نہیں سکا تھا کہ ہوا کیا ہے۔۔ رودابہ کو کتوں سے فوبیا تھا اور یہ بات باسل جہانگیر کو نہیں معلوم تھی شاید اسی لیے اسکے اس قدر شدید ردِ عمل

پر بھونچکہ رہ گیا تھا۔۔وہ اسکے پیچھے چھپی کھڑی اسکے کندھے پر لٹکتے بیگ کو بری طرح تھامے کانپ رہی تھی۔۔

"ریلیکس۔۔۔وہاں کوئی کتا نہیں ہے"
اسنے رودابہ کی دیکھتے آنکھوں سے تسلی دی تھی۔۔اور وہ جو خوف سے اسکا بیگ تھامے کھڑی تھی یک دم اسکے ہاتھ سے بیگ چھوٹ گیا۔۔

"آپ جانتے ہیں یہ کتنا فضول مزاق تھا۔۔؟؟ "
وہ بے یقین سی پوچھ رہی تھی۔۔باسل نے اسکی آنکھوں میں موجود بے یقینی کو دیکھا پھر وہ نظریں پھیر گیا۔۔

"آپ کو متوجہ کرنے کے لیے ایک یہی طریقہ تھا۔۔۔"(جو بائے چانس کام آگیا۔۔)
اگلا جملہ اسنے دل میں کہا۔۔

"جب کوئی آپکی طرف نہیں متوجہ ہو رہا تو اسکا کوئی مطلب ہوتا ہے نا۔۔"!!

وہ تیکھے لہجے میں بولی تو باسل حیران ہوا ایک لمحے پہلے اسکے سامنے کھڑی لڑکی کی آنکھوں میں آنسوں تھے جو کہ اب کہیں نہیں تھا اب اسکی آنکھیں سرخی سے بھری ہوئی تھیں۔

"کیا مطلب ہوتا ہے۔۔؟"

اسنے رودابہ کو دیکھتے پوچھا۔۔اور رودابہ جو باسل جہانگیر کے پیچھے آتے کتے کو دیکھ کر ساکت سی کھڑی تھی۔۔ باسل نے اسکے یوں اپنے پیچھے دیکھنے پر ایک پل کو پیچھے مڑ کر سرسری سی نظر دھوڑائی پھر وہ چہرا موڑ گیا لیکن اگلے ہی لمحے اسنے واپس مڑ کر اس طرف دیکھا جہاں واقعے ہی ایک کتا اپنی لمبی زبان لٹکائے کھڑا تھا۔۔اب پھر اسنے مڑتے رودابہ کے چہرے کو دیکھا وہ خوف سے کتے کو دیکھ رہی تھی۔۔

"اب کیا کریں۔۔؟؟"

رودابہ خوف سے کہہ رہی تھی۔۔

"اب بس ایک ہی طریقہ ہے۔۔"!!

باسل نے آخر کار ایک گہری سانس لیتے اپنے کف فولڈ کرتے جواب دیا۔۔

"کیا۔۔۔؟"

رودابہ کتے کو اس جانب قدم لیتا دیکھ رہی تھی۔۔ باسل نے اسکا دوپٹا ایک کنارے سے پکڑ کر اپنی کلائی پر باندھا اور پھر اسی دوپٹے کو رودبہ کی کلائی پر ڈال کر وہ اسکی کلائی تھام کیا۔۔

"بھاگیں۔۔۔"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے آگے کی جانب بھاگا اور رودابہ بھی اسکے اپنی کلائی پکڑنے پر اسکے ساتھ ساتھ بھاگ رہی تھی لیکن اس وقت وہاں سڑک پر رودابہ جمشید کی

چیخیں اور کتے کے بھونکنے کی آواز اتنی تھی کہ باسل جہانگیر کو بہت اونچا بولنا پڑا۔۔

"آپ نے جواب نہیں دیا۔۔؟؟"
وہ پھر پوچھ رہا تھا دونوں کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں لیکن وہ دونوں مسلسل بھاگ رہے تھے کتا اب بھی انکے پیچھے تھا۔۔

"کس چیز کا جواب۔۔؟؟"
وہ حیرت سے پوچھتی ایک نظر اسکو دیکھتے مزید قدم تیز کر گئی۔۔

"جب کوئی متوجہ نہیں ہو رہا ہو تو اسکا کیا مطلب ہوتا ہے۔۔؟؟"
اسکے سوال پر رودابہ ایک پل کو گنگ رہ گئی۔۔"سر پھرا آدمی۔۔"دل میں اسے لقب سے نوازتی وہ اپنی بھاگنے کی رفتار تیز کر گئی۔۔وہ دونوں ایک ساتھ بھاگ

رہے تھے کیونکہ رودابہ کا ڈوبٹا باسل کی کلائی سے بندھا تھا اور باسل کا ہاتھ اسکی کلائی پکڑے ہوئے تھا۔۔

"اسکا مطلب ہوتا ہے کوئی آپ سے ناراض ہے۔۔"
روداب نے بھاگتے ہوئے ہی اسے جواب دیا تھا جبکہ یکدم باسل رُک گیا۔۔

"آپ مجھ سے ناراض تھیں۔۔؟؟"
اسکے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔۔اور اسکی آنکھیں وہ بھی الجھی ہوئی تھیں۔۔ لیکن لبوں پر ایک مسکراہٹ بھی گھل گئی تھی۔

"ہاں۔۔"
"لیکن کیوں۔۔"
"کیونکہ آپ نے کہا آپ مجھے میرے گھر نہیں چھوڑیں گے۔۔"
اسکا تنفس بگھڑ چکا تھا۔۔

"میں نے کہا میں آپ کو آپکی کالونی تک چھوڑ دوں گا۔۔"

"ہاں لیکن گھر تک چھوڑنے سے انکار کیا۔۔"

"گھر کالونی میں ہی تو ہے۔۔ "!!

"لیکن مجھے اکیلے ڈر لگتا ہے۔۔"

"میں ساتھ ہوں گا تو ڈر نہیں لگے گا۔۔؟"

"نہیں۔۔"

"کیوں۔۔۔؟؟"

"کیونکہ آپ کے ساتھ مجھے کسی سے ڈر نہیں لگ رہا۔۔؟؟"

اسکے اتنے یقین سے کہنے پر وہ حیران ہوا۔۔

"اس کتے سے بھی نہیں۔"

"نہیں اس کتے بھی نہیں۔۔"

"آپ کو ڈر نہیں لگ رہا تھا تو پھر ہم اتنی دیر سے بھاگ کیوں رہے ہیں۔۔؟؟"

وہ لڑکی اسے آج حیرت کے جھٹکے دے دے کر مارنے والی تھی۔۔

"اگر وہ کتا آپکو کاٹ لیتا تو۔۔؟؟"

وہ دونوں اب ایک ٹرک کی بیک پر چڑھ چکے تھے۔۔ کتا نیچے کھڑا بھونک رہا تھا۔۔

رودابہ نے نیچے کھڑے کتے کو دیکھتے کہا۔۔

"اور اگر وہ آپ کو کاٹ لیتا تو۔۔؟؟"

رودابہ نے بیگ سے پانی نکال کر پیتے کہا۔۔ باسل نے اس کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹائیں۔۔

"مجھے کیوں کاٹتا۔۔؟؟ آپ ساتھ ہیں نا۔۔"

وہ بیگ سے بسکٹ نکال کر کتے کو ڈال رہی تھی۔۔

"تو مجھے کیسے کاٹ لیتا۔۔؟؟"

باسل اس سے مسلسل سوال کر رہا تھا اور وہ ساتھ ساتھ جواب دے رہی تھی۔۔

"آپ مجھے بچا رہے ہوتے اور وہ آپ کو کاٹ لیتا۔۔"

جواب نہایت ہی معصومیت سے دیا گیا تھا ایک پل کو وہ چپ ہو گیا لیکن پھر اگلے ہی پل باسل جہانگیر کا قہقہ بے ساختہ تھا۔۔۔

رودابہ نے حیرت سے اسکو ہنستے ہوئے دیکھا۔۔ وہ اسے پہلی بار ہنستا ہوا دیکھ رہی تھی۔۔ اسکی آنکھوں کے مختلف رنگ پھر سے واضع ہو رہے تھے۔۔ رودابہ ایک پل کو ٹھہر گئی تھی۔۔ ان آنکھوں کو دیکھنا کتنا اچھا تھا۔۔ وہ منظر کتنا اچھا تھا۔۔ وہ جو ہنستا ہوا اب گردن جھکا گیا تھا اسنے چہرا اٹھایا تو چہرے پر تبسم تھا اسکے کچھ دیر پہلے ہنسنے کے آثار واضع تھے۔۔

"کس بات پر ہنس رہے ہیں۔۔؟"

اسنے باسل کو دیکھتے سوال کیا۔۔اسے سمجھ نہیں آئی تھی وہ ہنسا کیوں تھا۔۔؟؟

"یونہی۔۔"

وہ کندھے اچکا گیا۔

"آپ مجھ پر ہنس رہے ہیں۔۔؟؟ "

رودابہ نے اسکے چہرے کو دیکھتے پوچھا۔۔

"میری طوبہ میں یہ گستاخی کروں۔۔ محترمہ۔؟؟"

وہ کانوں کو ہاتھ لگاتا بولا۔

"تو پھر کیوں ہنس رہے تھے۔۔؟؟"

"ہنستے رہنا چاہیے دل صحت مند ہوتا ہے۔۔"

اسنے ایک بار پھر مسکرا کر رودابہ کو دیکھتے جواب دیا۔۔

"چلیں اب۔۔؟؟"

رودابہ صرف سر ہلا گئی۔۔

وہ بھی کوئی جواب دیے بغیر اٹھ کھڑی ہوئی۔۔پہلے براق ٹرک سے نیچے اترا پھر اسنے رودابے کے سامنے اپنا ہاتھ کیا جسے پکڑتی وہ نیچے اتر آئی۔۔کتنا جا چکا تھا اب وہ دونوں ریلیکس سے سڑک پر چل رہے تھے۔۔ جنوری کے آخری دن چل رہے تھے سردی بڑھ گئی تھی لیکن آج دھند نہیں تھی۔۔

دور سے دیکھا جائے تو اب پھر اسکے ساتھ چلتی لڑکی نے اس سے کوئی سوال کیا تھا۔۔جس پر وہ سر نفی میں ہلا گیا۔۔اور وہ لڑکی منہ موڑ گئی۔۔آپکو کیا لگتا ہے وہ پھر سے ناراض ہو گئی ہو گی۔۔؟؟

***

وہ کچن سے پانی پی کر باہر آئیں تو للی نے انکی چائے ٹیبل سے گرادی تھی۔۔انہوں نے ایک نظر معصوم سی شکل بنائے بھیٹی للی کو دیکھا پھر واپس کچن میں ٹیبل صاف کرنے کے لیے کپڑا لینے چلی گئیں۔۔کچھ دیر بعد وہ ٹیبل صاف کر کے واپس کچن میں چائے بنانے چلی گئی تھیں۔۔

عادت کے بر خلاف سوچوں میں گم انہوں نے کیبنٹ سے دو چائے کے کپ نکالتے چائے ڈالی پھر باہر کی جانب بڑھ گئیں۔۔

"براق آجاؤ۔۔چائے تیار ہے۔۔"
مصروف سے انداز میں کہتے انہوں نے پاس پڑی میگزین اٹھائی اور پڑھنے لگیں۔۔جب اچانک بہت اچانک انہیں یاد آیا یہاں صرف وہ ہیں۔۔اور کوئی نہیں ہے۔۔
میگزین کو تھامے ہوئے ہاتھ گود میں آ گرے۔۔

"اولاد کے دور چلے جانے کے بعد گھر کا تو پتہ نہیں ماؤں کے چہرے ضرور ویران ہو جاتے ہیں۔۔"
تکلیف سے وہ ہل نہیں سکی تھیں۔۔

یہ احساس عرصے بعد ہوا تھا نہیں آج براق یاد آیا تھا انکا سب سے پیارا بیٹا۔۔ انکا دل۔۔ ندا کو اس سارے عرصے میں براق جہانگیر کی تکلیف نے سب سے زیادہ تڑپایا تھا۔۔

وہ یک دم سرہاتھوں میں دیتی رو دیں۔۔ پانچ سال گزار لیے تھے مگر صبر تھا کہ اب تک نہیں آسکا تھا۔۔ سامنے پڑی چائے ابھی بھی گرم تھی وہ اٹھیں انہیں وہ چائے گرانی تھی۔۔ کیونکہ اب وہ چائے نہیں پینا چاہتی تھیں۔ جب گھنٹی اچانک ڈور بیل بجی وہ جو جھک کر ٹرے اٹھا رہی تھیں رُک گئیں۔۔ اور اپنے قدم دروازے کی جانب بڑھائے۔۔

لاک کھولتے وہ دروازہ کھول گئیں۔۔ مصرف سے انداز میں انہوں نے نظریں اٹھائیں لیکن سامنے نظر پڑتے ہی نداجہانگیر کا دل رُک گیا۔۔لب ساکت رہ گئے اور آنکھیں بے یقین۔۔۔!!

"بب۔۔ براق۔۔"

سامنے کھڑے وجود کا نام توڑ توڑ کر لیتی وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئیں۔۔ براق نے لمحے کی بھی دیر کیے بغیر آگے بڑھتے انہیں سینے لگا لیا تھا۔۔نداجواب بھی یونہی کھڑی تھیں اسکی خوشبو محسوس کرتی وہ اس بات پر یقین لے آئیں کہ انکے پاس انکو اس وقت اپنے سینے سے لگائے کھڑا براق جہانگیر سچ میں ہے۔۔۔وہ انکا وہم نہیں تھا۔۔وہ سچ میں تھا سامنے تھا۔۔انکی آنکھیں جو کچھ دیر پہلے ہی بھیگی تھیں پھر سے بھیگ گئیں۔۔ دکھ جیسے آنسوں بن کر بہنے لگے تھے۔۔وہ سسک اٹھیں۔۔ پانچ سال بعد کوئی ملا تھا یوں رونے کے لیے پانچ سال سے وہ جو گھٹ گھٹ کر روتی تھیں اب اپنی ہی اولاد کے سینے سے لگیں سسک رہی تھیں۔۔

"مم۔۔مما۔۔"

براق کے لب آہستہ سے ہلے وہ انکے سر پر لب رکھ گیا۔۔ایک آنسوں نکل کر نداجہانگیر کے بالوں جذب ہو گیا۔۔وہ اپنے جگر کے ٹکرے کی خوشبو محسوس کرتی یک دم ہنس دیں۔۔

"تمہیں پتا ہے مجھے تم سے گلِ کی خوشبو آتی ہے براق۔۔"

وہ روتی روتی یہ کہتے ہنس دیں۔۔انکی سرخ بالوں والی بیٹی بھی تو گم شدہ تھی۔۔یا شاید۔۔خیر انکا کسی بھی بات پر یقین کرنا مشکل تھا اس کے بارے میں۔۔۔براق نے انکی بات پر سرخ ہوتی آنکھیں میںچ لی تھیں۔۔بہت کچھ ٹوٹا تھا اندر مگر وہ ضبط کر گیا۔۔

اب اسے نداجہانگیر کے پانچ سال سے جمع کیے گئے دکھ سننے تھے۔۔ان کا خیال رکھنا تھا۔۔وہ ضبط سے مسکرا ہی سکا تھا اور پھر انکا ہاتھ محبت سے تھامے اندر کی جانب بڑھ گیا۔۔

وہ انہیں صوفے پر بھیٹا کر نیچے قالین پر بھیٹ گیا۔۔ ندا نے اسکو اٹھانا چاہا مگر وہ انکو دیکھ کر نفی میں سر ہلا گیا۔۔ تو وہ چپ سی رہ گئیں۔۔ براق نے انکی گود میں سر رکھتے آنکھیں موندھ لیں۔۔

"تمہیں پانچ سال میں اپنی ماں کی یاد نہیں آئی۔۔؟؟"
وہ شکوہ کر رہی تھیں۔۔

"آپ لوگوں کی ہی تو یاد تھی ہر طرف۔۔"
اسنے آنکھے موندھے ہوئے ہی کہا تو ندا کی آنکھوں سے پھر سے آنسوں بہ نکلے۔۔

"تم ٹھیک ہو۔۔؟؟"
اب وہ وہی سوال کر رہیں تھیں جس کا جواب وہ خود بھی جانتی تھیں۔۔۔ براق کارِ اذیت سے مسکرا ہی سکا۔۔

"اس کے بغیر کیسے ٹھیک ہو سکتا ہوں۔۔؟"
ندا سامنے ٹیبل پر پڑی فیملی فوٹو کو دیکھنے لگیں جس میں وہ سب تھے۔۔

"وہ۔۔وہ کہاں ہو گی براق۔۔؟؟ کس حال میں ہو گی۔۔؟؟ میرا دل اس خیال پر رُک جاتا ہے کہ وہ وہاں سے کہاں چلی گئی۔۔؟؟"
انکی آواز میں قرب واضع تھا۔۔ماں تھیں اور مائیں اولاد کا دُکھ لاکھ کوشش کر کے بھی چھپا نہیں سکتیں۔۔

"ان پانچ سالوں میں میں نے اسے برازیل کے ہر اسائلم ہر ہاسپٹل ہر اس جگہ ڈھونڈا ہے کہ جہاں اسکے ہونے کا شُبہ ہو۔۔ لیکن۔۔۔ لیکن وہ نہیں ملی۔۔"
وہ آہستہ آہستہ بول رہا تھا۔

"میری ایک دن کی لاپرواہی نے اسے مجھ سے اتنا دور کر دیا کہ مجھے لگتا ہے صدیوں تک میں اسکے انتظار میں یونہی بھٹکوں گا اور وہ مجھے نہیں ملے گی مما۔۔"

اسکی بات سنتیں ندا جہانگیر پل کو جیسے سانس لینا بھول گئیں۔۔ کوئی اُن سے بھی زیادہ انکی بیٹی سے محبت کرتا تھا کوئی ان سے بھی زیادہ انکی بیٹی کے لیے روتا تھا تڑپتا تھا۔۔ وہ جانتی تھیں براق کو اس سے محبت تھی اتنی تھی۔۔ نہیں جانتی تھیں۔۔

"کیا تم نے شمروز سے بات کی۔۔؟؟"

وہ موضوع بدل چکی تھیں۔۔

"نہیں۔۔ پانچ ماہ سے اس کا کوئی رابطہ نہیں ہے نہ ہی علم ہے کہ وہ کہاں ہے۔۔"!

براق اب سیدھا ہو بھیٹا تھا۔۔

"پوچھیں گی نہیں کہ میں کیوں آیا ہوں۔۔؟؟"

وہ انکے چہرے کو دیکھتا بولا تو وہ سر نفی میں ہلا گئیں۔

"تم آ گئے ہو میرے لیے یہی کافی ہے کیوں آئے ہو، اتنے سال بعد کیسے۔۔ نہیں پوچھوں گی۔۔"

وہ کہتی ایک لمحے کے لیے اسے چپ سا کر گئیں۔

"میں۔۔"

وہ ایک پل کو رُکا۔۔ پھر بولا

"پہلے وعدہ کریں آپ انکار نہیں کریں گی۔۔"

اسنے بہت امید سے کہا تو وہ حیران ہوتی سر ہلا گئیں۔۔ انکار کا کوئی جواز ہی نہیں بنتا تھا۔۔

"میں آپ کو لینے آیا ہوں آپ میرے ساتھ پاکستان چل رہی ہیں۔۔"

اسکے کہنے پر وہ سر نفی میں ہلانا چاہتی تھیں۔۔ مگر خاموش رہ گئیں بغیر جواب دیے۔۔

"چلیں گی نا مما۔۔؟؟"

اور وہ انکار نہیں کر سکیں۔۔ براق مسکراتا انکے ہاتھ کی پُشت پر لب رکھ گیا۔۔

"ہم پھر سے ساتھ رہیں گے ایک ہیپی فیملی کی طرح یہاں کبھی واپس نہیں آئیں گے۔۔"

وہ کہہ رہا تھا ندا اسکی خوشی محسوس کرتی مسکرا دیں۔۔ لیکن جانتی تھیں جس کہانی کی شروعات برازیل سے ہوئی تھی اسکا اختتام بھی یہیں سے ہونا تھا۔۔ جہاں سب چھن گیا تھا وہیں سب ملنا تھا۔۔ وہ سب وہیں اکھٹے ہونے والے تھے جہاں پر جدا ہوئے تھے چاہے ابھی پاکستان چلے جائیں یا دنیا کے کسی اور کونے میں۔۔ انکا اصل انہیں کھینچ لاتا۔۔

# *بابِ سکوت*

# *از قلم مریم راجپوت*

## Episode No.6

"بہار۔۔"

نایاب اسے پکارتی ہوئی باہر آئی تھی اور وہ جو لان میں بھیٹی تھی اسکو ایک نظر دیکھتی واپس سے نظریں سامنے کے منظر پر جما گئی۔۔

"تم نے آج بوتیک نہیں جانا تھا۔۔؟"

نایاب حیرت سے پوچھ رہی تھی۔۔

"نہیں۔۔دل نہیں ہے میرا۔۔"

اسنے بے تاثر لہجے میں کہہ کر سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔۔اچانک ہوا سے اسکا ڈوپٹا سر سے ڈھلک گیا۔۔اور نایاب جو واپس مڑ رہی تھی یک دم رک گئی۔۔اسکو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔۔

"بہار۔۔۔۔"

وہ اپنی آواز کو اونچا ہونے سے نہیں روک سکی تھی۔۔

"کیا ہوا۔۔؟؟ "

بہار نے یونہی سر ہاتھوں میں گرائے ہوئے پوچھا۔۔خالانکہ نایاب کے لہجے پر وہ محسوس کر چکی تھی کہ کیا ہوا ہے۔۔

"تم نے اپنے بال کلر کیوں کروا دیئے۔۔؟؟"

اسکی آواز رندھ چکی تھی، وہ اب اسکے پاس وہیں چیئر پر آ بھیٹی، دکھ ہی دکھ تھا اسکے لہجے میں۔۔

"وہ کلر بہت پرانا ہو گیا تھا اس لیے۔"
وہ کندھے اچکاتی بے اختیار نظریں چرا گئی۔

"وہ پرانا نہیں تھا بہار وہ تمہارے بالوں کا رئیل کلر تھا۔۔یہ کیا کر دیا تم نے بہار۔۔"
نایاب کا دل چاہا چیخ چیخ کر رو دے۔۔

"تمہیں اتنا دکھ کیوں ہو رہا ہے۔۔؟"
بہار نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے پوچھا۔۔ایک پل کو وہ کچھ کہتی کہتی رُک گئی۔۔

"بتاؤ نا۔۔؟؟"

وہ کوئی جواب نہیں دے سکی تھی۔۔ کیا کہتی۔۔۔؟ کچھ پل تک خاموش رہنے کے بعد آخر وہ بول پڑی۔۔

"وہ تمہیں اپنے بال بہت پسند تھے نا۔۔ اچھا چھوڑو یہ بتاؤ کہ تم گاؤں جا رہی ہو پھوپھو کی بیٹی کی شادی ہے۔۔"
ایک بے تکہ سا جواب دیتی وہ بات بدل گئی۔۔ بہار سر نفی میں ہلاتی اٹھی اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔۔

پیچھے نایاب نے اسے دور تک جاتا دیکھا پھر اسکے لبوں نے دھیمی سی سرگوشی کی۔۔
"تمہارے سرخ بال بھائی کو بہت پسند تھے۔۔"
وہ جانتی تھی یہ بات وہ بہار کے سامنے کبھی نہ بول پاتی۔۔

اندر وہ اپنے کمرے میں آتی اب آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بال دیکھ رہی تھی۔۔

"مجھے نہیں براق کو میرے بال بہت پسند تھے۔۔"

اسنے نایاب کو جواب دیا تھا پھر سر جھکا گئی تھی۔۔یہ اسنے خود کو سزا دی تھی۔۔اسے یاد تھا وہ اسکے بالوں کو لے کر کتنا پوزیسو تھا۔۔اسے گل لالہ کے سرخ بالوں سے عشق تھا اگر یہ کہا جاتا تو بجا ہوتا۔۔

آج شام کو نایاب، نرمین اور انکا بھائی گاؤں جا رہے تھے انکی کسی پھوپھو کی بیٹی کی شادی تھی اور نہ جانے کی صورت میں بہار کو تقریبا تین دن گھر میں ہی نظر بند رہنا تھا اور وہ خوش تھی کم از کم سکون سے وہ گھر میں رہ سکتی تھی بجائے اس کے کہ وہ گاؤں جاتی۔۔۔

ابھی وہ انہی سوچوں میں گم تھی کہ اسکا فون رنگ ہوا تھا۔۔جلدی سے فون اٹھایا تو اسکی ایک بوتیک کی دوست کی کال تھی۔۔

کچھ دیر فون پر دوسری جانب کی گفتگو سنتے رہنے کے بعد وہ سرہاں میں ہلا گئی۔
"ٹھیک ہے۔۔میں چلی جائوں گی تم پریشان مت ہو۔۔ "
یہ کہ کر وہ خداحافظ کہتی کال کاٹ گئی۔۔

وہ کمٹمنٹ تو کر چکی تھی مگر یہ بھی جانتی تھی نایاب کا بھائی اسے کبھی اس طرح ان لوگوں کی غیر موجودگی میں باہر نہیں نکلنے دے گا اور اپنی دوست کی امی کو اسنے ائیر پورٹ سے لے کر انکے گھر ڈراپ کرنا تھا کچھ مصروفیات کی وجہ سے اسکی دوست کو جانے میں مشکل پیش آرہی تھی خیر کل کا کام کل پر چھوڑتی وہ لیپ ٹاپ کھول کر بھیٹ گئی ابھی اسے نئے برینڈ کی اوپننگ کے لیے نئے ڈیزائنز اور ماڈلز سلیکٹ کرنے تھے۔۔

***

وہ کچن میں کھڑی کھانا بنا رہی تھی جب اسے خدیجہ نے بتایا کہ اسکا موبائل مسلسل بج رہا ہے اسنے بریانی دم پر سے ہٹاتے اسے سرو کرنے کا کہا اور خود گیلے ہاتھ ٹاول سے صاف کرتی اوپر کی جانب بڑھ گئی۔۔

اسنے موبائل دیکھا تو ابراہیم کی کال تھی۔۔دھڑکن یک دم تیز ہو گئی۔۔ابراہیم اسے کیوں کال کر رہا تھا۔۔؟؟اسنے کال بیک کی تو دوسری بیل پر ہی کال اٹھالی گئی۔

"کیسی ہو۔۔؟؟"
اسکی طرف سے مسلسل خاموشی سنتا وہ پوچھنے لگا۔

"ٹھیک ہوں۔۔آپ کیسے ہیں۔؟"
وہ لب بھینچتی فون کان سے لگائے کمرے میں ٹہلنے لگی تھی۔

"تمہارے بغیر کیسا ہو سکتا ہوں۔؟؟"
ابراہیم کی سنجیدہ سی آواز پر وہ ایک پل کو ٹھہر گئی۔۔وہ ٹھیک کہہ رہا تھا وہ اس کے بغیر کیسا ہو سکتا تھا۔۔؟؟

"پھر بھی کیسے ہیں۔۔؟؟"
اسنے سوال دوھرایا۔۔

"بہت برا۔۔"
ایک پل کو وقت ٹہر گیا اسکے دل کو کچھ ہوا تھا، وہ ٹھیک نہیں تھا وہ چلتی چلتی رُک گئی۔

"میں ہوتی تو خیال رکھتی۔۔۔"
وہ کہہ رہی تھی۔۔دوسری طرف موجود شخص کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔۔وہ کتنے یقین سے کہہ رہی تھی۔۔

"ہاں شاید۔۔"

وہ فقط یہی کہہ سکا۔۔

"شاید نہیں یقینا۔۔"

اسنے یقین دلایا۔۔اور ابراہیم مان گیا۔۔وہ مان گیا کہ واقعے ہی وہ ہوتی تو خیال رکھتی۔۔

"ہاں واقعے ہی۔۔"

کچھ پل کے لیے دونوں کے بیچھ خاموشی پھیل گئی۔۔وہ سوچ رہی تھی کیا کہے اور ابراہیم اسکی بات کے انتظار میں تھا۔۔

"آپ میرا انتظار کر لیں گے ابراہیم۔۔۔؟؟"

وہ پوچھ رہی تھی ایک پل کو ابراہیم چپ ہو گیا کیونکہ وہ جانتا تھا جس انتظار کا وہ کہہ رہی تھی وہ انتظار کتنا طویل تھا لیکن اسکی محبت اس سے اظہار چاہتی تھی۔۔

"میں تو انتظار کر لوں لیکن مجھ سے اس بات کا وعدہ کرو کہ میرا یہ انتظار خالی نہیں جائے گا مجھے اجر میں تم ملو گی۔۔"

وہ وعدہ چاہتا تھا۔۔

رودابہ خاموش ہو گئی اسکے پاس جواب نہ ہاں میں تھا نہ ہی نا میں ہم مڈل کلاس لڑکیوں کی سب سے بڑی کمزوری یہی ہوتی ہے ہم محبت کو محبت سمجھ کر نہیں کرتیں ہم ایک سیکیور لائف پارٹنر کی تلاش میں ہوتی ہیں شاید اسکی بھی یہی غلطی تھی واحد غلطی کیونکہ وہ جانتی تھی ابراہیم ایک لائف پارٹنر کی خیثیت سے اسکے لیے کبھی پرفیکٹ نہیں ہو سکتا کیوں۔۔؟ یہ سوال مشکل تھا یا شاید وہ خود سے نظریں چرا لیا کرتی تھی کیوں۔۔؟؟ ہر بار نظریں چرا کر بھی وہ دکھی تھی کیونکہ جواب نہیں تھا اسکے پاس۔۔ اسے ابراہیم خٹک سے محبت تھی یہ سچ تھا

لیکن وہ جب اپنے ڈیڈ اینڈ کے بارے میں سوچتی تو چپ ہو جاتی کیونکہ نوے پرسنٹ مڈل کلاس لڑکیوں کی طرح اسکے پاس اپنے بابا کی طرف سے ملنے والے جواب کی گارینٹی نہیں تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ اسکے بابا ہاں کہیں گے یا نہ۔۔۔اپنی منگنی کی بات ایک طرف رکھ کر بھی وہ اگر اپنے بابا سے اس بارے میں بات کرتی یا ابراہیم رشتہ لے بھی آتا وہ کیا وعدہ کرتی ؟؟ ہاں کا وعدہ۔۔؟؟ وہ شخص کہ رہا تھا مجھے سے وعدہ کرو کہ میرے انتظار پر مجھے تم ملو گی۔۔وہ کیسے مل جاتی۔۔؟؟ ہم مڈل کلاس لڑکیوں کے پاس اپنی زندگی اپنی شادی اپنی محبت کی کیا گارینٹی ہوتی ہے ؟؟ کیا ہم کسی کو کہ سکتے ہیں کہ ہاں تم انتظار کرو میرے گھر والوں کی طرف سے ہاں ہی ہو گی۔۔؟؟

ایک پرفیکٹ لائف پارٹنر کی تلاش کو ایک طرف رکھ کر بھی اگر دیکھا جائے تو مڈل کلاس گھرانوں میں محبت کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے۔۔؟؟

کیا کبھی وہ نظر عزت والی ہوئی ہے۔۔؟؟اگر گھر والوں کو علم ہو بھی جائے کہ ہماری لڑکی یا لڑکے کو محبت ہو گئی ہے آدھے تو حقارت کی نظروں سے ہی مار دیتے ہیں رہی سہی کثر زمانہ نکال دیتا ہے۔۔تو پھر ٹھیک کیا ہے۔۔؟؟کیا ہم مڈل کلاس لوگ خاص کر لڑکیاں محبت کرنا چھوڑ دیں۔۔؟؟کیا ہم محبت کو پانے کی چاہ چھوڑ دیں۔؟؟یا ایک اپنی محبت کو اور ایک بیسٹ لائف پارٹنر کو ایک ترازو میں تولنا چھوڑ دیں۔۔؟؟

حل پتا ہے کیا ہے۔۔؟؟

حل یہ ہے کہ ہم خود کو وہ خواب دکھانا چھوڑ دیں جن کی تعبیر ہم جانتے ہیں کہ یہ خواب ہمارے لیے نہیں ہیں اگر محبت کے خواب دیکھ لیں تو کم از کم انکو حد میں رہ کر دیکھیں۔۔اب آپ سوچ رہے ہوں گے محبت میں کیسی حد۔۔؟؟ محبتیں حدوں کی محتاج کہاں ہوتی ہیں بھلا۔۔؟؟محبت ازل سے لے کر ابد تک کے لیے ہوتی ہے اس میں بیسٹ لائف پارٹنر، گھر والوں کا ماننا نہ ماننا یا زمانے کی سوچ میٹر

نہیں کرتی۔۔ ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم ثابت قدم نہیں رہتے ہم پہلے تو مضبوط بنتے ہیں کہ وہ جیسا ہے اسے اپنا لیں گے مگر پھر بیچ راہ میں آکر اس انسان کی خامیاں نظر آنے لگتی ہیں ہم دیکھنے لگتے ہیں کہ کیا یہ شخص ہمارے لیے مستقبل میں بیسٹ ہو گا۔۔؟؟ کیا یہ وہ سب کرے گا جو ہمیں ایک اچھی زندگی دے کیا یہ ویل سیٹلڈ ہو گا یا ہو گی کیا یہ سب مینیج کر پائے گا۔۔؟؟؟ یا نہیں۔۔ ارے محبت کو کہاں پیچھے چھوڑ دیتے ہیں ہم کیوں بھول جاتے ہیں کہ ہم نے یہ سب دیکھ کر محبت نہیں کی تھی ہم نے اس ایک شخص کے احساس سے محبت کی تھی، اسکی گفتگو، اسکے ساتھ، اسکی ذات سے محبت کی تھی جب اسکی سوچ، اسکے عمل، اسکی زندگی کو محبت کی نظر سے دیکھ رہے تھے تب یہ کیوں نہیں سوچا کہ اگر یہ بعد میں یعنی شادی کے بعد پرفیکٹ نہ ہوا تو۔۔۔؟؟ ہم اس انسان کے ساتھ خوش نہ رہ سکے تو ہمیں اسکی کمزوریاں نظر آنے لگی اسکی زندگی میں موجود چیزیں ہمیں بری لگنے لگیں تو۔۔؟؟

اسنے محبت کے تھی ابراہیم سے لیکن اسکے ساتھ کی خواہش کیسی تھی۔۔؟؟ جس میں نہ اسکے پاس تھی نہیں اور ہاں وہ کر نہیں سکتی تھی کیونکہ وہ محبت تھا اور محبتوں سے انکا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے خدا کے زرق کی بے خرمتی کی جائے۔۔وہ کیا کہ سکتی تھی۔۔؟؟ اور غلطی اسکی بھی نہیں تھی وہ شخص شروع میں جیسا تھا جتنا calm تھا وہ اب بھی اتنا ہی calm تھا وہ اس بارے میں اتنا فکر مند نہیں تھا کیوں نہیں تھا۔۔؟؟ روداب نے ابراہیم کا اپنے میسج کرنے یا نہ کرنے پر ایک جیسا ردِ عمل دیکھا تھا وہ جانتی تھی اگر وہ دس دن اسے کال یا میسج نہیں کرے گی اور بیسویں دن کرے گی تو وہ بیسویں دن بھی ویسے ہی سکون سے بات کرے گا بغیر کسی بے چینی یا سوال وجواب کے کہ وہ کہتا تھا محبت کرتا ہے لیکن یہ کیسی محبت تھی۔۔؟؟؟

ہر لڑکی کو اپنی محبت میں اس چیز کی سیٹیسفیکشن چاہیے ہوتی ہے کہ مقابل کو اس کی کتنی فکر ہے مقابل محبت اس سے کتنی کرتا ہے۔۔؟؟ وہ چاہتی تھی ابراہیم کو اسکی ہر بار پہلے سے زیادہ پرواہ ہو وہ ہر بار سے زیادہ اس سے محبت سے بات

کرے وہ ہمیشہ نہ سہی لیکن جب ضرورت ہو اسکے لیے مُیسر رہے لیکن ابراہیم اس سب سے اُلٹ تھا وہ ہفتوں بھی بھی سکون سے بات کر سکتا تھا اسکے پاس محبت کے لیے ایک مخصوص وقت تھا ہر وقت وہ محبت کا راگ نہیں الاپ سکتا تھا وہ ایک پریکٹکل بندہ تھا اسے محبت تو عزیز تھی لیکن اسے اپنے دوسرے معاملات اور اپنے کیریئر کی زیادہ پرواہ تھی۔۔

ابراہیم خٹک جیسے لوگ ہی ہوتے ہیں جن سے محبت تو کی جاسکتی ہے لیکن ان کے ساتھ ایک گھر کا خواب مکمل ہوتا کبھی نظر نہیں آتا ایک خلش ہمیشہ زندہ رہتی ہے ایک ڈر کہ جو شخص اتنا پریکٹکل ہے وہ محبت کی شادی کے بعد کیسا ہو گا۔۔؟؟

یہ وہ واحد خوف تھا جو اسے روکتا تھا ابراہیم خٹک کا وقت بہ وقت نا میسر ہونا اسکی غیر دلچسپی اسکی غیر سنجیدگی ان سب چیزوں نے اسے مل کر انسیکیور کر دیا تھا ایک عورت کے لیے دوسری عورت کے علاوہ اپنے پسندیدہ مرد کی ناقدری کا

عذاب بڑا عذاب ہوتا ہے۔۔اس دن بغیر کچھ کہے وہ کال کاٹ گئی دو دن رہ گئے تھے اسکے پیپرز ختم ہونے والے تھے اور پھوپھو شادی کی تاریخ لینے آجاتیں۔۔۔!!

آج وہ گھر میں اکیلی ہی تھی اور صبح سے ابراہیم کا خیال مسلسل اسکے ذہن میں گردش کر رہا تھا زندگی میں کبھی وہ اتنی نہیں الجھی تھی جتنی آج الجھی تھی یا گزرے کچھ دنوں سے الجھ رہی تھی۔۔اسے وہ بہت یاد آرہا تھا پروفیسر مریم کی دل سے نکالنے والی بات تک وہ بھول چکی تھی۔۔اب اسے فیصلہ کرنا تھا کچھ کرنا تھا آر یا پار۔۔۔ابراہیم سے بات کر کے کوئی حل بعد میں نکلتا پہلے وہ خود کو سمجھنا چاہتی رھی کیونکہ وہ مکمل طور پر خود بھی سمجھ نہیں سکی تھی کہ اسے کرنا کیا ہے اسے چاہیے کیا۔۔؟؟

***

براق گھر نہیں تھا اور وہ لاونج میں بھیٹا ٹی وی پر نیوز چینلز بدل بدل کر دیکھ رہا تھا آخر بور ہوتا ٹی وی بند کر کے یونہی صوفے پر لیٹ گیا۔۔

ابھی اسے لیٹے لیٹے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک اسے کچھ یاد آیا تیزی سے اٹھ کر وہ اوپر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔۔اپنے روم میں آتے اسنے الماری کھول کر سامنے پڑا ایلبم اٹھایا تھا بہت عرصے سے یونہی پڑا تھا وہ ایلبم اس میں اسکی اور ان سب کی تصویریں تھیں۔

وہ ایلبم اٹھا کر نیچے آگیا اب وہ صوفے پر بھیٹا ایلبم دیکھ رہا تھا کہیں وہ لوگ پول میں تھے کہیں کرکٹ کھیل رہے تھے کہیں پڑھ رہے تھے کہیں گا رہے تھیں کہیں وہ لوگ ساؤ پولو کی سڑکوں پر آوارہ گردیاں کر رہے تھے تو کہیں ندا کے سامنے سر جھکائے کان پکڑے کھڑے تھے بہت سی تصویریں بہت سی کہانیاں تھی۔۔

اس ایلبم میں آخر ایلبم کی آخری تصویر پلٹی اسنے اور رک گیا اس تصویر میں براق گل لالہ کی چٹیا بنارہا تھا اور وہ کینڈی پاپ پکڑے سٹیچو بنی کھڑی تصویر بنوا رہی تھی یہ تصویر بہت خوبصورت تھی وہ دونوں کتنے پیارے لگ رہے تھے وہاں۔۔ براق اور گل لالہ۔۔ باسل دھیما سا مسکرا دیا۔۔ وہ دو وجود ایک دوسرے کے لیے بنے تھے بلکل پرفیکٹ میچ لیکن پھر ہماری چوائس ہمیشہ ویسی نہیں نکلتی جیسی قسمتیں لکھی ہوتی ہے وہ محض سوچ کر رہ گیا۔۔

ایلبم سے وہ تصویر نکالتے اسنے اپنی پاکٹ میں رکھ لی تھی اور پھر ایلبم رکھنے اوپر چلا گیا اب اسے باہر جانا تھا سو گاڑی کی چابیاں لے کر نکل آیا ابھی کار مین گیٹ سے نکال رہا تھا کہ اسکا فون رنگ ہوا ارقم کی کال تھی۔۔

"ہیلو۔۔"

کہاں ہو۔۔؟؟

دوسری طرف سے جلدی جلدی میں پوچھا گیا۔

"کام ہے باہر جارہا ہوں۔"

اسنے ٹرن لیتے سامنے مرر میں دیکھا۔

"کام وام ہوتے رہیں گے ایک کام کردو گے۔۔؟؟"

"اچھا کہو۔۔"

"مجھے ریڈ فلاورز کے بُکے چاہیے ایک گھنٹے میں میرے گھر پہنچاؤ۔۔"

ارقم جلدی سے کہتا کال کاٹ گیا جانتا تھا مزید ایک منٹ رکا تو باسل جہانگیر سود سمیت اسکے منہ پر ریڈ فلاورز مارے گا اسنے گہرا سانس لیتے گاڑی موڑلی اب اسے ریڈ فلاورز لینے تھے۔

پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد آخر ایک فلاور شاپ ملی جہاں پر اسے امید تھی کہ مطلوبہ فلاورز جائیں گے وہ گاڑی سے اتر کر دکان میں داخل ہوا۔۔

وہاں آس پاس کوئی دکان دار نہیں تھا اسے حیرت ہوئی کیا یہاں کوئی یونہی پھولوں کی دوکان کو چھوڑ کر چلا گیا۔۔؟؟ خود سے سوال کرتے اسنے قدم آگے بڑھائے سامنے پڑے پھولوں میں سے اسے سرخ پھول لینے سے لیکن وہاں تو سب ہی سرخ تھے طرح طرح کے سرخ تازہ پھول ان میں سے ارقم کو پتا نہیں کون سے چاہیے تھے۔۔ اسنے فون نکالتے ارقم کو کال ملائی جسکا فون بند جارہا تھا غصے سے وہ لب بھینچ گیا۔۔

"گلاب چاہیں آپ کو۔۔؟؟"
کسی کی جانی پہچانی آواز پر وہ پلٹا اور پھر ٹھہر گیا۔۔

"آپ۔۔۔؟؟"
وہ حیرت سے بس یہی کہہ سکی۔۔

"جی بلکل۔۔"

بمشکل اس پر سے نظریں ہٹا تا وہ پیچھے پڑے پھولوں کو دیکھنے لگا۔۔

"لیکن یہاں پھولوں کی دوکان میں۔۔؟"

وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

"کیوں میں یہاں نہیں آسکتا۔۔؟"

وہ زیر لب مسکرایا کیونکہ وہ ہمیشہ کی طرح بے تکے سوال کر رہی تھی۔۔

"نہیں نہیں آسکتے ہیں یہ کون سا میری ملکیت ہے۔۔"

وہ سر جھٹکتی واپس مڑنے لگی جب باسل کی بات پر تھم گئی۔۔

"کیوں کیا میں آپ کی ملکیت پر نہیں آسکتا۔۔؟؟"

"نہیں میں نے ایسا کب کہا۔۔؟؟"

اب وہ اسکے چہرے کو دیکھتی سوال کر رہی تھی شاید اپنی خفگی مٹانے کے لیے۔۔

"مجھے گلاب چاہیے۔"

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا کہ رہا تھا جو اس وقت خود ایک گلاب لگ رہی تھی ڈیپ ریڈ کلر کی لانگ فراق اور نیچے کیپری پہنے وہ بالوں کو بھی اسی رنگ کے سکارف سے باندھے ہوئے تھی اور اس دوکان میں پڑے تمام پھولوں سے زیادہ نایاب لگ رہی تھی۔۔

"کس طرح کے گلاب چاہیے۔۔؟؟"

وہ اپنے سر پر بندھا سکارف دیوار پر لگے آئینے میں دیکھتی درست کرنے لگی۔۔ پیچھے کھڑا باسل اسے واضع آئینے میں دیکھ سکتا تھا اور دیکھتے دیکھتے ہی اسنے کسی فسون کے حصار میں جواب دیا۔

"آپ جیسے۔۔"!!

سکارف ٹھیک کرتے اسکے ہاتھ تھم گئے، وہ پلٹی۔۔

"مجھ جیسے۔۔؟؟"

دنیا جہاں کی حیرت لیے وہ اسکو دیکھ رہی تھی۔

"آپ کے سکارف کے رنگ جیسے گلاب چاہیے۔۔"!

اب کہ وہ سر جھکائے اپنا شوز زمین پر مسل رہا تھا۔

"کون سا کلر ہے یہ۔۔؟؟"

رودابہ نے آنکھیں چھوٹی کیے اسکی جانب دیکھتے پوچھا۔۔اسی پل باسل جہانگیر نے نظریں اٹھائی تھیں۔

"چیری ریڈ۔"

ٹھیک ہے میں دیتی ہوں وہ پلٹی اور وہاں موجود پھولوں کے ڈھیر کے پاس جا کھڑی ہوئی۔۔

"کتنے چاہیے۔۔؟"

اسنے چہرا موڑ کر دور کھڑے باسل کو دیکھتے پوچھا۔

"ایک فل گُجرے۔۔"

اور جواب ملنے پر وہ واپس اپنے کام میں لگ گئی، کچھ دیر کی محنت کے بعد وہ گُجرے بنا چکی تھی۔اسنے مڑ کر اسے پکڑائے پھر ہاتھ جھاڑے۔۔

"کتنے کے ہیں یہ۔۔؟؟"

باسل ان پھولوں کو دیکھ رہا تھا جو اسکے سامنے لڑکی جیسے تھے۔ایک پل کو اسکا دل کیا وہ یہ پھول ارقم کو نہ دے۔

"چار سو چالیس روپے کے ہیں۔"

اور باسل نے ایک ہزار کا نوٹ جیب سے نکال کر اسے دے دیا۔

"میرے پاس چینج نہیں ہے۔"

اسنے کندھے اچکائے۔ باسل نے ایک پل کو سوچا۔

"ٹھیک ہے ادھار رکھ لیں اگلی بار پھر لے جاؤں گا۔"

اور وہ سر ہلا گئی۔

"ویسے یہ دوکان آپ کی ہے۔۔؟؟"

"نہیں میری نہیں ہے لیکن ہر سنڈے میں اس دوکان پر پھول بیچتی ہوں۔"

"کیوں۔۔؟ کیا کوئی فائینینشیل پرابلم ہے۔۔؟"

"اوہ۔۔ نہیں جن کی یہ دوکان ہے وہ ہر سنڈے شام کو دوکان میرے حوالے کر کے اپنے گھر والوں کے ساتھ کچھ وقت بتانے کے لیے جاتے ہیں۔۔"

"مطلب میں ہر سنڈے آپ سے ٹُکے لینے آسکتا ہوں۔۔؟؟"

وہ دل سے مسکرایا تھا۔

"جی آسکتے ہیں۔۔"

وہ خوشدلی سے کہہ رہی تھی۔ باسل مڑ گیا۔۔

"کیا نیکسٹ سنڈے بھی آپ پھولوں کی دوکان پر پھول بیچنے آئیں گی۔۔؟؟"

اسنے جاتے جاتے مڑ کر پوچھا۔ رودابہ سرہاں میں ہلا گئی۔

"ٹھیک ہے پھر میں بھی آئوں گا۔۔"

یہ کہتا وہ گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔۔ گاڑی میں بیٹھ کر اسنے وہ ٹکے دیکھے پھر گاڑی سٹارٹ کر دی۔۔ اب یہ بات تو طہ تھی کہ نیکسٹ سنڈے وہ ٹکے لینے ضرور آئے گا۔۔

***

ناصر جہانگیر کے گھر وہ اُن کے سامنے سر جھکائے بھیٹا ہوا تھا، پاس صوفے پر ندا جہانگیر بھیٹی تھیں۔۔ناصر جہانگیر نے سر اٹھا کر اسکی جانب دیکھا۔۔

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔؟؟"
اور وہ انکو ایک نظر دیکھتا سر ہلا گیا۔

"جی یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور آپ نہ نہیں کریں گے۔" اسکے لہجے میں سنجیدگی واضع تھی۔ناصر سر ہاں میں ہلا گئے۔

"ٹھیک ہے۔۔۔میں چلوں گا پاکستان۔۔ "!!

وہ کہ رہے تھے اور براق ایک پل کی بھی دیر کیے بغیر اپنی پاکٹ سے فون نکال کر کسی کو کال ملانے لگا۔۔ایک منٹ تک بیل جانے کے بعد کال اٹھا گی گئی۔۔

"تین سیٹس بُک کرواؤ برازیل سے پاکستان کی ہم آرہے ہیں۔"
دوسری جانب سے پتا نہیں کیا کہا گیا تھا اسنے مسکرا کر کال بند کردی پھر وہ ناصر جہانگیر کی جانب مڑا اپنا شامان وغیرہ پیک کروالیں جو ہن سے ہماری رات کی فلائیٹ ہے اور پھر باہر کی جانب چلا گیا۔۔اسے ایک آخری کام کرنا تھا۔۔

نداوہیں صوفے پر ڈھ چکی تھیں اور ناصر جہانگیر انکوایک نظر دیکھتے اپنے کمرے کی جانب چل دیۓ مزید دیر نہیں کرنی چاہیے تھی۔

وہ اس وقت ایک مینٹل اسائیلم کے سامنے کھڑا تھا جو ایک آخری امید تھا اسکے لیے کیونکہ یہاں سے وہ ثبوت ملنے والے تھے جو چار سال پہلے اچانک غائب ہو گئے تھے۔اسنے قدم اندر کی جانب بڑھادیۓ۔ریسیپشن پر جاتے مطلوبہ شخص

کے بارے میں معلوم کرتا وہ آگے بڑھ گیا۔۔۔ مختلف راہداریوں سے ہوتے آخر کار وہ ایک آفس نما کمرے میں موجود تھا۔ سامنے چیئر پر بھیٹا شخص اسے دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"آو کیسے ہو براق۔۔؟؟"
اس شخص سے بغل گیر ہوتا براق مسکرایا۔

"جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہوں۔" خاقان آفریدی نے اسے ایک شفقت بھری نظر سے دیکھتے واپس اپنی جگہ سمبھالی تھی۔

"کیا لو گے چائے یا کافی۔۔؟؟" اب خاقان آفریدی انٹر کام ہاتھ میں پکڑے اس سے سوال کر رہا تھا۔

"ثبوت۔۔۔ جو لینے آیا ہوں۔"

براق نے سرد مہری سے اسے دیکھتے جواب دیا تو ایک پل کو خاقان کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

"ٹھیک ہے بلیک کافی لے آؤ صاحب کے لیے۔" اسنے انٹر کام پر کہتے اب اپنے ٹیبل کے دائین جانب پڑے ایک بیگ سے فائلز نکالی تھیں اور پھر وہی فائلز براق کی جانب بڑھا دیں۔

"یہ ہیں پانچ سال پہلے اسائیلم میں لگی آگ کے ریکارڈز تمام تر تفصیل موجود ہے ان فائلز میں۔۔" وہ سنجیدگی سے کہتا براق کو دیکھ رہا تھا۔

"پانچ سال پہلے لگی آگ میں جل کر مر چکے لوگوں کی فورینسک رپورٹ چاہیے مجھے خاقان یہ کاغذ کے ٹکڑے نہیں۔۔" براق نے وہ فائل واپس سے ٹیبل پر پٹخ دی تھی۔۔

"اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں وہ رپورٹس اتنی آسانی سے تمہیں دے دوں گا۔۔" خاقان نے نہایت ہی سکون سے چیئر کی پُشت سے سر ٹکا دیا، براق نے ضبط سے اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھتا تنزیہ مسکرا رہا تھا یک دم خاقان آفریدی کے سامنے بھیٹے شخص کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی گہری اور زہریلی مسکراہٹ۔۔ وہ اب اپنے کوٹ کی پاکٹ سے کچھ نکال رہا تھا اگلے چند لمحوں میں خاقان آفریدی کے آفس ٹیبل پر کچھ تصویریں پڑی تھیں اور انکو دیکھ کر اسے اگلا سانس نہیں آیا تھا۔

"آسانی سے تم فورینسک رپورٹس دو گے نہیں اور میں یہ تصاویر میڈیا کو دینے سے پہلے سوچوں گا نہیں۔" وہ ٹیبل کے سامنے کھڑا آگے کی جانب جھکا خاقان آفریدی کو دیکھتا کہہ رہا تھا۔ خاقان نے بے اختیار اپنی ٹائی ڈھیلی کر دی تھی اسے سانس لینے میں دقت ہوئی تھی۔۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے براق جہانگیر یہ لو فورینسک ریپورٹس۔۔یہ تصویریں مجھے دے دو۔۔"اسنے تیزی سے پاس پڑی فائل براق کے سامنے پھینکتے براق کی سرخ آنکھو کو دیکھتے کہا۔۔

براق نے جھک کر وہ فائل اٹھالی کچھ لمحوں بعد وہ سرخ وخشت زدہ نگاہوں سے خاقان کو دیکھنے لگا۔۔

"اس میں سے ایک پیشنٹ کی فورینسک ریپورٹ جھوٹی بنائی گئی ہے نام ٹھیک ہے لیکن۔۔عمر اور باقی تفصیل جھوٹی ہے۔"خاقان نے پریشانی سے ماتھا مسلا۔۔براق جہانگیر کے تیور لمحہ بہ لمحہ بدل رہے تھے۔

"مس ہو گئی ہو گی اس میں فکر کی کیا بات ہے۔۔کیا تمہیں وہ ریپورٹ چاہیے۔۔؟؟"
خاقان کے پوچھنے پر براق جہانگیر نے وہ فائل اسکے منہ پر ماری تھی۔

"جاہل انسان اس ایک رپورٹ کے لیے براق جہانگیر نے چار سال انتظار کیا اس ایک پیشنٹ کی فورینسک رپورٹ پڑھنے کے لیے میں نے سب حاصل کیا کہ مجھے اس تک پہنچنے میں کوئی طاقت نہ روک سکے کوئی مجھے قید نہ کر سکے جیسے پانچ سال پہلے کیا تھا اور تم کہ رہے ہو فکر کی کیا بات ہے۔۔ جانتے ہو وہ رپورٹ کس کی تھی۔۔۔؟؟" ایک پل کو رُک کر اسنے خاقان کو دیکھا جو کہ سر نفی میں ہلا رہا تھا۔

"وہ۔۔وہ میری زندگی تھی جس کی فورینسک رپورٹ تم بغیرتوں نے جھوٹی بنائی ہے اور اس میں لکھا کہ وہ۔۔وہ مر گئی ہے، کیوں۔۔؟؟ میں نہیں جانتا لیکن یہ ضرور جانتا ہوں تمہاری زندگی تباہ ہو جائے گی میرے ہاتھوں اگر سچ میرے سامنے نہ آیا۔۔"

***

رات کا اندھیرا ہر سو پھیل چکا تھا قیدی اپنے اپنے سیل مین جا چکے تھے کچھ تھے جو ادھر ادھر گھاس پر بھیٹے تھے اور کچھ اکیلے کہیں نہ کہین بھیٹے سوچوں میں گُم تھے انہی میں سے ایک قیدی وہ بھی تھی۔۔

اسے یہاں آئے کافی وقت گزر چکا تھا اور ایک دو بار تو کچھ خطرناک قسم کے قیدیوں سے پالا بھی پڑ چکا تھا جس کے نشان اسکے چہرے پر نیل کی صورت واضع تھے۔

ابھی وہ بھیٹا کچھ مزید سوچتا کہ اچانک پیچھے سے کسی نے اس پر حملہ کیا تھا سامنے والے شخص کا چہرا تو وہ نہین دیکھ پایا تھا لیکن وہ مکے جانے پہچانے سے اب وہ دونون گھتم گھتا ہوتے زمین پر ایک دوسرے کے اوپر تھے اسنے سامنے موجود

شخص کے بازو کو اپنے بازو سے لاک کیا اور ٹانگوں کو اپنی ٹانگون سے لاک کرتے اسے بے بس کر دیا اتنا کہ وہ ہل بھی نہ سکے۔۔

دوسرے وجود نے مسلسل خود کو چھڑوانے کی کوشش میں انتھک محنت کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ آخر کار تھک کر وہ سر گرا گیا کیونکہ مزید ہمت نہیں رہی تھی اور اسکے سر گراتے ہی وہ اسے چھوڑ چکا تھا۔

"عادتیں بدلی نہیں تم نے اپنی، اب بھی سنگ دل ہو۔۔" وہ کہتا آسمان کو دیکھنے لگا تھا۔

"کچھ عادتیں بھی کسی کی یاد کی امانت ہوتی ہیں۔" وہ آنکھیں موندھے کہہ رہا تھا۔ ایک آنسوں آنکھ سے نکل کر گھاس میں غائب ہو گیا۔

"تم نے خود کے لیے یہ سزا چُنی ہے۔۔؟؟" وہ تلخی سے اسکے چہرے کو ایک نظر دیکھ رہا تھا جہاں برسوں کا کرب ابھر آیا تھا۔

"نہیں۔۔اپنی محبت کو بچانے کے لیے یہ سزا چنی ہے، یہاں اس جیل میں نہ رہتا تو اسے اپنے اِنہی ہاتھوں سے برباد کر دیتا جن سے بچایا تھا۔۔" ایک چہرا آنکھوں میں اُبھرا اور غائب ہو گیا۔

"یعنی خود سے اور محبت سے بھاگ رہے ہو۔"

"محبت سے بھاگ رہا ہوں اس لیے اب تک یہیں ہوں خود سے بھاگنا چاہتا تو کب کا بھاگ گیا ہوتا۔"

"اس قید میں رہ رہ کر تم مر جاؤ گے۔"

"یہاں تو محبت نے قید کر رکھا ہے اور محبت کی قید مارتی نہیں ہے۔۔"

"اور اگر وہ ہی نہیں تو یہ قید کیسی۔۔؟؟"

"کون۔۔کون نہیں ہے۔۔؟؟"

"جس کی وجہ سی تم نے یہ زندگی چُن لی۔۔"سامنے والے کی سماعتوں پر جیسے بم پھینک دیا گیا۔

"میں نے تو اسے بچا لیا تھا۔۔اسی کچھ نہیں ہو سکتا۔"وہ بے یقینی سے کہہ رہا تھا۔

"تم نے اسے بچایا تھا۔۔؟؟"اسکے لہجے میں حیرت واضح تھی۔

"ہاں۔۔وہ بچ گئی تھی میں نے اسے ایک آنچ نہیں آنے دی تھی۔"وہ اٹھ بھیٹا تھا اسکا پورا وجود کانپ رہا تھا بیتے لمحے یاد آنے لگے تھے۔۔

"تو پھر وہ کہاں گئی۔۔؟"

"کیا اس دن میرے جانے کے بعد اسکی ساتھ کچھ ہو گیا تھا۔۔؟؟"یہ لفظ نا جانے کس طرح ادا ہوئے تھے لیکن ہو گئے تھے دوسرے وجود کے لیے سب تھم گیا سب کچھ وہ منجمند رہ گیا۔۔اس پل زندگی ہار گئی اور قسمت جیت گئی تھی اسکی یہ قید یہ اذیت کسی کام نہیں تھی آئی وہ اسے نہیں بچا سکا تھا۔

***

آج وہ مریم کیانی سے ملنے یونیورسٹی آئی تھی اور اب ان کے سامنے ان کے آفس میں بھیٹی انہیں اپنے آنے کی وجہ بتا چکی تھی۔

"تو تم کیا چاہتی ہو۔۔؟؟اسے اپنی زندگی میں جگہ دے دو گی یا پھر موو ان کر لو گی۔۔؟؟"سنجیدہ سا سوال کیا گیا۔

"موو ان۔۔؟؟وہ کیا ہوتا ہے پروفیسر ہم لڑکیاں اپنی محبت سے موو ان نہیں کر سکتیں اس محبت کے کوئی نہ کوئی جڑ رہ ہی جاتی ہے جو عمر بھر دل میں پیوست رہتی ہے کچھ بھولنے نہیں دیتی۔۔موو ان کا مطلب ہوتا ہے آگے بڑھ جانا لیکن کیا واقعے۔۔؟؟واقعے اس ایک وجود کو بھول کر آگے بڑھ جانا آسان ہے جس کے ساتھ ایک گھر کا خواب دیکھا ہو یا جو ہماری محبت ہو۔۔۔اسکی علاوہ کسی دوسرے وجود کو تو برداشت کرنا بھی ناممکن ہے کیسے کیا جائے کسی اور کو اپنے پسندیدہ شخص کی جگہ پر کیسے برداشت کیا جائے۔۔۔میرے لیے تو یہ ناممکن ہے میں اسے اپنی زندگی سے نکال کر بھی کبھی نکال نہیں سکوں گی میں نے اس سے سچی محبت کی ہے پروفیسر۔۔"

"تو پھر اسے اپنی زندگی میں جگہ دے دو تاکہ بعد میں تم خود کو بلیم نہ کر سکو۔" انہوں نے آسان حل بتایا۔

"ہنہہ۔۔(اسکے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئ۔) میں تو اس شخص سے محبت کرنے پر بھی خود کو بلیم کرتی ہوں پروفیسر میری ہی غلطی ہے کاش میں نے اسے دل میں جگہ نہ دی ہوتی کیونکہ۔۔ کیونکہ اسکو زندگی میں شامل کر لینا ایسا ہی ہے جیسے ہر ہر پل اپنے احساسات کو مرتے دیکھنا۔" اسنے مریم کیانی کو دیکھتے کہا تھا۔۔

"تم اسے زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہتی اور نکالنا بھی نہیں چاہی تو پھر کیا چاہتی ہو۔۔۔؟؟" انہوں نے اچنبے سے پوچھا۔

"مجھے حل بتائیں کہ میں ایسا کیا کروں جو وہ میرے دل سے نکل جائے اور اگر نکل نہیں سکتا تو کم از کم مجھے ویسا مل جائے جیسا میں چاہتی ہوں وہ ایک اچھا ہمسفر

بن جائے نا کہ جیسا وہ اب ہے وہ مجھے کبھی اگنور نہ کرے اہمیت دے اور میں ہمیشہ اسکے لیے خاص رہوں۔۔" وہ ایک عجیب سی منتق لیے کہ رہی تھیں اور مریم کیانی کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔۔رودابہ نے انکو حیرت سے دیکھا۔۔کیا اسنے کچھ غلط کہا تھا یا کچھ انہونا۔۔؟؟ وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔

"جب اسے چھوڑنا ہے تو مکمل چھوڑ دو۔۔ کبھی واپس پلٹ کر نہ دیکھو۔۔اس سے متعلق جذبات کو دفن کر دو لیکن اگر چاہتی ہو کہ وہ ویسا بن جائے تو اس سے بات کرو اسے اپنا مسئلہ بتاؤ یا پھر اسے ویسے ہی قبول کرو جیسا وہ ہے اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ وہ ہر بار تمہارے احساسات مجروح کرے گا اور آہستہ آہستہ تمہارے دل سے اتر جائے گا کیونکہ کوئی بھی انسان اپنے جذبات کا بار بار رد ہونا قبول نہیں کر سکتا ایک عرصے کے بعد جذبات ماند پڑ جاتے ہیں اور ناپسندگی جنم لینے لگتی ہے ہمارا دماغ بدلہ لینے کا سوچنے لگتا ہے دل اس انسان کے نام پر دھڑکنا چھوڑ دیتا ہے کیونکہ دل دماغ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔۔دماغ جب بار بار اسکی وجہ سے تکلیف میں ہو گا زیادہ سوچے گا تو آٹومیٹکلی وہ خود کی حفاظت لیے کچھ سوچ

لے گا اس کے بعد تمہارا انٹرسٹ اس شخص کی جانب سے ختم ہونے لگے گا بے شک وہ تمہاری محبت ہی کیوں نہ ہو۔۔" مریم کیانی نے اسے تفصیل سے سمجھاتے اسکے چہرے کو دیکھا جہاں کوئی تاثر معلوم نہیں ہوتا تھا وہ چپ چاپ سُن سی بھیٹی تھی۔

"میں اس سے دور رہ کر اسکے لیے اپنی محبت ختم کردوں گی اسے سوچوں گی بھی کم اور اسکی ہر یاد کو راکھ کر دوں گی۔" اسکے ہلتے لبوں سے نکلنے والے لفظوں پر مریم کیانی لب بھینچ گئیں۔۔

وہ لڑکی اپنے احساسات کے ساتھ کھیلنے والی تھی ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ کسی کی چاہت ہونے کے باوجود انسان اس سے دور رہ کر اسے یاد نہ کرے اور اگر کرے بھی تو برے لفظوں میں کیونکہ دوریاں کبھی کبھی محبت کی تمام شدتوں کو سمیٹ کر ایک طوفان بنادیتی ہیں جو صرف ایک وجود کا پابند ہو جاتا ہے جس کے آنے پر

ہم اسے کسی صورت جھٹک نہیں سکتے۔۔ ابھی اگر وہ اس شخص سے دوری اختیار کر لیتی تو یقیناً وہ ہار جاتی وہ دوبارہ اسکی جانب ضرور پلٹتی۔

صرف ایک پرسنٹ چانس تھا کہ رودابہ جمشید اپنی محبت کو بھلانے میں کامیاب ہو جائے صرف ایک پرسنٹ چانس۔۔ باقی تمام کے تمام چانس ہارنے کے تھے ایک کامیاب ہوتا تو وہ بھی کامیاب ہوتی اور اگر ننانوے میں سے بھی ایک کامیاب ہوتا تو وہ ہار جاتی اسنے جیت کے لیے ہار کا راستہ چُن لیا تھا اسی رستے نے اسے منزل پر پہنچانا تھا اور اسی رستے نے اسے منہ کے بل گرانا تھا صرف ایک چانس تھا کہ وہ بچ جاتی ایک چانس۔۔!!!

یونی سے آکر اسے پتا چلا کہ پھوپھو آئی ہوئی ہیں سو وہ فریش ہو کر انکے پاس آ بھیٹی پھوپھو کا چہرا چمک رہا تھا وہ سمجھ گئی شاید پھوپھو شادی کی کوئی بات کرنے آئی ہیں وہاں سے اٹھ کر وہ کچن میں آئی تو خدیجہ نے اسے بتایا پھوپھو عمرے پر جا رہی ہیں سارے دن میں یہ وہ واحد بات تھی جس نے اسے خوشی دی تھی وہ

مسکراتی ہوئی ٹیبل سیٹ کر رہی تھی جب ڈور بیل ہوئی سب ڈرائینگ روم میں تھے تو وہ دروازہ کھولنے باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔

سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر بے اختیار وہ دو قدم پیچھے لے گئی تھی کیونکہ آنے والا کوئی اور نہیں اسکا سو کالڈ منگیتر تھا۔۔وہ سلام کرتا اندر کی جانب بڑھ گیا بغیر کوئی بات کیے بغیر حال چال پوچھے۔۔لیکن اسے برا نہیں لگا تھا کیونکہ وہ اس سے ایسی کوئی امید رکھتی ہی نہیں تھی۔

لنچ کے دوران پھوپھو اور امی باتیں کر رہی تھیں اور بابا ایک دو بار ہوں، ہاں کر رہے تھے۔۔رودابہ چپ تھی اور راسم کو خدیجہ سے اسکی سٹڈی کے بارے میں سوال و جواب کر رہا تھا۔۔لنچ ختم کرنے کے بعد اب باری تھی چائے کی وہ چائے بنانے کچن کی جانب بڑھ گئی چائے بناتے ہوئے بھی وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی جب اسے محسوس ہی نہیں ہوا کہ راسم کچن میں آ کھڑا ہوا ہے۔۔۔اچانک

سے وہ ٹرے لینے کے لیے مڑی تھی جب اپنے پیچھے کھڑے راسم کو دیکھ کر یک دم پیچھے ہوئی تھی۔۔

"آپ کو کچھ چاہیے تھا۔۔؟"

اسنے چائے کپوں میں ڈالتے پاس کھڑے راسم سے سوال کیا۔۔

"ہاں۔۔جواب چاہیے مجھے کہ تم نے امی کو انکار کیوں نہیں کیا جب کہ ہماری کال پر بات ہو چکی تھی اس بارے میں۔۔" وہ تیکھے لہجے میں بولتا اسے ضبط سے لب بھینچنے پر مجبور کر گیا۔۔

"مجھے اچھا نہیں لگا یہ بات خود سے کرنا۔۔" مختصر لفظوں میں کہتی وہ بات ٹال گئی۔

"مطلب تم کبھی اس رشتے سے بھی انکار نہیں کرو گی رودابہ۔؟؟" وہ تیز لہجے میں کہتا مُٹھیاں بھینچ گیا تھا۔۔

"ہاں نہیں کروں گی۔۔۔ کیونکہ یہ رشتہ پھوپھو کو بہت عزیز ہے۔۔" اسنے سنجیدگی سے کہ کر ٹرے اٹھایا اور ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گئی، پیچھے کچن میں کھڑے راسم کی آنکھوں میں ایسا کچھ تھا جو نظرانداز کرنے کے قابل بلکل نہیں تھا۔

***

# *بابِ سکوت*

# *از قلم مریم راجپوت*

## Episode No. 7

اپنے کلائنٹ سے میٹنگ ختم کرتا وہ آفس سے جب گھر جانے کے لیے نکلا تو سامنے ارقم اور باقی چاروں کھڑے تھے۔۔وہ حیران ہوتا انکی جانب بڑھ گیا۔۔

"تم سب یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟؟"

اسنے ارقم اور نبراس سے مصافحہ کرتے سوال کیا۔

"ہاں۔۔کچھ دیر آوٹنگ کا پلین تھا ہم سب کا اس لیے تمہیں سیدھا لینے آ گئے جانتے تھے تم انکار ہی کرو گے۔ "

ارقم نے جواب دیا تو وہ مسکراتا سر نفی میں ہلا گیا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں چلو چلیں۔۔ایک ہی گاڑی ہے۔؟؟" وہ گاڑی کی جانب بڑھتا پوچھنے لگا۔

"ہاں۔۔میں تمہارے ساتھ جائوں گا صنم دور زمین نبراس کے ساتھ۔۔" ارقم اسکی جگہ ڈرائیونگ سیٹ سمبھالتا کہ رہا تھا باقی وہ لوگ بھی گاڑی میں بھیٹ چکے تھے۔

"جانا کہاں ہے۔۔؟؟" اسنے سیٹ بیلٹ لگاتے پوچھا۔

"رودابہ کو لینے۔۔" ارقم مصروف سا گاڑی کو ٹرن کرتا بول رہا تھا۔۔ باسل جہانگیر نے بے اختیار سر موڑتے اسے دیکھا۔۔

"کیا۔۔۔؟؟"

وہ حیران ہوا تھا اور شاید تھوڑا سا خوش بھی۔۔ ارقم نے اسے دیکھتے بھنویں اُچکائیں۔۔۔

"کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے۔۔؟؟" وہ مسکراتا پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔ "

باسل نے بے اختیار نظریں سامنے روڈ پر ٹکا دیں۔

تقریباً بیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ لوگ رودابہ کے گھر کے باہر کھڑے تھے۔ ہارن بجاتے ہی وہ باہر آتی دیکھائی دی۔۔ گاڑی میں بھیٹے باسل جہانگیر

نے اسے بہت غور سے دیکھا تھا۔۔وہ ڈارک پرپل کلر کا لانگ کوٹ پہنے ہوئے تھی، سفید سینکرز، اور سر پر موجود حجاب نے اس کی شخصیت کو ایک خاص وقار بخش دیا تھا۔۔

اب وہ نرمین سے گلے مل رہی تھی پھر صنم سے پھر وہ لوگ گاڑی میں بیٹھے آگے ان لوگوں کی گاڑی تھی اور پیچھے باسل اور ارقم تھے۔۔ارقم نے آگے موجود گاڑی کو مزید رفتار پکڑتے دیکھا تو اسکی جانب ایک نظر دیکھتے وہ گاڑی کی سپیڈ مزید بڑھا گیا۔۔آہستہ آہستہ ان کی گاڑی پیچھے چھوٹ گئی اور وہ دونوں کافی آگے نکل آئے۔۔۔

مطلوبہ جگہ پر پہنچتے اب وہ لوگ رودابہ، صنم، نرمین اور نبراس کا انتظار کر رہے تھے، انکے پہنچتے ہی وہ سب اندر کی جانب بڑھ گئے۔۔یہ ایک خوبصورت سا ریسٹورنٹ تھا جنوری کی سردی میں لان کے بیچھو بیچ بوفے لگایا گیا تھا پاس ہیٹرز آن تھے لیکن سردی پر بھی عروج پر تھی، کھانا آرڈر کرنے کے بعد وہ

لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے ادھر ادھر نظریں گھماتے اچانک اسکی نظر اپنے سامنے بھیٹی رودابہ پر ٹھہر گئی وہ دھیمے لہجے میں نرمین سے بات کر رہی تھی۔۔وہ کچھ لمحے اسے دیکھتا گیا نا جانے کیوں وہ سمجھ نہیں سکا تھا لیکن اس لڑکی سے اسے کشش محسوس ہوتی تھی۔۔

اچانک رودابہ نے فون نکال کر نرمین کو کوئی تصویر دکھائی تھی جس پر وہ مسکرا کر اب صنم کو کچھ بتا رہی تھی رودابہ نے یونہی چہرا موڑا تھا جب سامنے بھیٹے باسل جہانگیر کو خود کی جانب دیکھتا پا کر وہ تزبز ہوئی۔۔پھر نظریں جھکا گئی اسکی آنسوں میں کوئی شناسائی نہیں ابھری تھی باسل کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔

خود پر سامنے بھیٹے وجود کی نظروں کو گڑھا ہوا محسوس کرتے اسنے دوبارہ نظریں اس جانب نہیں کی تھیں۔۔آخری بار فلاور شاپ کی ملاقات کے بعد وہ اسے اب دیکھ رہی تھی اور بری طرح تزبز تھی کیونکہ آج باسل جہانگیر نے ایک بار پھر لینز اتار رکھے تھے اسکی آنکھوں کے مختلف رنگ رودابہ جمشید کو اپنی جانب

متوجہ کر رہے تھے لیکن وہ ڈھیٹ بنی بھیٹی ہوئی تھی وہ ان آنکھوں میں دوبارہ نہیں چاہتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی دوبارہ دیکھے گی تو ڈوب جائے گی اور پھر ابھر نہیں پائے گی اس انسان کی یہ مختلف آنکھیں اسے بے حد اچھی لگتی تھیں اور دلچسپ بھی مگر وہ اسے کہہ نہیں سکی تھی۔۔

***

برازیل سے پاکستان تک کا سفر طویل تھا لیکن آخر کار ختم ہو گیا وہ لوگ کراچی ائیر پورٹ پر اترے تھے براق نے باسل کو نہیں بتایا تھا اس لیے اسنے اپنے ڈرائیور کو کال کر کے بھلایا تھا۔ براق جہانگیر ندا اور ناصر کے ساتھ باہر آیا تو ڈرائیور کہیں نہیں تھا اسنے لب بھینچتے کال ملائی تھی جو کہ مسلسل رنگز جانے پر بھی اٹھائی نہیں گئی تھی اسنے کال کاٹ کر پھر سے ملائی اس بار اٹھالی گئی ڈرائیور

سے اسکی لوکیشن معلوم کرتا وہ مڑا تھا جب وہ اپنے بائیں جانب سے گزرتی کسی خاتون سے ٹکرایا تھا وہ چادر لیے ہوئے تھی سو اسنے بغیر سر اٹھائے معذرت کرتے قدم آگے کی جانب بڑھا دیئے اب وہ لوگ پارکنگ کی جانب جا رہے تھے۔۔

پارکنگ میں ڈرائیور سے سارا سامان رکھوانے کے بعد وہ مڑا ہی تھا کہ اسکا فون رنگ ہونے لگا۔۔۔اسنے ایک بار پھر قدم تھوڑے کم رش والی جگہ کی جانب بڑھائے تاکہ سکون سے کال سُن سکے۔۔

کال پر وہ بات کر ہی رہا تھا جب کوئی اسکے پاس سے گزرا تھا اور اچانک اسکے ہلتے لب ساکت ہو گئے وہ کچھ جانی پہچانی سی خوشبو تھی کچھ ایسی جو بہت پرانی تھی لیکن تھی۔۔ایک پل کو سب ٹھہر گیا اور وہ بھی واقعے یہ خوشبو انجانی نہیں تھی، اپنی تھی، بہت اپنی۔۔۔اسنے بے اختیار سر گھماتے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن کچھ خاص نظر نہ آنے پر وہ سمبھلتا واپس سے کال کی جانب متوجہ ہو گیا تھا لیکن پھر بھی وہ

مکمل طور پر کال کی جانب متوجہ نہیں ہو سکا تھا۔۔ایک احساس نے اسے ڈسٹرب کر دیا تھا۔۔آخر کار وہ کال کاٹتا مڑا اور گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

دور کھڑے ایک وجود نے رُکے ہوئے سانس سے اسے گاڑی میں بھیٹتا دیکھا اور لمحہ بہ لمحہ خود سے دور ہوتا دیکھا۔۔کتنے ہی پل وہ ہل نہیں سکی تھی بس چپ چاپ کھڑی رہی آج اسنے جانا تھا کبھی کبھی کچھ قدموں کی دوری بھی انسان کو صدیوں کا سفر کرواتی ہے،وہ اس سے کچھ قدم ہی تو دور تھا صرف کچھ قدم۔۔اور وہ چند قدم طے کرنا اسکے لیے کے لیے کتنا مشکل تھا۔۔

وہ اپنی دوست کی امی کو لینے آئی تھی لیکن عین وقت پر معلوم ہوا انکی فلائٹ کچھ مسائل کی بنا پر کینسل ہو چکی تھی اور پھر فلائٹ کی ساری ڈیٹیلز لے کر واپس آتے وہ کسی سے ٹکرائی تھی اس شخص کا معذرت کرنا اور گلہ کا اسکی آواز پہچان لینا پھر چلا گیا لیکن پارکنگ تک آتے آتے اسکی ٹانگیں کانپنے لگی تھیں۔۔

اسے دکھ تھا کہ براق جہانگیر نے ایک پل کو نظریں اٹھا کر نہیں دیکھا تھا اور خوشی بھی تھی کہ اسنے نہیں دیکھا تھا پھر بھی دھڑکنیں بے ترتیب تھیں لب کانپ رہے تھے اسکی حالت خراب ہو رہی تھی اور پھر اسی کیفیت میں وہ پارکنگ میں بھی اسکے پاس سے گزر آئی تھی گاڑی کے پاس کھڑے اسنے براق جہانگیر کا مڑنا دیکھا تھا اور یوں بے چین ہونا بھی دیکھا۔

اسنے اپنی حالت مزید غیر ہوتی محسوس کی دنیا کا سب سے مشکل کام ہوتا ہے اپنے اپنوں کو دور سے دیکھنا انکو دور سے محسوس کرنا اور آج چار سال بعد وہ اسی حالت کا شکار تھی جو کبھی نہیں ہوئی تھی۔۔۔

اسے اپنی فیملی شدت سے یاد آئی وہ ہنستے کھیلتے دن۔۔سب اچھا تھا وہی پل تو زندگی تھے جن پلوں میں وہ سب ساتھ تھے اور اب زندگی کسی بند چھوٹے سے کمرے جیسی ہو گئی تھی جہاں نہ آکسیجن کا گزر تھا نہ ہی روشنی کا اور گل لالہ اس کمرے میں شاید آخری سانسیں لے رہی تھی۔۔

***

مزید ایک ہفتہ گزر گیا اس شام کے بعد دونوں قیدی بلکل پھر نہیں ملے تھے کیونکہ وہاں کسی کو بھی شک ہو جاتا تو برا ہوتا لیکن آج وہ دونوں رات کے آخری پہر جیل کی چھت پر موجود تھے۔۔۔کیسے۔۔۔؟؟اور کتنی مشکل سے یہ وہ دونوں ہی جانتے تھے۔

"تم کیا چاہتے ہو اب۔۔؟؟کیا مزید اس جیل میں رہو گے یا آزادی۔۔۔"

اسنے جملہ ادھورہ چھوڑ دیا۔

"جس کو زندگی دے کر یہ موت چُنی تھی اسے زندگی نہیں دے سکا تو اب میں ان لوگوں کی زندگی چھینوں گا جنہوں نے میری زندگی چھینی ہے۔" وہ سرد لب وہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔۔۔ماحول میں پھیلی عجب سی کیفیت دونوں کے دل میں موجود تکلیف کو بیاں کر رہی تھی۔

"تم بھاگ جاؤ گے۔۔؟" اسنے آخر وہ سوال کیا جس کا اسے سب سے زیادہ انتظار تھا۔

"میں نہیں ہم دونوں بھاگ جائیں گے لیکن ویسے نہیں جیسے آئے تھے بلکے انکو موت دے کر جنہوں نے ہماری زندگیاں برباد کیں۔۔۔" وہ اب سر اٹھا کر آسمان کو دیکھ رہا تھا۔۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو۔۔؟؟تم نے کیا جرم کیا ہے شمز۔۔؟؟" کچھ یاد آنے پر اسنے تیکھی نگاہوں سے اب کہ اپنے پاس بھیٹے قیدی کو دیکھا جو ایک پل کو اسکے سوال پر گھبرا سا گیا تھا۔

"میں نے قتل کیا تھا۔" کچھ پل سوچنے کے بعد اسنے جواب دیا اور پاس بھیٹے شخص کی آنکھوں میں تمسخر ابھر آیا چہرے پر دھیمی مگر پراسرار مسکراہٹ دِکھنے لگی۔

"قتل کیا تھا یا قتل کا ڈرامہ۔۔؟؟" اسکے سوال پر شمز ایک پل کو ساکت رہ گیا یہ بات اسکے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا تھا اسنے حیرت سے پراسرار مسکراہٹ چہرے پر سجائے بھیٹے شخص کو دیکھا تھا اور امن جان گیا ایسا ہی تھا اسکا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ شمز سر نفی میں ہلانا چاہتا تھا لیکن وہ نہیں ہلا سکا کیونکہ سامنے بھیٹا شخص اسکی گردن دبوچ چکا تھا۔۔

"تم بے خودہ انسان اگر وہ تمھیں پھانسی کی سزا سُنا دیتے تو۔۔؟؟" اسنے شمز کے گلے پر اپنی گرفت مضبوط کر دی اتنی کہ اُسکا چہرا سرخ پڑ گیا۔۔ وہ خود کو مسلسل چھڑانے کی کوشش میں ہلکان ہونے کے بجائے سکون سے اسکی مضبوط ہوتی گرفت پر منہ سے سانس لے رہا تھا۔۔ امن نے اسکی یہ پر سکون چال دیکھتے اب کہ اسکی کمر میں مکا جھڑتے اسے چھوڑ دیا وہ جانتا تھا شمروز جہانگیر دنیا کا سب سے ڈھیٹ انسان ہے اسکے پاس ہر سچویشن سے نکلنے کا حل ہوتا ہے۔۔

اب کہ وہ سیدھا ہوتا پھر سے اسی طرح بھیٹ گیا جیسے پہلے بھیٹا تھا۔۔ امن نے اسکے چہرے کو بہت غور سے دیکا تھا جہاں چٹانون جیسی سختی تو تھی لیکن دکھ بھی تھے اسکی آنکھوں میں گہرا ملال زندہ تھا، وہ مضبوط تو تھا لیکن اسکا دُکھ سب سے بڑا تھا۔۔ امن سر جھکا گیا وہ بھی تو شمروز جہانگیر کا مجرم تھا۔۔ نہ وہ شمروز کی بہن کو بچا سکا اور نہ اپنی محبت کو۔۔

شمروز نے یونہی دیوار سے سر ٹکائے آنکھیں موندھ لی تھیں اسے ایک بار پھر وہ رات یاد آئی تھی جس رات ان پر قیامت ٹوٹی تھی۔۔

ماضی

نیم مردہ سٹریچر پر پڑی لڑکی۔۔۔ایمبولینس۔۔۔

خون۔۔۔

لاش۔۔۔

اجنبی شخص۔۔۔

فرینڈس پارٹی۔۔۔

ڈرنکس۔۔۔

سٹریٹ لائیٹس۔۔۔

اور ایک کار ایکسیڈنٹ۔۔۔

ہاسپٹل سے خبر ملتے ہی ندا جہانگیر ہوش کھونے لگی تھیں انہوں نے براق اور باقی سب کو کالز کر کے بھلا لیا تھا اور جب وہ لوگ ہاسپٹل پہنچے تو گل لالہ کو وینٹی لیٹر پر پایا۔۔اسکی حالت بری تھی روڈ ایکسیڈنٹ کیسے ہوا کیوں ہوا ان میں سے کسی نے پتا لگانے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ اس وقت گل لالہ کی زندگی سب سے زیادہ عزیز تھی۔

براق جہانگیر نے آخری پر اسے خوش باش دیکھا تھا جب وہ اسے اسکی دوست کے گھر چھوڑ کر آیا تھا اور اب وہ سرخ بالوں والی لڑکی سرخ رنگ سے رنگی ہوئی تھی وہ جو موت کا رنگ ہوتا ہے۔

ندا اور باقی سب آوپریشن تھیٹر کے باہر موجود تھے کیونکہ گل لالہ کو آئی سی یو وارڈ سے اب آپریشن کے لیے لے گئے تھے۔۔

"آپ پیشنٹ کی مدد ہیں۔۔آپ اس فائل پر سائن کر دیں۔۔"نرس نے ندا جہانگیر کے پاس آتے فائل سامنے کی۔۔

"کس چیز کے سائن۔۔؟؟"انہوں نے بھیگی نظروں سے سوال کیا۔

"اگر پیشنٹ کی آپریشن کے دوران ڈیتھ ہو جاتی ہے یا کچھ اور مسئلہ بنتا ہے تو ہاسپٹل ذمہ دار نہیں ہوگا۔۔"نرس کے کہنے پر ایک پل کو وہاں ہاسپٹل کی راہداری میں موجود چھے لوگ ساکت ہو گئے تھے ان میں سے ایک شخص کو ہوا میں آکسیجن کی کمی شدت سے ہوئی تھی اور وہ یک دم لڑکھڑایا تھا۔۔ناصر جہانگیر نے تیزی سے آگے بڑھتے براق کو سمبھالا ندا کانپتے ہاتھوں سے فائل پر سائن کر رہی تھیں پھر نرس فائل لے کر چلی گئی لیکن پیچھے ان چھے افراد کو سولی پر چڑھا گئی تھی۔

"براق آؤ مسجد چلیں۔۔" ناصر جہانگیر نے اسکا کندھا تھپتھپاتے کہا تو اسنے اپریشن تھیٹر کے دروازے پر جمائی نظریں موڑ کر انہیں دیکھا۔۔

"اگر میرے واپس آنے تک وہ ٹھیک ہو گئی، اس نے مجھے پکارہ اور میں اسکے پاس نہ گیا تو۔۔؟" دنیا جہاں کا خوف اسکے لہجے میں آسمایا تھا وہاں کھڑے باسل جہانگیر نے اپنے بھائی کے چہرے کو دیکھا جہاں زمانوں کی تھکن تھی پھر وہ اسکے پاس آ کھڑا ہوا۔۔

"بھائی میں آپ کو کال کر دوں گا آپ جائیں اسے اللہ سے مانگیں نہ ہم سب یہاں ہیں۔۔" وہ رُندھی ہوئی آواز میں تسلی دے رہا تھا لاپرواہ سا لڑکا آج بری طرح غمگیں تھا۔۔ براق نے ناصر جہانگیر کے ساتھ باہر کی جدنب قدم بڑھا دئے ہاں اسے اپنی زندگی کو اللہ سے ہی تو مانگنا تھا۔۔

شمروز نداجہانگیر کے پاس بھیٹا انکا ہاتھ تھامے ہوئے تھا امن نے نداجہانگیر کے چہرے کو ایک نظر دیکھا پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا راہداری پار کر گیا اسے بھی تو زندگی مانگنی تھی۔۔ وہ وضو کر رہا تھا جب منہ پر پانی ڈالتے اچانک اسکی آنکھ سے ایک آنسوں بہ نکلا تھا وہ چھوٹی سی لڑکی اسے بھی تو بہت پیاری تھی اور آج وہ اس خوف میں تھا کہ کہیں اسکی مسکراہٹ کو کھو نہ دے وہ سرخ بالوں والی لڑکی اس سے دور نہ ہو جائے وہ جو اسے عجیب نظروں سے دیکھا کرتی تھی امن کو ان نظروں کا پھر انتظار تھا۔۔ وضو کر کے وہ پریئر روم کی جانب بڑھ گیا۔۔

دوسری طرف آپریشن تھیٹر میں موجود ڈاکٹرز اسکی زندگی بچانے میں لگے ہوئے تھے وہاں لیٹی لڑکی کی حالت بری تھی اتنی کہ اسکا بچ جانا ایک معجزہ ہوتا اور باہر موجود چھے کے چھے افراد اس معجزے کے منتظر تھے۔۔

اندر لیٹا وجود بے ہوش و خطر تھا یوں جیسے اسے کسی کی پرواہ نہیں تھی یوں جیسے وہ بس یہ زندگی اتنی ہی چاہتی تھی۔۔ یوں جیسے وہ چھوٹی لڑکی اتنی ہی زندگی لے کر

آئی تھی۔۔جب اچانک نرس تیزی سے بیک ڈور کھولتی آپریشن۔ تھیٹر میں داخل ہوئی تھی۔۔ڈاکٹرز نے نظریں موڑ کر اسے دیکھا۔۔

"مئز زبیل کے بیٹے کو جو ہارٹ ڈویٹ ہونا تھا وہ نہیں ہو سکتا ڈونر نے عین وقت پر انکار کر دیا ہے اور ہم زبردستی نہیں کر سکتے۔۔" وہ نرس انگریزی لب ولہجے میں کہہ رہی تھی ڈاکٹرز کے ہاتھ آپریشن کرتے کرتے رُک گئے تھے۔۔

ڈاکٹرز کے چہرے پیلے زرد ہو گئے تھے۔۔ مئز کے بیٹے کو کچھ ہو جاتا تو ان میں سے کسی کا نام ونشان نہ ملتا بے شک یہ برازیل تھا ایک مظبوط ملک یہاں کے قانون سخت تھے لیکن ہر ملک کی طرح کچھ چھپی ہوئی طاقتیں یہاں یہاں بھی تھیں جو دولت کے بل پر کچھ بھی پا سکتی تھیں جن میں ضمیر یا رحم نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔۔

"ہمارے پاس کوئی ایسا پیشنٹ بھی نہیں ہے جس کا ہارٹ خفیہ طریقے سے ٹرانسپلانٹ کر دیا جائے اور مئیر کا بیٹا ٹھیک ہو جائے۔۔"ڈاکٹر جونسن نے پاس کھڑے ڈاکٹر میتھ سے کہا تھا۔۔

آپریشن تھیٹر میں بے جان لیٹے وجود کی فکر اب کسی کو نہیں تھی وہاں موجود ہر فرد کو اپنی جان کی فکر تھی وہ سب اب خود کو بچانے کے خربے ڈھونڈ رہے تھے، جب اچانک مارلن کرابے کی آنکھیں چمکی تھیں وہ ان ڈاکٹرز کے ساتھ کھڑی ایک لیڈی ڈاکٹر تھی۔۔ شاطر اور ذہین۔۔۔ !!

"کیوں نہ ہم اس لڑکی کا دل مئیر کے بیٹے کو ٹرانسپلانٹ کر دیں۔۔۔؟؟"اسکے جملے نے پورے ماحول میں سُنسنی سی پھیلا دی تھی۔۔ڈاکٹرز نے ایک دوسرے کے چہرے کو دیکھا پھر مارلن کرابے کو اور اب وہ لوگ سوچ میں تھے کیا ایسا کرنا ٹھیک تھا۔۔؟؟

باہر موجود چھے وجود جس ایک جان کے لیے چار گھنٹے سے سولی پر لٹکے تھے اندر آپریشن تھیٹر میں کھڑے ڈاکٹرز اسکا دل کسی اور کو دے دینے کی بات کر رہے تھے صرف کس لیے۔۔؟؟اپنی جان کی خاطر اور دولت کی خاطر۔۔۔

"دنیا میں جان اور دولت وہ مہرہ ہیں جن کے لیے ضمیر اور ایمان دونوں بیچ دیے جاتے ہیں۔"

"لیکن اگر اس لڑکی کے دل میں کوئی مسئلہ ہوا تو۔۔؟؟"جوہر نے ان چاروں کو دیکھتے سوال کیا وہ ایک ہندو تھا لیکن وہ اس فیملی کو جانتا تھا سامنے لیٹی لڑکی اسکی سوسائٹی میں رہتی تھی اسنے دیکھا تھا اسے ہمیشہ کھلکھلاتے اور بے پرواہ اپنی فیملی کے ساتھ کھیلتے اور وہ نہیں چاہتا تھا یہ فیملی اپنی گڑیا کو کھو دے۔۔

"ہم میڈیکل ٹیسٹ کرلیں گے لیکن ابھی جا کر میئر سے کہ دو کہ اسکے بیٹے کے لیے ہارٹ مل گیا ہے۔۔"مارلن تیزی سے کہ رہی تھی پھر اسنے باقی دونوں

ڈاکٹرز کو اشارہ کیا اب وہ لوگ وہاں لیٹی لڑکی کے آپریشن میں پھر سے لگ چکے تھے اسکا ٹھیک ہونا ضروری تھا۔۔

***

صبح کے وقت وہ لان میں اپنی ہی سوچوں میں گُم تھی جب مما بھی اسکے پاس آ بھیٹی تھیں۔۔اسنے ایک نظر انکو دیکھا وہ درود پڑھ رہی تھیں اسنے چہرا جھکا دیا۔۔"ماں باپ کے چہرے کو دیکھنے سے ثواب ملتا ہے۔" کہیں سُنا ہوا جملہ اس وقت اسکے کانوں میں گردش کر گیا۔۔اسنے ایک بار پھر چہرا موڑ کر انکے چہرے کو دیکھا جو مسلسل درود شریف پڑھ رہی تھیں انکی عادت تھی وہ یونہی درود پڑھا کرتی تھیں اور ان لوگوں سے بھی پڑھنے کو کہا کرتی تھیں۔۔

انہوں نے اسکا خود کو یوں دیکھنا محسوس کر کے چہرا اٹھایا۔۔

"کیا ہوا۔۔؟؟" درود پڑھتے لب ایک پل کو رُکے وہ اسکے چہرے کو دیکھ رہی تھیں روادبہ سر نفی میں ہلا گئی۔۔

اب پھر وہ سر جھکا کر بھیٹ گئی تھی وہ کافی دیر تک ادھر بھیٹی رہیں نہ دسنے کوئی بات کی نہ انہوں نے آخر وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔۔

"تمہاری پھوپھو عمرہ پر جا رہی ہیں شادی کو وقت ہے ابھی تم کوئی کورس کیوں نہیں کر لیتی یا پھر قرآن انسٹیٹیوٹ چلی جایا کرو۔۔" روادبہ انکی بات پر سوچ میں پڑ گئی۔۔ہاں واقعے اسے کچھ کرنا چاہیے تھا اسے پہلے یہ خیال کیوں نہیں آیا۔۔کچھ دیر تک یونہی بھیٹے رہنے کے بعد آخر وہ اٹھی۔۔اسے معلوم تھا اسے کیا سیکھنا ہے۔۔اور پھر وہ اندر کی جانب ذڑھ گئی اسے اندر جا کر مریم کیانی کو میسج کرنا تھا۔

***

وہ رات کو کافی دیر سے گھر آیا تھا سو سیدھا کمرے میں جا کر سو گیا، اسے علم نہیں تھا کہ براق گھر آ چکا ہے اور اب جب صبح اٹھا تھا تو جم میں ایکسر سائز کر کے وہ اپنے کمرے میں واپس جا رہا تھا کیونکہ اسے شاور لینا تھا لیکن کچن سے آتی خوشبو پر وہ رُک گیا۔۔ براق گھر نہیں تھا خانساماں بھی اس وقت نہیں آتا تھا تو پھر کچن میں کون تھا۔۔؟؟ اور یہ جو خوشبو آ رہی تھی یہ خوشبو تو بہت جانی پہچانی تھی۔

اسکے قدم میکانگی انداز میں نیچے کچن کی جانب بڑھ گئے۔۔ وہ کچن میں داخل ہوا اور شیلف کے پاس کھڑے وجود کو دیکھ کر ہل نہیں سکا تھا۔۔ ہاں واقعے۔۔ اسکے لیے یہ شاید ناممکنات میں سے تھا کیونکہ سامنے ندا جہانگیر ناشتہ بنا رہی تھیں۔۔ اسنے بے یقینی کے عالم میں چند قدم مزید آگے بڑھائے شاید یہ اسکا وہم تھا۔۔

باسل نداجہانگیر کے بلکل پاس آکھڑاہواتھاجب اچانک وہ مڑیں تھیں اور اسکو یوں کھڑادیکھ کرایک پل کو مسکرائیں پھر تیزی سے آگے بڑھ کراسکے سینے سے آلگی تھیں، باسل جہانگیراب بھی سکتے میں تھاوہ انکی خوشبو محسوس کر سکتا تھا انہیں دیکھ سکتا تھاوہ اسکے پاش اسکے گھر میں اسکے سامنے تھیں اور وہ اب بھی بے یقین تھا۔۔

"مما۔۔۔۔" اسکے لب ہلے تھے، ندانے اسکی سرگوشی سُن لی۔۔

"جی میرابچہ۔۔؟؟" وہ اسکے سرپرہاتھ پھیرتی نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔ باسل جہانگیرنے اب یقین کرلیاکہ وہ سچ میں تھیں۔۔اسنے مضبوطی سے انکاہاتھ تھام لیاوہ اب انکاہاتھ چوم رہاتھا۔۔

"آپ۔۔ یہاں کیسے۔۔۔ بھائی کہاں ہیں۔۔؟؟" اسنے سمبھل کر اب ارد گرد دیکھا پھر سوال کیا۔۔

"وہ اور ناصر جوگنگ پر گئے ہیں۔۔" ندا جہانگیر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا باسل دلکشی سے مسکرایا، پھر اسکے مسکراتے لب سُکڑ گئے۔۔ دو وجود اب بھی کم تھے۔

"شمروز بھی آیا ہے۔۔؟؟" اسنے سوال کیا تو ندا سر نفی میں ہلا گئیں۔۔

"وہ ڈیوٹی پر ہے چھے ماہ سے اسکا ہم میں سے کسی سے رابطہ نہیں ہے۔" ان کے لہجے میں درد سمٹ آیا۔۔

"لیکن وہ تو آرمی میں تھا نہ تو اب تک رابطہ کیوں نہیں ہے۔۔؟؟" اسے شدید حیرت ہوئی تھی۔

"معلوم نہیں۔۔میں نے کوشش کی پتا بھی لگوایا لیکن کسی طور معلوم نہیں ہوسکا آخری بار وہ کہہ کر گیا تھا کہ جلدی نہیں لوٹ سکے گا اسی لیے صبر کر لیا۔۔"انہوں نے تفصیل سے بتایا۔۔

"چلیں۔۔ناشتہ لگاتے ہیں، میں بس شاور لے کر آتا ہوں۔"وہ اُنکا ماتھا چومتا اجازت لے کر اوپر چلا گیا، پیچھے انہوں نے ناشتہ ڈائننگ ٹیبل پر لگایا تب تک براق اور ناصر جہانگیر واپس آچکے تھے وہ لوگ بھی ناشتے کی ٹیبل پر بھیٹ گئے۔

"باسل نہیں اٹھا ابھی تک۔۔؟؟"براق نے گھڑی پر وقت دیکھتے ندا سے سوال کیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ وہ لوگ مل چکے ہیں یہ بھی جانتا تھا ندا جہانگیر نے سپیشل کٹا کٹ آملیٹ کس کے لیے بنایا ہے۔

"وہ ابھی مجھسے مل کر گیا ہے، شاور لے کر آرہا ہے۔۔" انہوں نے اسے جواب دیتے کپ میں چائے ڈالی تھی۔

ابھی ان میں سے کسی نے ناشتہ شروع نہیں کیا تھا جب باسل سیڑھیاں اترتا سیدھا ڈائننگ ٹیبل کی جانب آیا تھا سب سے پہلے ناصر جہانگیر اٹھ کر اس سے بغل گیر ہوئے پھر براق اب وہ لوگ بھیٹ کر ہلکے پھلکے انداز میں ناشتہ کر رہے تھے، ماضی کی کوئی بات نہیں دوھرائی گئی تھی، وہاں نہ موجود دو لوگوں کو ان سب نے شدت سے یاد کیا تھا یہ فیملی برازیل میں پوری ہوا کرتی تھی ہر سنڈے ہر ناشتے پر لیکن آج نہیں تھی۔

"بھائی۔۔۔" ناشتہ ختم کرنے کے بعد اس نے براق کو پُکارہ۔

"شمروز کا پتا کروائیں، وہ کہاں ہے اور کب آئے گا۔۔" وہ سنجیدگی اسے کہہ رہا تھا براق سر اثبات میں ہلا گیا۔

پھر ناشتہ کرنے کے بعد وہ لوگ ہمیشہ کی طرح لان میں چلے گیے، سالوں بعد ملے تھے سو باتیں تھی کرنے والی لیکن پہلے کی طرح چہچہاہٹ نہیں تھی، کیونکہ انکی رونک جو نہیں تھی۔

کچھ لوگ صرف لوگ نہیں ہوتے وہ ہماری زندگی کی وہ کیفیت ہوتے ہیں جس کی وجہ سے زندگی حسین لگتی ہے۔۔

***

وہ دو دن سے نہ سو نہیں سکی تھی بخار سے پھنک رہی تھی، گھر میں کوئی نوکر نہیں تھا۔۔اور وہ بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔۔ نایاب کتنی ہی کالز کر چکی تھی لیکن اسکا فون آف تھا۔۔

وہ مشکل سے اٹھ کر لڑکھڑاتی ہوئی واش روم کی جانب بڑھی تھی، واش روم سے وضو کر کے نکلتے اسنے بھیٹ کر نماز پڑھی پھر نیچے کچن میں جانے کے لیے قدم بڑھائے تا کہ کچھ کھانے کے لیے لے آئے بخار کی وجہ سے کمزوری اور پھر بھوک دونون بری طرح اس پر حاوی تھے۔

وہ فریج سے بریڈ اور جیم لے کر وہیں پاس زمین پر بھیٹ گئی کمزوری سے دو قدم چلنا بھی مشکل تھا۔۔

بریڈ پر جیم لگا کر اسنے دو نوالے لیے پھر رُک گئی۔۔دل بری طرح خراب ہوا تھا۔۔اور پھر اسے بے بسی سے رونا آنے لگا تھا۔۔

یہاں اسکے اپنے ہوتے تو شاید وہ اس حالت کا شکار نہ ہوتی، وہ کبھی اکیلی نہ ہوتی، یوں بے بس نہ ہوتی۔۔

وہ بری طرح وہیں شیلف سے ٹیک لگائے رونے لگی تھی۔۔۔دل شدت سے کر رہا تھا کہ کوئی اپنا ہو اور وہ اسکے سینے سے لگ کر رو لے۔۔

یونہی شیلف سے ٹیک لگائے اسے کتنے ہی لمحے گذر گئے،بند آنکھوں سے آنسوں بہ رہے تھے جب کسی نے اسکی کلائی تھامی تھی۔۔بند آنکھوں سمیت ہی وہ وہاں موجود شخص کے سینے سے لگ کر شدت سے رو دی تھی۔۔

وہ اسے اپنے سینے سے لگا دیکھ کر لب بھیچ گیا،یہ لڑکی کسی کے سامنے روتی نہیں تھی اور اب جب بیمار تھی تو بغیر دیکھے ہی رو رہی تھی۔۔اور اس طرح کہ عرصے بعد کوئی آگوش ملی ہو۔

"دل میں پلتے ناسور کسی اپنے کی آغوش میں آنسوں کی صورت بہ کر بھی کبھی کبھی شفایاب ہو جاتے ہیں۔"اسنے کہیں سُنا تھا بے اختیار وہ اسکے بالوں کو دیکھنے

لگا وہ بالوں کو ڈائے کر چکی تھی،اور اس پل اپنے سینے سے لگے وجود کو اسنے بازو میں اٹھاتے قدم اوپر اسکے کمرے کی جانب بڑھادئے تھے۔

اسے اسکے کمرے میں لے جا کر لیٹاتے وہ پلٹ گیا، لیکن پھر رُ کا بخار سے سرخ پڑتے چہرے پر آنسوں جمے ہوئے تھے،اسے اس وقت کسی اپنے کی ضرورت تھی، جو اسکا خیال رکھتا اور وہ وہیں اسکے پاس بھیٹ گیا۔۔

وہ جا ہی نہیں سکا تھا، اسکا دل ہی نہیں چاہا کہ وہ چلا جاتا، کچھ لوگوں کے پاس رہنے کے لیے ہمارے دل کا راضی ہونا ہی کافی ہے اور اسکا دل تو اس لڑکی کے معاملے میں ہمیشہ سے راضی تھا۔

***

# *بابِ سکوت*

## *از قلم مریم راجپوت*

*Episode No. 8*

وہ دوماہ کے لیے لندن جارہا تھا، اپنا کوئی سیمینار اٹینڈ کرنے اور کچھ وقت وہاں گزارنے اسکی سو کالڈ فیملی (بقول اسکے) بھی لندن ہی رہتی تھی۔۔

رودابہ سے اسکی بات بہت وقت سے نہیں ہوئی تھی۔۔نہ اسنے میسیج کیا نہ ہی رودابہ نے۔۔وہ مصروف تھی یا ناراض وہ نہیں جانتا تھا اور نہ ہی اس نے جاننے کی کوشش کی تھی۔

اسکی زندگی میں بہت مصروفیات تھیں وہ ابھی محبت کو نہیں خود کو سنوارنا چاہتا تھا،اس زندگی کو جس کا سرا ہی غائب تھا وہ انجان تھا یا جان بوجھ کر وہ یہ کر رہا تھا کون جانتا تھا۔۔؟؟

لندن میں اسنے اپنا ایک نیو انسٹیٹیوٹ کھولا تھا جس کا افتتاح دو ہفتے بعد تھا اور اسکے بعد بھی وہ لندن ہی رُکنا چاہتا تھا۔۔

ائیرپورٹ میں داخل ہوتے وہ فلائٹ کی ڈیٹیلز دیکھتا اپنی مطلوبہ جگہ کی جانب چل دیا ایک ساتھ بہت سی فلائٹس تھیں کچھ کچھ وقفے کے بعد شاید اسی وجہ سے ائیرپورٹ میں معمول سے زیادہ رش تھا۔

اسنے وقت دیکھا اور پھر اندر کی جانب بڑھ گیا اسکی فلائیٹ کا وقت ہو چکا تھا ایک جگہ پر وہ اپنے بیگ سے ضروری ڈاکومنٹس نکالنے کے لیے رُکا تھا جب اسکے چہرے پر موبائل کی فلیش لائٹ پڑی وہ چونک کر سیدھا ہوا چند قدم کے فاصلے

پر ایک لڑکی کسی خاتون کی تصویریں بنا رہی تھی ایک پل کو وہ ٹھہر سا گیا اسے اس لڑکی بر رودابہ کا گمان ہوا تھا لیکن پھر وہ سر جھٹک گیا یہ رودابہ نہیں تھی۔۔

وہ اپنی مخصوص سیٹ پر بھیٹ چکا تھا اور اب وہ سر سیٹ کی پشت سے لگائے اپنی ہی سوچوں میں گم تھا۔

جب کوئی اسکے ساتھ والی سیٹ پر آ بھیٹا اسنے چہرا موڑ کر دیکھنے کے زخمت نہیں کی تھی، وہ جو کوئی بھی تھا اب کسی سے کال پر بات کر رہا تھا ابراہیم کی توجہ کھڑکی سے باہر تھی لیکن پھر وہ ایک نام سُن کر چونکا تھا۔۔

"وہ پتا نہیں کیا چاہتی ہے، شادی سے اس نے انکار نہیں کیا اس لیے مجھے مجبورا امی کو عمرے پر بھیجنا پڑا تا کہ وہ کچھ وقت کے لیے مصروف ہو جائیں اور میں خود چھے ماہ کے لیے لندن جا رہا ہوں۔۔" وہ کافی غصے میں کسی کو کال پر کہہ رہا تھا۔

"نہیں امی کو رودابہ جمشید کے علاوہ دنیا میں لڑکیاں نظر نہیں آتیں، وہ مجھے اسی سے باندھنا چاہتی ہیں۔۔" اسنے ہاتھ کی مٹھی بھینچتے کال پر کہا تھا اور ساتھ بھیٹے شخص نے چہرا موڑ کر اسے دیکھا۔۔

ہاں، اسنے واقعے رودابہ کا ہی نام لیا تھا، ابراہیم چہرا پھر موڑ گیا وہ نہیں چاہتا تھا کہ ساتھ بھیٹا شخص اسے دیکھے لیکن وہ خود اسے پہچان چُکا تھا۔۔

وہ رودابہ جمشید کی پھوپھو کا بیٹا تھا لیکن ابراہیم یہ نہیں جانتا تھا کہ ساتھ بھیٹے شخص کی شادی رودابہ سے ہونے والی تھی۔۔رودابہ نے ایسا کچھ اسے کیوں نہیں بتایا تھا۔۔؟؟ یہ سوچ آتے ہی وہ لب بھینچ گیا۔

ہاں رودابہ نے اسے اپنے اور راسم کے رشتے کے بارے میں بتایا تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اسے پسند نہیں کرتی فقت گھر والوں کی مرضی سے یہ رشتہ طہ کیا گیا تھا لیکن اب اگر انکی شادی کی بات چل رہی تھی تو رودابہ جمشید نے اس سے ذکر

کیوں نہیں کیا۔۔؟؟ بلکہ اسنے تو عرصے سے بات بھی نہیں کی تھی، تو کیا وہ اس رشتے پر راضی ہو چکی تھی۔۔؟؟

بہت سے سوال اسکے ذہن میں آئے تھے اور اسی وقت لمحے کی بھی دیر کیے بغیر اسنے موبائل پاکٹ سے نکالتے رودابہ کا نمبر ڈائل کیا تھا ابھی فلائٹ جانے میں پانچ منٹ تھے وہ لندن جانے سے پہلے اس سے بات کر لینا چاہتا تھا کہیں اسے دیر نہ ہو جائے۔۔

بیل مسلسل جا رہی تھی۔۔

ایک بیل۔۔

دو بیل۔۔۔

تین بیل۔۔۔۔

پھر فون کٹ گیا۔۔ آج ابراہیم خٹک کو بھی وہی جواب ملا تھا جو اکثر رودابہ جمشید کو ملا کرتا تھا۔

وہ اسکی کال پک نہیں کر سکی ابراہیم نے ایک گہرا سانس لیا تھا اسے آکسیجن کی کمی محسوس ہوئی اگر اسکے واپس آنے تک روداب جمشید کسی اور کے ساتھ نکاح جیسے رشتے میں بندھ گئی تو کیا ہو گا۔۔؟؟ اسنے بے اختیار سوچتے اپنا سر مسلا۔۔

راسم کی امی عمرہ پر جا رہی تھیں۔۔ یقیناوہ ایک ماہ یا دو ہفتے بعد واپس آتیں اور راسم وہ خود لندن جا رہا تھا کم سے کم ایک ماہ کے لیے اور ابراہیم خٹک کے پاس وقت تھا وہ سب ٹھیک کر سکتا تھا وہ لندن سے واپس آکر روداب سے بات کر سکتا تھا۔

اسنے خود کو یقین دلاتے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا دیا۔۔ وہی تو واحد محبت تھی اسے بھی کھو دیتا زندگی سنوارنے کے چکر میں تو اسکے پاس رہ ہی کیا جاتا۔۔؟؟

اس واسطے عدو کو گوارا نہیں تھا میں

مارا گیا تھا جنگ میں ہارا نہیں تھا میں

مجھ سے ہی مجھ کو وقت نے تفریق کر دیا
جو تیرے سامنے تھا وہ سارا نہیں تھا میں

میں تیرے چونچلوں پہ انا کیسے بیچتا
اے زندگی! غلام تمہارا نہیں تھا میں

پہلو میں ہو جو دل تو ذرا پوچھ کر بتا
کل تک تمہاری آنکھ کا تارا نہیں تھا میں

اس شخص سے نباہ تیرا کیوں نہ ہو سکا
جس کی وجہ سے تجھ کو گوارہ نہیں تھا میں

دل ہی مرا نصیر بغاوت پہ تُل گیا
باہر کے دشمنوں سے تو ہارا نہیں تھا میں

***

وہ روزانہ مریم کیانی کے انسٹیٹیوٹ جایا کرتی تھی ایک ہفتہ گزر چکا تھا اسکی حالت میں اب کافی حد تک فرق تھا وہ بدلنے لگی تھی چھوٹے چھوٹے لمحے انجوائے کرنے لگی تھی کبھی بہت اداس ہو جایا کرتی اور کبھی بہت خوش ابھی بھی وہ کلاس میں بھیٹی کلاس لے رہی تھی جب اسکا فون اچانک وائبریٹ ہوا تھا اسنے فون سائلنٹ پر کر رکھا تھا لیکن زوں زوں کی آواز پر وہ سامنے پروفیسر کی جانب دیکھتے ہوئے ہی سائیڈ بٹن سے فون آف کر چکی تھی۔۔

پروفیسر کوئی بات کر رہی تھیں اور اسکا دیھان انکی جانب سے اچانک ہٹ گیا وہ کسی اور سوچ میں گُم ہو گئی تھی، آج پھوپھو چلی گئی تھیں گھر والے سب انہیں چھوڑنے گئے تھے رودابہ نہیں جا سکی تھی کیونکہ اسے انسٹیٹیوٹ آنا تھا۔

"روداب۔۔"پروفیسر مریم نے اسکی توجہ نہ پاکر اسے پکارہ تھا۔

"جی۔۔"وہ یک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں کیا بتا رہی ہوں روداب۔۔؟"انہوں نے سوال کیا اور روداب کچھ بول نہیں سکی تھی اسے واقعے میں نہیں یاد تھا کہ پروفیسر کیا بول رہی تھیں۔

"میں پوچھ رہی ہوں کہ ہمیں کیسے پتا چلتا ہے اللہ کے ساتھ ہمارا تعلق کیسا ہے۔۔؟؟"انہوں نے پھر سوال کیا لیکن وہ بے اختیار سر نفی میں

ہلا گئی۔۔پروفیسر صاحبہ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر بھیٹنے کا اشارہ کرتی پلٹ گئیں۔

"اللہ سے ہمارا جو چیز سب سے زیادہ تعلق مضبوط کرتی ہے وہ نماز ہے، اللہ سے بات کرنی ہو تو نماز پڑھیں اور اگر اللہ کی بات سننی ہو تو قرآن۔۔ہم میں سے بہت سے لوگ روزانہ قرآن نہیں پڑھتے۔۔وجہ کچھ بھی ہو سکتی ہے بھول جاتے ہیں، مصروفیت کی وجہ سے یا پھر دل نہیں کرتا اور ان میں سب سے زیادہ خطرناک وجہ ہے دل نہیں کرتا۔۔اب یہ سوچیں کہ ہمارا دل کیوں نہیں کرتا نماز پڑھنے کے لیے۔۔؟؟ یا قرآن پڑھنے کے لیے خالانکہ عام روٹین میں ہم نماز مس نہیں کرتے بہت سے لوگوں کو نماز پڑھے بغیر سکون نہیں ملتا اور اکثر ہمیں بھی نہیں ملتا نماز پڑھے بغیر سکون لیکن کچھ عرصے بعد اچانک سے ہم نماز سے دور بھاگتے ہیں دل نہیں کرتا، اس سکون کی کمی ہی محسوس نہیں ہوتی کہ ہم نماز پڑھیں ایسا تب ہوتا ہے جب ہم اپنے آپ کو کمفرٹ میں رکھنا چاہتے ہیں، کمفرٹ کے عادی ہو جاتے ہیں، مطلب کہ سردی ہے بعد میں پڑھیں گے

نماز یا پھر ابھی مصروف ہیں اسکے بعد۔۔ یا پھر ابھی کچھ دیر مزید ریلز سکرول کر لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔۔اور یہی بعد بعد کرتے ہوئے ہم بہت دن تک نمازیں چھوڑتے رہتے ہیں پھر عادت ہونے لگتی ہے فکر ختم ہو جاتی ہے وہ جو بد سکونی نماز نہ پڑھنے پر محسوس ہوتی تھی وہ نہیں محسوس ہوتی پتا ہے کیوں۔۔؟؟" انہوں نے ایک لمحے کے لیے رودابہ کو دیکھتے سوال کیا وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔۔اب وہ پروفیسر صاحبہ کے اشارے پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی آگے کی بات اسے بتانی تھی۔۔

"کیونکہ ہم نمازوں کو قضا کرتے کرتے سکون کا وہ حصہ بھی کھو دیتے ہیں جس میں کمی کی وجہ سے ہم نماز کو جلدی ادا کرنے لیے بے چین ہوتے ہیں۔۔"اسکے جواب پر انہوں نے بہت غور سے اسکے چہرے کو دیکھا تھا پھر سر ہلا گئیں۔

"اور اگر واپس سے وہ سکون حاصل کرنا ہو یعنی اللہ کا نور چاہتے ہوں تو کیا کریں۔۔؟؟"ایک سٹوڈنٹ نے سوال کیا تھا۔

"اپنے آپ کو کمفرٹ کی عادت مت ڈالیں، ڈرامہ دیکھ رہے ہیں تو بعد میں دیکھ لیں سردی لگ رہی ہے تو پانی گرم کر کی وضو کر لیں مصروف ہیں تو وہ قام بعد میں کر لیں اللہ سے ضروری کچھ نہیں ہونا چاہیے۔۔ نماز پڑھیں اگر یہ مضبوط ترین تعلق استوار ہو جائے تو نور ملتے دیر نہیں لگتی نماز ہمیں زہنی طور پر سکون بخشتی ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں سکون نہیں ملتا تو مطلب وہ نماز صرف سکون کے لیے پڑھتے ہیں جس دن آپ جس عمل کو صرف اللہ کے لیے کرنا شروع کر دیں گے اس دن آپ کو سیٹیسفیکشن مل جائی گی اس دن آپ کو وہ نور مل جائے گا وہ سکون مل جائے گا جو کبھی نہیں ملا۔۔" وہ کہ کر خاموش ہو چکی تھیں پوری کلاس میں سکوت سا پھیل گیا۔

پروفیسر کے کلاس سے نکلنے کے بعد وہ اٹھی اور باہر کی جانب بڑھ گئی اسے آج اکیلے گھر جانا تھا کیونکہ نہ ڈرائیور تھا اور نہ ہی بابا لوگ گھر تھے انسٹیٹیوٹ سے

نکل کر وہ بغیر کوئی رکشہ یہ ٹیکسی روکے پیدل چل دی اس دن کے بعد سے ٹیکسی سے تو اسے یوں بھی خوف آتا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہی تھی لیکن اسکا دھیان کہیں اور ہی تھا مسلسل کلاس میں ہوئی باتیں اسے یاد آرہی تھیں اچانک چلتے چلتے وہ رک گئی اس کا تعلق کیسا تھا اللہ کے ساتھ۔۔؟؟ تھا بھی یا نہیں۔۔؟؟ اسے یاد آیا کتنے ہی دنوں سے وہ نماز پڑھنے میں سستی کر رہی تھی کتنے ہی دن سے اسکی زندگی میں سکون نہیں تھا کتنے ہی عرصے سے اسنے اللہ سے باتیں نہیں کی تھیں ہاں دعا کر لیا کرتی کبھی کبھار یاد آنے پر ایک دو سورت پڑھ لیتی لیکن نماز اسنے قضا کر رکھی تھی اسے نماز کی فکر نہیں ہوتی تھی کیوں نہیں ہوتی تھی یہ سوچنے کی اسنے کوشش نہیں کی وہ اب بھی وہیں سڑک کے کنارے کھڑی تھی اسے سڑک پار کرنی تھی لیکن وہ اپنی ہی سوچوں میں تھی اسے یاد آیا اسکا اللہ اس سے ناراض ہے۔۔ آنکھوں میں آنسوں چمکے تھے سامنے کا منظر دھندلا گیا اسنے بے اختیار ایک سسکی بھری تھی اللہ اس سے کیوں ناراض تھا۔۔؟؟ اسے اپنی غلطی سمجھ نہیں آئی تھی وہ نماز بھی پڑھتی

تھی قرآن بھی لیکن پھر ایسا کیا تھا جو اللہ اس سے ناراض تھا وہ سوچ رہی تھی جب اسکے قریب گاڑی کے ٹائر چرچرانے کی آواز آئی تھی اور وہ سر اٹھا کر اس جانب دیکھنے لگی چند لمحوں بعد کالے شیشوں والی گاڑی سے کوئی اترا تھا اور وہ اترنے والا شخص باسل جہانگیر تھا۔۔

وہ آنکھون پر بلیک سن گلاسسز لگائے اسکے قریب آ کھڑا ہوا۔۔شاید ابھی گھر سے نکلا تھا وہ بہت فریش لگ رہا تھا۔۔

"میڈم کہاں جا رہی ہیں آپ راستہ اس طرف ہے۔۔"اسنے سامنے کی طرف اشارہ کیا کیونکہ وہ روڈ کے ایک طرف کھڑی تھی۔

"گھر جا رہی ہوں مجھے یہاں سے روڈ پار کرنی ہے۔۔۔"وہ اسکی ہیٹرو کرومیٹک آنکھوں کو گلاسسز کے چھپے ہوئے دیکھ کر سر جھکاتی جواب دے گئی۔

"آئیں میں چھوڑ دیتا ہوں۔۔" باسل نے گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں شکریہ میں چلی جائوں گی۔۔" وہ سر نفی میں ہلاتی دو قدم پیچھے لے گئی باشل نے اسکا یہ گریز بخوبی نوٹ کیا۔۔

"مجھے آپ کا شکریہ نہیں چاہیے۔۔" وہ یک دم سنجیدہ لہجے میں کہتا آنکھوں سے گلاسسز اتار گیا رودابہ کی نظریں اسکی ہیٹرو کرومیٹک آنکھوں پر جاٹہریں۔۔یہ آنکھیں اسے ہمیشہ سے دلچسپ لگتی تھیں مگر اگلے ہی لمحے وہ نظریں موڑ گئی۔

"تو پھر کیا چاہتے ہیں آپ۔۔؟؟" اسکا لہجہ بھی روکھا سا ہو گیا باسل اسکی جانب ذرا سا جھکا تھا۔۔

"آپ کی خفاظت چاہتا ہوں کہیں ایک بار پھر آپ کسی ٹیکسی میں بھیٹ نہ جائیں اور پھر مجھے آپ کو بچانے کے لیے آنا پڑے۔۔" وہ تنز کر رہا تھا رودابہ سمجھ گئی۔۔

"نہیں آپ کو تکلیف نہیں دیں گے اس بار بابا آپ بے فکر رہیں۔۔" وہ غصے سے بولی۔

"لیکن آپ کو تکلیف ہو گی تو مجھے بھی آٹو میٹکلی تکلیف ہو گی میڈم اس لیے ضد نہ کریں چلیں۔۔ "

"آپ کو تکلیف کیوں ہو گی۔۔؟؟" اسنے تنک کر کہا۔۔

"انسانیت کے ناطے۔۔" یہاں اسکا کوئی دوست ہوتا تو اسکی گفتگو سُن کر غش کھا کر بے ہوش ہو جاتا کیونکہ "انسانیت کے ناطے" اس لفظ سے باسل جہانگیر کو چڑِ

تھی۔۔اسے فلاحی کاموں کا کوئی شوق نہیں تھا، وہ بے اختیار مسکرایا تھا اور روداب کو اسکی اس مسکراہٹ سے چڑ سی محسوس ہوئی۔۔

"میری موم بھی ہیں گاڑی میں۔۔ چلیں آپ کو بحفاظت چھوڑ دیں گے آپ کے گھر۔۔" اسنے ایک بار پھر کہا تو وہ ایک نظر اسکی آنکھوں کو دیکھتی گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔

گاڑی میں بیٹھ کر اسنے ندا جہانگیر کو سلام کیا اور انہوں نے بھی سلام کا جواب دیتے بہت پیار سے اسکو دیکھا تھا تقریبا دس منٹ انہوں باسل جہانگیر کو یوں روڈ پر کسی لڑکی کو اپنی بات پر قائل کرتے دیکھا تھا تو یقیناوہ عام تو نہیں ہو سکتی تھی۔۔

"کیا نام ہے آپ کا بچے۔۔؟؟" انہوں نے سوال کیا۔

"رودابہ جمشید۔۔" وہ مسکرا کر جواب دیتی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔۔

"جمشید رضا کی بیٹی ہو تم۔۔؟؟" انہوں نے شدید حیرت سے اسکے چہرے کو دیکھتے باسل کو دیکھا۔۔ جو کہ سرہاں میں ہلا گیا۔

"جی۔۔" اسنے جواب دیا تو وہ بے اختیار اسکا ماتھا چوم گئیں۔۔ رودابہ نے حیرت سے انکا یہ عمل دیکھا، بیک مرر سے باسل نے بھی انہیں رودابہ کا ماتھا چومتے دیکھا تھا۔۔

"کیا آپ جانتی ہیں بابا کو۔۔؟؟" اسنے پ ءر سوال کیا۔

"ہاں بہت اچھی طرح جانتی ہوں وہ بھائی کے بہت اچھے فیملی فرینڈ تھے اور ہمارے گھر بھی آنا جانا بہت تھا۔۔" انہوں نے تفصیل بتائی۔۔ باسل نے کہا تھا کہ وہ اسکی مما ہیں لیکن اسے انکی بات پر تھوڑی حیرت ہوئی تھی وہ باسل کے بابا

کو بھائی کیوں کہہ رہی تھیں۔۔؟؟ مگر پھر چہرا موڑتی وہ کھڑکی کی جانب دیکھنے لگی۔۔ابھی ایک جنگ تھی جو اسے گھر جا کر اپنی سوچوں سے لڑنی تھی۔۔

***

نایاب اور نرمین اگلے کچھ دنوں کے بعد واپس آ گئیں لیکن خاقان اسکے پاس ہی رہا تھا اسنے ہی بہار کا خیال رکھا تھا۔

ابھی بھی وہ ہاسپٹل آئی تھی اسے آج ایک انجیکشن لگوانا تھا اور کچھ ضروری میڈیسنز لینی تھیں انجیکشن لگوا کر جب وہ ہاسپٹل سے باہر نکل رہی تھی تو اچانک سامنے کا منظر دیکھ کر وہ رک گئی اسکے سبتھ چلتی نایاب نے بھی سامنے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل بہار زمین بوس ہوتی ہوش و حواس کھو چکی تھی۔۔

نایاب نے ایک پل کے لیے اسکے وجود کو سمبھالا پھر دور کھڑے شخص کو آواز لگائی تھی۔۔

"بات سنیں پلیز ہیلپ کر دیں۔۔" براق جو اپنی کسی کال پر مصروف تھا اسکی جانب پہلی ہی آواز پر متوجہ ہوا پھر انکی طرف تیزی سے بڑھا تھا۔۔

"کیا ہوا ہے انہیں۔۔؟؟" اسنے نایاب کا چہرا دیکھے بغیر سوال کیا۔۔

"بیمار ہے پلیز اندر سے نرس کو بھلا دیں۔۔" اسنے بہار کا چہرا ڈھکتے براق کو کہا تو وہ اندر کی جانب بڑھ گیا، کچھ دیر بعد وہ لوٹا تو اسکے ساتھ ایک نرس اور وارڈ بوائے تھے نرس نے اور نایاب نے بہار کو اٹھا کر سٹریچر پر ڈالا تھا، اس دوران نایاب نے ایک بار بھی بہار کے چہرے سے چادر ہٹنے نہیں دی تھی۔۔

نرس سٹریچر کو اندر لے گئی تو وہ مڑی براق اب بھی وہیں کھڑا تھا۔

"شکریہ ایک بار پھر مدد کرنے کے لیے۔۔"اسنے براق جہانگیر کے چہرے کو دیکھتے شکریہ ادا کیا۔۔

"یہ کون تھی۔۔؟؟"وہ جس کی نظریں ہاسپٹل کے دروازے کی جانب تھیں جہدں سے نرس ابھی ابھی سٹریچر لے کر گئی تھی بے اختیار سوال کر گیا۔۔نایاب کے چہرے کا رنگ پیلا پڑا تھا۔۔یہ وہ کیا پوچھ رہا تھا۔۔؟؟ کہیں وہ بہار کو پہچان تو نہیں چکا تھا۔۔اسنے خوف سے اسکے چہرے کو دیکھا جہاں سرد مہری واضع تھی۔۔ لیکن وہ اسکے تاثرات پھر بھی جان نہیں سکی تھی۔۔

"بہن ہے میری وہ۔۔"اسنے جواب دیتے اندر کی جانب قدم بڑھا جب وہ اسے پھر سوال کرتا روک گیا۔۔

"کیا نام ہے اسکا۔۔؟؟"براق جہانگیر نے اس بار جو سوال کیا نایاب بری طرح چونکی تھی۔۔

گل۔۔بہار گل۔۔" اسنے تھوک نگلتے جواب دیا۔۔۔براق نے ایک نظر اپنے سامنے کھڑی سیاہ عبائے والی لڑکی کو دیکھا پھر سر ہلاتا مڑ گیا۔۔نایاب نے سُکھ کا سانس لیا لیکن وہ دو قدم آگے بڑھ کر پھر واپس پلٹا۔۔اب اسے یاد آیا جس لڑکی کو اندر لے کر گئے تھے اسکے بائیں بازو پر جلے کا نشان تھا اور وہ نشان واضع کرتا تھا کہ وہ وجود کسی بڑے خادثے سے گزرا ہے۔

"اسے کیا مسئلہ ہے مطلب کیا بیماری ہے۔۔؟؟" اسنے پھر سوال کیا۔

"مائیگرین ہے اسے اور کچھ دنوں سے بخار بھی ہے۔" نایاب نے دھیمے لہجے میں جواب دیا اور وہ سر ہلاتا مڑ گیا۔۔اسنے اس لڑکی کی اتنی تفصیل کیوں پوچھی تھی وہ خود نہیں جان سکا لیکن ایک عجیب سی کیفیت اس پر طاری تھی۔۔

ندا اور ناصر جہانگیر کو پاکستان آئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا اسنے شمروز کے بارے میں پتا کرایا تھا لیکن مکمل تفصیل نہیں جان سکا تھا اسے یہی کہا گیا تھا کہ وہ کسی مشن پر گیا ہے اور آرمی والے اپنے راز اتنی آسانی سے تو بتاتے نہیں تھے سو اسنے کوشش چھوڑ دی کیونکہ وہ جانتا تھا شمروز جہانگیر واپس ضرور لوٹے گا۔۔

اب باری تھی اسکے برازیل اسائیلم مین لگی آگ کی رپورٹ بنانے والے ڈاکٹر سے ملنے کی آج شام وہ ڈاکٹر سیمسن سے ملنے والا تھا اور پھر سچائی مکمل کھل جاتی براق جہانگیر کو یا تو قرار آجاتا یا پھر مکمل بے سکونی۔۔

***

دن کا کھانا کھانے کے بعد سب قیدی باہر گروانڈ میں موجود تھے جہاں آج کوئی پریڈ تھی بہت سے پولیس آفیسرز موجود تھے امن اور شمروز بھی ایک دوسرے کو نظروں کی نظروں میں پلین سمجھا چکے تھے۔۔

امن نے ساتھ چلتے پولیس آفیسر کو دیکھتے شمروز کو اشارہ کیا پھر اسنے پولیس آفیسر کے کان میں کچھ کہا آفیسر نے حیرت سے اسکے چہرے کو دیکھا۔۔اور وہ سر ہاں میں ہلاتا آگے بڑھ گیا وہ پولیس آفیسر کو جیل کی پچھلی جانب لے آیا تھا۔۔

"بتاؤ کہاں ہے وہ ثبوت۔۔؟؟" آفیسر نے جیل کے پیچھے کی جانب آتے اس سے سوال کیا۔۔امن نے اپنے ہاتھوں میں بندھی زنجیر کی جانب اشارہ کیا تو آفیسر نے بغیر سوچے سمجھے اسکی زنجیر کھول دی تھی۔۔

"اب بتاؤ۔۔کہاں ہے ثبوت۔۔" آفیسر نے پھر سوال کیا۔۔

"میں بتاتا ہوں۔۔" پیچھے سے ایک آواز آئی تھی جس پر آفیسر کے مڑنے سے پہلے ہی شمروز اسکی گردن میں زنجیر ڈال گیا۔۔وہی زنجیر جو اسکے ہاتھوں میں بندھی تھی آفیسر نے خود کو بچانے کی بے جا کوشش کی لیکن سب بے سود امن

نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسکی پاکٹ سے گن نکالی اور چابیاں بھی۔۔ پھر وہ شمروز کو ڈن کا اشارہ کرتا پیچھے ہو گیا اگلے ہی لمحے کڑک کی آواز آئی اور آفیسر کی گردن ٹوٹ گئی وہ موقعہ پر ہی جان بحق ہو گیا تھا۔۔

"اسکی لاش کو چھپاؤ۔۔اس کمرے میں ڈال دیتے ہیں۔۔" امن نے کہتے آفیسر کی لاش اٹھائی پھر اسے تہ خانہ نما بنے کمرے میں دھکیل دیا۔۔دھپ کی آواز آئی اور آفیسر کی لاش غائب ہو گئی وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے مسکرائے پھر باہر کی جانب بڑھ گئے۔۔

شام کے سائے پھیل چکے تھے اندھیرا پھیل رہا تھا قیدی اب بھی اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے۔۔وہ دونوں بھی گراونڈ مین مختلف جگہوں پر موجود تھے جیسے ہی رات کے کھانے کے لیے بیل بجی سب اندر حال کی جانب بڑھ گئے،ان دونوں نے بھی قدم اندر کی جانب بڑھا دیئے۔

تمام قیدی کھانا کھارہے تھے وہ واش روم جانے کے بہانے اٹھا اور باہر نکل گیا اب اسنے قدم کنٹرول روم کی جانب بڑھائے تھے۔۔اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتا کسی کی آواز پر وہ رک گیا۔۔وہاں کنٹرول روم میں قیدیوں کو کہیں لے کر جانے کی بات ہورہی تھی آج رات شاید دوسرے جیل میں کوئی فنکشن تھا یا کچھ تھا اسنے انکی گفتگو سن کر قدم واپس موڑ لیے اب وہ مین دروازے کے پاس کھڑے ٹینکوں کی جانب آیا تھا سب سے بڑا ٹینک جس میں اسکے خیال سے پیٹرول زیادہ ہو سکتا تھا اسنے اُس ٹرک کا ٹائر پنکچر کر دیا۔۔پھر وہ واپس مین ہال میں آگیا جواں اب بھی سب کھانا کھارہے تھے۔۔

رات کے نو بجتے ہی قیدیوں کو ہتھکڑیوں سمیت قطار وائز کھڑا کیا گیا پھر مین ڈور سے قیدیوں کو قطار کی صورت پوری نگرانی میں نکالنے لگے تھے باقی دائیں اور بائیں طرف گارڈز کھڑے تھے کوئی ایک بھی قیدی ذرا سی بھی خوشیاری کرتا تو اسے وہیں فائر کر دیا جاتا وہ دونوں لائن کے آخر میں تھے۔۔

"اب یہاں سے کیسے نکلیں۔۔؟؟تم نے مین سوئچ آف کیوں نہیں کیا تھا۔۔؟؟
"امن نے اسے گھورتے سوال کیا۔۔

"کیونکہ میں جانتا تھا کوئی فنکشن ہے جیل خالی ہو جائے گا اور یہاں ایک بہت اہم میٹنگ ہونے والی ہے، وہ دیکھو گارڈز قیدیوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں ہم ہجوم میں انکی نظروں سے بچ کر چھپ سکتے ہیں اور انکے جاتے ہی اپنا کام کر دیں گے۔۔"وہ آگے کا لائحہ عمل بتاتا آگے بڑھ گیا۔۔

جب اچانک وہاں آگے ہجوم سا بن گیا ایک قیدی نے دوسرے کو مارنا شروع کر دیا تھا اس سے پہلے کہ وہاں گارڈز گھستے وہ دونوں ہجوم کو چیرتے ہوئے کہیں غائب ہو گئے۔۔اگلے کچھ لمحوں میں گارڈز قیدیوں کو باہر لے جا چکے تھے ان دونوں نے دور سے تمام قیدیوں کو باہر جاتے دیکھا پھر مین گیٹ کو بند ہوتے دیکھ کر وہ لوگ جیل کی پچھلی سائیڈ کی جانب بڑھ گئے۔۔

آگے کا کام بہت آسان تھا۔۔ جیل کے بڑے سے کچن میں آکر انہوں نے وہاں بنے گیس کے برنل کھول دیئے اگلے ہی لمحے گیس پوری سپیڈ سے سیلنڈر سے نکلنے لگی کھڑکیاں بند کرتے اسنے باہر کی جانب قدم بڑھا دیے پیچھے سے امن نے ایک لائیٹر اٹھایا تھا اور پاس پڑا سیب بھی اب وہ سیب کھاتے کھاتے اندر سے ہر کھڑکی کو دیکھ رہا تھا پھر تقریبا تین منٹ بعد وہ لوگ ہر کھڑکی کو بند کر چکے تھے اب باری تھی مین آفس کی جہاں میٹنگ ہو رہی تھی امن نے باہر سے آفس کے دروازے پر پیٹرول چھڑکا پھر کمرے کے ارد گرد پھر وہی کین پکڑے باہر کی جانب بڑھ گیا سیب وہ اب بھی کھا رہا تھا۔۔

شمروز نے ایک نظر اسکو مسلسل منہ چلاتے دیکھا پھر سر نفی میں ہلاتا بڑبڑایا "اس کے بھی سر پر چڑھ گئی ہے گیس۔۔" اب وہ دونوں مین ڈور بند کر رہے تھے گیس کی بو ہر طرف پھیل چکی تھی لیکن وہ یقینا اندر مین آفس میں نہیں گئی تھی کیونکہ وہاں کھڑکیوں کو پہلے سے ہی بند کر دیا گیا تھا بلکہ جام کر دیا گیا تھا اور یہ کام شمروز دی گریٹ نے کیا تھا۔۔

امن ٹینک میں موجود پیٹرول کو کھول چکا تھا وہ پیٹرول کا ہی ٹینک تھا جس میں ناجد نے کتنی تعدار میں پیٹرول تھا شمروز نے تیزی سے اپنے ساتھ لایا گیا پائپ لگایا اب پیٹرول پائپ کے ذریعے گر رہا تھا اسنے برق رفتاری سے پوری جیل کی عمارت پر پیٹرول چھڑکنا شروع کیا تھا اندر موجود افراد کو بھنک تک نہیں لگ سکی تھی کہ باہر انکی موت کا سامان کیا جا رہا تھا۔۔

عمارت کے ارد گرد ہر کھڑکی ہر دروازے پر اسنے پیٹرول چھڑکا تھا اسی لمحے امن دو سپاہیوں کو گھسیٹتا وہ لے کر آیا وہ دونوں مر چکے تھے یا مارے جا چکے تھے مگر خیر اسنے انکو ویسے ہی کپڑے پہنا دئے جیسے اسنے اور شمروز نے پہنے سے اب وہ اپنا اور شمروز کا قیدی نمبر انکے گلے میں لٹکا رہا تھا پھر اسنے وہی لاکٹ جو اسکے گلے میں تھا مرے ہوئے سپاہی کی گردن میں ڈالا۔۔

"لاشیں تیار ہیں۔۔"اب وہ سیدھا ہوتا شمروز سے کہ رہا تھا۔۔

"میں بھی تیار ہوں۔۔" وہ مسکرا کر کہتا ان قیدیوں کو اپنی اور امن کی ہتھکڑیاں پہنا رہا تھا جو کہ اسنے آفیسر کی جیب سے چابی نکال کر کھولیں تھیں، پھر وہ مڑا اور اسکے کندھے پر ہاتھ رکھے باہر مین گیٹ کی جانب بڑھ گیا۔۔

دونوں قیدی ٹہلنے کے انداز میں دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے یا اندر آفس میں موجود آفیسرز کی موت کے قریب یہ کہنا بہتر ہے یہ انتقام تھا۔۔ محبت کا انتقام۔۔ دوستی کا انتقام۔۔ غداری کا انتقام۔۔ قید کا انتقام ہر وہ جذبہ جو اس جیل میں رہ کر برف بن گیا تھا ہر وہ جذبہ وہ احساس جو یہ جیل کی دیواریں نگل گئیں تھی یہ اس کا انتقام تھا۔۔

اسنے چابی سے گیٹ کھول اور امن نے ہاتھ میں پکڑے کین سے پیٹرول دروازے پر بھی چھڑکا تھا۔۔ اگلے ہی لمحے اسنے کین ہوا میں اچھال دیا شمروز نے ایک نظر اسکے چہرے کو دیکھا پھر آگے بڑھ گیا وہ بھی اسکے ساتھ چلنے لگا تھا۔۔ وہ

دونوں آہستہ آہستہ دور جا رہے تھے جب یک دم شمروز روکا اسنے جیب سے نکال کر ایک لائیٹر جلایا اور دروازے کے اس پار سے باہر آتی تار کو اس لائیٹر سے جلانے لگا تار نے یک دم آگ پکڑی تھی اگلے ھی لمحے آگ تار سے دروازے تک پہنچ گئی اور پھر جیل کے اندرونی حصے پر اب آگ تیزی سے پھیل رہی تھی بغیر رُوکے بغیر ایک لمحے کی بھی دیر کیئے اندر سے جیل کا گارڈن اور جیل کی عمارت کچھ ہی پلوں میں مکمل آگ کی لپیٹ میں آ گئے عمارت کے اندر پھیلی گیس آگ کے دھماکے کی طرح پھٹی تھی ہر طرف آگ ہی آگ تھی دور چند گز کی دوری پر بنی جیل میں سپیکر پر کوئی سپیچ چل رہی تھی دور وہ آواز اتنی تھی کہ باہر اس عمارت میں لگی آگ کی آواز وہاں تک نہیں پہنچ سکی تھی۔۔

وہ مڑا اسنے ایک نظر امن کو دیکھا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا امن نے تیزی سے آگے بڑھتے اسکو گلے لگایا تھا وہ بھی بغیر مزاحمت کیے کھڑا رہا وہ جانتا تھا اس آگ کے ساتھ اسکے اندر کا لاوا بھی پھٹے گا۔۔ پانچ سال سے جو جذبات قید تھے وہ سب آزاد ہو گئے تھے۔۔ کتنے ہی لمحے گزر گئے وہ یونہی کھڑا رہا سالوں بعد جو سکون ملا

تھا پھر وہ اس سے الگ ہوا۔۔ شمروز نے ایک نظر اسکی آنکھوں کو دیکھا وہ سرخ تھیں۔۔ ضبط سے یا خوشی سے وہ سمجھ نہیں پایا۔۔

"رونا چاہتے ہو تو رو لو۔۔ چار سال سے تم نے اپنے آنسوں قید کر رکھے ہیں اور احساسات کو برف بنا رکھا ہے آج سب کچھ آزاد کر دو کیونکہ اب تم آزاد ہو۔۔" وہ کہہ رہا تھا امن نے ایک نظر اسکے چہرے کو دیکھا پھر وہ سر جھکا کر دھیما سا ہنس دیا پھر مزید ہنسا اور پھر وہ وہیں زمین پر گھٹنون کے بل بھیٹتا رو دیا۔۔ شمروز بھی اسکے پاس وہیں گھٹنے ٹکائے بھیٹا تھا۔۔

"میں نے سب کھو دیا۔۔ میں تو صرف اسے بچانے کے لیے یہاں قید تھا لیکن وہ تو کب کی آزاد ہو گئی۔۔" وہ شدت سے رو دیا تھا۔۔ شمروز کے چہرے کا رنگ زرد پڑا تھا۔

"اگر وہ زندہ ہوتی تو تم کیا ہمیشہ اس جیل میں رہتے۔۔؟؟" اسنے سرسراتے لہجے میں سوال کیا۔۔

"ہاں۔۔۔اسکی سانسیں میری قید کی ضمانت تھیں۔۔" کو بے اختیار اپنے بال نوچ گیا۔۔ شمروز کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔۔اسکے دل کو کچھ ہوا۔۔

"اور اگر وہ زندہ ہوئی تو۔۔؟؟" اسنے پھر سوال کیا۔۔امن نے چہرا اٹھا کر اسے عجیب نظروں سے دیکھا تھا۔۔

"وہ مر گئی ہے تم نے مجھ سے یہی کہا تھا نا۔۔؟؟" اسنے شمروز کے چہرے کو دیکھتے پوچھا۔

"ہاں۔۔" وہ سر اثبات میں ہلا گیا۔۔

"تو پھر وہ زندہ کیسے ہو سکتی ہے۔۔۔؟؟" وہ عجیب سے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔۔

"اگر مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی تو۔۔؟؟" اسے اپنی آواز کسی گہری کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔امن نے ایک نظر اسکے چہرے کو دیکھا پھر ہنس دیا۔۔

"تو یہ میری زندگی کا سب سے بڑا مزاق ہوگا۔۔" اسکے لہجے میں اذیت ہی اذیت سمٹ آئی تھی۔۔ شمروز کو اپنے دل سے خون رستا ہوا محسوس ہوا۔۔وہ کچھ غلط کرچکا تھا۔۔کچھ بہت غلط۔۔ پیچھے جیل کی عمارت اب بھی آگ کی ضد میں تھی اور شمروز جہانگیر نے خود کو بھی اسی آگ میں جلتا محسوس کیا تھا۔۔

***

گھر پہنچنے کے بعد وہ فریش ہو کر کھانا وغیرہ کھانے کے بعد آج کے لیکچر کا مختصر خلاصہ لکھنے بھیٹی تھی، خلاصہ لکھتے لکھتے وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی جب اسے یاد آیا کہ کچھ دیر پہلے وہ اپنے اور اللہ کے درمیان تعلق کے بارے میں سوچ رہی تھی۔۔

اسنے لیپٹاپ کو ایک طرف رکھتے قدم واش روم کی جانب بڑھائے کچھ دیر بعد وہ وضو کر کے لوٹی اور پھر سیدھا جائے نماز پر آ بھیٹی۔۔دعا کے لیے اسنے ہاتھ اٹھائے مگر دعا نہیں کی کچھ پل وہ خالی خالی آنکھوں سے اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی تھی پھر یک دم وہ سجدے میں جھک گئی۔۔بغیر کچھ بولے بغیر کچھ مانگے۔۔ایک آنسوں آنکھوں کی باڑ سے بہ کر جائے نماز پر گر گیا۔۔

اسے اللہ کی دی گئی ہر نعمت یاد آرہی تھی، اسے اپنی کوتاہیاں یاد آرہی تھیں۔۔اسے یاد آرہا تھا کہ اسنے کتنی ہی نمازیں مس کر دی تھیں۔۔اسنے کتنی

ہی بار آذان کی آواز پر موبائل پر چلتی ویڈیو کی آواز کو اونچا کر دیا تھا اسنے کتنی ہی راتیں جاگ کر گزاری تھیں لیکن فجر کے وقت وہ سو جایا کرتی تھی۔۔

ہم انسان کیوں ہر نعمت حاصل کر کے بھی نعمت عطا کرنے والے کی نافرمانی کرتے ہیں۔۔؟؟ کیوں ہم خود پر رحم نہیں کرتے کیوں ہمیں جہنم کی آگ کا خیال نہیں آتا۔۔؟؟ کیوں ہم اللہ کے لیے قربانی نہیں دیتے۔۔؟؟ کیوں نماز میں دیر کرتے ہیں۔۔؟؟ کیوں اللہ کے حقوق نہیں ادا کرتے اور لوگوں کے حقوق کی فکر کرتے ہیں۔۔؟؟

مخلوق کو بنانے والے کے حقوق نظر انداز کر کے ہم مخلوق کے حقوق ادا کر رہے ہوتے ہیں اور حقوق بھی وہ جو ہمیں اچھے لگتے ہیں۔۔ جو ہمیں سیٹیسفائے کرتے ہیں۔۔

"اللہ۔۔" اسنے بے اختیار اللہ کو پُکارہ تھا۔۔ پھر پکارہ۔۔ "اللہ۔۔" اس بار وہ سسک کر روئی تھی۔۔ کسی چھوٹے معصوم بچے کی طرح جو ماں سے لپٹ کر روتا ہے کیونکہ وہ ڈر گیا ہوتا ہے اسے اندھیروں سے ڈر لگتا ہے، وہ صرف اپنی ماں کی آغوش میں رہنا چاہتا ہے اسکے آنچل کو ننھی مٹھی میں بھینچ کر وہ سکون سے سو جاتا ہے۔۔ لیکن وہ سو نہیں سکی تھی وہ تڑپ رہی تھی شدت سے رو رہی تھی۔۔ وہ بچی تھوڑی نہ تھی وہ تو گناہگار تھی۔۔ وہ جانتی تھی اسکا اللہ اس سے ناراض ہے۔۔ وہ جانتی تھی جب تک وہ روئے گی نہیں جب تک اسکے گناہ طوبہ کی صورت بہ نہیں جائیں گے اسے معافی نہیں ملے گی۔۔

کافی دیر گزر چکی تھی وہ یونہی روتی روتی خاموش ہو چکی تھی۔۔ آنسوں تھم گئے تھے آنکھوں پر نیند طاری ہونے لگی تھی کسی معصوم بچے کو جس طرح ماں سے لپٹ کر رونے کے بعد نیند آنے لگتی ہے بلکل ویسے ہی وہ گنودگی میں جا رہی تھی۔۔ سکون اور آزادی کے ساتھ کچھ دیر تک اسکی آنکھ لگ چکی تھی۔۔

جائے نماز پر جھکے اسکی ناک سرخ تھی چہرے پر آنسوں کے نشان تھے اور لب نرمی سے بھینچے ہوئے تھے۔۔ وہ عرصے بعد سکون سے سوئی تھی اور یہ وہ سکون تھا جو توبہ کے ملتا ہے۔۔ اللہ کی قربت کا سکون۔۔ رودابہ جمشید کو وہ سکون ملا تھا۔۔

***

سیمسن کے میٹنگ کے بعد وہ اب بھی وہیں بھیٹا ہوا تھا سامنے ایک فائیل کھلی پڑی ہوئی تھی۔۔ اسکی آنکھیں سرخ تھیں۔۔ یوں جیسے ایک پل اب اگر وہ مزید ضبط نہ کرتا تو آنکھوں سے خون رسنے لگتا۔۔ سامنے فائل پر صاف صاف لکھا تھا آگ میں جلی لاش کسی ایشین لڑکی کی تھی وہ گلِ لالہ نہیں تھی۔۔ انہیں بے وقوف بنایا گیا انہیں وہ جلی ہوئی لاش دکھا کر بتایا گیا کہ یہ گلِ لالہ کی ہے جبکہ وہ لاش کسی اور کی تھی۔۔ اور اس ریپورٹ میں واضع لکھا تھا اس رات گلِ لالہ کہیں بھاگ گئی تھی کہاں گئی تھی۔۔ کس کے ساتھ تھی۔۔؟؟ زندہ تھی یا مر گئی

تھی کسی بات کا علم نہیں تھا نہ کسی ایجنسی کو نہ ہی ان لوگوں کو جنہوں نے یہ سب کروایا تھا جن کی وجہ سے آج کتنی ہی زندگیاں برباد ہو چکی تھیں بلکہ اب بھی ہو رہی تھیں۔

اسے ایک بار پھر پانچ سال پہلے کا وہ منظر یاد آیا جب گلؑ کا آپریشن ہو رہا تھا اور وہ سب سولی پر لٹکے کھڑے تھے۔۔اسی لمحے انکا ہندو نیبر جو کہ ایک سرجن بھی تھا آپریشن تھیٹر سے نکلتا اسکی جانب بڑھا تھا۔۔

"کیا ہوا۔۔؟؟ کیا اب وہ ٹھیک ہے۔۔؟؟" اسنے بے اختیار سوال کیا باقی سب بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔۔

"انکا آپریشن چل رہا ہے شیشے سر کے نازک حصے میں گھس گئے ہیں اگر مزید کچھ دیر تک بھی کوئی رسپانس نہ آیا تو انہیں بچانا مشکل ہے۔۔" وہ کہتے مڑ گئے۔۔ پیچھے ایک بار پھر براق جہانگیر کا پورا وجود کانپنے لگا تھا ندا نے اسکو اس

حالت میں دیکھتے بے اختیار اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ وہیں فرش پر بھیٹتا چلا گیا۔۔

"صبر کرو میرے بچے وہ ٹھیک ہو جائے گی۔۔اسے کچھ نہیں ہو گا۔۔"انہوں نے اسے تسلی دی۔۔

"اگر اسے کچھ ہوا تو مجھے بھی کچھ ہو جائے گا۔۔دعا کریں آپکی دونوں اولادیں بچ جائیں۔۔"اسکی بات پر وہ بے اختیار دل پر ہاتھ رکھ گئیں۔۔انکا دل ہولا تھا ابھی تو گلِ اس خالت میں تھی تو وہ تڑپ رہی تھیں اگر خدانخواستہ اسے بھی کچھ ہو جاتا تو وہ کیا کرتیں۔۔دل بری طرح تڑپ رہا تھا وہ کسی بھی طرح اپنے بچوں کو بچا لینا چاہتی تھیں۔۔

مزید دو گھنٹے گزر گئے تھے وہ سب ابھی بھی یونہی بیٹھے ہوئے تھے جب آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز باہر آئے تھے انکے چہروں پر مسکراہٹ نہیں تھی جو کسی بھی آپریشن کے کامیاب ہو جانے کے بعد ہوا کرتی ہے ڈاکٹر سمیتھ نے آگے بڑھ کر ناصر جہانگیر کا ہاتھ تھاما تھا اور پھر انکے لب ہلے۔۔وہ کچھ کہہ کر چلے گئے باقی سب نے ناصر جہانگیر کے چہرے کو دیکھا تھا۔۔اب ناصر جہانگیر کو انہیں بتانا تھا کہ ڈاکٹر کیا کہہ کر گئے ہیں۔۔

انہوں نے ایک نظر سب کے چہرے دیکھے پریشان حال، بے چین اور پشیمان چہرے پھر اچانک وہ مسکرائے۔۔

"آپریشن کامیاب رہا۔۔گل ٹھیک ہے اب۔۔" انکے لفظوں نے وہاں کھڑے پانچوں افراد کو ایک نئی زندگی دی تھی براق کسی سے بھی کوئی بات کیے بغیر پریئر روم کی جانب بڑھ گیا اسے اپنی زندگی کی زندگی کے لیے شکر ادا کرنا تھا۔۔

وہ واپس آیا تو باسل نے اس سے پوچھا۔۔

"آپ کہاں غائب ہو گیے تھے بھائی۔۔؟" اسکے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔۔شرارتی سا لڑکا بے حد خوش تھا۔۔

"میری زندگی کو زندگی دینے والے کا شکریہ ادا کرنے گیا تھا۔۔" اسنے مسکرا کر قدم اوٹی کی جانب بڑھادئے اسے اب اپنی زندگی کو بھی تو دیکھنا تھا۔۔پیچھے کھڑے افراد نے اسے شریر نظروں سے دیکھا تھا لیکن وہ نظر انداز کر گیا۔۔

***

آج وہ اور ندا مال گئے تھے اسنے ندا جہانگیر کے لیے خوب ساری شاپنگ کی پھر ناصر جہانگیر کے لیے بھی شاپنگ کی اب وہ اپنے لیے شرٹس پسند کر رہا تھا جب

اچانک اسے آج رودابے کے لانگ کوٹ کا کلر یاد آیا وہ کلر گرے تھا جو اسنے خود شاید کبھی نہیں پہنا تھا کیونکہ وہ ڈارک کلرز پسند کرتا تھا بے اختیار اسنے سامنے ہینگ ہوئی شرٹس میں سے گرے کلر کی شرٹ پکڑتے اپنے ساتھ لگا کر چیک کیے بغیر شاپ کیپر کی جانب بڑھادی پھر پلٹ گیا اسکی شاپنگ ختم ہو گئی تھی۔۔

ندا جو براق کے لیے شرٹس لے رہی تھیں اسکو اپنی طرف آتا دیکھ کر پسند کی ہوئی شرٹس ایک طرف رکھ گئیں۔۔

"کیا ہوا۔۔آپ نے شرٹس کیوں رکھ دیں۔۔"اسنے حیرت سے پوچھا۔۔

"میں نے ہر وہ شرٹ لی ہے جو کلر گل کا فیوریٹ تھا اور براق نے وہ کلرز پہننا چھوڑ دئے ہیں وہ یہ کلرز پہنے گا یا دیکھے گا تو ہرٹ ہو گا۔۔"انہوں نے پریشانی سے لب کاٹے۔۔اور باسل ہنس دیا۔۔

"موم۔۔آپ بھائی کے لیے سیاہ اور براؤن شرٹس لے لیں۔۔" پھر اسنے خود ہی وہاں ہینگ ہوئی شرٹس میں سے مخصوص رنگوں کی شرٹس اٹھائیں اور پینٹس بھی۔۔ پھر وہ لوگ بل وغیرہ پے کرتے فوڈ کورٹ کی جانب بڑھ گئے تھے۔۔

وہ ندا کا ہاتھ ایک ہاتھ سے پکڑے دور دوسرے ہاتھ میں پاپنگ بیگزر پکڑے فوڈ کورٹ کے دروازے سے اندر داخل ہوا ہی تھا کہ سامنے کی ٹیبل پر اسے ارقم اور نرمین نظر آئے تھے ارقم اسے دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔

وہ لوگ ندا جہانگیر سے ملنے کے بعد اب کھانا آرڈر کر رہے تھے ندا کو وہ دونوں بہت اچھے لگے تھے۔۔ کافی دیر باتوں کے بعد آخر کار باسل نے اٹھا تو وہ لوگ بھی جانے کے لیے نکل گیے۔۔ شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔۔

ندا نے اسے بیگز گاڑی میں رکھ کر واک کرنے کے لیے قدم آگے بڑھا دیئے۔۔ اب وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔۔

"اسے کب سے جانتے ہو۔۔؟؟" انھوں نے سوال کیا۔

"کسے۔۔؟؟" باسل نے دور سڑک پر چلتی گاڑیوں کو دیکھتے سوال کیا۔۔

"روادبہ جمشید کو۔۔" انکے پکارے گیے نام پر وہ رک گیا تھا۔۔

"ایک ماہ چھے دن ہوئے ہیں۔۔" اسنے کندھے اچکاتے جواب دیا پھر سے قدم آگے بڑھا دیئے۔۔

"اور پسند کب سے کرتے ہو۔۔؟؟" اس بار ندا کے پوچھے گئے سوال پر اسے جیسے بجلی کا جھٹکا لگا تھا۔۔

"آپ سے کس نے کہا کہ میں۔۔" اسنے جملہ مکمل نہیں کیا تھا۔

"باسل جہانگیر یونہی سڑک کنارے کھڑا ہو کر کسی عام سی لڑکی سے بحث تو نہیں کرے گا۔۔" وہ مسکرا رہی تھیں۔۔اور باسل نظریں چُرا گیا۔۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔۔ مما۔۔" وہ خود سے بھی ابھی یہ اعتراف نہیں کر سکا تھا تو کیسے مان لیتا۔۔

"تو تم نے وہ گرے شرٹ کیوں لی پھر۔۔؟؟ جب کہ تم تو گہرے رنگ پہنتے ہو۔۔ باسل۔۔" اس بار انکے لہجے میں شرارت تھی۔۔

"اس میں کیا خاص بات ہے وہ تو مجھے بس کلر اچھا لگا تو لے لی۔۔" اسنے جیسے ارادہ کرر کھا تھا وہ کبھی اس بات کا اعتراف نہیں کرے گا۔۔

"جب وہ ساتھ تھی تو تمہاری آنکھوں کے یہ جو دو مختلف رنگ ہیں نا یہ اس وقت یوں چمک رہے تھے جیسے کوہِ نور ہوں اور تم کہتے ہو وہ لڑکی عام ہے۔۔ باسل جہانگیر۔۔۔۔"انہوں نے خفگی سے اسکے چہرے کو دیکھا اور واقعے اسکی آنکھیں اس پل چمکیں تھیں۔۔وہ بغیر کوئی جواب دئے نظریں پھیر گیا۔۔ابھی اعتراف کو وقت تھا۔۔

یار کو ہم نے جا بجا دیکھا

کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا

کہیں ممکن ہوا کہیں واجب

کہیں فانی کہیں بقا دیکھا

دید اپنے کی تھی اسے خواہش

آپ کو ہر طرح بنا دیکھا

صورت گل میں کھل کھلا کے ہنسا
شکل بلبل میں چہچہا دیکھا

شمع ہو کر کے اور پروانہ
آپ کو آپ میں جلا دیکھا

کر کے دعویٰ کہیں انا الحق کا
بر سر دار وہ کھنچا دیکھا

تھا وہ برتر شما و ما سے نیاز
پھر وہی اب شما و ما دیکھا

کہیں ہے بادشاہ تخت نشیں

کہیں کاسہ لئے گدا دیکھا

کہیں عابد بنا کہیں زاہد
کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا

کہیں وہ در لباس معشوقاں
بر سر ناز اور ادا دیکھا

کہیں عاشق نیاز کی صورت
سینۂ بریاں و دل جلا دیکھا

***

# *بابِ سکوت*

# *از قلم مریم راجپوت*

## Episode No. 9

اسکے سامنے فون پر تصویریں کھلی پڑی تھیں اور وہ دم سادھے بھیٹی ہوئی تھی۔۔خدیجہ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ اب بھی ویسے ہی سکرین پر نظریں جمائے بھیٹی تھی۔۔

"کیا ہوا اروداب۔۔؟؟" خدیجہ نے اسے کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑا تو وہ ہوش میں آئی تھی پھر کچھ کہے بغیر کمرے سے نکل گئی۔۔ باہر صحن میں آکر اسے جیسے سانس آئی تھی۔۔ کچھ دیر پہلے کا دیکھا گیا منظر اسے بھول نہیں رہا تھا۔۔ خدیجہ تو

اسے فون میں اپنی اور پھوپھو کی بنائی ہوئی تصویریں دیکھا رہی تھی جب ایک تصویر پر رودابہ جمشید کی دنیا بھی رک گئی۔۔۔ پھوپھو کی بیک سائیڈ پر کوئی کھڑا تھا وہ چہرا اتنا شناسا تھا کہ اسکے دل نے زوروں سے دھڑکنا شروع کر دیا۔۔ پھر ذہن سوالوں سے الجھ گیا۔۔

وہ وہاں کیا کر رہا تھا۔۔؟؟ کیا وہ کہیں جا رہا تھا۔۔؟؟ کندھے پر بیگ ڈالے اور ہاتھ میں ایک اٹیچی پکڑے وہ مسافر ہی لگ رہا تھا۔۔اسکی آنکھوں میں آنسوں چمکے۔۔ وہ اسے بتایے بغیر کہاں جا رہا تھا بلکہ چلا گیا تھا۔۔؟؟ کیا وہ اس سے بھاگ گیا تھا یا چھوڑ کر چلا گیا تھا بیچ راستے۔۔وہ وہیں پلر کے ساتھ ٹیک لگا کر بھیٹ گئی۔۔

محبت کے دور چلے جانے کا احساس ایسا ہی ہوتا ہے جیسے جسم سے آدھی جان نکل چکی ہو اور آدھی باقی ہو۔۔ ہجر کاٹنا محبت کی شرط ہے لیکن یہ کیسا ہجر تھا کہ جس میں وہ اس سے دور چلا گیا تھا اور بتائے بغیر کہ کہاں جا رہا ہے یا کب آئے

گا۔۔اور وقت اسکے پاس بھی تھوڑا تھا وہ جانتی تھی پھوپھو عمر ے سے واپس آ کر شادی کی جلدی مچائیں گی اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

وہ ابراہیم کو نہیں بتا سکی تھی کہ اسکے گھر والے اسکی شادی کر دینے والے ہیں اگر وہ لوٹنے میں دیر کر دیتا تو شاید ہمیشہ کے لیے دیر ہو جاتی۔۔

"کاش میں اسے بتا دیتی۔۔کاش وہ نہ جاتا۔۔" اسنے گھٹنوں میں سر دیئے سوچا پھر اٹھ کر کمرے کی جانب بھاگی تھی اسے ابراہیم کو کال کرنی تھی۔۔فون آن کرتے ہی اسنے ابراہیم کی دن کو آئی ہوئی کال دیکھی جو اسکی کلاس کے دوران آئی تھی اسنے بے اختیار ماتھا مسلا۔۔سب بگھڑ رہا تھا۔۔سب خراب ہو رہا تھا۔۔

اسنے تیزی سے اسکے نمبر پر کال ملائی لیکن فون بند تھا اسکی کال ابراہیم کو جا ہی نہیں سکی تھی۔۔اسنے اسکی چیٹ کھولتے اسے وائس میسیج کیا۔۔اور وائس میسیج

پر بھی صرف ایک ٹک شو ہوئی مطلب کہ اسکو میسیج بھی نہیں گیا تھا اور روداب جمشید وہیں تھک کر بیڈ پر ڈھ گئی۔۔

اسنے آج ساری نمازیں پڑھی تھیں اسکا دل آج سکون میں تھا لیکن اب۔۔اب یہ سب ہونے کے بعد وہ پھر سے بری طرح ڈسٹرب ہو گئی تھی۔۔

اسنے اللہ سے دعا کی تھی کہ اسے اسکی محبت مل جائے وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اللہ اسکی دعا ضرور قبول کرے گا اور وہ یہ بھی جانتی تھی اسے ابراہیم سے رابطہ نہیں رکھنا وہ ایسا کام نہیں کرنا چدہتی تھی جو اللہ کو ناراض کرے جو بھی تھا وہ اور ابراہیم تھے تو نا محرم اسنے خود سے یہ بہی عہد کیا تھا کہ جتنا ہو سکے گا وہ اس سے دور رہے گی رہی بات محبت کی تو وہ تو اسے تھی اور ابراہیم سے ہی تھی لیکن وہ اسے اللہ پر چھوڑ دینا چاہتی تھی کیونکہ جو چیز یا جو برا کام ہم اللہ کی رضا کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اسکے اجر میں ہمیں یا تو وہی ملتا ہے یا پھر اس سے بھی بہترین۔۔

پھوپھو تین ہفتوں کے بعد واپس آرہی تھیں تو یقینا اب ایک مہینے تک اسکے سر پر لٹکتی تلوار دور تھی اسکے بعد کا کچھ علم نہیں۔۔ اسنے خود کو یقین دلا لیا تھا کہ ابراہیم واپس آجایے گا جلدی ہی اور پھر وہ اسے بابا سے ملنے کو کہے گی یا رشتہ بھیجنے کے لیے۔۔ اب وہ تھوڑی سی خوش تھی لیکن جو دل میں ڈر تھا نہ محبت کو کھو دینے کا ڈر۔۔ وہ دنیا کا سب سے بدترین ڈر ہے اور وہی اسے بھی تھا انسان کتنے بھی سکون میں ہو کتنا بھی خوش ہو محبت کو کھو دینے کا ڈر اسکی ہر خوشی ہر انجوائیمنٹ کو کھا جاتا ہے۔

ایسے زخموں کو کیا کرے کوئی
جن کو مرہم سے آگ لگ جائے

***

"میں برازیل جارہاہوں۔۔" صبح ناشتے کی ٹیبل پر اسنے سب کو اپنا فیصلہ سنایا۔۔

"لیکن کیوں۔۔؟؟" باسل نے حیرت سے سوال کیا۔

"ایک ضروری کام ہے۔۔" وہ سنجیدگی سے کہتا چائے کی سپ لے گیا، ندا نے اسکے چہرے پر پھیلی غیر معمولی سنجیدگی نوٹ کرتے کوئی سوال نہیں کیا تھا وہ جانتی تھیں کہ معاملہ یقینا کوئی اہم ہے۔

"ٹھیک ہے۔۔اور واپس کب تک آئیں گے۔۔؟؟" باسل نے سوال کیا۔

"ایک ہفتے تک۔۔" وہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔

"میری فلائیٹ بارہ بجے کی ہے آفس سے میں سیدھا ائیر پورٹ جائوں گا۔۔"

اسنے ندا جہانگیر کا ماتھا چوما پھر ناصر صاحب سے بغل گیر ہوتا وہ اب بازو پھیلائے باسل کے سامنے کھڑا تھا۔۔ باسل بھی اس سے بغل گیر ہوتا مسکرا دیا۔۔

"مجھے یقین ہے آپ کامیاب ہو کر لوٹیں گے۔۔" اسنے براق کے چہرے کو دیکھتے کہا تو وہ مسکرا دیا پھر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔۔ پیچھے وہ تینوں رہ گئے۔۔

"آج کا کیا پلین ہے باسل۔۔؟؟" ندا نے اس سے سوال کیا۔۔ پھر ناصر جہانگیر کو دیکھا۔۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ رضا کے گھر چلیں۔۔" انہوں نے جو بات کہی تو باسل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ یک دم دکھ کر غائب ہوئی جسے ندا نے بخوبی نوٹ کیا۔۔

"ٹھیک ہے گیارہ بجے تک چلتے ہیں ابھی مجھے کچھ کام ہے۔۔" ندا کہتی اٹھ گئیں۔۔ تو باسل بھی باہر کی جانب چل دیا اسے آفس جانا تھا۔۔ وہ روز نہیں لیکن ہفتے میں تین چار بار اپنے آفس جایا کرتا تھا کیونکہ اسکا کام ہی کچھ ایسا تھا۔۔

آج ہفتہ تھا سو اسے آفس جانا تھا۔۔ گاڑی سٹارٹ کرتے اسنے روڈ پر ڈال دی۔۔ اب اسکا ذہن کہیں الجھا ہوا تھا۔۔۔ اور اسی الجھن میں اسنے خیال نہیں کیا تھا اسکی گاڑی کے سامنے کوئی فقیر آ کر مرتے مرتے بچا اسنے بے اختیار بریک لگائی تھی اور اسکا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرایا۔۔۔ وہ جلدی سے گاڑی سے نیچے اترا اور روڈ پر گرے فقیر کی جانب بڑھا تھا۔۔

"آپ کو زیادہ لگی تو نہیں۔۔ ؟؟" اسنے سڑک پر بھیٹے فقیر سے سوال کیا۔۔ وہ جو سر جھکائے بھیٹا تھا دو لمحے تک اسنے سر نہیں اٹھایا۔۔

"ایکسکیوز می۔۔آپ کو چوٹ تو نہیں لگی۔۔؟؟"اسنے سڑک پر بھیٹے فقیر کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

جب اچانک وہ سر اٹھا گیا۔۔باسل نے حیرت سے اسکے چہرے کو دیکھ،وہ چہرا مٹی سے اٹا پڑا تھا۔۔یوں جیسے برسوں سے دھویا نہیں تھا۔۔اسے عجیب سی ہمک آئی تھی اس فقیر سے وہ بے اختیار پیچھے کو ہوا۔۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔تم اپنی فکر کرو۔۔"فقیر اسکے چہرے پر نظر ڈالتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔باسل نے تعجب سے اس فقیر کو دیکھا۔۔جب وہ لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچا تھا باسل نے اسے سہارا دینا چاہا تو وہ ہاتھ کھڑا کر گیا۔۔

"مجھے سہارا مت دو۔۔مجھے سہارا دینے والا اللہ موجود ہے۔۔اپنا سہارا ڈھونڈو۔۔"فقیر نے غصے سے کہا۔۔

"مطلب۔۔؟؟"اسنے فقیر کی بات پر ناسمجھی کا اظہار کیا۔

"مجھے سہارا مت دو لڑکے۔۔پہلے اپنا سہارا ڈھونڈو جسے گنوائے پھرتے ہو۔۔"

فقیر اسکے خوبرو چہرے پر ایک نظر ڈالتا آگے بڑھ گیا پیچھے وہ چند لمحوں تک فقیر کی بات پر ساکت رہا تھا۔۔وہ جملہ معنی خیز تھا لیکن باسل جہانگیر اسکا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا۔۔

***

"جو چیزیں ایک بار کھو جائیں وہ دوبارہ نہیں ملتیں۔۔"اسنے سامنے کھڑکی سے نظر آتی سڑک پر نظر ڈالتے سوچا۔۔

"اور جب ہماری اپنی یعنی ذاتی چیزیں کھو جائیں اور ہم انہیں تلاش کرتے پھریں پھر بھی نہیں ملتیں۔۔؟؟" اسنے ایک بار پھر خود سے سوال کیا۔۔کچھ پل تک اسے کوئی جواب نہیں مل سکا تھا۔۔

"جو چیزیں اپنی ہوتی ہیں وہ کھو نہیں جاتی، وہ یا تو دور ہوتی ہیں یا پھر ختم لیکن ہماری اپنی چیزیں کبھی کھو نہیں سکتیں۔۔" اگلے ہی لمحے اسے جواب مل گیا۔۔بے اختیار اسکے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔۔یعنی اسکے اپنے بس اس سے دور تھے وہ کھوئے نہیں تھے کیونکہ جو کھو جائے وہ تو ہمارا کبھی تھا ہی نہیں۔۔۔

"اور اگر وہ سب۔۔" اگلے خیال نے اسکی مسکراہٹ چھین لی تھی۔۔

"نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے بھلا۔۔۔؟؟ میں نے باسل کو بھی دیکھا تھا براق کو بھی۔۔وہ سب ٹھیک ہیں۔۔" اسنے خود کو یقین دلایا۔۔کچھ لمحوں تک وہ وہ کشمکش میں رہی تھی اور پھر ایک ہی خیال نے اسے مطمئین کر دیا۔۔"جو ہمارا

ہوتا ہے وہ ہمارا ہی رہتا ہے اور جو کھو جاتا ہے یعنی وہ کبھی ہمارا تھا ہی نہیں یا پھر اس کی ہمارے پاس رہنے کی مدت ہی اتنی تھی۔۔۔ "

اسی لمحے گاڑی گھر کے سامنے رک گئی تھی۔۔ نرمین اور خاقان جو گیٹ پر ہی کھڑے تھے اسکی جانب بڑھے نایاب نے اسے گاڑی سے اترنے میں مدد دی اور پھر نرمین اسکو کندھے سے تھامے اندر کی جانب لیے بڑھ گئی۔

"اب ٹھیک ہو تم۔۔؟؟" نرمین نے اسکے چہرے پر ایک نظر ڈالتے سوال کیا تو وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔۔ دو دن ہاسپٹل ایڈمٹ رہنے کے بعد وہ آج گھر لوٹی تھی۔۔

پاس کھڑے خاقان نے بہت غور سے اسکے چہرے کو دیکھا تھا جہاں پریشانی الگ تھی فکر الگ تھی اور کمزوری الگ۔۔ اسنے لب بھینچ لیے وہ اسکی ذمہ داری تھی وہ نہیں چاہتا تھا گلِ بہار کو کچھ ہو اسے لیکن وہ اسکے دل کا غم نہیں دور کر سکتا تھا نہ

ہی ختم وہ سب اسکی یاداشت کا حصہ تھا جو اسے اذیت دیتا تھا اسکا گزرا ہوا ماطی تھا جو کسی نائیٹ میئر کی طرح اسے خوف سے مارتا تھا۔۔ کچھ دیر بعد وہ تینوں کمرے سے باہر نکل گئے تو اسنے آنکھیں موندھ لیں۔۔

اسے آج بھی یاد تھا اپنے ایکسیڈنٹ کے بعد وہ تقریباً دو ہفتے تک بیڈ پر رہی تھی خنف سے اسے نیند نہیں آیا کرتی تھی اسکے گھر والوں کو اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ اسکی دوست کا قتل ہوا ہے اور وہ وہیں تھی قتل کے دوران وہ لوگ وہ سچ نہیں جانتے تھے جو اسے معلوم تھا اسے معلوم تھا اسکی دوست کا قاتل کون ہے اسے یہ بھی معلوم تھا اس دن اسے جس گاڑی سے ٹکر لگی تھی وہ گاڑی کس کی تھی لیکن اسکے منہ پر جیسے چپ کا تالا لگ گیا نہ وہ بولتی تھی نہ کچھ کھاتی پیتی تھی گھر کا ہر فرد اسکے لیے پریشان تھا براق اس سے بندھ کر رہ گیا تھا وہ اسکے آس پاس رہتا تھا اسنے گل لالہ کو کبھی اکیلے نہیں رہنے دیا تھا۔۔

اس واقعے کو ایک ماہ گزر گیا وہ تھوڑی نارمل ہونے لگی تھی اب وہ باتیں کر لیا کرتی تھی ہنستی تھی اور ڈرتی بھی نہیں تھی لیکن وہ پہلے جیسی نہیں رہی تھی اس دن براق اور باقی سب کہیں گئے ہوئے تھے صرف وہ اور ندا گھر تھے ندا کچن میں رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں اور وہ اپنے کمرے میں بھیٹی ہوئی سکیچنگ کر رہی تھی جب اسے اپنے کمرے کی کھڑکی پر دستک محسوس ہوئی پہلے تو اسنے وہم سمجھ کر نظر انداز کیا مگر پھر وہ چونکی اکثر براق یا شمروزا سکے لیے جب کچھ لایا کرتے تو وہ اسے اسکے کمرے کی کھڑکی سے ہی ذکر ا یا کرتے تھے کیونکہ ندا نے اسے ان سب چیزوں سے منع کر رکھا تھا اسکے لب یک دم مسکرائے۔۔شاید ایک آخری مسکراہٹ۔۔ !!

اسنے اٹھ کر کمرے کا دروازہ بند کیا پھر کھڑکی کی جانب بڑھی جیسے ہی اسنے کھڑکی کا پٹ کھولا اچانک سے کوئی لفافہ اسکے پیروں میں گرا تھا وہ شاید کھڑکی پر ہی رکھا گیا تھا جو اسکے پیروں میں آ گرا اسنے جھک کر لفافہ اٹھایا اور پھر کھولا اس میں کوئی کھانے کی چیز نہیں معلوم ہوتی تھی وہ کچھ اور ہی تھا۔۔اور اگلے کچھ منٹوں میں

وہاں کھڑکی کے پاس کھڑی گل لالہ بری طرح کانپ رہی تھی اسکا سانس بند ہو رہا تھا وہ بے اختیار لڑکھڑائی پھر اسنے تیزی سے وہ لفافہ کھڑکی سے باہر پھینکا لیکن کھڑکی میں اچانک آ کھڑے ہونے والے وجود پر نظر پڑتے وہ پیچھے کی جانب ہوتی گری تھی کھڑکی میں وہی کھڑا تھا۔۔وہ بلیک ہوڈی اور کیپ والا شخص۔۔۔وہ جو اس رات اسکے پیچھے بھاگ رہا ہی۔۔وہی تھا وہ۔۔گل لالہ نے خوف سے چلانا چاہا لیکن اسکی آواز تک نہیں نکل سکی تھی۔۔

پاس پڑی سائیڈ ٹیبل کے ساتھ اسکا سر ٹکرایا تھا اور اگلے کچھ منٹوں میں وہ ہوش و خرد سے بیا گنہ ہونے لگی تھی اور شاید وہ جانتی تھی کہ وہ شخص اسے مارنے ہی آیا ہے۔۔اسنے آخری بار اپنے گھر والوں کے چہرے آنکھون کے سدمنے ابھرتے محسوس کیئے تھے ایک سسکی اسکے لبوں سے نکلی تھی اور پھر اندھیرا چھا گیا۔۔اسکی آنکھیں بند ہو چکی تھیں لیکن وہ محسوس کر رہی تھی کہ وہ شخص اسکے پاس بھیٹا ہے پھر اس شخص نے اسکے چہرے کو چھونا چاہا۔۔لیکن باہر سے آتی ندا کی آواز پر وہ تیزی سے اٹھا اور کھڑکی سے باہر نکلتا کھڑکی بند کر گیا۔۔

پیچھے وہ وہیں ٹیبل کے پاس گری ہوئی تھی ندا کی آواز اب نہیں آرہی تھی شاید وہ اسے کھانے کے لیے بھلا رہی تھیں۔۔کافی دیر تک اسکی طرف سے کوئی جواب نہ آنے پر آخر وہ کمرے کا دروازہ کھولتی اندر داخل ہوئیں اور اسے یوں فرش پر پڑے دیکھ کر انہوں نے تیزی سے اسکی جانب قدم بڑھائے اب وہ اسکے گال تھپتھپا رہی تھیں مگر کوئی ہلچل نہ محسوس ہونے پر انہوں نے اسے اٹھا کر بیڈ پر ڈالا اب وہ براق کو کال کر رہی تھیں۔۔

کال بند ہونے کے بعد انہوں نے اسکی بازو کو دیکھا جہان مٹی لگی تھی لیکن کمرے میں تو قالین تھا پھر اسکے بازو پر مٹی کیسے۔۔؟انہوں نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھا پھر انکی نظر قالین پر پڑی تھی جہاں مٹی سے پیروں کے نشان تھے یعنی یہاں کوئی آیا تھا انکا دل اچانک بری طرح ڈھڑکا تھا بے اختیار وہ اٹھیں پھر انہوں نے کھڑکی کے پٹ پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا ہی چلا گیا یعنی وہ جو کوئی بھی تھا کھڑکی سے آیا تھا۔۔

"اے میرے خدا۔۔" وہ وہیں سٹول پر سر پکڑتے بھیٹ گئیں۔۔یہ کیا ہو رہا تھا اور کیوں پہلے گل لالہ کے ساتھ ہوا حادثہ پھر اب یہ۔۔سب ہی انکی بیٹی سے جڑا تھا۔۔کچھ تھا جو چھپا ہوا تھا اور خطرناک تھا۔۔

بیل بجنے پر انہوں نے دروازہ کھولا تو صرف براق تھا شمروز اور باسل نہیں تھے۔۔وہ بغیر کچھ کہے اندر داخل ہوتا اسکے کمرے میں گیا تھا۔۔اور اسے یوں بے سدھ پڑے دیکھ کر اسکے قدم تھم گئے۔۔کچھ لمحے وہ یونہی کمرے کے دروازے پر کھڑا رہا پھر وہ تھکے تھکے قدموں سے اسکے قریب آ بھیٹا۔۔

"کیا ہو گیا ہے لالہ۔۔تمہاری یہ حالت مجھے تکلیف دیتی ہے۔۔" اسنے گل لالہ کی ہتھیلی پکڑتے اپنے سینے سے لگائی تھی ندا جو دروازے پر کھڑی تھیں انہوں نے افسردگی سے اسکی یہ حالت دیکھی کیونکہ وہ جانتی تھی انکی بیٹی کی بگھڑتی حالت براق جہانگیر کو بھی ٹھیک نہیں رہنے دے رہی تھی وہ پریشان رہتا تھا۔۔

"اسے ہاسپٹل لے کر جاتے ہیں براق۔۔"ندا کی بات پر وہ پلٹا۔۔

"میں نے ڈاکٹر کو کال کر دی ہے وہ آ رہی ہیں۔۔"اسنے جواب دیتے پھر سے چہرا موڑ لیا۔۔وہ اس وقت صرف اسکے چہرے کو دیکھتے رہنا چاہتا تھا۔۔اسنے بے اختیار گل لالہ کی ہتھیلی پکڑتے اپنے لبوں سے لگائی تھی پھر اسے آنکھوں سے لگائے وہ وہیں بیڈ کی ٹیک سے سر ٹکا گیا۔۔

***

دو ہفتے بعد

"اسلام علیکم۔۔کیسے ہو ابراہیم۔۔؟؟"انہوں نے اسکے جانے کے دو ہفتوں بعد اسے کال کی تھی۔۔اور اب اس سے بات کر رہی تھیں۔

"ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں۔۔؟؟" اسنے کافی کے کپ سے ایک سپ لیتے جواب دیا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔ تم واپس کب آرہے ہو۔۔" انکے لہجے میں تھوڑی جلدی تھی۔۔

"کیوں خیریت۔۔۔؟؟" اسے انکے اس سوال پر حیرت ہوئی کیونکہ انہوں نے تو اس سے کہا تھا کہ اس بار جب گئے تو اپنی فیملی سے مل کر آنا کچھ وقت اُن کے ساتھ گزار کر آنا۔۔ لیکن اب وہ اسکی واپسی کا پوچھ رہی تھیں۔

"ہاں سب ٹھیک ہے میں رودابہ کے گھر گئی تھی۔۔" انہوں نے اسکی سماعتوں پر بم پھوڑا۔۔

"کیا۔۔اماں آپ جانتی ہیں نا آپ کیا کہ رہی ہیں۔۔؟؟" اسنے شدید سے سوال کیا۔۔

"ہاں۔۔ ٹھیک کہ رہی ہوں۔۔ تم جو کہ کر گئے تھے کہ تم اس سے محبت کرتے ہو میں نے اسکے بارے میں سب انوشیر کہ بتا کر پتا لگوالیا اور پھر اسکے گھر چلی گئی اسکی فیملی اچھی ہے مجھے وہ لوگ بہت پسند آئے پھر میں نے تمہارے رشتے کی بات کی ان سے تو انہوں نے کہا کہ۔۔۔" وہ کچھ پل کے لیے چپ ہوئیں۔۔ میلوں دور لندن میں اپنے اپارٹمنٹ میں بھیٹے ابراہیم کے دل کی رفتار اس پل میں حد سے زیادہ بڑھ گئی۔۔

"انہوں نے کہا کہ انکی بیٹی کا رشتہ طہ ہے اور اسکی اگلے ماہ کی چھبیس تاریخ کو شادی ہے۔۔" انہوں نے بات مکمل کر دی تھی لیکن فون کان سے لگائے بھیٹے ابراہیم کی دنیا کسی نے چھین لی تھی۔۔ وہ سُن سا وہیں بھیٹا رہ گیا اسکے لبوں نے حرکت کرنے سے انکار کر دیا حالانکہ وہ کہنا چاہتا تھا۔۔ "ان سے کہیں مجھ سے

میری واحد محبت کو نہ چھینیں وہ میری خوشیوں کی زمانت ہے وہ میری محبت ہے اسے کسی اور کو نہ سونپیں۔۔" مگر وہ نہیں کہہ سکا۔۔اگلے کافی لمحوں تک اماں نے کال بند نہیں کی تھی لیکن اسکی طرف سے ایک جملہ نہیں کہا گیا۔۔

"تم کہتے ہو تو میں پھر چلی جائوں گی ان کے گھر میں بات کر لوں گی۔۔میں اپنے بیٹے کی زندگی کسی بھی طرح لے آئوں گی تم فکر نہ کرو۔۔" انہوں نے بے قراری سے سوال کیا۔۔کیونکہ وہ اسکے دل کا حال جانتی تھیں۔۔وہ جانتی تھیں کہ وہ صرف رودابہ جمشید سے محبت کرتا ہے اسنے اپنی زندگی میں بہت کم لوگوں سے محبت کی تھی اور سب سے خاص رودابہ تھی۔۔اسکی محبت وہ نہیں چاہتی تھیں کہ وہ اپنی محبت کو کھو دے۔۔

"رہنے دیں اماں۔۔میں جب آئوں گا تو ہم ساتھ جائیں گے اگلے مہینے کی پندرہ تاریخ کو میری واپسی کی فلائیٹ ہے۔۔" اسنے کس قدر صبر سے کہا تھا وہی جانتا تھا دوسری طرف انہوں نے اسکے لہجے کی اذیت سنتے دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔

"خدا تمہیں اس سے نوازے میرے بچے۔۔" انہوں نے بے اختیار دعا دی اور ابراہیم مسکرا بھی نہ سکا۔۔

اسے دُکھ تھا حیرت تھی رودابہ نے اسے کال کر کے کیوں نہیں بتایا تھا کیونکہ رودابہ کا آخری میسج ایک ہفتے پہلے آیا تھا اور میسج دیکھنے سے پہلے ہی اسکا فون پانی میں گر گیا تھا دو دن بعد جب فون ٹھیک ہو کر آیا تو بھی رودابہ کا کوئی میسج نہیں تھا بلکہ اسکی ڈی پی بھی نہیں شو ہو رہی تھی۔۔اسے حیرت ہوئی لیکن پھر اسنے اسے بعد میں کال کرنے کے ارادے سے دوبارہ میسج یا کال نہیں کی تھی۔۔وہ اسکی اس رات کو کی گئی سات مس کالز کو ایک بار پھر سے نظر انداز کر چکا تھا وہ بھول گیا کہ اسنے جہاز میں بھیٹے رودابہ کو کیوں کال کی تھی۔۔بس اب وہ کسی طرح پاکستان جانا چاہتا تھا یا ایک بار رودابہ سے اس بارے میں بات کرنا چاہتا تھا۔۔

اس وقت اسکے ذہن میں ایک ہی سوال تھا۔۔رودابہ نے اسے اس بارے میں کال کیوں نہیں کی تھی۔۔؟؟اسنے اسے اپنی شادی کا کیوں نہیں بتایا تھا وہ تو اس سے محبت کرتی تھی پھر وہ ایسا کیوں کر رہی تھی کیا اتنا آسان تھا محبت کو بھول جانا یا نظر انداز کرنا۔۔

لوگ اَنبارِ طلب، لے کے کھڑِے تھے، لیکن
ھَم سے اِک تیری تمنا بھی, سَنبھالی نہ گئی

***

اسنے کھانا تیار کرنے کے بعد قدم باہر کی جانب بڑھا دیئے جہاں اسے اسکے ہونے کی توقع تھی وہ باہر پہنچا تو سامنے موجود وجود آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا تھا۔۔

"کھانا تیار ہے آجاؤ۔۔امن۔۔" وہ کہتا مڑ گیا جبکہ پیچھے لیٹا وجود دو منٹ بعد سیدھا ہو بھیٹا پھر اٹھا اور اندر کی جانب بڑھ گیا۔۔

ٹیبل پر بھیٹے اب وہ دونوں کھانا کھا رہے تھے۔۔جب اسنے سر اٹھا کر شمروز کو دیکھا۔۔پھر بولا۔۔

"ہم اپنی فیملی سے کب ملیں گے۔۔؟؟" اسکے سوال پر منہ میں نوالہ لے جاتے شمروز کا ہاتھ ایک پل کو ٹھہر گیا۔۔اسنے نظریں اٹھا کر امن کو دیکھا۔۔پھر نوالہ منہ میں ڈال گیا۔۔

"پاسپورٹ بننے دیئے ہیں پرسوں تک مل جائیں گے۔۔"وہ جواب دیتا پانی گلاس میں ڈال کر پینے لگا۔۔

"پاسپورٹ کس لیے۔۔؟؟ہم برازیل کے جنگل میں ہی تو رہ رہے ہیں کسی دوسرے ملک تو نہیں جو اپنے گھر جانے کے لیے ہمیں پاسپورٹ کی ضرورت ہے۔۔"اسنے غصے سے کہا تو شمروز نے لب بھینچ لیے۔۔

"تمہاری فیملی پاکستان میں ہے امن۔۔"اسنے جواب دیا تو وہ حیرت سے اسکے چہرے کو دیکھ کر رہ گیا۔۔

"میری فیملی پاکستان کیوں چلی گئی۔۔؟"

"پتا نہیں۔۔"اسنے لاعلمی سے کندھے اچکائے۔

"تمہاری فیملی کہاں ہے۔۔؟؟"اسنے پھر سوال کیا۔۔

"براق اور باسل پاکستان ہیں، مما اور چاچو یہی ہیں برازیل میں۔۔" اسنے تحمل سے جواب دیا۔

"مجھے ندا آنٹی سے ملنا ہے۔۔" اسنے پھر کہا تو شمروز نے سر کو خم دیا۔۔

"ہم کل رات کو ملنے جائیں گے ان سے کیونکہ تمہارا یوں باہر نکلنا ٹھیک نہیں ہے پولیس ہمیں ڈھونڈ رہی ہے۔۔ "

"مجھی آج رات جانا ہے۔۔" وہ بضد ہوا تو شمروز گہرا سانس لے کر رہ گیا۔۔

"ٹھیک ہے آج رات چلیں گے۔۔" اسنے کہتے برتن سمیٹنے شروع کیے امن نے اسکے چہرے کو پیار سے دیکھا وہ دو دن سے اسکے نخرے یونہی اٹھا رہا تھا سارے کام خود کرتا تھا اور اسکے ضدی لہجے پر بخش کی بغیر مان جایا کرتا تھا۔۔۔

شمروز برتن اٹھا کر کچن کی جانب بڑھ گیا اور اسنے قدم ٹی-وی لاونج کی جانب بڑھائے اب وہ ٹی-وی پر چینلز بدل رہا تھا۔۔جب شمروز بھی اسکے پاس آ بھیٹا تھا۔۔اسنے حیرت سے چہرا موڑ کر اُسے دیکھا۔۔

"تم نے برتن نہیں دھوئے۔۔؟؟"اسنے حیرت سے پوچھا۔۔شمروز نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا اور اگلے ہی لمحے وہ منہ موڑ گیا۔۔

"کیا ہوا ہے جواب کیوں نہیں دے رہے تم۔۔؟؟"اسنے شدید حیرت سے پوچھا۔۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟؟"اسنے شمروز کے جواب نہ دینے پر اسکا کندھا جھنجھوڑتے پھر سوال کیا۔۔

"تمہاری بیوی ہوں کیا میں جو تم پوچھ رہے ہو برتن نہیں دھوئے۔۔؟؟ کھانا تو تم بھی ٹھونسا ہے جا کر دھو لو نا۔۔ دو دن سے عورتوں کی طرح نکھرے دکھا رہے ہو۔" وہ تو جیسے پھٹ ہی پڑا تھا۔۔ امن نے اسکے چہرے پر ایک نظر ڈالتے روٹھتے ہوئے چہرا پھیر لیا اور وہ سر ہاتھوں میں دے گیا۔۔

"یا اللہ مجھے صبر دے کہیں میں اس روٹھی محبوبہ نما شخص کا قتل نہ کر دوں۔۔" اسنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی پھر اسکو پکارہ۔۔

"ارے سنتی ہو۔۔" امن نے چہرا موڑ کر اسے دیکھا اور شمروز جہانگیر کا دل کیا وہ وہیں خودکشی کر لے وہ اسے دیکھ ہی ایسی معصوم نظروں سے رہا تھا۔۔

"دیکھو تم مجھے ایسے مت دیکھو امن۔۔ کنوارہ عزت دار آدمی ہوں۔۔" اسنے اپنے گلے کے اگلے بٹن کیے اور امن جو اس سے تھوڑا دور بھیٹا تھا اسکے پاس

کھسک آیا پھر اسکی جانب جھکا۔۔اور اس سے پہلے کہ شمروز مزید کچھ کہتا امن کی طرف سے پڑنے والا مکا اسکے چودہ تبک روشن کر گیا۔۔

"مارا کیوں۔۔؟؟"اسنے غصے سے پوچھا۔۔

"چار سال میں نے جیل میں گزارے ہیں تم نے نہیں۔۔۔"اسنے جیسے احسان کرتے ہوئے بتایا۔

"تو جیل شوق سے گئے بھی تم ہی تھے۔۔"وہ اپنی ناک سہلاتا بولا۔

"اسی لیے اب تم پر فرض ہے میری تیمانداری کرو۔۔"اسنے اپنی شرٹ کے کف کھڑتے کرتے کہا۔۔

"دل تو کرتا ہے زہر پلادوں۔۔" شمروز نے غصے سے اسکی شکل دیکھتے دل میں کہا پھر اٹھ کر کچن کی جانب بڑھ گیا۔۔

"اچھا خاصہ آرمی میں تھا کیا ضرورت تھی اس روٹھی محبوبہ جیسے انسان کے لیے اپنے سر قتل کا الزام لے کر جیل جانے کی۔۔" اب وہ خود کو کوستا برتن دھو رہا تھا باہر لاونج میں بھیٹے امن نے سکون سے ٹانگیں سامنے ٹیبل پر رکھ لیں۔۔اور بازو سر کے پیچھے۔۔اندر سے برتنوں کے پٹکنے کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں لیکن فکر کس کو تھی۔۔؟؟

***

دو ہفتے گزر چکے تھے اگلے ہفتے پھوپھو واپس آرہی تھیں اور وہ فون پر شادی کی ڈیٹ فکس کر چکی تھیں تیاریاں جاری تھیں اور اسکا دل وہ مسلسل جل رہا تھا وہ

جتنا مرضی خود کو سمجھا لیتی کچھ وقت بعد پھر سے اسکا ذہن ابراہیم کی جانب چلا جاتا تھا۔۔

وہ اس بات سے بھی انجان تھی کہ ابراہیم کی امی اسکے گھر آئی تھیں اسکی ابھی تب ابراہیم سے بات نہیں ہو سکی تھی نہ ہی اسنے مزید کوشش کی تھی لیکن دل مچل رہا تھا اسے پتا تھا ابراہیم کبھی اسکے بھلائے بغیر نہیں آئے گا وہ شدید کشمکش میں تھی اب تک اسے اپنے سوالوں کا جواب نہیں مل سکا تھا وہ الجھی ہوئی تھی دو ہفتوں سے یہی باتیں سوچتے سوچتے سر درد سے پھٹنے کو تھا لیکن وہ جیسے قسم کھا چکی تھی کسی سے اس بارے میں ڈسکس نہیں کرے گی۔۔

ابھی بھی وہ لائبریری آئی تھی کچھ بُکس لینے فارغ وقت میں وہ کتابیں پڑھا کرتی تھی سو آج کچھ کتابیں واپس کرنے اور کچھ لینے آئی تھی بکس لے کر اسنے لائبریری سے باہر کی جانب قدم بڑھائے جب اسنے فون بیگ سے نکالتے کسی کو

کال ملائی تھی کچھ لمحوں تک بیل جانے کے بعد کال اٹھالی گئی پھر اسنے کوئی بات کی اور کال کاٹ دی اب اسکے قدم تیز ہوتے مخصوص راستہ طہ کر رہے تھے۔۔

لائبریری اسکے گھر کے پاس ہی تھی لیکن اسکے قدم گھر کے رستے پر نہیں تھے اسے کہیں اور جانا تھا سفید عبائے میں وہ ٹی پنک کلر کا حجاب کیے اوپر ہلکے براؤن رنگ کا لانگ کوٹ پہنے بلکل چھپی ہوئی تھی آنکھیں کے سوا چہرے کا کوئی حصہ واضع نہیں تھا کندھے پر بیگ ڈالے اور ہاتھ میں بکس پکڑے وہ ایک گھر کے دروازے پر کھڑی اب ڈور بیل بجا رہی تھی۔۔

کچھ دیر انتظار کے بعد دروازہ کھول دیا گیا اور وہ اندر داخل ہو گئی۔۔ یہ مریم کیانی کا گھر تھا اسنے تھوڑی دیر پہلے انہیں ہی کال کر کے آنے کا کہا تھا اور انہوں نے اسے اپنک گھر بھلا لیا تھا۔۔

"کیسی ہو رودابہ۔۔ کیسے آنا ہوا۔۔؟؟" مریم کیانی اسکے پاس آ بھیٹی تھیں۔

"ٹھیک ہوں پروفیسر لیکن الجھی ہوئی ہوں۔۔" وہ انکے سرخ و سفید چہرے پر ایک نظر ڈالتی بولی تو وہ سر اثبات میں ہلا گئیں۔

"کیا الجھن ہے۔۔؟؟" انہوں نے سکون سے سوال کیا۔۔

"میری شادی طہ ہو چکی ہے اگلے ماہ کی بچیس کو نکاخ ہے میرا لیکن میں اب تک اسے دل سے نہیں نکال پائی۔۔پروفیسر وہ اب بھی وہیں ہے بلکہ شاید اب پہلے سے بھی زیادہ ہے۔۔۔میری الجھن اور تکلیف بڑھتی جارہی ہے کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔" وہ رونے والی ہوگئی تھی۔

"تم کیا چاہتی ہو۔۔؟ "

"میں صرف اپنی محبت چاہتی ہوں سکون چاہتی ہوں مجھے مزید دکھ نہیں جھیلنے ،اس سے دور رہنے کی ننانوے وجہ ہیں لیکن اسکے ساتھ رہنے کے لیے ایک ہی وجہ ہے ، میری محبت ۔۔ان ننانوے وجوہات کو ایک طرف کر کے بھی دیکھا جائے تو بھی مجھے اپنی ذات اذیت میں نظر آتی ہے مجھے لگتا ہے وہ میری محبت حاصل کر کے بھی ایسا ہی رہے گا وہ کبھی میرے لیے وہ سکون نہیں بن سکے گا جو میں چاہتی ہوں وہ مجھے وہ محبت نہیں دے سکے گا جو میں اس سے کرتی ہوں ۔۔میں کیا کروں اپنی محبت کو اپنے ہاتھوں کھونا نہیں چاہتی اور اپنی محبت کے ہی ہاتھوں خود کو بھی کھو نہیں سکتی ۔۔"وہ آہستہ آہستہ دل کا غبار نکال رہی تھی پروفیسر مریم کیانی نے بہت غور سے اسکی بات سنی تھی کمرے میں کچھ دیر کے لیے مکمل خاموشی چھا گئی ۔۔وہ کچھ سوچ رہی تھیں کیا یہ تو رودابہ بھی نہیں جانتی تھی ۔۔خود اپنے ہاتھوں اپنی ہی محبت کو کھو دینے کا فیصلہ دنیا کا سب سے بدترین اور تکلیف دہ فیصلہ ہوتا ہے اور آج اسے وہی فیصلہ کرنا تھا ۔۔

"تم محبت کو جھٹکو مت، رودابہ اسے کہو رشتہ بھیجے اپنے گھر والوں سے بات کرو یا اپنے منگیتر سے، ایک نہ ایک رسک تمہیں لینا ہی پڑے گا گھر والوں کو بتاؤ اور فیصلہ ان پر چھوڑ دو لیکن مشکل ہے کہ وہ مانیں کیونکہ یہ فیملی میٹر ہے۔۔ "

"اور اگر گھر والے مان گئے وہ نہ مانا تو۔۔اگر اسنے کہ دیا ابھی وہ شادی نہیں کرنا چاہتا اسے اپنا کیرئیر سیٹ کرنا ہے۔۔" اسنے کسی خوف کے زیرِ اثر پوچھا۔

"جو مرد اپنے کیرئیر کے لیے اپنی محبت کو رسک میں ڈال دے وہ محبت نہیں کرتا کیونکہ کیرئیر محبت سے زیادہ ضروری نہیں ہے کیرئیر بنانے کے لیے ساری زندگی ہے مگر محبت ایک بار کھو جائے تو ساری زندگی رائیگاں جاتی ہے۔" وہ کہتی اب اسکے چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔۔

"ٹھیک ہے پروفیسر جزاک اللہ اگلی دفعہ یقیناً کسی فیصلے پر پہنچ کر ملاقات ہو گی میں آپ کہ بتانے آئوں گی رودابہ جمشید نے کیا جیتا ہے۔۔" وہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئی پھر انسے ملتی گھر سے نکل گئی۔۔

وہ سڑک پر خاموشی سے چل رہی تھے اسے گھر جانے تک فیصلہ کرنا تھا کہ وہ پہلے کسے بتایے ابراہیم کو یا بابا کو۔۔؟؟ ابھی وہ کچھ دور ہی گئی تھی کہ کوئی اسکے ساتھ قدم سے قدم ملاتا چلنے لگا اسنے پہلے تو نوٹ نہیں کیا لیکن جب اسے پتا چلا کہ وہ ساتھ چلتا شخص کون ہے تو وہ یک دم رک گئی ساتھ چلتے شخص نے بھی قدم روک لئیے پھر اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔۔

"کیا ہوا میڈم۔۔رُک کیوں گئی ہیں۔۔؟؟" وہ اچنبے سے سوال کر رہا تھا، رودابہ کو معلوم ہو گیا وہ جان بوجھ کر اسکے ساتھ چل رہا تھا یہ کوئی اتفاق نہیں تھا۔۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں اور میرے ساتھ کیوں جا رہے ہیں۔۔؟؟" اسنے ڈُکھتے سر سے سامنے کھڑے باسل جہانگیر سے سوال کیا۔۔

"یونہی میں یہاں راستے سے گزر رہا آپکو دیکھا تو سوچا گھر تک چھوڑ دوں۔۔" اسنے کندھے اچکاتے جواب دیا۔

"نہایت ہی فارغ شخص معلوم ہوتے ہیں آپ۔۔!!" اسنے پھر سے چلنا شروع کر دیا تھا۔

"فارغ تو نہیں ہوں (لیکن آپ کے لیے کچھ بھی۔۔)" اگلا جملہ اسنے دل میں کہا۔۔

"کوئی کام تھا آپ کو یہاں۔۔؟؟" اسے لگا شاید وہ کسی کام سے آیا ہو۔۔

"ہاں۔۔ نہیں میں یونہی چہل قدمی کرتے کرتے یہاں آگیا۔۔" وہ پہلی بار اسکے سوالوں پر ایسے بے تکے جواب دے رہا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا اس لڑکی کو پتا چلے کہ وہ اسکے لیے آیا ہے صرف دسے دیکھنے۔۔

"کچھ زیادہ ہی چہل قدمی ہو گئی کیونکہ آپکا گھر تو یہاں سے آدھا گھنٹہ دور ہے۔۔ کیا آپ شام سے چہل قدمی کر رہے ہیں۔۔؟؟" اسنے مسکراتی آنکھوں سے اسے دیکھتے سوال کیا کیونکہ اندھیرا پھیل چکا تھا آج وہ پہلی بار اسکی موجودگی میں مسکرائی تھی۔۔

"آپ مسکرا رہی ہیں۔۔؟؟" اسنے میکانگی انداز میں پوچھا وہ اسکی آنکھوں کی چمک آج پہلی بار دیکھ رہا تھا جب وہ مسکراتی تھی۔۔

"نہیں۔۔ کیا آپ کو میرا چہرا مسکراتا ہوا نظر آرہا ہے۔۔؟؟" اسنے اپنے نقاب کی جانب اشارہ کیا۔۔

"چہرا نہیں نظر آرہا لیکن آپ کی آنکھیں۔۔" وہ کچھ کہتا کہتا خاموش ہو گیا۔۔

"میری آنکھیں کیا۔۔؟؟" اسنے سوال کیا۔

"آپ کی آنکھیں آج پہلی بار میری موجودگی میں یوں مسکرا رہی ہیں۔۔" وہ سر جھکا چکا تھا مزید اسکی آنکھوں میں دیکھتا تو دنیا بھول جاتا، جبکہ رودابہ وہ چپ رہی اسنے مزید کوئی بات نہیں کی تھی لیکن باسل جہانگیر کی موجودگی سے یہ ہوا تھا کہ اسنے اپنے دل کی پریشانی تھوڑی کم ہوتی محسوس کی صرف اور صرف اسکی ایک بے تکی بات کی وجہ سے۔۔اب اسکا موڈ تھوڑا خوشگوار تھا گھر پہنچ کر وہ اسے کچھ کہے بغیر اندر چلی گئی اور وہ بھی رُکا نہیں تھا یہ صرف اسے لگا لیکن وہ دور کھڑا کافی دیر تک اس گھر کو دیکھتا رہا۔۔

آج کل مجھ کو محبت سے وہ یوں دیکھتا ہے
جیسے یعقوب ہے اور کُرتے پہ خوں دیکھتا ہے

تجھ کو تعبیر کی قیمت نہیں معلوم تو پھر
تو محبت کا کوئی خواب بھی کیوں دیکھتا ہے؟

اپنے ہونے کا یقیں خود کو دلانے کے لئے
کوئی دیوار پہ لکھ لکھ کے "میں ہوں" دیکھتا ہے

میرے چہرے پہ، جو وحشت سے گھرا رہتا تھا
تیرے آنے سے اڈ آیا سکوں! ، دیکھتا ہے؟

شہر کا شہر بتاتا ہے مجھے میرا چلن
شاذ و نادر ہی کوئی اپنے دروں دیکھتا ہے

***

وہ ٹھیک ہو گئی تھی اور اب تو کافی دن گزر چکے تھے وہ بوتیک روزانہ جانے لگی تھی وہ کافی حد تک مصروف رہنے کی کوشش کرتی تھی، آج بھی وہ بوتیک میں ہی بھیٹی تھی جب اسے نرمین کی کال آئی اسے کسی کام سے کراچی سے باہر جانا تھا اور وہ گل کو بلا رہی تھی کہ وہ اسکے ساتھ آئے شاپنگ کے لیے وہ بیگ لیٹی چادر سر پر درست کرتی بوتیک کے باہر کھڑی تھی نرمین کی گاڑی کو دور سے آتا دیکھ کر وہ اسکی جانب بڑھ گئی گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بھیٹتے اسنے چہرے پر سے ماسک اتار دیا پھر چادر سر پر درست کی ٹھیک اسی لمحے اسکی نظر دور سڑک پر کھڑے شخص پر پڑی تھی وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا اچانک بہت اچانک گل بہار کو

احساس ہوا اسکا چہرا ڈھکا ہوا نہیں ہے اسنے تیزی سے ماسک چہرے پر کرتے بلیک مرر اوپر کر دیا۔۔

وہ لوگ مال پہنچ چکے تھے اب نرمین اپنے لیے شوپنگ کر رہی تھی اور وہ بھی اسکے ساتھ ساتھ یونہی چل رہی تھی اسنے ایک چیز بھی اپنے لیے نہیں خریدی تھی۔۔

وہ سامنے ریک میں سجے جوتوں کو دیکھ رہی تھی جب اسکی نظر شاپ کے باہر کھڑے شخص پر پڑی وہ وہی تھا جو کچھ دیر پہلے اسنے سڑک پر دیکھا تھا ناگواری سی وہ نظریں پھیرتی واپس مڑ گئی۔۔

پیچھے کھڑے شخص نے پاکٹ سے فون نکالتے کسی کو کال ملائی تھی،اب اسکے چہرے پر مسکراہٹ تھی کچھ پا لینے کی مسکراہٹ کچھ جیت لینے کا نشہ۔۔ !!

دوسری طرف گل بہار اور نرمین شاپنگ کرتے کرتے وقت گزرنے کا اندازہ نہیں لگا سکیں اور ایک گھنٹہ گزر گیا۔۔مال کے باہر چھے سات سیاہ چمکتی گاڑیاں ایک ساتھ قطار کی صورت آگے پیچھے رُکی تھیں اور گارڈ نے آگے بڑھ کر درمیان والی گاڑی کا دروازہ کھولا جس سے ایک سیاہ قیمتی بوٹ میں چمکتا پیر واضع ہوا پھر وہ پورا وجود اسنے کوٹ کے اگلے دو بٹن بند کرتے قدم اندر کی جانب بڑھا دیئے گارڈز اسکو کور کئے اسکے پیچھے پیچھے تھے سامنے وہی شخص کھڑا تھا جو کچھ دیر پہلے گل لالہ کو دیکھ رہا تھا۔۔

"کیا ہے خبر سچ ہے اور اگر یہ جھوٹ ہوئی تو کچھ بھی مل جائے گا لیکن تمہاری زبان کے کٹے ہوئے حصے نہیں ملیں گے۔۔" وہ سنجیدگی سے اسکے چہرے پر نظر ڈالتا کہ رہا تھا سامنے کھڑے شخص نے بے اختیار ہونٹوں پر زبان پھیرتے گلا تر کیا۔۔

"میں نے خود اس لڑکی کو دیکھا ہے سر ایک دفعہ نہیں دو دفعہ۔۔!!" اسنے یقین دلانے کی کوشش کی تو وہ سر کو خم دیتا آگے بڑھ گیا۔۔

"وقت برباد کرنا نہیں پسند مجھے بتاؤ کہاں ہے وہ۔۔!!" پیچھے کھڑا شخص جو اسکے یوں آگے بڑھ جانے پر حیران تھا اسکی بات پر تیزی سے آگے بڑھا اور اسے راستہ بتانے لگا جس طرف وہ گئی تھی۔۔

"وہ سامنے بھیٹی ہے۔۔" اس آدمی نے اسے نظروں کے اشارے کے دور بھیٹی لڑکی کے بارے میں بتایا۔۔اسنے نگاہیں پھیرتے اس جانب دیکھا اور پھر کچھ لمحوں تک تسلسل سے دیکھتا ہی رہا۔۔

"یہ وہ واحد شکار ہے جو مجھ سے بچ گئی اب نہیں بچے گی۔۔" کہتا وہ مڑ گیا۔۔گارڈز اسکے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔۔

"اس پر نظر رکھو کب کہاں کیا کرتی ہے ایک ایک بات کی رپورٹ دو۔۔ ساری بیک گروانڈ انفارمیشن نکلواؤ۔۔" اسنے اپنے خاص آدمی سے کہا پھر مال سے باہر نکل گیا کچھ دیر بعد وہ تمام گاڑیاں کراچی کی سڑک پر فراٹے بھرتی جا رہی تھیں درمیان کی گاڑی میں بھیٹا شخص سیگریٹ سلگھائے ہوئے تھا۔۔ ذہن میں اب بھی وہی چہرا تھا جو کچھ سال پہلے دیکھا تھا پھر منظر بدلا اب وہ چادر میں لپٹی لڑکی اسکے سامنے تھی پھر وہ دھیما سا مسکرا دیا۔۔

"جب اپنے ماضی کو میں ختم کر چکا ہوں تو جو ماضی کا حصہ ہے اسکے موجود رہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تمہیں بھی ختم ہونا ہو گا گل لالہ۔۔" وہ پراسرار لہجے میں سرگوشی کر رہا تھا۔۔

***

# *بابِ سکوت*

# *از قلم مریم راجپوت*

## Episode No.10

وہ لوگ رات کے پہر اس سٹریٹ میں کھڑے تھے جہاں سامنے موجود گھر کی روشنیاں بند تھیں اور ویرانی ایسی تھی کہ جیسے صدیوں سے یہاں کوئی ذی روح موجود ہی نہ ہو، وہ دونوں ایک دوسرے کو ایک نظر دیکھتے آگے بڑھ گئے شمروز نے آہستہ سے گھر کا دروازہ اپنے پاس موجود چابی سے کھولا اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔۔

اندر ہر طرف اندھیرا تھا ایک ذرا سی روشنی موجود نہیں تھی اسنے اپنے پاس موجود ٹارچ آن کی پھر ادھر ادھر مارتے سوئچ بورڈ تک گیا لیکن آن کرنے پر بھی لائٹس آن نہیں ہوئی تھیں اسنے حیرت سے سوئچ بورڈ کو دیکھا پھر پلٹ گیا شاید وہ خراب ہو گا۔۔یہی سوچتے اسنے نداجہانگیر کے کمرے کی جانب قدم بڑھائے کمرے کا دروازہ ناک کرنے کے بجائے اسنے آہستہ سے دھکیلا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔۔

وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئی ٹارچ کی لائٹ اسنے کمرے میں گھمائی تو وہاں بھی کوئی موجود نہیں تھا اسنے پریشانی سے قدم واس روم کی جانب بڑھائے مگر وہاں ڈھی کسی کو نہ پا کر وہ بھاری دل سے پلٹا تھا۔۔امن اسکا چہرا دیکھ رہا تھا۔۔جہاں پریشانی واضع تھی حالانکہ وہ اپنے تاثرات چھپانے میں ماہر تھا۔۔

"مجھے پتا ہے وہ کہاں ہو سکتی ہیں۔۔" کچھ یاد آنے پر وہ تیزی اسے کمرے سے باہر نکلتا گل لالہ کے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا دروازے پر ہاتھ رکھتے ہی وہ کھلتا چلا

گیا لیکن اندر کمرے سے آتی دھیمی سی روشنی محسوس کرتے وہ ٹھہر گیا دل کی رفتار کئی فیصد بڑھ چکی تھی۔۔

وہ خاموشی سے بغیر آواز کیے اندر داخل ہوا اسکے ساتھ امن بھی تھا سامنے راکنگ چیئر پر کوئی بھیٹا تھا وہ جانتا تھا نداہی ہو نگی اسنے ٹارچ کا رخ اس طرف کرتے قدم انکی جانب بڑھا دئے پھر انکے گھٹنوں کے قریب آ بھیٹا امن پاس کھڑا تھا کمرے میں مکمل اندھیرا تو نہیں تھا لیکن وہ چیئر پر بھیٹے وجود کا چہرا نہیں دیکھ سکے تھے وہ لوگ نہیں جان سکے تھے کہ وہ وہاں راکنگ چیئر پر بھیٹا براق جہانگیر تھا۔۔۔ندا جہانگیر نہیں۔۔

"مما۔۔ "

شمروز کی سرگوشی نما آواز کمرے میں گھونجی تو راکنگ چیئر پر بھیٹا شخص یک دم آنکھیں کھول گیا اسنے حیرت سے سامنے دیکھا جہاں کوئی بھیٹا تھا اور وہ اس آواز کو پہچانتا تھا یہ آواز شمروز کی تھی اسنے اپنے ہاتھ میں پکڑے فون کی لائٹ اوپر کی

جانب کی جسے اسنے الٹا کر رکھا تھا اسکے چہرے کو دیکھتے شمروز بجلی کی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔وہ بھی اسے پہچان چکا تھا۔۔

"براق۔۔تم یہاں۔۔؟؟مما کہاں ہیں۔۔"وہ بے یقینی سے پوچھ رہا تھا۔۔براق نے کچھ پل تک اسکے چہرے کو دیکھا پھر وہ سر ہلاتا اسکی جانب قدم بڑھا گیا جو چند قدم پیچھے جا کھڑا ہوا تھا۔۔

"وہ میرے گھر ہیں اور میں۔۔۔میں گلِ کو مس کر رہا تھا اس لیے یہاں آیا تھا۔۔"اسنے جواب دیتے شمروز کے چہرے کو دیکھا وہ ابھی تک پیچھے کھڑے امن کو نہیں دیکھ سکا تھا۔۔

"تم کیسے ہو اور کہاں تھے اتنے وقت سے۔۔؟؟"وہ پھر شمروز کے چہرے کو دیکھتا سوال کر رہا تھا۔

"میں اپنے مشن کے لیے گیا تھا۔۔"شمروز نے ایک پل کے توقف کے بعد جواب دیا۔۔

"کیسا مشن۔۔؟؟"اسنے پھر سوال کیا شمروز کا لہجہ اسے صاف بتا رہا تھا کہ وہ اس سے کچھ شئیر نہیں کرنا چاہتا نہ ہی کوئی بات کرنا چاہتا ہے۔۔

"پرسنل ہے بتانا ضروری نہیں ہے۔۔"وہ کہتا مڑ گیا پیچھے کھڑے براق کی نظر اب کمرے میں موجود تیسرے فرد پر پڑی تھی جو مسلسل اسکے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھا وہ چونکا کون تھا۔۔؟؟اسنے قدم بڑھائے اور اسکے تھوڑا قریب آکھڑا ہوا۔۔ لیکن اگلے لمحے ساکن رہ گیا۔۔سامنے کھڑا شخص کون تھا۔۔؟؟یہ پہچاننے میں اسے لمحہ لگا تھا۔۔وہ امن حیدر تھا۔۔جو چار سال سے غائب تھا۔۔

"تم۔۔۔" اسکے لبوں نے دھیمی سرگوشی کی شمروز جو کمرے سے نکل رہا تھا رُک گیا براق کی سرگوشی میں کچھ عجیب تھا۔۔کچھ انہونا سا۔۔اسنے مڑ کر ان دونوں کو دیکھا جو آمنے سامنے کھڑے تھے۔۔

"امن حیدر تم تو پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تھے نا گُم ہو گئے تھے۔۔" وہ کہہ رہا تھا امن اسکی بات سنتا لب بھینچ گیا۔۔وہ مزید کہہ رہا تھا۔۔

"تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تم اسے سہی سلامت گھر لے آؤ گے میرے براذیل پہنچنے تک وہ گھر ہو گی لیکن تم نے وعدہ پورا نہیں کیا تم اسے نہیں لے کر آئے گھر آئی بھر تو صرف اسکی جلی ہوئی باڈی۔۔" اسنے دکھ واذیت سے امن حیدر کے چہرے پر نظریں گاڑھے کہا۔۔۔اور امن وہ ہل تک نہیں سکا تھا۔۔یہی غم تو وہ چار سال سے سہ رہا تھا یہی دکھ تو اسے مار رہا تھا۔۔اور اب یہ سوال۔۔۔پھر کچھ دیر بعد اسنے کہنے کی ہمت کی۔۔

"میں بھاگا نہیں تھا اور نہ میں نے اپنا وعدہ توڑا ہے اس رات۔۔۔" (وہ ایک پل کو رُکا) اور کمرے میں کھڑے باقی دو افراد کی سانسیں بھی جیسے رُک گئیں۔۔

***

وہ کچن میں کھڑی سلاد کے لیے سبزیاں کاٹ رہی تھی جب اسکی مما کچن میں داخل ہوئیں پھر اسکے پاس آ کھڑی ہوئیں۔۔اسنے ایک نظر انہیں دیکھا اور پھر سے اپنے کام میں مگن ہو گئ وہ جو کیبنٹ سے کوئی برتن نکال رہی تھیں کچھ دیر بعد اسکی جانب رخ کیے کھڑی ہو گئیں۔۔

"تمہارے لیے ایک رشتہ آیا تھا رودابہ۔۔" انہوں نے آہستہ آواز میں اسے اپنی جانب متوجہ کیا اسکے کٹنگ بورڈ پر چلتے ہاتھ یک دم رک گئے۔۔اسنے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔۔ پھر سر جھکا کر اپنے کام میں مگن ھو گئ۔۔۔

"کس کا رشتہ آیا تھا۔۔" اسنے ڈھرکتے دل سے سوال کیا۔۔

"کوئی ڈاکٹر تھا شاید اسکی امی آئی تھیں۔۔نام نہیں یاد مجھے۔۔"انہوں نے ذہن پر زور ڈالتے نام یاد کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوسکیں۔۔

"کیا تم ایسے کسی شخص کو جانتی ہو۔۔؟؟"اب وہ اس سے براہِ راست پوچھ رہی تھیں وہ سر نفی میں ہلا گئی۔

"اچھا مجھے لگا جانتی ہوگی اسی لیے انہوں نے تمہیں ڈیکھے بغیر ہی رشتہ مانگ لیا اور یوں اچانک آگئیں۔۔" وہ واپس مڑ گئی تھیں۔

"آپ لوگون نے ان سے کیا کہا۔۔؟؟"کچھ سوچتے اسنے بے اختیار ان سے سوال کیا۔

"ہم نے کہ دیا کہ اسکی منگنی ہو چکی ہے اور اگلے ماہ کی چھبیس کو ہماری بیٹی کی شادی ہے۔۔" وہ مصروف سی کہ رہی تھیں۔رودابہ کا رنگ فق پڑا۔۔

"میری شادی کب تہ کر دی آپ لوگوں نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔۔؟؟" اسکی آواز میں غصہ اور حیرت واضع تھی۔۔

"ابھی تہ نہیں کی لیکن انکا انداز ایسا تھا کہ جیسے رشتہ پکا کر کے ہی اٹھیں گی اس لیے کہ دیا۔۔" وہ مسکرا کر کہتی مڑ گئیں۔۔لیکن کچھ یاد آنے پر وہ چونکتی واپس پلٹیں۔

"مجھے یاد آگیا انکے بیٹے کا نام ابراہیم تھا۔۔۔" اور یہ نام سنتے رودابہ جمشید کو اپنا آپ کسی کھائی میں گرتا محسوس ہوا چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور ہاتھ کانپنے لگے نساء جمشید کچن سے باہر جا چکی تھیں اور وہ سکتے میں۔۔۔آنکھوں میں آنسوں چمکنے لگے تھے اگلے لمحے ٹپ ٹپ کرتے گال ذرا اور وہ شیلف کے ساتھ ٹک گی

اذیت رگ و پے میں سرائیت کر چکی تھی۔۔اسے اندازہ نہین تھا کہ وہ یون رشتہ بھیج دے گا۔۔

اسنے محسوس کیا کہ وہ اپنی محبت کی گناہگار ہے وہ اپنی محبت کھو چکی ہے، سسکتے ہوئے وہ فرش پر بھیٹ گئی گھٹنوں میں سر دیئے بھیٹی لڑکی محبت میں مبتلا تھی ایک نامحرم کی محبت میں ایک، ایسے شخص کی محبت جو محبت تو کرتا تھا لیکن اسکے پاس اسکے لیے وقت نہیں ہوا کرتا تھا وہ پہلے پہل ہر وقت میسر تھا وہ اسے اپنا بری طرح عادی بنا کر بدل گیا وہ شخص خود مصروف ہو گیا اور وہ اسکی پرانی جھلک دیکھنے کے لیے ہمیشہ انتظار میں رہی اسکی زبان سے اپنے لیے خوبصورت لفظ سننے کے لیے بے قرار رہی وہ ہمیشہ اپنے رویے سے اسے ہرٹ کر دیا کرتا اتنی بری طرح کہ وہ اسے کہ بھی نہیں پاتی تھی وہ الفاظ کے تیر نہیں چلاتا تھا اسے جب سزا دینی ہوتی وہ اسکے حصے کا وقت کم کر دیا کرتا اور وہ یونہی تڑپتی رہتی اور جب وہ میسر ہوتا تو شکایت نہ کرتی کیونکہ اسکے پاس جواز ہی بہت تھے۔۔

انسانوں کے ساتھ ویسا ہی رویہ رکھنا چاہیے جیسے آپ ہوں جب ہم کسی کے ساتھ عارضی طور پر خوبصورت رویہ رکھتے ہیں تو وہ اسی رویے کا عادی ہو جاتا ہے کچھ وقت بعد ہم اپنے اصلی رویے پر آ جاتے ہیں جو دوسرے کے لیے غیر آرام دہ اور تکلیف دہ ہوتا ہے اسے اذیت میں ڈال دیتا ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے ہمارے اس عارضی رویے کو سینے سے لگائے اسی رویے کا انتظار کرتا رہتا ہے جو عارضی تھا جو ہمارا اصل تھا ہی نہیں۔۔

کافی دیر گزر چکی تھی وہ رو رو کر نڈھال ہو چکی تھی پھر اٹھتے اسنے سنک کے پاس جاتے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے اور سرخ سوجی ہوئی آنکھیں لیے وہ واپس سے سلاد کاٹنے کے لیے شیلف کے پاس آ کھڑی ہوئی لیکن اب کی بار نہ دل جگہ پر تھا اور نہ دماغ وہ زیادہ دیر تک کام نہیں کر سکی اور سلاد کو یونہی شیلف پر چھوڑتی کچن سے باہر نکل گئی۔۔

کمرے میں آتی وہ شیشے کے سامنے کھڑی ہو گئی اپنی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر وہ پر سے رو دی یہ حال کیا تھا محبت نے اس کا، پریشان حال سی لڑکی خود کو مسلسل آئینے میں دیکھ رہی تھی یہ وہ تو نہیں تھی خود کو دیکھتی دیکھتی وہ یک دم ہنس دی خود پر اپنی محبت پر اپنے اس حال پر وہ ہنسی غم کی گھونج تھی وہ زیادہ دیر تک ہنس نہیں سکی تھی پھر وہ پلٹ گئی۔۔

فون پر ہوتی مسلسل بیل پر اسنے فون اٹھایا اور کان سے لگاتی بیڈ پر لیٹ گئی۔۔کال کے دوسری طرف صنم تھی وہ اسے بتا رہی تھی کہ وہ لوگ کہیں آوٹنگ کے لیے جا رہے ہیں اور گھر سے نکل چکے ہیں راستے میں اسے بھی لے لیں گے لیکن روابہ نے انکار کر دیا لیکن صنم نے اسکے انکار کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے جلدی سے تیار ہونے کی دھمکی دے کر کال بند کر دی۔۔اسنے بے بسی سے آنکھیں موندھ لیں وہ اس وقت اکیلے رہنا چاہتی تھی لیکن پھر اٹھ کھڑی ہوئی شاید کچھ دیر سکون سے وقت گزر جاتا۔۔اسے ان لوگوں کی کمپنی پسند تھی

انکی باتیں اچھی ہوا کرتی تھیں اور اس سے بھی زیادہ انکے مزاق۔۔وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی پہلے اسے مما سے پوچھنا تھا۔

***

"تمہیں واقعے کوئی مسئلہ نہیں ہے اسکے ہمارے ساتھ جانے سے۔۔؟"ارقم نے ایک بار پھر باسل کے چہرے کو دیکھتے سوال کیا۔۔جس نے اسے وخد کہا تھا کہ رودابہ کو بھی لے لو سب جا رہے ہیں تو ساتھ جاتے ہیں اسے پتا نہین کیوں باسل کی بات پر اب تک یقین نہیں آسکا تھا پھر اسنے صنم سے کہ کر رودابہ کو کال بھی کروائی تھی۔۔

"مجھے کیوں مسئلہ ہو گا۔۔"اسنے کندھے اچکاتے گاڑی کی رفتار مزید تیز کر دی۔۔اگلے کچھ پلوں میں باسل کی گاڑی صنم کے گھر کے باہر رکی اور صنم تیزی سے گاڑی طیں آکر بھیٹی تھی۔۔

"زمین اور نبراس کب تک پہنچیں گے۔۔۔؟؟"ارقم نے صنم سے پوچھا۔۔

"وہ لوگ روداب کے گھر سے ہمیں جوائن کریں گے۔"صنم نے ایک نظر اسے دیکھتے واپس سے اپنی لپسٹک لگانی شروع کی جو وہ گاڑی میں بیٹھتے ساتھ ہی کھول چکی تھی۔۔

تقریباپندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ لوگ روداب کے گھر کے باہر کھڑے تھے باسل نے ہارن بجایاتو اگلے ہی لمحے گیٹ کھلااور وہ باہر آتی ہوئی دیکھائی دی اسکی تمام ترحسیات روداب کی جانب متوجہ ہوگئی تھیں وہ بلیک عبائے میں گرے لانگ کوٹ پہنے بلیک ہی سٹالر کیے اور چہرے کوماسک سے ڈھکے ہوئے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی آرہی تھی شاید وہ بیمار تھی اسے ایک پل کے لیے لگالیکن اگر وہ بیمار تھی توآتی ہی نہ اسنے یہ کہتے خود کو تسلی دی پھر چہرا موڑ گیاوہ دروازہ کھولتی اندر بھیٹی تھی۔۔

"اسلام علیکم۔۔"اسکے سلام پر ارقم اور صنم نے جواب دیا جبکہ باسل صرف سر ہلا گیا۔۔

"جانا ہے یا نرمین اور نبراس کا انتظار کریں۔۔؟؟"ارقم نے صنم سے پوچھا۔۔

"بس پہنچنے والے ہیں صبر کرو ابھی یہیں۔۔"وہ اسے جواب دے کر پھر سے اب اپنے فون میں بزی ہو گئی۔

رودابہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں موندھے ہوئے تھی اسنے فرنٹ مرر کو غیر ارادی طور پر اسکے چہرے کی جانب موڑ کر دیکھا پھر نظریں پھیر گیا وہ واقعے بیمار تھی اسے افسوس ہوا کہ وہ اس حالت میں بھی آگئی ہے۔۔

"رودابہ تم ٹھیک ہو۔۔؟؟" صنم نے بے اختیار اسے دیکھتے سوال کیا اور وہ جو آنکھیں بند کیئے بھیٹی تھی فوراآنکھیں کھول کر نفی میں سر ہلا گئی۔۔

"نہیں بس سر میں درد ہے۔۔" اسنے مختصر جواب دیا اور پھر سے آنکھیں موندھ گئی آگے ڈرائیونگ سیٹ پر بھیٹے باسل نے ایک بار پھر مرر سے اسکی بند آنکھوں پر نظر دھرائی اسنے بہت کم رودابہ کا چہرا دیکھا تھا وہ زیادہ نقاب ہی کرتی تھی اور وہ بولتی بھی کم تھی لیکن جب اکثر وہ خوش ہوا کرتی کسی بات پر مسکراتی تو وہ اسے اچھی لگتی تھی اسکی ہنسی اسے سکون دیتی تھی اسے رودابہ جمشید کا ہنسنا مسکرانا اچھا لگتا تھا لیکن اب وہ سوگوار سی حالت میں بھیٹی تھی۔

زمین اور نبراس پہنچ چکے تھے اب دونوں گاڑیاں مطلوبہ منزل کی جانب گامزن تھیں، وہ کچھ نہ کچھ دیر بعد ایک غیر ارادی نگاہ اس پر ڈال لیا کرتا اور وہ اس بات سے انجان تھا کہ وہ کیوں بار بار اسے یوں دیکھ رہا ہے۔۔

وہ لوگ پہنچ چکے تھے باسل نے گاڑی پارک کی تو وہ سب گاڑی سے اتر گئے اب اندر کی جانب بڑھے یہ شہر کا سب سے سکون دہ حصہ تھا جہاں نہ شور تھا نہ ٹریفک پہاڑ تھے اور دور سے نظر آتی روشنیاں یہ ریسٹورنٹ اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے خاص تھا کراچی کا سب سے پر سکون حصہ یہ جگہ باسل کی فیوریٹ تھی، وہ لوگ ریسٹورنٹ میں داخل ہوئے اور اپنی مخصوص کروائی گئی نشستوں پر جا بھیٹے کچھ دیر بعد کھانا آرڈر کر کے اب سب خوشگپیوں میں مصروف تھے باتوں ہی باتوں میں نزمین نے رودابہ سے سوال کیا تھا۔۔

"تمہارا اب آگے کا کیا پلین ہے رودابہ۔۔؟؟" باسل جو ارقم کے ساتھ محو گفتگو تھا وہ بھی اسکی جانب متوجہ ہوا تھا رودابہ نے ایک نظر نزمین کو دیکھا پھر بمشکل مسکرائی اسکی آنکھیں نہیں مسکرائی تھیں یہ بات باسل نے شدت سے نوٹ کی وہ اب بھی ماسک لگایے ہوئے تھی پھر وہ دھیما سا ہنستی سر جھکا گئی۔۔

"زندگی رہی تو یونیورسٹی آف لندن میں اپلائے کروں گی۔۔"اسکی نظروں کے سامنے اپنا ایک شادی کے جوڑے میں سجا ہوا عکس ابھرا پھر ابراہیم کا چہرا اور وہ آنکھیں مینچ گئی۔۔

"زندگی تو رہے گی کیسی باتیں کرتی ہو یار۔۔میں پوچھ رہی ہوں شادی کا کیا ارادہ ہے۔؟"نرمین نے پھر سوال کیا۔۔۔اس بار رودابہ جمشید اسکی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکی تھی وہ ٹیبل پر پڑی شیٹ کو ناخن سے کھرچنے لگی۔۔

"شادی بھی ہو جائے گی جلدی ہی۔۔"وہ بس یہی کہ سکی اتنی دیر میں کھانا آگیا باسل کے ذہن میں اسکا کہا گیا آخری جملہ کھٹک رہا تھا۔۔وہ بے چین ہوا تھا۔۔رودابہ نے کلئیر بات نہیں کی تھی وہ کیا کہنا چاہتی تھی۔۔؟؟

***

اس دن مال سے آنے کے بعد وہ شخص کتنی ہی دفع اس شخص کے بارے میں سوچ چکی تھی جو اسے دو دفع دکھا تھا۔۔وہ کون تھا اور اسے ایسی عجیب نظروں سے کیوں دیکھ رہا تھا حالانکہ اسنے آج سے پہلے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا تھا نہ ہی اسے جانتی تھی۔۔

دل میں عجیب سا خوف کھٹک رہا تھا، کوئی کیوں اسکا پیچھا کرے گا۔۔؟؟کوئی کیوں اسکی جاسوسی کرے گا۔۔؟؟اسنے خود سے سوال کیا لیکن جواب نہ آنے پر وہ مزید پریشان ہوگئی، جب اگلے ہی لمحے ایک سوچ نے اسکے حواس سلب کر لیے تھے۔

"اگر اس شخص کا تعلق اس کے ماضی سے ہوا تو۔۔؟اگر وہ شخص اسے برازیل سے جانتا ہوا تو اور یہ خیال آتے ہی وہ کانپنے لگی تھی خوف رگ وپے میں سرائیت کر گیا۔۔چار سال گزر چکے تھے اسے پاکستان آئے ہوئے وہ اپنی پہچان تک بدل چکی تھی لیکن پھر بھی ماضی میں ہوئے حادثات اسکی راتوں کی نیند اڑا دیا کرتے

تھے ہمارے ماضی سے جڑے خوف ہمیشہ ہماری ذہنی حالت کے لیے خطرناک ہوتے ہیں، اسکے لیے بھی ماضی کی خوف کی طرح تھا یاد کرتے ہی دل کانپنے لگتا پانچ سال پہلے ہوئے واقعات اس سے ہی تو جڑے تھے اسکی وجہ سے ہی تو وہ سب بکھر گئے تھے الگ ہو گیے تھے۔۔

وہ اکثر اس ایک رات کے لیے خود سے ملامت زدہ ہوا کرتی تھی جو رات اسنے کیتھرین کے گھر گزاری تھی کاش وہ کبھی اسکے گھر نہ جاتی کاش امرینے آج زندہ ہوتی اسکی خون میں لت پت باڈی جب جب اسے یاد آیا کرتی اس وہ خوفناک شخص بھی یاد آتا تھا وہ نہیں جانتی تھی کہ اس رات امرینے کا قتل کیوں ہوا لیکن وہ اس شخص کے چہرے کو پہچانتی تھی اسکی پکس امرینے نے ایک بار اسے دیکھائی تھیں بغیر کسی تعارف کے شاید امرینے کا اس شخص سے کوئی خاص تعلق تھا لیکن اگر تعلق تھا تو اسنے امرینے کا قتل کیوں کیا تھا۔۔؟

اسے یاد تھا اس رات کھڑکی سے اسکے کمرے میں آنے والے شخص نے دگلے تین ماہ تک اسکا پیچھا کیا تھا لیکن وہ کسی بتا نہیں پا رہی تھی وہ ذرا سی آہٹ پر ڈر جایا کرتی اسے پتا تھا وہ اسے مارنے ضرور آئے گا لیکن پھر اس سے ایک دن ایک غلطی ہو گئی اور اس دن اصل آزمائش شروع ہوئی تھی۔۔

امرینے ایک ویل سیٹلڈ فیمیلی سے تھی اسکے بابا لندن کے مئیر تھے اور امرینے کی ڈیتھ کی انکوائری چل رہی تھی تین ماہ تک پولیس کو کوئی خاص ثبوت نہیں ملا وہ لوگ قاتل کو نہیں ڈھونڈ سکے تھے اسنے اس عرصے میں پولیس کی مدد کرنے کی کوشش بلکل نہیں کی تھی لیکن پھر ایک رات جب وہ بلکل اکیلی تھی اسنے ایک نمبر پر کال ملائی وہ نمبر امرینے کے ڈیڈ کا تھا اس کی آنکھوں پر اس خون کا بوجھ تھا شاید اگر قاتل کو سزا مل جاتی تو وہ سکون سے رہ پاتی اسنے انکو کال کی تھی اور بغیر کسی کو بتائے کی تھی۔۔اب وہ ان سے بات کر رہی تھی اسنے انہیں بتایا کہ وہ امرینے کے قتل کی رات وہیں تھی وہ انہیں قاتل کے خلاف کوئی ثبوت

دینا چاہتی ہے اسنے انہیں ملنے کے لیے کہا تو وہ اسے ایک مخصوص جگہ پر آنے کا کہ کر کال بند کر گئے۔۔

اسکے گھر سے کئی میل دور بیٹھے شخص نے اپنے فون پر بھی وہی کال ریسیو کی تھی اور وہ انکی کل ہونے والی ملاقات کے بارے میں جانتا تھا یہ بات وہ اور سرمد کامران نہیں جانتے تھے۔۔

اگلا دن یعنی ملاقات کا دن۔۔ وہ پارک میں چہرے پر حجاب کیے بیٹھی ہوئی تھی دور سے اسنے سرمد کامران کو آتے دیکھا وہ بلیک لانگ کوٹ پہنے ہوئے تھے اور بلیک ہی سن گلاسسز لگایے ہوئے انہیں پہچاننا مشکل تھا لیکن وہ پہچان گئی تھی اب وہ اسکے پچھلے بینچ پر آ بیٹھے دونوں اپنے اپنے دھیان بیٹھے ہوئے تھے تاکہ کسی کو شک نہ ہو سکے۔۔

"کیا ثبوت لائی ہو۔۔؟؟" دنہوں نے سر جھکا کر سوال کیا گل لالہ نے اپنے ہاتھ میں موجود بیگ پر ہاتھ رکھا۔۔

"قاتل کے چہرے کو سکیچ کیا ہے میں نے۔۔" وہ کہہ رہی تھی دور درخت کے پاس پودوں کو پانی دیتے مالی کے ائیر فون میں اسکی آواز صاف سنائی دی تھی۔

"اس کے علاوہ کوئی ثبوت۔۔؟؟" انہوں نے مزید پوچھا۔ تو وہ سر نفی میں ہلا گئی۔۔ لیکن پھر کچھ یاد آنے پر وہ چونکی اسے اس شخص کی آنکھوں کا رنگ یاد تھا وہ رنگ سبز تھا ہلکا سبز جو غور کرنے سے سمجھ میں آتا تھا۔۔

"اسکی آنکھوں کا رنگ ہلکا سبز تھا بلکل ہلکا سا سبز گہرا سبز نہیں۔۔" وہ کہتی اپنے بیگ سے لفافہ نکال کر انکی جانب بڑھا چکی تھی بینچ پر بھیٹے سرمد کامران کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا تھا ہلکا سبز لفظ سن کر انہیں اس رنگ کی آنکھیں یاد آئی

تھیں، دو آنکھیں جو انہیں کھڑکی سے جھانک رہی تھیں بے اختیار وہ تھوک نگل کر رہ گئے۔۔

"ہلکا سبز رنگ" دور کھڑے مالی نے چہرا موڑتے ان دو وجود کو دیکھا اسکی ہلکے سبز رنگ کی آنکھیں مسکرائی تھیں پھر وہ ہاتھوں سے گلوز اتارتا پیچھے مڑا اسکے ہاتھ سفید تھے لمبی مخروطی انگلیاں اور انگوٹھے کے پاس بنا ایک سیاہ تِل اسکے ہاتھ واقعے خوبصورت تھے، وہ آہستہ آہستہ چلتا وہاں سے نکل گیا۔۔ سر جھکائے ایک انجان سٹریٹ میں چلتا شخص اب کوئی نظم گنگنا رہا تھا بلکل دھیمی آواز میں نظم کے بول کچھ حد تک سنائی دے رہے تھے مگر واضع نہیں تھے۔

Moonlit streets, where shadows play,
A figure stands, with secrets sway,
Veiled eyes watch, as you pass by,
A whispered truth, that only night can spy.

وہ شخص رازوں کے ساتھ تھا، اسکی آنکھیں اس ایک وجود پر گڑھی ہوئی تھیں کسی سائے کی طرح اب وہ اسکے پیچھے آنے والا تھا۔۔

In alleys dark, where fears reside,
Echoes whisper, a mystery's tide,
A stranger's gaze, that holds a clue,
To unravel secrets, hidden true.

ہر اندھیری گلی میں وہ اسکے پیچھے آنے والا تھا، ہر چاندنی رات میں وہ اسکا خوف بننے والا تھا ہر آرام دہ نیند میں ایک براخواب بننے والا تھا۔۔

***

"تم آرہے ہو کل۔۔؟؟" وہ اس سے کال پر پوچھ رہی تھیں۔۔

"جی۔۔آرہا ہوں۔۔" وہ سڑک کنارے چل رہا تھا، شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا لندن میں ہر طرف روشنیاں پھیلی تھیں رات بھی دن معلوم ہو رہی تھی۔

"کس ٹائم فلائیٹ ہے۔۔؟؟" انہوں نے پوچھا۔

"رات کو چار بجے کی۔۔" وہ بہت مختصر بات کر رہا تھا کیوں یہ وہ بھی نہیں جانتا تھا دل عجیب انداز میں دھڑک رہا تھا۔۔

"ٹھیک ہے میں انتظار کروں گی۔۔" وہ مسکرا کر کہتی کال کاٹ گئیں۔۔اسنے بھی فون پینٹ کی پاکٹ میں ڈالا اور چل دیا۔۔

باہر ہر طرف روشنیاں تھیں لیکن اس کے اندر۔۔ وہاں اندھیرا پھیلا ہوا تھا وہ خاموش تھا بلکل خاموش اتنا کہ اسنے خود سے بھی کوئی بات نہیں کی تھی۔۔ آج وہ واپس چلا جاتا پھر روداب کے گھر جانا تھا نا جانے وہ مانتے بھی یا نہیں۔۔ اگر انہوں نے انکار کر دیا تو۔۔؟ یہ خیال آنے پر وہ بے اختیار سر جھٹک گیا۔۔ "اللہ نہ کرے ایسا کچھ ہو۔۔" اسنے خود سے کہا۔۔

جب سے وہ لندن آیا تھا اسکی روداب سے بات نہیں ہو سکی تھی نہ اسنے میسج کیا نہ ہی ابراہیم نے اسنے اسے رشتہ بھیجنے کے متعلق بھی کوئی پیغام نہیں لکھا تھا اور وہ بھی مصروف اتنا تھا کہ کسی چیز کی فرصت نہیں تھی اب کل وہ پاکستان جا رہا تھا۔۔

وہ اپنے فلیٹ میں پہنچ چکا تھا کھانے کے لیے فریج سے پاستہ نکالتے اب وہ اسے گرم کر رہا تھا پاستہ گرم کرنے کے بعد اسنے ٹیبل پر رکھتے کچن کی جانب قدم

بڑھائے پانی لے کر وہ باہر ہال میں صوفے پر آ بھیٹا اب وہ آہستہ آہستہ پاستہ کھا رہا تھا کچھ دو تین نوالے ہی اسنے لیے تھے جب دروازے پر بیل بجی وہ چونکا تھا۔۔آنے والا کون ہو سکتا تھا بھلا اسکے لندن آنے کی خبر تو کسی کو تھی ہی نہیں۔۔آخر وہ اٹھا اور قدم دروازے کی سمت بڑھائے دروازہ کھولنے پر سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ کچھ دیر تک ہل نہیں سکا تھا۔۔

"تم۔۔۔"اسکے لبوں سے بے اختیار یہی ادا ہو سکا۔۔سامنے کھڑا وجود سر اثبات میں ہلا گیا پھر اسکو ایک طرف کرتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔۔ابراہیم اب بھی دروازے پر ہی کھڑا تھا پھر اسنے دروازہ بند کیا اور اسکے پیچھے اندر آگیا۔۔

"تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔۔؟؟"وہ سامنے بھیٹے فرد سے سوال کر رہا تھا۔۔

"کسی اپنے کے پاس کیا کرنے آتے ہیں۔؟؟ ملنے آیا ہوں۔" وہ بے نیازی سے کندھے اچکاتا اب پلیٹ سے پاستہ کھانے لگا تھا ابراہیم نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"کسی اپنے۔۔۔؟؟ تم میرے کچھ نہیں لگتے تم نکل جاؤ یہاں سے۔۔" اسکی آواز میں تیش واضع تھا۔۔

"میں ہی تو تھا جو صرف تمہارا کچھ لگتا ہوں جس نے اتنے سالوں میں تمہیں سب سے زیادہ مس کیا ہے۔۔" وہ اسکے چہرے کو دیکھتا معصومیت سے کہ رہا تھا۔

"میں نے نہیں کہا تھا کہ مجھے مس کرو۔۔ جاؤ یہاں سے تم۔۔" اسنے بمشکل ہی خود کو چلانے سے روک رکھا تھا۔۔

"ابراہیم۔۔ پلیز آج جھٹکو مت آج مجھے سُن لو۔" وہ یک دم سنجیدہ ہوا تھا جو کہ ابراہیم کو کھٹکا کیونکہ سنجیدگی اسکے رویے کا خاصہ نہیں تھی۔

"میں نے کبھی کسی کو نہیں جھٹکا، تم سب نے ہی مجھے جھٹک دیا تھا اور تب سے اب تک میں بھٹک رہا ہوں۔۔" وہ کسی ٹرانس کے زیر اثر کہہ رہا تھا آنکھوں میں اذیت اتر آئی، سامنے بیٹھے انوشیر نے سر جھکا دیا۔۔

"تمہیں جھٹک کر ہم بھی جھٹک دیئے گئے ابراہیم۔۔ لیام نے مجھے دھوکہ دیا اور وہ کسی کے ساتھ بھاگ گئی۔۔" وہ جھکے سر کے ساتھ زمین کو گھورتا کہہ رہا تھا۔۔ ابراہیم کا چہرا اس نام پر بے اختیار زرد پڑا تھا۔

"میں نے اسے تم سے چھینا تھا اور کسی اور نے آکر اسے مجھ سے چھین لیا۔۔ ابراہیم۔۔" وہ سسک اٹھا تھا۔۔

"مجھے کسی کے بارے میں کچھ نہیں سُننا تم جاؤ یہاں سے۔۔۔" کچھ دیر بعد ابراہیم سمبھل کر کہ رہا تھا۔

"آج مت جھٹکو تم بھی جھٹک دو گے تو میں مر جائوں گا۔۔" اسنے سرخ آنکھوں سمیت ابراہیم کو دیکھتے کہا۔

"مر جاؤ۔۔ تم سب مر جاؤ۔۔" وہ آپے سے باہر ہوتا اگلے لمحے چلایا تھا، سامنے صوفے پر بھیٹا انوشیر ہنس دیا گردن کو پیچھے کی جانب ڈھلکائے وہ بے اختیار ہنستا چلا گیا۔۔ ابراہیم اسے خون آلود نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم سب کہتے ہو انوشیر مر جاؤ۔۔۔ مر جائوں گا تو کہو گے کیوں مر گئے۔" وہ کہتا ہنستے ہنستے رو دیا اور ابراہیم کے دل کو کچھ ہوا۔۔ اب انوشیر کی سسکیاں فلیٹ میں گھونج رہی تھیں۔۔

"معاف کردو مجھے۔۔ابراہیم۔۔مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ تمہیں اتنی عزیز ہو گی،اسکے اور میرے نکاح کے بعد تم نے کبھی اپنا چہرا نہیں دکھایا غائب ہو گیے۔۔"اسنے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"مجھے اس سے محبت نہیں تھی انوشیر۔۔"کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد وہ کہہ رہا تھا۔

"تو تم میرے اور اسکے نکاح کے بعد کیوں غائب ہو گئے۔۔؟"انوشیر کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

"میں نے مما سے وعدہ کیا تھا کہ اس سے نکاح کروں گا کیونکہ وہ انہیں بہت عزیز تھی اور میری دوست تھی۔۔"

"تم بس مما کی خواہش پر اس سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔۔؟؟" وہ بے بسی سے سوال کر رہا تھا۔

"ہاں۔۔ صرف مما سے کیے گئے وعدے کے لیے میں اس سے نکاح کر رہا تھا۔۔" اسے اپنی آواز کسی گہری کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"محبت نہیں کرتے تھے تم لیام سے۔۔؟؟" انوشیر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

"نہیں۔۔" ابراہیم سر نفی میں ہلا گیا، اگلے ہی پل انوشیر اس پر جھپٹا تھا، وہ اسے لاتوں مکوں اور گھونسوں سے مار رہا تھا۔

"تم نے محبت کے نام پر اس سے نکاح کا کہا تھا تم نے اس سے کہا کہ تم اس سے محبت کرتے ہو وہ یقین کر بھیٹی، تم میری محبت کھا گئے ابراہیم۔۔ جب ہمارا نکاح ہوا تو وہ اسی رات ڈائیورس پیپرز پر سائن کر کے بھاگ گئی اور وہ مجھے ایک

لیٹر لکھ کر دے گئی تھی جانتے ہو اس پر کیا لکھا تھا۔۔؟؟" وہ شدتِ غم سے لرز رہا تھا ابراہیم نے خون رستے ناک پر ہاتھ رکھتے خون روکا اور اسکے چہرے کو دیکھا۔۔انوشیر پھر سے بے اختیار ہنس دیا۔۔

"وہ مجھے تمہارے لیے چھوڑ آئی تھی، وہ تم سے ملنے آئی تھی لیکن تب تک تم جا چکے تھے نا جانے کہاں اور اس دن۔۔۔" وہ ایک پل کو رکا اسنے ابراہیم کے چہرے پر ایک نظر ڈالی پھر اسے جھٹکے سے چھوڑ دیا۔۔

"اسنے خودکشی کرلی۔۔لیام مر گئی ابراہیم۔۔" وہ یکدم چیخا تھا پورا فلیٹ اسکی چیخ سے گھونجنے لگا تھا ابراہیم فق چہرے سے جہاں تھا وہیں رہ گیا۔۔کچھ دیر بعد وہ سر نفی میں ہلاتا اٹھا تھا۔۔

"تم نے تو کہا کہ وہ کسی اور کے ساتھ بھاگ گئی۔۔" وہ اسکے چہرے کو دیکھتا مسکرا رہا تھا اسے لگا شاید وہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔۔

"وہ مر گئی تھی میں نے اپنے ان ہاتھوں سے اسے دفنایا تھا۔۔" وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھتا کہ رہا تھا۔۔ ابراہیم کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گا۔۔ اسے آکسیجن کی کمی شدت سے محسوس ہوئی اب وہ اپنی شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔۔ اسکی نظروں میں ایک چہرا آیا۔۔ اور اسکا رنگ فق پڑ گیا۔۔ وہ اسے نہیں کھو سکتا تھا وہ بے اختیار لڑکھڑاتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔ انوشیر نے اسے کھڑا ہوتا دیکھا پھر اسے اپنے میں جاتا دیکھا کچھ دیر بعد وہ لوٹا تو اسکے ہاتھ میں اٹیچی تھا۔۔ کپڑے بدل چکے تھے وہ باہر دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔

"کہاں جا رہے ہو تم۔۔؟؟" انوشیر کے سوال پر اسکے قدم رک گئے، وہ پلٹا پھر بولا۔۔

"اپنی محبت حاصل کرنے۔۔اسے نہیں کھو سکتا اسے کھو دیا تو میں مٹی تلے دفن ہو جائوں گا۔۔" وہ کسی خوف کے زیرِ اثر کہہ رہا تھا پھر پلٹ گیا دروازے کے قریب پہنچ کر اسنے لاک کھولا پھر باہر نکلا۔۔

"جاو۔۔کرلو حاصل اپنی محبت ابراہیم بلکل ویسے ہی جیسے مجھے میری محبت حاصل ہوئی تھی۔۔" اندر سے انوشیر کی آواز سنائی دی تو وہ سمجھ نہیں سکا یہ دعا تھی یا بد دعا اسکا پورا وجود کھپکھپا یا تھا مگر پھر وہ سر جھٹک کر باہر نکل گیا لفٹ میں داخل ہوتے اسنے گراونڈ فلور پر پریس کرتے سکون کا سانس لیا یا صرف سانس لیا کہا جایے تو بہتر ہے۔

"تم میری محبت کھا گئے۔۔ابراہیم۔۔" اسکو اپنی سماعتوں میں انوشیر کی آواز گھونجتی ہوئی محسوس ہوئی اسکے ماتھے پر پسینہ چمکا۔۔وہ بے چینی سے سکرین کی جانب دیکھنے لگا لفٹ گراونڈ فلور پر پہنچ چکی تھی اگلے لمحے وہ اترا اور باہر کی جانب بڑھ گیا اسے یہاں سے سیدھا ائیر پورٹ جانا تھا۔۔

وہ ریسیپشن سے نکلتا سیڑھیاں اترتا بلڈنگ سے باہر نکل آیا پارکنگ دائیں جانب تھے اسنے قدم پارکنگ کی جانب بڑھائے اگلے کچھ پل میں اسنے اپنا سینا جھکڑتا ہوا محسوس کیا۔۔ وہ رُک گیا اسنے اپنا سینا مسلا دل کی جگہ پر وہ ہاتھ دھرے جھکا اسے دل کے مقام پر تکلیف ہو رہی تھی سیاہ آنکھوں میں پانی تیرنے لگا لیکن وہ تکلیف برداشت کرتا آگے بڑھا ابھی وہ مزید دو تین قدم ہی لے سکا تھا جب اسے اپنے قریب کچھ بہت بھاری چیز گرنے کی آواز آئی وہ پلٹا اور پھر ابراہیم خٹک نے اپنے جسم سے روح کو نکلتا محسوس کیا۔۔

اسکے سامنے خون سے لت پت وجود پڑا تھا، اسے کچھ پل لگے تھے اس بات پر یقین کرنے میں کہ وہ انوشیر تھا اسکے سامنے پڑا وہ وجود انوشیر کا تھا جس سے وہ کچھ دیر پہلے بات کر رہا تھا وہی انوشیر جسکی محبت وہ کھا گیا تھا۔۔ وہ کچھ دیر پہلے جیتا جاگتا انسان اب اسکے سامنے صرف ایک باڈی کی صورت پڑا تھا۔۔

اسے اپنا کچھ دیر پہلے کہا گیا جملہ یاد آیا۔۔"مر جاؤ تم سب مر جاؤ۔۔"وہ لڑکھڑاتا اسکے پاس گھٹنوں کے بل بھیٹتا چلا گیا۔۔ہجوم اکٹھا ہو رہا تھا لیکن ابراہیم خٹک منجمد تھا۔۔

انسان کو ادا کرنے کے پہلے اپنے الفاظ کی تباہ کاریاں نظر آ جائیں تو وہ بولنا چھوڑ دے لیکن اسے بھی اپنے الفاظ کی تباہ کاری ادا کرنے کے بعد معلوم ہوئی تھی، جب وقت گزر چکا تھا اور نتیجہ آ چکا تھا۔

"تم سب کہتے ہو انوشیر مر جاؤ۔۔۔مر جائوں گا تو کہو گے کیوں مر گئے۔"اسے انوشیر کا کچھ دیر پہلے کہا ہوا جملہ بھی یاد آیا اور پھر اسکے لب بے اختیار ہلے تھے۔۔

"کیوں مر گئے انوشیر۔۔"وہ یہ کہتا رو دیا۔۔گرم گیال آنکھیں سے بہنے لگا دل بری طرح زخمی ہو چکا تھا وہ بھی شاید انوشیر کے ساتھ ایک باڈی بن گیا تھا۔۔

***

"آپ نے بتایا گھر والوں کو۔۔؟؟" مریم کیانی اس سے پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں۔۔ ہمت ہی نہیں ہوئی۔۔" وہ سر نفی میں ہلاتی کہ رہی تھی۔۔

"اب کیا کریں گی۔۔ گھر والوں سے بات نہیں کی اس کو نہیں بتایا شادی کا اور اب پریشان ہیں آپ۔۔" مریم کیانی کہ رہی تھی اور وہ لب بھینچ گئی۔۔

"اسکے گھر سے رشتہ آیا تھا اور میرے گھر والوں نے انکار کر دیا۔۔" اسکی آنکھیں بھیگی۔۔

"کیا وہ جانتے تھے کہ آپ اسے جانتی ہو یا لا علم تھے۔۔؟؟ "

"نہیں انکی مما بتائے بغیر آئی تھیں اور میرے گھر والوں نے انکار کرنے کے بجائے انہیں شادی کی جھوٹی تاریخ بتادی۔۔" اسنے بے بسی سے کہا۔

"آپ نے کیا سوچا ہے اب۔۔؟؟ "

"میں اس سے ایک بار رابطہ کروں گی اور ساری بات بتادوں گی باقی جو اللہ کو منظور، جو قسمت میں ہوا۔۔" اسنے بھاری دل سے کہا۔۔

"محبت کو قسمت پر چھوڑ دو گی۔۔؟؟ "

"قسمت پر نہیں چھوڑوں گی اللہ کے سپرد کردوں گی۔۔ "

"اور اگر اللہ نے بھی تمہیں تمہاری محبت نہ عطا کی تو۔۔؟؟ "

"جو چیز اللہ بھی ہزار مانگنے پر عطا نہ کرے تو پھر اسکی حسرت رکھنا خسارا ہے چاہے پھر وہ محبت ہی کیوں نہ ہو۔۔"اسکے لہجے میں کچھ عجیب سا تھا مریم کیانی بے اختیار مسکرائیں۔

"انسان کا ایک بار ٹوٹنا لازم ہوتا ہے تاکہ پھر وہ اللہ کی مصلحتوں پر ایمان لے آئے۔"انہوں نے جواب دیا تو اسکے چہرے پر اذیت پھیل گئی۔

"اللہ کو شاید پتا تھا کہ یہ لڑکی میری محبت چاہتی ہے اس لیے انہوں نے مجھے میری محبت سے دور کر کے اپنی محبت سے نوازہ میں خوش ہوں اور پُر یقین بھی کہ میں اللہ کی محبت پا لوں گی۔۔"وہ حسرت سے کہ رہی تھی۔

"اللہ کی محبت حاصل کر لینا ویسا نہیں ہے جیسا نظر آتا ہے اللہ کی محبت دل میں رکھنے کے لیے دنیا کی محبت دل سے نکالنی پڑتی ہے روادبہ۔۔" پروفیسر مریم نے اسے سمجھایا۔

"میں جانتی ہوں یہ دنیا دھوکہ ہے لیکن پھر بھی اس کی چاہت ہر انسان کو ہے سوائے اس کے جسے اللہ سے محبت ہے اور مجھے یقین ہے ایک دن میں اللہ کی محبت کو مکمل پالوں گی، پھر مجھے بھی دنیا کی حسرت نہیں رہے گی۔۔پروفیسر۔" اسنے ایک عزم سے کہا تھا اور اسکی یہ بات لکھ لی گئی۔۔

"میری دعا ہے تمہیں اللہ مل جائے اور جسے اللہ مل جائے پھر پوری دنیا بھی اسے مل جاتی ہے۔" وہ یہ کہ کر کال بند کر چکی تھیں، پیچھے روادبہ آسمان کو سر اٹھائے دیکھنے لگی۔۔

***

"چاچو محبت کیسی ہوتی ہے۔۔؟؟" اسنے چائے پیتے ناصر جہانگیر سے سوال کیا، انہوں نے اسکے چہرے پر ایک نظر ڈالی وہ چہرا جھکائے بھیٹا تھا نا جانے زمین پر کیا دیکھ رہا تھا۔۔

"محبت زندگی جیسی ہوتی ہے۔۔" وہ جواب دیتے پھر سے چائے پینے لگے۔۔

"زندگی جیسی مطلب اذیت ناک۔۔؟؟" اسنے سر اٹھا کر انکے چہرے پر ایک نظر ڈالتے کہا۔

"زندگی جیسی اذیت ناک بھی اور حسین بھی۔۔" وہ مسکراتے بولے۔

"کوئی بھی چیز بیک وقت ایک جیسی نہیں ہو سکتی یا تو وہ بری ہوتی ہے یا اچھی یا تو وہ اذیت ناک ہوتی ہے یا حسین۔۔۔" اسنے اعتراف کیا۔

"ہاں۔۔۔کوئی بھی چیز بیک وقت ایک جیسی نہیں ہو سکتی بچے لیکن محبت ہوتی ہے۔۔یہ ایک لمحے میں آسمان تک پہنچا دیتی ہے اور اگلے لمحے زمین کی گہرائیوں میں بلکل زندگی کی طرح۔۔"انکا لہجہ گہرا ہو گیا۔۔

"جب سکون دہ ہوتی ہے تو کیسی ہوتی ہے اور جب اذیت ناک ہوتی ہے تب کیسی ہوتی ہے۔۔؟؟"اسنے سوال کیا۔

"محبت سکون دہ تب ہوتی ہے جب محبوب پاس ہو اور اذیت ناک تب جب محبوب دور ہو جائے یا چھن جائے۔ "

"اور زندگی۔۔؟؟ "

"زندگی تب سکون دہ ہوتی ہے جب ہمارے اپنی ہمارے پاس ہوں جب ہماری پسندیدہ چیزیں ہمیں میسر ہوں اور اذیت ناک تب بنتی ہے جب اپنے بچھڑ جائیں پیاری چیزیں کھو جائیں اور انسان پوری دنیا کے ہوتے ہوئے بھی اکیلا ہو جائے بلکل اکیلا۔۔ "

"زیادہ تکلیف دہ کیا ہے۔۔؟؟زندگی یا محبت۔۔؟؟ "

"محبت۔۔ محبت زیادہ تکلیف دہ ہے۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔۔

"مجھے لگتا ہے زندگی زیادہ تکلیف دہ ہے۔۔" اسنے پھر کہا۔۔

"تمہیں محبت نہیں ہوئی باسل۔۔ جس دن ہو جائے گی اس دن تم اس بات پر یقین لے آؤ گے کہ محبت اور زندگی میں سے زیادہ تکلیف دہ محبت ہے۔۔" وہ

کہتے اندر کی جانب بڑھ گئے پیچھے باسل نے انکی ٹیبل پر پڑی ٹھنڈی چائے کو دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔۔

آج سنڈے تھا اور اسے رودابہ سے وہ سنڈے کو فلاور شاپ پر ہوئی پہلی ملاقات یاد آئی جب وہ ارقم کے کہنے پر پھول لینے گیا تھا۔۔اسکے بعد بھی وہ ہر سنڈے گیا تھا لیکن وہ نہیں ہوا کرتی تھی، کیوں۔۔؟؟اسے معلوم نہیں تھا نہ اس نے رودابہ سے اس بارے میں معلوم کیا تھا۔۔

اسنے گاڑی سٹارٹ کی اور روڈ پر ڈال دی وہ آج پھر سے اسی فلاور شاپ پر جا رہا تھا کچھ دن پہلے جب وہ لوگ آوٹنگ پر گئے تھے تو وہ بھی انکے ساتھ تھی لیکن اسکی حالت خراب تھی باسل محسوس کر چکا تھا کہ وہ بیمار ہے لیکن رودابہ نے کسی کو نہیں بتایا وہ بس سر درد کہ کر ٹال گئی اس دن بھی انکی کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔۔

وہ فلاور شاپ پر پہنچتا گاڑی روک کر اترا پھر اندر داخل ہو گیا۔۔آج کون سے بکے لوں۔۔؟؟اسنے خود سے سوال کیا پھر اگلے ہی لمحے اسکی آنکھیں چمکی تھیں۔اسنے سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو وہی کھڑی تھی۔۔وہ جھک کر فلاورز کا بکے بنا رہی تھی اسنے ابھی تک باسل کو نہیں دیکھا تھا۔۔۔وہ آج وائٹ کلر کا سلکی پلازو اور ٹی پنک کلر کی شارٹ فراق میں ملبوس تھی سر پر حجاب کیے وہ بالوں کو مکمل ڈھکے ہوئے تھی اسکا چہرا باسل کی جانب نہیں تھا سو وہ نہیں دیکھ سکا کہ اسنے نقاب کر رکھا تھا یا نہیں۔۔

"مجھے پھول چاہیے۔۔"اسنے اسے پکارہ۔۔

وہ جو مصروف سی بکے بنا رہی تھی اس آواز پر چونکی پھر مڑی۔۔اور اسکو دیکھتے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"آپ۔۔؟؟"اسے ہمیشہ کی طرح باسل کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی باسل زیر لب مسکرایا۔

"یہ لڑکی مجھے دیکھ کر یوں حیران ہونا کب چھوڑے گی۔۔؟؟"اسنے خود سے سوال کیا۔۔

"جی میں۔۔"وہ سر اثبات میں ہلاتا بولا۔

"کیا چاہیے آپکو۔۔؟؟"اسنے اپنے ہاتھ صاف کرتے باسل سے پوچھا۔

"پھول۔۔"اسنے یک لفظی جواب دیا۔

"کون سے رنگ کے۔۔؟"اسنے وہی سوال کیا جس کی باسل کو توقع تھی۔

"وائٹ۔۔" وہ اسکے وائٹ حجاب کو دیکھتا بولا وہ مڑی پھر تمام پھولوں کو دیکھنے کے بعد واپس اسکی جانب متوجہ ہوئی۔

"وائٹ ٹیولپ۔۔؟" وہ سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی باسل نے اسکی آنکھوں کو دیکھا اور میکانگی انداز میں سر ہلاتے دھرایا۔ "وائٹ ٹیولپ۔۔" اب وہ بکے بنا رہی تھی۔۔۔ بکے بنا کر وہ اسکی جانب بڑھا گئی۔۔

"کتنے پیسے ہوئے۔۔؟؟" اسنے سوال کیا۔

"چار سو پچاس۔۔" وہ لسٹ سی دیکھتی اسے بتا رہی تھی، اسنے پاکٹ سے پیسے نکال کر رودابہ کی جانب بڑھائے اس سے پہلے کہ وہ پیسے پکڑتی اسنے ہاتھ پیچھے کر لیا باسل نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"لاسٹ ٹائم آپ نے پیسے زیادہ دیئے تھے میں ان مین سے کاٹ لوں گی۔۔" وہ کہتی کیبنٹ سے رجسٹر نکال کر اس پر کچھ لکھنے لگی باسل بے اختیار مسکرایا۔۔اسے یاد تھا۔۔

"اوکے میں چلتا ہوں۔۔وائٹ ٹیولپ۔۔" وہ اسے دیکھتا کہ رہا تھا، رودابہ نے مصروف انداز میں سر ہلایا تو وہ باہر کی جانب بڑھ گیا لیکن اچانک رکا اسے پیچھے سے رودابہ کی آواز سنائی دی تھی۔۔

"وائٹ ٹیولپ۔۔کا کیا کہا آپ نے؟؟" اسے سمجھ نہیں آئی تھی وہ کیا کہ کر گیا تھا۔۔وہ پلٹا پھر مسکرایا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی الجھن زدہ نگاہوں سے۔۔

"میں نے آپ کو وائٹ ٹیولپ کہا۔۔" وہ کہ کر پلٹ گیا فلاور شاپ میں کھڑی لڑکی منجمند رہ گئی۔۔

# *بابِ سکوت*

# *از قلم مریم راجپوت*

## Episode No.11

وہ امن اور شمروز سے دو ہفتے قبل ہوئی ملاقات کے بارے میں سوچ رہا تھا، امن اسے سچائی بتا چکا تھا اور وہ یہ بھی جان چکا تھا کہ گلِ لالہ مری نہیں تھی لیکن اب اسکے ذہن میں صرف ایک ہی سوال گردش کر رہا تھا۔

وہ زندہ تھی تو کہاں تھی۔۔؟؟ گلِ لالہ نے اس میں سے کسی سے رابطہ کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔۔؟؟ وہ اسکے لیے ہمیشہ سے خاص تھی بچپن سے لے کر اب تک اسے وہ اچھی لگتی تھی بلکہ یہ کہنا بہتر ہو گا کہ وہ اسکی محبت تھی

اسنے کبھی اظہار نہیں کیا تھا، اور سب سے بڑی وجہ محبت کی ان کے درمیان وہ مقدس رشتہ تھا۔۔۔ جس کے بارے میں ندا، ناصر جہانگیر اور براق کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں تھا کچھ وقت پہلے یہ بات اسنے باسل کو بتائی تھی صرف۔۔اسے اب اکثر ایک خوف سا آیا کرتا تھا اگر وہ زندگی تھی تو کیا وہ خوش تھی اور اگر خوش تھی تو کیا وہ شادی کر چکی تھی۔۔؟؟ وہ چھوٹی سی لڑکی ناجانے کہاں گُم تھی بسے ملنی بھی تھی یا نہیں۔۔

برازیل سے آنے کے بعد اسنے بہت سے سورسز لگا لیے تھے لیکن گلِ کا کچھ پتا نہیں چل سکا وہ حد سے زیادہ پریشان تھا ندا اسے اسکی بات ہوئی تھی لیکن اسنے ندا کو اس بارے میں نہیں بتایا تھا نہ ہی اور کسی کو وہ یہ سب ابھی خود ڈیل کرنا چاہتا تھا جانتا تھا اگر فیملی انوالو ہوئی تو وہ انکو بھی کہیں نہ کہیں کھو دے گا۔۔

وہ آفس میں تھا شام کے اندھیرے پھیل چکے تھے سو وہ اٹھا اور گھر جانے کے لیے نکل گیا۔۔ ابھی وہ لفٹ سے نکل کر پارکنگ کی جانب بڑھا ہی تھا جب اسکو

سامنے سے کوئی چلتا اپنی طرف آتا دکھا اور اس وجود کو دیکھ کر اسکے قدم خود ڈہ خود رک گئے، وہ پاس آچکا تھا۔۔

"کیسے ہو براق جہانگیر۔۔؟؟" اسنے سوال کیا اور ہاتھ براق کی جانب بڑھایا براق نے سر کو خم دیتے جواب دیا اور اس سے ہاتھ ملایا۔

"کہو کیسے آنا ہوا۔۔؟؟" براق اب اس کی یوں آمد پر تھوڑا چونکا تھا۔

"تمہیں انویٹیشن دینے آیا ہوں۔۔" وہ کہ رہا تھا پھر اسنے اپنے ہاتھ میں پکڑا لفافہ براق کہ تھمایا، براق نے وہ لفافہ تھام کر کھولا تو وہ کسی پارٹی کا انویٹیشن تھا اسنے سر کو خم دیا جیسے دعوت قبول کی ہو۔۔سامنے کھڑا وجود مسکرایا۔۔

"مجھے امید ہے تم اپنی پوری فیملی کو لے کر آؤ گے۔۔" وہ کہتا مڑ گیا۔۔

چہرے پر ایک شاطر مسکراہٹ سجائے پیچھے براق نے وہ لفافہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پھینکا اور گاڑی سٹارٹ کرتے آگے بڑھادی اسے اس شخص سے شدید قسم کی چڑ تھی وہ کبھی اسکی کسی دعوت پر نہ جاتا اور یہی بات وہ جانتا تھا اسی لیے وہ خود اسے انویٹیشن دینے آیا تھا۔

اسکو انویٹیشن دینے والا ازہان لودھی تھا، اسکا رقیب بزنس کے ہر کھیل میں وہ اسکا رقیب ہوا کرتا تھا وہ ازہان کو زیادہ تو نہیں جانتا تھا لیکن پچھلے ایک سال سے ان دونوں کا ہمیشہ سے آمنا سامنا ہوتا رہا تھا اور دونوں ہی ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے تھے اسکے بھیجے گئے پچھلے پندرہ انویٹیشنز پر بھی وہ نہیں گیا تھا لیکن اس بار پھر ازہان خود آیا تھا شاید وہ اس بار واقعے چاہتا تھا کہ براق جہانگیر آئے اور اس بار براق جہانگیر جانے والا تھا۔

***

"میڈم باہر خاقان سر کے کوئی دوست آئے ہیں۔۔"میڈ نے کچن میں کھڑی اپنے لیے کافی بناتی گلِ کو آکر بتایا۔

"ان سے کہ دو کہ وہ گھر نہیں ہیں۔۔"اسے خود معلوم نہیں تھا کہ خاقان کہاں ہے۔

"وہ جانتے ہیں کہ سر گھر نہیں ہیں لیکن وہ کہ رہے ہیں کہ انہیں کوئی انویٹیشن دینا ہے۔۔"میڈ کے بتانے پر وہ چونکی۔۔ایسا کون تھا جو خاقان آفریدی کی غیر موجودگی میں اسکے گھر آگیا۔

"ٹھیک ہے تم انہیں ڈرائنگ روم میں بھیٹاؤ میں آرہی ہوں۔"کہتے اسنے کافی مکمل تیار کرتے ایک طرف کی پھر ڈوبٹہ سر پر ٹھیک سے لیتی ڈرائینگ روم کی جانب بڑھ گئی۔

وہ اندر داخل ہوئی تو وہ جو کوئی بھی تھا اٹھ کھڑا ہوا، وہ مڑا نہیں تھا۔۔اسنے صوفے پر بھیٹتے اسکے چہرے کو ایک نظر دیکھ کر نگاہیں پھیر لیں لیکن اگلے لمحے اسنے پھر سے سامنے موجود شخص کے چہرے کو دیکھا وہ اسے کچھ دیکھا دیکھا سا لگا تھا لیکن وہ پہچان نہیں سکی نہ یاد کر پائی کہ اسنے اسے کہاں دیکھا تھا۔۔ڈرائیگ روم میں پھیلی اس شخص کے کلون کی مہک سحر انگیز تھی، خود وہ گرے تھری پیس پہنے ہوئے تھا۔۔وہ بلا کا پرکشش مرد تھا، سیاہ آنکھیں گل ؔشا منے ٹیبل پر پڑی ایش ٹرے پر جمی تھیں اسنے ابھی تک ایک نگاہ اٹھا کر گل ؔلالہ کو نہیں دیکھا تھا۔

"اسلام علیکم۔۔" سامنے بھیٹے شخص کی مسلسل خاموشی محسوس کرتے آخر اسنے گفتگو کا آغاز کیا۔

"وعلیکم سلام۔۔" وہ جواب دیتا پھر چپ ہو گیا۔

"کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ کس مقصد سے آئے ہیں۔۔؟؟" اسنے ہاتھوں کو آپس میں ملاتے چہرا اسکی جانب موڑتے پوچھا۔

"میں ازہان ہوں۔۔ خاقان کا دوست اسکے لیے ایک انویٹیشن لے کر آیا ہوں۔" وہ چپ ہوتا سامنے ٹیبل پر پڑا لفافہ اسکی جانب بڑھا گیا اسنے کھولے بغیر اسے اپنے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔

"ٹھیک ہے وہ آئے گے تو میں انہیں یہ دے دوں گی اب آپ جا سکتے ہیں۔" وہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئی سامنے موجود شخص نے اسکے اس جملے پر اس سارے وقت میں پہلی بار نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔۔ وہ گہرے جامنی رنگ کی عام سی قمیض شلوار میں ملبوس سر پر ڈوپٹہ جمائے ہوئے تھی سر کا جو حصہ چھپا ہوا نہیں تھا وہاں سے ایک لٹ باہر نکلی ہوئی تھی جو واضع کرتی تھی کہ اس لڑکی کے بال سرخ ہیں گل ۓ نے بھی اسے دیکھا دونوں کی نظریں ملی تھیں ایک صرف ایک لمحے کے

لیے پھر وہ نظریں پھیر گئی۔۔سامنے کھڑا شخص یہ منظر اپنی آنکھوں میں قید کر چکا تھا پھر وہ باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔

اسکے جانے کے بعد وہ کچن میں آئی تو کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی وہ اب اپنے لیے دوبارہ سے کافی بنانے لگی جب فریج سے دودھ نکالتے ہوئے اسکی نظر وہاں پڑے ریڈ ویلویٹ کیک پر پڑی تھی اسکے چہرے کا رنگ یک دم بدلا تھا۔۔اسنے تیزی سے واپس مڑتے لازمہ کو آواز لگائی تھی۔۔

"یہ کیک کون لایا ہے۔۔؟؟"وہ بمشکل کہ رہی تھی، ملازمہ نے حیرت سے اسکے چہرے کو دیکھا۔۔

"ابھی جو صاحب آئے تھے وہی لے کر آئے تھے یہ کیک۔۔"اسکے بتانے پر وہ مڑی پھر فریج سے کیک نکالا اور اسکی جانب بڑھایا۔۔

"یہ تم اپنے گھر لے جاؤ۔۔" کہتی وہ مڑ گئی پیچھے ملازمہ کا چہرا خوشی سے چمک اٹھا تھا وہ مسکراتے ہوئے کیک لیے باہر نکل گئی۔

کافی بناتے ہوئے اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے اسے یاد تھا آج سے چار سال پہلے کا وہ منظر۔۔ جس دن وہ کامران سرمد کو قاتل کا سکیچ دے کر لوٹی تھی اس کے اگلے دن اسے خبر ملی کہ انہیں فالج کا اٹیک ہوا ہے اور انکی بیٹی کے قاتل کے نہ ملنے پر یہی مانا گیا کہ یہ ایک خودکشی تھی کیس بند کر دیا گیا۔۔اس دن اسے احساس ہو گیا کہ وہ جو مرضی کر لیتی اب یہ کیس شاید دوبارہ نہیں کھلنے والا تھا تب تک تو بلکل نہیں جب تک کہ کامران سرمد ٹھیک نہ ہو جاتے لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی اگر انہیں فالج ہوا بھی ہے تو یہ نیچرل نہیں تھا کسی نے یہ کیا تھا کامران سرمد مئیر تھے پھر انکی جگہ انکے بھائی کو انکی جگہ مئیر بنا دیا گیا امرینے کی قبر پر وہ گئی تھی کتنی ہی دیر وہ خاموش رہی پھر کچھ بولے بغیر لوٹ آئی اسی طرح کافی دن گزر گئے۔۔

اس دن جب وہ گھر اکیلی تھی سب کہیں نہ کہیں گئے ہوئے تھے دروازے پر بیل بجی اسنے جاکر دیکھا تو کوئی نہیں تھا لیکن وہاں ایک بیگ پڑا تھا وہ بیگ اٹھا کر اندر لے آئی شاید کوئی پارسل تھا اسنے اس معاملے پر زیادہ سوچ بچار نہیں کی اور بیگ کھول دیا اس میں کیک تھا ریڈ ویلویٹ کیک۔۔ لیکن بہت غور کرنے پر وہاں کچھ لکھا تھا۔۔

"Stay away from this matter, little girl, or next time your corpse will be found drenched in blood instead of Amreen's."

)اس معاملے سے دور رہو چھوٹی لڑکی ورنہ اگلی بار امرینے کی جگہ تمہاری لاش خون میں لت پت ملے گی(

اسنے خوف سے وہ بیگ بند کر دیا پھر پلٹی اور دروازہ کھول کر باہر نکلی اسے ڈسٹبن میں پھینکنے کے لیے لیکن ٹھوکر لگنے سے وہ بری طرح زمین پر کرتی زخمی ہوئی ہاتھ میں پکڑا بیگ بھی گرا تھا وہ بیگ کپڑے کا تھا اور اب خون سے لت پت ہو چکا تھا وہ خوف سے بری طرح چیخی۔۔وہ ریڈ ویلویٹ کیک نہیں تھا اس میں خون تھا خوف سے پیلا پڑتا چہرا وہ اٹھتی تیزی سے بھاگتی گھر میں جا چکی تھی پیچھے زمین پر پڑا وہ بیگ اب کوئی شخص اٹھاتا اسے ڈسٹبن میں پھینک رہا تھا بلیک ہڈی اور بلیک ہی کیپ پہنے اسکا چہرا ماسک سے ڈھکا ہوا تھا لیکن آنکھیں واضع تھیں ہلکی سبز آنکھیں پھر وہ مڑ گیا۔۔اسکا کام ہو چکا تھا وہ جانتا تھا کہ اب وہ ایسا کوئی عمل نہیں دُھرائے گی جس سے اس پر پھر سے مصیبت آئے لیکن یہ اسکی غلطی تھی ایسا پھر سے ہونے والا تھا اور وہ انجان تھا۔

***

"رودابہ کیا کر رہی ہو۔۔؟؟" خدیجہ کمرے میں داخل ہوئی تو رودابہ الماری کھولے کچھ ڈھونڈ رہی تھی، وہ اسکی بات سنتے مڑی۔

"کچھ نہیں میرا ٹی پنک کلر کا حجاب نہیں مل رہا تم نے کہیں دیکھا ہے۔۔؟؟" وہ تھوڑی پریشان لگی تھی۔۔

"ادھر ہی ہو گا مل جائے گا پریشان مت ہو۔۔" اسنے بھر ارد گرد دیکھا پھر بیڈ پر بھیٹ گئی۔

"ہمم۔۔امید ہے مل جائے۔" وہ کہتی الماری بند کرتی مڑ گئی۔

"رودابہ۔۔" خدیجہ نے اسے پکارہ۔

"ہاں کہو۔۔" وہ مڑی پھر اسکے چہرے کو دیکھنے لگی۔

"ایک بات پوچھوں۔۔؟؟" وہ کشمکش میں تھی۔

"ہاں۔۔ کہو نا میں سُن رہی ہوں۔۔" وہ اب بیڈ شیٹ پر پڑی سلوٹیں ٹھیک کر رہی تھی۔

تم اتنی کیوں بدل گئی ہو۔۔؟؟ وہ پوچھ رہی تھی اور بیڈ شیٹ کی سلوٹیں ٹھیک کرتی رودابہ تھم گئی پھر دوسرے لمحے وہ واپس سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"میں بدلی نہیں ہوں سنبھل گئی ہوں، اب میں ہر بات کو اہمیت نہیں دیتی اب لوگوں کا مجھے چھوڑ جانا مجھے تکلیف نہیں دیتا، اب مجھے کسی پر اعتبار نہیں سو اب میں اتنی اذیت نہیں سہتی جو پہلے سہتی تھی اب میں خود پر اور اپنے اللہ پر یقین رکھتی ہوں اب میرے لیے دنیا کے خسارے خسارے نہیں ہیں اور اگر ہیں تو

میں یہی دعا کرتی ہوں وہ مجھے تکلیف نہ دیں مجھے دنیا سے محبت نہیں کرنی دنیا کی محبت بری طرح تباہ کرتی ہے۔"

"کیا اتنا آسان ہے دنیا کو چھوڑ دینا۔۔دنیا کی چاہت رد کر دینا۔۔"وہ پوچھ رہی تھی رودابہ مسکرائی۔

"ہر انسان کی زندگی میں ایک وقت ایسا ضرور آتا ہے جب وہ دنیا سے بیزار ہو جاتا ہے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا دنیا بے معنی لگتی ہے فضول سی اور یہی لمحہ ہوتا ہے جب انسان سمبھل جائے، یا تو دنیا سے مکمل طور پر بیزار ہو جائے اور اللہ کی محبت اپنا لے یا پھر سے کچھ ایسا ڈھونڈ لے جو اسے دلچسپ لگے یعنی کہ دنیا سے محبت کا ایک نیا ذریعہ اور وہ پھر سے دنیا کے کاموں میں غرق ہو جائے۔ "

"تو کیا تم نے اللہ کی محبت کو پا لیا رودابہ۔۔"اسکی آواز میں خوشی تھی۔

"نہیں۔۔اللہ کی محبت پانے کے لیے دل کو دنیا کی محبت سے خالی کرنا پڑتا ہے، میرے دل میں اب دنیا کی محبت ویسی نہیں ہے جیسی پہلے تھی لیکن کچھ کچھ اب بھی ہے۔۔ابھی کچھ وقت باقی ہے۔۔" وہ مسکراتی کہہ رہی تھی۔۔

"تم اتنی خاموش کیوں رہتی ہو پہلے تو تم ایسی نہیں تھی۔۔کیا کچھ ایسا ہے جو تمہیں اب بھی تکلیف دیتا ہے۔۔؟؟" وہ اداس ہوئی۔

"میں خاموش ہوں لیکن میری خاموشی میرے لیے بہتر ہے کیونکہ کچھ خاموشیاں صرف ہماری ہوتی ہیں ان کی آواز صرف ہم سن سکتے ہیں۔" وہ بس یہی کہہ سکی۔

خدیجہ دیر تک اسے دیکھتی رہی پھر یک دم اٹھتی اسکے گلے لگ گئی۔۔رودابہ اس اچانک افتاد پر چونکی پھر مسکرادی۔

"مجھے تمہاری فکر ہوتی ہے روادبہ۔۔" وہ آنکھوں میں آنسوں لیے کہہ رہی تھی روادبہ بغیر کوئی جواب دیئے بس اسکے گلے لگی کھڑی رہی۔۔

عمر کے ساتھ چمک ماند پڑی ہے لیکن!
کیا یہ کم ہے؟ کہ بوسیدہ نہیں لگتا میں

یہ ہنر مجھ کو بڑی دیر کے بعد آیا ہے
رنج کے ساتھ جو رنجیدہ نہیں لگتا میں

***

کمرے میں بلکل دھیمی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی سامنے بورڈ پر کچھ تصویریں لگی ہوئی تھیں اور کچھ اخبار کے ٹکڑے جوڑے گئے تھے یہ شاید کوئی خاص بورڈ

تھا۔۔کسی خاص مقصد سے جڑا ہوا۔۔کمرے میں دو لوگ موجود تھے دونوں ایک ساتھ بورڈ پر نظریں گاڑھے کھڑے تھے۔۔

"اب آگے کیا کرنا ہے۔۔؟؟"ایک نے سوال کیا۔

"وہی جو کرنے کے لیے لوٹے ہیں۔۔"وہ کہتا وہاں ایک تصویر کے چہرے پر کراس لگا چکا تھا۔

"ہم ان کے اصل چہرے نہیں جانتے بغیر کسی شناخت کے انہیں ڈھونڈنا مشکل ہے۔"اسنے بورڈ پر لگی تصویروں کے بلر چہروں پر نظر ڈالتے کہا۔

"ایک چہرے کو تو جانتے ہیں نہ ہم۔۔"وہ مسکرایا۔

"کون سے چہرے کو جانتے ہیں ہم ۔۔؟؟" اسے یاد نہیں تھا۔۔ساتھ کھڑے وجود نے مارکر سے بورڈ پر لگی ایک تصویر کے چہرے کو مارک کیا۔۔

"یہ چہرا۔۔ سرمد کامران کا چہرا۔۔" وہ کہتا مڑ گیا۔۔ابھی وہ مڑا ہی تھا کہ اسکا موبائل رنگ ہوا۔۔اسنے موبائل اٹھاتے کان سے لگایا پھر کچھ دیر بعد وہ موبائل پاکٹ میں رکھتا مسکرایا اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔پیچھے کھڑے امن نے حیرت سے اسے یوں ادھوری بات چھوڑ کر جاتے دیکھا۔

"کہاں جا رہے ہو فرار فوجی۔۔؟؟" اسنے غصے سے اسے پکارہ جبکہ باہر جاتے شمروز نے اسکا خود کو دیا گیا نیا لقب ضرور سنا تھا۔۔

"فرار فوجی۔۔" اسنے زیر لب دھرایا۔۔

"اپنے جیسا ہی لقب دیا ہے۔" کہتے اسنے دروازہ کھولا سامنے کھڑا وجود تیزی سے اندر داخل ہوتا دروازہ ٹھا کی زوردار آواز سے بند کر چکا تھا، شمروز نے اسے دیکھا تو وہ دلکشی سے مسکرائی پھر سر کو خم دیا۔

"خاطر داری نہیں کرو گے شمز۔۔؟؟" پھر وہ لاونج کی جانب بڑھتی بولی اسکے پیچھے پیچھے ہی شمروز بھی اندر کچن کی جانب بڑھ گیا کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں کافی سارے سنیکس اور کھانے پینے کی چیزیں تھیں، وہ جو صوفے پر بھیٹی اپنی چھوٹی سی پونی ٹیل کو ٹھیک کر رہی تھی یک دم اچھلی۔۔

"واہ۔۔ شمز" کہتے اسنے شمروز کے کہے بغیر ہی اسکے ہاتھ سے کولڈرنک لے کر کھولتے سپ لیا پھر اب وہ سنیکس کھا رہی تھی تقریبا پندرہ منٹ بعد شمروز کے لب ہلے۔

"میجر صاحب نے تمہیں یہاں صرف سنیکس ٹھونسنے کے لیے بھیجا ہے۔۔؟؟"اسکے سوال پر چاکلیٹ کھاتی لڑکی نے سر اٹھایا اسکے چھوٹی پونی ٹیل بھی اچھلی تھی اب وہ نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"تو پھر۔۔؟؟"اسنے اسکے ہاتھ میں پکڑی چاکلیٹ کو دیکھتے ارد گرد پڑے کچرے کی جانب اشارہ کیا جو وہ لڑکی پندرہ منٹ میں ڈال چکی تھی۔

"میجر صاحب نے کہا تھا اینارہ کینڈیز بھی کھانا جو کہ اس سامان میں نہیں ہیں جو تم نے ابھی لا کر دیا۔۔"وہ شکایت کر رہی تھی شمروز کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔۔اینارہ اسے ہی چمکتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔۔

"تم سدھرو گی نہیں۔۔؟؟"اسنے سوال کرتے خود کو حوصلہ دیا کہ وہ سدھرنے والی نہیں البتہ اسے اپنا بی پی جگہ پر رکھنا تھا،اینارہ نے سر نفی میں ہلایا ساتھ ہی اسکی چھوٹی پونی ٹیل پھر اچھلی تھی۔

" نہیں۔۔ سدھر جائیوں گی توان لوگوں کا کیا ہوگا جو میری شرارتوں پر خوش ہوتے ہیں۔" کہتے اسنے ایک اور چاکلیٹ کھولتے کھانی شروع کی تھی۔۔ شمروز نے بمشکل خود کو کچھ کہنے سے باز رکھتے وہ سارا کچرا اٹھانا شروع کیا جو وہ پھیلا چکی تھی۔

"تم کیوں اٹھا رہے ہو یہ کچرا سرونٹ نہیں ہے کیا۔۔؟؟" وہ اپنے پاؤں جوتوں سمیت صوفے پر رکھ چکی تھی، شمروز نے رُک کر ایک لمحے کے لیے اسکے چہرے کو دیکھا جہاں حیرت تھی چاکلیٹ کھاتے کھاتے وہ اسے اپنی چِن پر بھی لگا چکی تھی اجلے چہرے میں بھوری آنکھوں والی ایناره۔۔ اسے کہیں سے نہیں لگا کہ یہ لڑکی اتنا گند پھیلا چکی ہے پھر وہ سر جھٹک گیا۔

"میں خوش قسمتی سے بل گیٹس کے گھر نہیں پیدا ہوا ورنہ یہ کچرا اٹھانے کے لیے ملازم ضرور رکھ لیتا۔" وہ سارا گند سمیٹ کر پھینکنے چلا گیا تبھی اینارہ نے اوپر سی کسی کو آتے دیکھ کر اسے گھورا۔۔

"تم کہاں تھے۔۔؟ اتنی دیر کیوں کر دی کام پر آنے میں۔۔؟ کیا یہاں کے سرونٹس مالک سے سب کام کرواتے ہیں۔۔؟؟" وہ ایک ساتھ کتنے ہی سوال کر گئی، لہجے میں غصہ واضح تھا۔۔۔امن نے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا پھر خود کو وہ ابھی شاور لے کر تیار ہو کر آیا تھا اس لڑکی کو وہ کس اینگل سے سروینٹ لگا تھا۔

"مس آنکھیں آرٹیفیشل ہیں آپکی۔۔؟؟" اسنے سوال کیا اور اسکے غیر متوقہ سوال پر وہ الجھی۔۔

"نہیں۔۔ریل ہیں دیکھو تو جھپکتی بھی ہیں۔۔" اسنے آنکھیں جھپکتے اسے دیکھایا۔

"تو پھر انکا سہی استعمال کریں اور دیکھیں کہ میں سرونٹ نہیں ہوں بلکہ یہ میرا ہی گھر ہے جہاں بھیٹ کر آپ مجھے یہ بات کہ رہی ہیں۔" وہ کہ کر آگے بڑھ گیا یقیناً اس لڑکی کو شمروز نے بھلایا تھا جسکی وہ دو دن پہلے بات کر رہا تھا لیکن یہ منہ پھٹ اور بدتمیز لڑکی امن کو بلکل بھی اچھی نہیں لگی تھی۔

"وہ دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ اسے شمروز آتا دیکھائی دیا۔۔وہ بھی اسے دیکھ کر تیز تیز قدم بڑھاتا اسکے پاس بیا۔۔

"تم اینارہ سے ملے۔۔؟؟" اسنے امن سے پوچھا۔۔

"اچھاتو اس بدتمیز لڑکی کا نام ایناره ہے۔۔" وہ مڑ کر دور صوفے پر بھیٹی لڑکی کو دیکھتا بولا۔

"اسے بدتمیز مت کہو۔۔" شمروز نے اسے غصے سے گھورا۔

"تو کیا کہوں۔۔ منہ پھٹ لڑکی۔؟؟" وہ چہرے کا زاویہ بدلتا بولا تو شمروز نے اسکی کمر میں مکا جھڑا تھا۔۔

"وہ بس تھوڑی شرارتی ہے بدتمیز نہیں ہے۔۔" وہ ایک نظر چاکلیٹ کھاتی چھوٹی پونی ٹیل والی لڑکی کو دیکھتا بولا۔۔

"آہاں۔۔ شمز صاحب اسی لیے آپ بہت تمیزدار ہو رہے ہیں۔" وہ اسے معنی خیز نظروں سے دیکھ کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ شمروز نے اسے گھورا۔۔

"ایسی بات نہیں ہے۔۔" وہ تھوڑا نروس ہوتا اسکی بات ٹال گیا۔۔

"شمز تم ذرا سا گند پھینکنے گئے تھے۔۔ خود بھی وہیں رہ گئے کیا۔۔؟؟" وہ اسے دروازے میں کھڑا دیکھتی آواز لگا گئی۔۔ باہر جاتے امن نے اسکے شمروز کو شمز کہنے پر سیٹی بجائی تھی اور شمروز کھسیانہ سا ہوتا ٹھاکی آواز سے دروازہ بند کرتا اینار کی پکار پر اندر چلا گیا۔۔

***

فِي كُلِّ قَلْبٍ حِكَايَةٌ لَا تُرْوَى

"ہر دل میں ایک کہانی ہوتی ہے جو بیان نہیں کی جاتی۔"

اسنے سامنے پڑی ڈائری پر یہ تحریر لکھ کر ڈائری بند کر دی پھر امڑا اور اسے سٹڈی ٹیبل کے دراز میں رکھ دیا اسی وقت کمرے کا دروازہ بجا۔۔

"آجائیں۔۔"وہ اندر آنے کی اجازت دیتا اب اٹھ چکا تھا۔

"کیا فری ہو گئے ہو تم۔۔؟؟"آنے والی ندا تھیں، وہ سر ہلا گیا۔

"ٹھیک ہے پھر چلو میرے ساتھ مجھے باہر واک پر جانا ہے۔"انہوں نے کہا تو براق ایک پل کو ٹہرا اسنے یاد کرنے کی کوشش کی کہ اسے کوئی کام تو نہیں ہے مگر پھر سر کو خم دیا اور انکو آنے کا اشارہ کرتا باہر کی جانب بڑھ گیا ندا سٹڈی سے نکلتیں نیچے چل دیں تقریبا پانچ منٹ بعد وہ انکے ساتھ مین گیٹ پار کر رہا تھا۔

گھر سے نکلنے کے بعد وہ لوگ کالونی کی صاف ستھری سڑک کے کنارے چلنے لگے آسمان پر چاند چمک رہا تھا اور سردی کی شدت بلکل کم تھی فروری کا مہینہ تھا لیکن کراچی میں سردی اس وقت کم ہی تھی، وہ لوگ کافی آگے جا چکے تھے چلتے چلتے پھر براق رُکا تو ندا بھی رُک گئیں۔

"کیا ہو رُک کیوں گئے ہو۔۔؟؟" انہوں نے حیرت سے سوال کیا۔

"جو بات کرنے کے لیے آپ مجھے باہر لے کر آئی ہیں وہ بات کریں پھپھو۔۔" وہ انکے چہرے کو دیکھتا خفگی سے کہہ رہا تھا، ندا کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

"کون سی بات کوئی بات نہیں۔۔" وہ ادھر ادھر دیکھتی اس سے نظریں چرا گئیں۔

"یہ بات آپ مجھے تب کہیں جب میں آپ کو جانتا نہ ہوں۔۔بتائیں کیا کہنا ہے۔۔کیا آپ پریشان ہیں۔۔؟؟"اسنے انکے کندھوں کے گرد پیچھے سے بازو پھیلائے اور پھر سے آہستہ آہستہ قدم لینے لگا۔۔۔ندا بھی اسکے ساتھ خاموشی سے چل رہی تھیں۔۔وہ کافی دیر انتظار کرتا رہا کہ وہ کچھ بولیں گی لیکن وہ خاموش رہیں۔

"واپس گھر چلیں۔۔؟؟"اسے لگا شاید وہ بات نہیں کرنا چاہتیں اب۔۔وہ واپسی کی جانب انکو لیے مڑ گیا، تھوڑی دیر بعد وہ اچانک رُک گئیں۔۔چہرا موڑ کر براق کو دیکھا پھر ایک لمحے کا توقف کیا۔

"تم شادی کر لو براق۔۔"آخر وہ کہ گئیں،انکے کندھے پر رکھا براق کا ہاتھ ایک پل کو کانپا تھا اسکے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"کیا کہ رہی ہیں پھوپھو۔۔یہ ناممکن ہے۔۔"اسنے نفی میں سر ہلاتے ان سے نظریں چرائی تھیں۔

"کیوں ناممکن ہے براق۔۔خوشیوں پر تمہارا بھی حق ہے، آخر کب تک گلِ لالہ کا سوگ مناؤ گے۔۔؟؟"وہ یہ کس دل سے کہ رہی تھیں یہ وہی جانتی تھی براق کی آنکھوں میں عجیب سا تاثر ابھرا اسنے بے یقینی سے ندا کو دیکھا پھر سر نفی میں ہلاتا دو قدم پیچھے ہوا۔

"میں کیوں سوگ مناؤں گا۔۔؟؟زندہ لوگوں کا سوگ نہیں منایا جاتا۔۔"

"تمہیں واقعے ہی لگتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔۔؟؟"انھوں نے تکلیف سے سوال کیا۔

"ہاں۔۔وہ زندہ ہے۔۔"وہ سر اثبات میں ہلا گیا۔

"بس کر دو براق کب تک خود کو تباہ کرو گے" انہوں نے جیسے التجا کی ہو۔

"جب تک وہ مل نہیں جائے گی۔۔" وہ ضبط سے بولا

"وہ مر چکی ہے۔۔ کہاں ڈھونڈو گے اسے کس قبرستان میں۔۔" انکے کندھے جھک گیے۔۔ آواز میں صدیوں کا غم تھا۔

"وہ زندہ ہے پھوپھو آپ کی بیٹی زندہ ہے اسکے بارے میں یہ مت کہیں میں محبت کرتا ہوں اس سے۔۔ یہ سب نہیں سُن سکتا نہیں سہ سکتے اس سے متعلق ایسی بات۔۔" اونچا لمبا خوبرو مرد انکے سامنے انکی بیٹی کے لیے اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔

"زندہ ہے تو کہاں ہے کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس۔۔؟؟" وہ سنگ دل بنی پوچھ رہی تھیں۔

"ہاں۔۔ ثبوت ہے میرا دھڑکتا دل اسکی موجودگی کا ثبوت ہے وہ زندہ ہے۔۔ میں جانتا ہوں۔۔" اسنے اعتراف کیا۔

"جانتے ہو تو بتاؤ کہاں ہے وہ۔۔؟؟" انہوں نے پھر کہا۔

"وہ یہی کہیں ہے مل جائے گی۔۔ جلدی مل جائے گی۔۔" اسنے خود سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی۔

"نہیں ملے گی براق جہانگیر مردہ لوگ صرف قبرستان میں ملا کرتے ہیں۔۔"

"یوں مت کہیں۔۔اتنی سنگ دل مت بنیں۔۔وہ زندہ ہے مت کہیں وہ نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سچ ہوا تو براق جہانگیر بھی نہیں رہے گا۔" وہ اس پل بری طرح بکھرا تھا ندا نے اسے سینے پر ہاتھ رکھے دیکھ کر تیزی سے اسکے قریب ہوتے اسا سینا تھپتھپایہ تھا۔۔

"مجھے تکلیف ہوتی ہے براق تم کتنے سالوں سے اسے ڈھونڈ رہے ہو وہ نہیں ملی تمہاری حالت میرا دل تڑپاتی ہے اپنے بیٹے کی یہ حالت نہیں دیکھی جاتی مجھ سے۔۔۔" وہ تڑپ کر بولیں، براق انکے چہرا کو دیکھا سر جھکا گیا۔۔

"وہ یہاں۔۔یہاں رہتی ہے۔۔" اسنے دل کے مقام پر ہاتھ رکھا۔

"اسکی موجودگی یہاں۔۔محسوس ہوتی ہے" وہ اذیت سے مسکرایا۔۔

"وہ میرے دل کی محرم ہے، اگر اسے کچھ ہوا ہوتا تو یہ دل دھڑک نہ رہا ہوتا۔" اسکی آنکھوں سے گرم سیال بہنے لگا تھا۔۔

"وہ میرا نصیب ہے، نصیب کوئی نہیں چھین سکتا سوائے اللہ کے اور جب اللہ نے اسکی محبت کو میرے دل میں ڈالا ہے تو اسے بھی مجھ سے ملائے گا۔۔ زندہ سہی سلامت۔۔ میری لالہ مل جائے گی۔۔" وہ آستین سے چہرا رگڑ رہا تھا۔۔۔ ندا نے اسکی سرخ آنکھوں کو دیکھا تو لب بھینچ گئیں۔۔ انکی بیٹی اسے بری طرح تکلیف دے چکی تھی انہیں اندازہ تھا۔۔

"چلو گھر چلیں۔۔" وہ کہتیں اسکا بازو تھامے واپس جانے کے لیے مڑ گئیں۔۔۔ وہ انکے ساتھ آہستہ آہستہ چل رہا تھا دل میں درد بڑھتا جا رہا تھا۔۔

تُجھ سے ہاریں کہ تُجھے مات کریں؟؟؟
تُجھ سے خوشبو کے مراسم ہیں، تُجھے کیسے کہیں!

***

"ہمیں شادی کی شاپنگ شروع کردینی چاہیے۔۔آپا کل آرہی ہیں۔۔" وہ سب ڈنر کررہے تھے جب اسے مما کی آواز سنائی دی جو جمشید صاحب سے کہہ رہی تھیں۔۔اسنے سر اٹھا کر دونوں کو دیکھا پھر دوبارہ سے کھانے میں مصروف ہوگئی۔

"ابھی نہیں جب وہ تاریخ لینے آئیں گی تب۔" انہوں نے ایک نظر کھانا کھاتی روداب کو دیکھا پھر اپنی بیگم کو جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ بھی سر ہلا گئیں، کھانا کھانے کے بعد وہ برتن سمیٹ کر کچن میں آگئی چولہے پر چائے رکھے وہ تیزی سے برتن دھو رہی تھی تقریبا دس منٹ میں وہ یہ کام کر چکی تھی۔اپنی چائے لیے وہ کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

بیڈ پر بھیٹتے اسنے گروپ کھولا تو نرمین کے میسیجز سکرین پر جگھمگا رہے تھے۔۔یہ گروپ صرف ان تینوں کا تھا۔۔روادبہ،نرمین اور صنم۔۔۔

"مجھے لگتا ہے باسل تمہیں پسند کرتا ہے روادبہ۔۔" میسیج پڑھتے اسکی آنکھوں میں حیرت سمٹ آئی۔۔

"تم سے کس نے کہا۔۔؟؟فضول باتیں مت کرو۔۔"اسنے تیزی سے رپلائے کیا۔

"وہ تمہیں جن نظروں سے دیکھتا ہے وہ واضع کرتی ہیں اور جب جب وہ تمہارے ارد گرد ہوتا ہے وہ غصہ نہیں کرتا۔۔"نرمین نے میسج لکھ کر اسے بھیجا جسے پڑھتے وہ ایک پل کو ٹھہر گئی لیکن اگلے ہی لمحے اسنے پھر میسج ٹائپ کیا۔۔

"میں نے کبھی یہ محسوس نہیں کیا، غصہ اگر میرے موجود ہونے پر نہیں کرتا تو شاید وہ اس لیے کیونکہ میں اس کے لیے اجنبی ہوں۔۔ "

"نہیں۔۔ تم اجنبی نہیں ہو پچھلی بار جب ہم سب باہر جا رہے تھے تو اسنے تمہیں لے کر جانے کا کہا تھا۔۔" نزمین نے بتایا تو اسے شدید حیرت ہوئی۔۔

"اس نے مجھے یہ بات کبھی نہیں کہی۔۔ میں نہیں مان سکتی۔۔" اسنے دھڑکتے دل سے میسج لکھ کر بھیج دیا۔

"وہ تمہاری مدد کرتا ہے جو اس نے ہم میں سے کبھی کسی کی نہیں کی یقیناً تم خاص ہو۔۔" نزمین نے پھر کہا۔۔

"مجھے نہیں لگتا۔۔" اسنے مختصر کہتے فون ایک طرف رکھ دیا۔

اب اسے باسل سے ہوئی ہر ملاقات یاد آرہی تھی، پہلی ملاقات جب وہ اسے بچانے آیا تھا، دوسری یونی میں، تیسری سڑک پر، چوتھی جب اسنے رودابہ کی پیپرز میں مدد کی پھر وہ اسے سڑک پر ملا تھا جب ٹریفک کی وجہ سے وہ پھنس گئی تھی اسکے بعد فلاور شاپ پر۔۔ آہستہ آہستہ اسے ہر بار کا رویہ یاد آیا۔۔ وہ اسکے سامنے زیادہ بات نہیں کرتا تھا ایک دو بار کے علاوہ وہ اسکے سامنے اپنی ہیٹروکرومیٹک آنکھوں سمیت ہی آیا تھا شاید وہ جانتا تھا کہ رودابہ جمشید کو اسکی یہ دو مختلف رنگوں کی آنکھیں پسند ہیں۔۔۔ پھر اسے وہ آخری ملاقات یاد آئی جب وہ اسے "وائٹ ٹیولپ" کہہ کر گیا تھا۔۔

اسے نہیں یاد تھا اس نے کبھی بہت کھل کر باسل جہانگیر سے بات کی ہو وہ ہمیشہ مختصر لفظوں میں بات کرتی تھی وہ اسکے چہرے کو زیادہ نہیں دیکھتی تھی وہ نظریں جھکا کر بات کیا کرتی تھی نہ اسنے کبھی باسل جہانگیر کے سامنے کھلنے کی کوشش کی تھی وہ اسکی موجودگی میں خاموش رہتی تھی ضرورت کی بات کرتی

تھی تو پھر وہ اسکی جانب کیسے اٹریکٹ ہو سکتا تھا۔۔؟؟اسنے سوچا۔۔اور کوئی جواب نہیں پایا۔

وہ جانتی تھی کہ لڑکیوں کے لہجے کی نرمی کسی بھی نامحرم کے لیے ان تک پہنچنے کا پہلا زینہ ہوتی ہے،اب وہ خود سے سوال کر رہی تھی۔۔"کیا میں نے کبھی باسل جہانگیر کو ایسا کوئی اشارہ دیا جو وہ مجھے پسند کرنے لگے یا پھر کبھی اسکے سامنے قہقے لگائے۔۔یا نرم لہجہ اپنایا۔؟؟"جواب نہیں میں آیا تھا۔۔وہ جب بھی اس سے ملی اپنی حد میں رہی تھی۔۔لیکن ایک چیز اسے کھٹکی تھی۔۔وہ تھا لہجہ۔۔اسکا اپنا لہجہ۔۔

عورتوں کا مردوں کے سامنے حد میں رہنا کافی نہیں ہوتا صرف ضرورت کی بات کرنا بہتر نہیں ہوتا بلکہ ضروری تو یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے لہجے کو بھی پتھر رکھیں کہ اگر سامنے والے کے دل میں ذرا سا بھی مرض ہے تو وہ محبت یا پسند نہ بنے۔۔اسنے کہیں پڑھا تھا اور وہ سر جھکا گئی اسے واقعے اب اپنی غلطی کا احساس

ہوا تھا یہ بہتر تھا کہ وہ اس سے بات کم کرتی تھی لیکن اسکا لہجہ سخت نہیں تھا۔۔ ساری بات لہجے کی ہوتی ہے نرم لہجہ ہو تو سخت بات بھی سہی جا سکتی ہے اور اگر لہجہ تلخ ہو تو نرم بات بھی نہیں سہی جاتی۔۔ مردوں کے معاملے میں بھی ایسا ہی ہے ان سے بات کرتے ہوئے خود کو جتنا مرضی حد میں رکھا جائے ذرا سا نرم لہجہ انکے دل میں موجود مرض کو بڑھا سکتا ہے وہ ہمارے بارے میں وہ سوچ سکتے ہیں جو کوئی بھی نامحرم مرد کسی نامحرم عورت کے بارے میں سوچتا ہے بے شک وہ خیال محبت کا ہی کیوں نہ ہو۔۔ یہاں بات صرف نامحرم مرد کی نہیں عورت کی بھی ہے، مردوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ جب وہ کسی عورت سے بات کریں کسی نامحرم عورت سے تو لہجہ بلکل ہی نرم نہ رکھیں گنجائش رکھیں لیکن اتنی کہ اگلے کو تکلیف نہ ہو بس اسکے علاوہ کوئی نرمی کوئی صلہ رحمی لہجے میں نہ اپنائیں کیونکہ اگر یہ مرض بن جائے تو خطرناک ثابت ہوتا ہے۔

میسج کی بپ پر اسنے فون اٹھا کر دیکھا تو نرمین کا میسج سکرین پر چمک رہا تھا۔۔ "تم مانو یا نہ مانو وہ تمہیں پسند کرتا ہے یقیناً اسکے دل میں کچھ ہے تمہارے لیے۔۔" اسنے

میسج پڑھ کر لب بھینچ لیے، پھر یونہی فون کو بیڈ پر پھینک دیا۔۔پتا نہیں کیوں وہ یہ نہیں سُننا چاہتی تھی۔وہ ایک بار پھر اس سب کا شکار نہیں ہونا چاہتی تھی۔۔

***

"تمہارا کیا ارادہ ہے باسل۔۔اپنے بزنس کو ہی مزید بڑھاؤ گے یا آگے کچھ کرو گے۔؟؟"ارقم اس سے کال پر پوچھ رہا تھا۔

"فلحال بزنس پھر کچھ عرصے بعد مزید آگے پڑھوں گا۔۔"وہ گارڈن میں چہل قدمی کر رہا تھا رات کے پہر چاند کی روشنی گھاس پر پڑ رہی تھی جو منظر کو حسین بنا رہی تھی۔

"شادی کب کر رہے ہو۔۔؟؟"ارقم نے شوخ ہوتے پوچھا۔

"جلدی ہی۔۔" وہ بس یہی کہ سکا ایک چہرا نگاہوں کے سامنے گھوم گیا۔

"کوئی ہے نظر میں۔۔؟؟"ارقم نے وہی سوال کیا جو باسل چاہتا تھا کہ وہ نہ کرے۔۔

"ہمم۔۔" وہ بس ہنکارہ بھر کر رہ گیا۔۔

"نہ کر یار۔۔ بول دے کوئی نہیں ہے۔۔" وہ حیرت سے چلاتا بولا۔۔

"کوئی ہے۔۔" اسنے چاند کو دیکھتے جواب دیا۔۔

"کون ہے۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"ہے ایک لڑکی۔۔" وہ روdابہ کا چہرا یاد کرتا بولا۔

"نام بتاؤاسکا۔۔"ارقم نے سر جھٹکا۔

"جس دن اسکا نام میرے نام کے ساتھ جڑ جائے گا اس دن بتاؤں گا۔۔"وہ کہ کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔۔

مزید ایک دو باتیں کرنے کے بعد کال بند ہو گئی اب وہ لیپ ٹاپ کھولے کوئی کام کر رہا تھا،اچانک کمرے کا دروازہ نوک ہوا اسنے گھڑی پر وقت دیکھا تو رات کے گیارہ بج رہے تھے اس وقت کون ہو سکتا تھا۔۔؟؟اسنے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے براق کھڑا تھا۔

"میں اندر آسکتا ہوں۔۔۔؟؟"وہ سرخ آنکھوں سے اس سے سوال کر رہا تھا باسل نے پیچھے ہٹتے اسے جگہ دی تو وہ اندر داخل ہوتا کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔۔

"کیا ہوا بھائی آپ ٹھیک ہیں۔؟؟" اسے براق کی سرخ آنکھیں دیکھ کر اچنبا ہوا۔۔

"میں تم سے کچھ پوچھوں گا صاف صاف جواب دینا۔۔" وہ کہہ رہا تھا۔۔

"پوچھیں۔۔ کیا پوچھنا ہے بھائی۔۔" وہ اسکے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔۔

"تم کسی لڑکی کو پسند کرتے ہو۔۔؟؟" براق کے سوال پر وہ ایک پل کو چونکا یہ سوال وہ بھی رات کے اس پہر مگر پھر وہ سر ہلا گیا۔۔

"صرف پسند کرتے ہو یا محبت بھی کرتے ہو۔؟؟" اسنے پھر پوچھا۔۔

"محبت کرتا ہوں۔۔"

"کیا نام ہے اسکا۔۔؟؟" اسنے خواہش کی کہ اسکا بھائی وہ نام نہ لے جو وہ نہیں چاہتا۔۔

"روداب جمشید۔۔" باسل کہ گیا اور براق کی آنکھیں مزید سرخ ہو گئیں۔

"کیا شادی کرنا چاہتے ہو اس سے۔۔؟؟" اسنے مٹھیاں بھینچے پوچھا۔

"ابھی نہیں یہ بہت جلدی ہو جائے گا وہ آگے پڑھنا چاہتی ہے۔۔" اسے روداب کی اس دن ریسٹورنٹ میں کہی گئی بات یاد تھی۔ یہ سنتے کھڑکی کی جانب منہ کیے براق کی بھینچی مٹھیاں کھل گئیں۔

"تم مزید پڑھنے کے لیے لندن چلے جاؤ۔۔" وہ کہ رہا تھا۔

"ابھی اتنی جلدی۔۔؟؟" اسے حیرت ہوئی

"ہاں چلے جاؤ۔۔واپس آؤ گے تو تمہاری اس سے شادی کروا دوں گا۔" وہ مڑتا اب اسکے چہرے کو دیکھتا کہ رہا تھا۔

"کیا کچھ ہوا ہے بھائی۔۔؟؟" باسل نے تعجب سے پوچھا۔

"نہیں۔۔ میں بس چاہتا ہوں کہ تم خوش رہو" (اس لڑکی سے دور رہ کر) اسنے دل میں کہا۔

"میں یونہی نہیں جانا چاہتا میں جانے سے پہلے اس سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" وہ کہ گیا۔

"وہ نکاح اتنی جلدی کرنے کے لیے نہیں مانیں گے، ہو سکتا ہے وہ انکار کر دیں۔" اسنے آخری پتہ پھینکا۔ باسل سر ہلا گیا۔۔

"ٹھیک ہے، وعدہ کریں جب میں آئوں گا تو آپ میرے لیے اسکا ہاتھ مانگیں گے۔۔" اسنے وعدہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں جب تم لندن سے واپس آؤ گے تو تمہارا اس سے نکاح کروا دوں گا۔" اسنے باسل کے ہاتھ سے ہاتھ ملایا لیکن دل میں وہ اس وعدے پر قائم نہ رہنے کے لیے اللہ سے معافی مانگ چکا تھا۔

"اتنی جلدی انتظامات ہو جائیں گے۔۔؟؟" باسل اسکے چہرے پر ایک نظر ڈالتا بولا۔

"ہاں۔۔یہ میری ذمہ داری ہے تم بس اپلائے کر دو۔۔" وہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔۔

باسل جہانگیر نے اسی رات یونیورسٹی آف لندن کے لیے اپلائے کر دیا۔۔ براق جہانگیر کی بات پوری ہو گئی۔۔اب بہت جلد وہ پاکستان سے دور جانے والا تھا اور شاید اپنی محبت سے بھی۔۔

کنج حیرت سے چلے دشت زیاں تک لائے
کون لا سکتا ہے ہم دل کو جہاں تک لائے

***

# *بابِ سکوت*

# *از قلم مریم راجپوت*

## Episode No.12

وقت کا کام ہے گزرنا اور ایک ماہ گزر چکا تھا اس ایک ماہ میں بہت کچھ بدلا تھا پھوپھو عمرے سے آ چکی تھیں شادی کی تیاریاں مکمل تھیں اگلے ہفتے شادی تھی اسنے ابھی اپنی کسی دوست وغیرہ کو نہیں بتایا تھا راسم بھی لندن سے آ چکا تھا حیرت انگیز طور پر وہ رودابہ کے ساتھ ٹھیک تھا وہ لوگ ایک دو دفعہ شادی کی شاپنگ کے لیے ایک ساتھ گئے تھے اسکے علاوہ رودابہ بھی خوش تھی شاید یہی اسکا نصیب تھا کبھی کبھی اسے جب وہ یاد آتا تو بس چپ ہو جاتی یا مصروف کیونکہ ابراہیم نے نہ کوئی رابطہ کیا نہ کوئی پیغام وہ اس بات پر یقین لے آئی تھی کہ اس شخص کی محبت اسکے نصیب میں نہیں تھی حالانکہ دل میں ہوتی تکلیف چہرے پر

واضع ہوتی ہے وہ نظر انداز کر دیتی، اسنے پتھر دل بن جانے کو ترجیح دی مریم کیانی سے بھی اسکا کوئی رابطہ نہیں تھا کیونکہ وہ اب کسی دوسری یونیورسٹی میں لیکچرار تھیں۔

آج پھوپھو کے ساتھ جا کر وہ بارات کے لیے جوڑا پسند کر آئی تھی، ساری تیاریاں مکمل تھیں شادی کو کچھ ہی دن رہ گئے تھے آج وہ شام کہ اچھا موسم دیکھ کر فلاور شاپ پر چلی آئی آج اتوار تھا اور اسکا نکاح ہفتے کو تھا وہ جانتی تھی اسکے بعد وہ یہاں کبھی نہیں آسکے گی۔

بلیک لانگ فراق پر وہ بلیک ہی کیپری نما ٹائٹس اور اوپر گرے کوٹ پہنے سر پر بلیک حجاب کئے ہوئے تھی۔۔اس ایک ماہ میں وہ ان میں سے کسی سے نہیں ملی تھی نہ نرمین نہ صنم نہ ہی ارقم یا نبراس البتہ باسل ایک دو بار راستے میں آتے جاتے ٹکرایا تھا۔۔

وہ دونوں ملے بھی تھے تو بات نہیں کی تھی لیکن اسے یہ ضرور پتا چلا تھا کہ باسل جہانگیر پڑھنے کے لیے بیرون ملک جا رہا ہے کون سے ملک جا رہا ہے یہ بات وہ نہیں جانتی تھی۔۔یونہی سوچوں میں گم وہ پیکٹس میں سے نئے پھول نکال رہی تھی جو ابھی تھوڑی دیر پہلے دکان کا مالک رکھ کر گیا تھا، جب اچانک اسے کسی کی آواز سنائی دی۔

"اسلام علیکم" وہ اس آواز کو فورا پہچان چکی تھی مڑتے اسنے سلان کا جواب دیا پھر اپنے ہاتھ ٹشو سے صاف کرتی وہ اسکی جانب بڑھ گئی۔۔اسے آج باسل جہانگیر کے یہاں آنے پر حیرت نہیں ہوئی تھی۔

"کون سے پھول چاہیے آپ کو۔۔؟؟" اسکے سوال پر سامنے کھڑے شخص نے ایک نظر اسکے سیاہ حجاب کو دیکھا پھر اسکے لب ہلے۔

"سیاہ گلاب۔۔" وہ حجاب کے حالے میں لپٹے اسکے چہرے کو دیکھتا کہ رہا تھا اسی لمحے رودابہ کو یاد آیا کہ اسنے نقاب نہیں کرر کھا وہ تیزی سے ماسک اوپر کر گئی، پھر پلٹ گئی۔۔ جہاں پھول پڑے تھے وہ وہاں ادھر ادھر دیکھنے کے بعد وہ مڑی۔۔

"سیاہ گلاب نہیں ہے۔" اسنے باسل کو دیکھتے جواب دیا اسنے کیوں جھوٹ کہا تھا حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ جس باکس میں سے پھولوں کے پیکٹ نکال رہی تھی اس میں سیاہ گلاب تھے۔

"سیاہ گلاب نہیں ہیں۔۔؟؟" باسل کی آنکھوں میں حیرت در آئی۔۔اس دکان پر ہر رنگ کے گلاب ہوا کرتے تھے تو پھر سیاہ کیوں نہیں تھا۔۔۔؟؟

"آپ ایک بار پھر چیک کریں ہوگا سیاہ گلاب۔۔" وہ پھر بولا۔

"اور اگر پھر بھی نہ ملا تو۔۔؟؟" اسنے میکانگی انداز میں سوال کیا۔

"تو میں اپنے سیاہ گلاب کو لیے بغیر نہیں جائوں گا۔" وہ کہ گیا رودابہ کی آنکھوں میں عجب تاثر در آیا وہ جھکی اور ڈبے میں سب سے آخر میں پڑے سیاہ گلاب کے بکے اٹھا کر اسکی جانب بڑھا گئی۔۔

"آپ کی قسمت اچھی تھی جو آپکو سیاہ گلاب مل گئے۔" کہتے اسنے بکے باسل کو پکڑا دیا۔

بکے پر پرائز لکھی ہوئی تھی اسنے پرائز دیکھ کر ہزار کا نوٹ اسکی جانب بڑھایا تو وہ تھام گئی۔۔اب وہ دراز سے اسے دینے کے لیے بکایہ نکال رہی تھی لیکن وہاں ہزار کے صرف دو نوٹ پڑے تھے شاید دکان کا مالک کھلے پیسے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

"چینج نہیں ہے میرے پاس آپ کے پیسے اگلی بار واپس کر دوں گی۔" اسنے باسل کو ایک نظر دیکھتے آنکھیں موڑ لیں۔

"میرے پیسے آپ پر ادھار تھوڑی ہیں۔" وہ کہتا پلٹ گیا جبکہ رودابہ کو اسکی سمجھنے میں کچھ وقت لگا تھا جب تک وہ جا چکا تھا۔۔۔

"مجھ پر نہ سہی دکان کے مالک پر تو ادھار ہیں نا اگلی بار واپس کر دوں گی۔۔" وہ بڑبڑاتی ہاتھ میں پکڑا ہزار کا نوٹ ٹیبل کے دراز میں رکھ گئی۔۔

تقریباً دو گھنٹے گزر چکے تھے رات کے سائے پھیلنے لگے، دکان کا مالک آ چکا تھا وہ دکان سے باہر نکلتی سڑک کی جانب چل دی اسے اکیلے ہی گھر جانا تھا آج پہلی دفعہ وہ اتنی لیٹ ہوئی تھی ڈر تو نہیں لگ رہا تھا لیکن پھر بھی وہ تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ آیت الکرسی پڑھتی آگے بڑھ رہی تھی ٹیکسی یا رکشہ لینے کا رسک وہ نہیں اٹھا سکتی تھی کیونکہ اب اسے ڈر لگتا تھا۔۔

تقریباً پانچ منٹ بعد اسنے محسوس کیا کوئی اسکے ساتھ ساتھ چل رہا ہے اسے تھوڑا عجیب لگا یہ کون ہو سکتا ہے کوئی راہ گیر یا پھر۔۔اس سے آگے وہ مزید سوچنے کے بجائے چہرا موڑ گئی۔۔ساتھ چلتے شخص کو دیکھ کر اسے واقعے حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

"آپ۔۔؟؟"وہ بس یہی کہہ سکی پھر قدم تیز کر گئی۔۔باسل نے بھی قدموں کی رفتار تیز کر دی۔۔

"آپ پھر سے اس طرح اکیلی گھر جا رہی ہیں۔۔"وہ تنز کر رہا تھا یا ملامت وہ سمجھ نہ سکی۔

"آپ ہمیشہ مجھ سے ہی راستے میں کیوں ٹکرا جاتے ہیں۔۔؟؟"رودابہ نے سوال کیا۔

باسل نے چہرا موڑ کر سامنے نظریں کئے چلتی لڑکی کو دیکھا پھر اپنے ہاتھوں میں پکڑے اسی بکے کو جو اسنے شام میں اُس سے خریدا تھا۔

"جب منزل ایک ہو تو راستے ٹکرا ہی جاتے ہیں۔" وہ کہ گیا رودابہ ایک پل خاموش رہی۔

"راستے ایک جیسے ہو سکتے ہیں منزل نہیں کیونکہ ہر ایک شخص کی منزل الگ ہے۔۔" اسنے دھیمے لہجے میں کہا۔

"اور جو کوئی کسی کے ساتھ سفر کرنے کی خاطر اسکی منزل ہی چن لے۔۔؟؟" وہ سوال کر گیا آنکھوں میں کچھ واضع ہوا تھا۔۔

رودابہ کا دل شدت سے دھڑکا اسے کچھ یاد آیا تھا اسنے اپنے قدموں کو دیکھا پھر سر جھٹک گئی۔۔

"کسی کے ساتھ فقط راستہ تہ کرنے کی خاطر جب اسکی منزل چن لی جاتی ہے تو یہ تہ ہے کہ آپ کے قدم زخمی، دل مردہ اور وجود بے بس ہو جائے گا لیکن آپ اس منزل تک نہیں پہنچ سکتے جو کسی کی ہے کسی کے سفر کی دشواریاں اپنے سر لے کر بھی ہم اسکی منزل نہیں پا سکتے جب تک کہ ہماری منزل اس سے بھی زیادہ بہترین نہ ہو۔ "

"اگر ہم یہ سب محبت میں کریں۔۔" پتا نہیں کیسے لیکن اسکے لبوں سے ادا ہو گیا رودابہ کو اپنا وجود سرد پڑتا محسوس ہوا آنکھیں بھر آئیں اسنے بھی تو اپنی منزل چھوڑ کر صرف ایک شخص کے ساتھ راستہ تہ کرنی کی خواہش کی تھی وہ بھی تو اسکی محبت تھا تو کیا ہوا اسکے ساتھ ؟؟ عزتِ نفس روندھی گئی دل مر گیا قدم شل ہو گئے اور اسکا وجود گُم ہو گیا وہ ابراہیم کی منزل تک نہیں پہنچ سکی کیونکہ وہ اسکی منزل تھا ہی نہیں۔۔ اسے ساتھ چلتے باسل جہانگیر کا خیال آیا تو وہ چہرا بائیں جانب موڑتی آنسوں کے گولے کو گلے میں اتارتی بولی۔۔

"محبت ہماری ہوتی ہے تو فیصلہ بھی ہمارا ہوتا ہے اور ہر انسان کا فیصلہ اسکا انجام چُن لیتا ہے، چاہے پھر وہ انجام موت ہو در بدری ہو یا محبت کا مل جانا ہو۔" اسکا گھر آ گیا تھا وہ رک گئی۔۔

"میری منزل آ گئی، آپکو اگلا سفر مبارک ہو۔۔" کہ کر وہ قدم بڑھا گئی۔۔

"رودابہ۔۔رُکیں۔" وہ اچانک اسے پکار بھیٹا۔۔وہ رک گئی۔۔ پھر پلٹی۔۔اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔۔

"یہ گلاب لے لیں۔۔میں نے آپ کے لیے ہی لیے تھے۔۔" اسنے بکے آگے بڑھایا۔۔

"میرے لیے۔۔؟؟"اسنے تحیر سے باسل جہانگیر کے چہرے پر نظر ڈالی، اسکی ہیٹروکرومیٹک آنکھیں دیکھتی وہ نگاہیں پھیر نہ سکی۔۔وہ مزید کہہ رہا تھا۔

"منزل پر پہنچ کر آپ مجھے یہ پھول واپس کر دیجیئے گا۔"وہ کہتا اسے وہ سیاہ پھولوں کا بکے تھما گیا وہ اسکی بات سمجھ نہیں سکی تھی اور وہ پلٹ گیا۔۔ہمیشہ کے لیے یا کچھ وقت کے لیے یہ وقت بتانے والا تھا۔

اپنے گھر کے گیٹ پر کھڑی رودابہ نے وہ سیاہ گلاب دیکھے جن پر ایک چٹ لگی تھی۔۔اسنے وہ چٹ کھول کر پڑھتے جھٹکے سے سر اٹھایا لیکن وہ جا چکا تھا۔

جو خیال تھے نا قیاس تھے
وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے

جو محبتوں کے اساس تھے

وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے

جنہیں مانتا ہی نہیں یہ دل
وہی لوگ میرے ہیں ہمسفر

مجھے ہر طرح سے جو راس تھے
وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے

***

"گلِ۔۔" خاقان نے لان میں لیپ ٹاپ لیے بھیٹی گلِ کو پکارہ تھا۔

"جی۔۔؟؟" اسنے سوالیہ نگاہوں سے خاقان آفریدی کو دیکھا۔۔

"میں مارکیٹ جارہاہوں تم چلو گی۔۔؟؟" وہ عموما کبھی ایسا سوال نہیں کرتا تھا لیکن آج اسکے اس سوال پر وہ پہلے چونکی پھر مان گئی۔۔

"میں لیپ ٹاپ رکھ کر چادر لے آؤں۔" کہتی وہ اندر بڑھ گئی۔۔کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو خاقان گاڑی پورچ سے نکال چکا تھا۔۔اسے قریب آتا دیکھ کر وہ آنکھوں پر سن گلاسز لگا گیا۔۔

"آپ کو مارکیٹ سے کیا لینا ہے۔۔؟؟" اسنے سوال کیا، خاقان جو مصروف سا ڈرائیو کر رہا تھا اسے ایک نظر دیکھتا پھر سے سڑک پر نظریں جما گیا۔

"کچھ ضروری سامان۔۔" وہ بس یہی کہہ سکا۔۔گل سر ہلا گئی۔

تقریباً بیس منٹ کے سفر کے بعد وہ لوگ مارکیٹ پہنچ چکے تھے، اسنے اترتے اپنے چہرے پر نقاب درست کیا خاقان گاڑی لاک کرتا اسکی جانب بڑھا تو وہ اسے ساتھ اندر کی جانب بڑھ گئی۔۔

"مجھے چوڑیاں لینی ہیں۔۔" اچانک اسنے خاقان کو پکارتے کہا۔

"تو لے لیں۔۔ منع کس نے کیا ہے۔۔" وہ اسکی نقاب سے جھانکتی آنکھوں کو دیکھتا کہہ رہا تھا۔۔ گلِ سر ہلا گئی۔۔

"آپ یہاں میرے ساتھ رُکیں۔۔" اسنے کہتے چوڑیوں کی دکان کی جانب قدم بڑھائے۔

"میرے رکنے سے کیا ہوگا۔۔؟؟" وہ دکان کے دروازے پر کھڑا کہہ رہا تھا۔۔ گلِ جو اندر جا رہی تھی رُک گئی۔۔ پھر پلٹی۔۔

"میں گُم نہیں ہوں گی۔" کہتی وہ اندر چلی گئی، خاقان کے لب بھینچ گئے وہ مسکرا نہیں سکا تھا۔۔اسنے فون پاکٹ سے نکالتے کسی کو پیغام بھیجا اور پھر دکان کے دروازے کے پاس باہر کی جانب کھڑا ہو گیا۔۔کچھ دیر بعد سامنے سے کوئی آتا دیکھائی دیا اسکا دل بے اختیار دھڑکا کچھ غلط کرنے کا احساس شدت سے ہوا تھا لیکن پھر وہ دل کی پکار نظر انداز کر گیا۔۔وہ اب چلتا ہوا خاقان کے پاس آ چکا تھا۔

"آخر تم نے میری امید کو غلط ثابت کر ہی دیا۔خاقان آفریدی۔۔" بلیک شرٹ اور گرے پینٹ پہنے ہلکے براؤن بالوں کو بے پرواہی سے ماتھے پر بکھرائے وہ سیاہ آنکھوں والا شخص اندر چوڑیاں کلائی پر پہن پر چیک کرتی لڑکی کو دیکھتا خاقدن کے کندھے پر ذرا سی تھپکی دے کر اندر بڑھ گیا۔۔پیچھے خاقان دو پل وہیں رُکا رہا لمر پھر جہاں گاڑی پارک کی تھی وہیں پلٹ گیا۔اب اسکا یہاں کوئی کام نہیں تھا۔

"آپ کی کلائی پر گہرے رنگ کی چوڑیاں اچھی لگیں گی۔" اسے اپنے بہت قریب سے آواز سنائی دی تھی۔۔وہ حیرت سے پلٹی۔۔کوئی سامنے ریک میں پڑی چوڑیوں کو دیکھتا کہہ رہا تھا۔۔وہ یقیناً اسے ہی کہہ رہا تھا کیونکہ آس پاس کوئی تیسرا وجود اسے دکھائی نہیں دیا۔۔

وہ نظرانداز کرتی واپس سے سلور رنگ کی چوڑیاں پہننے لگی جب اچانک ایک چوڑی ٹوٹ کر اسکی کلائی پر آ لگی تھی۔۔اسنے لب زور سے بھینچتے باقی چوریاں اتار دیں۔۔ساتھ کھڑا شخص اسکی جانب پلٹا اب وہ اپنی پاکٹ سے رومال نکال کر اسکی کلائی پر باندھ رہا تھا۔۔گلِ بہار نے ہاتھ چھڑوانا چاہا لیکن نہیں چھڑوا سکی۔۔

"آپ کو چوٹ لگی ہے۔۔" وہ شخص اسکے چہرے پر نظر ڈالتا بولا جو کہ بے نقاب تھا۔۔گلِ نے تیز سے اپنے ایک ہاتھ سے چادر ٹھیک کی پھر دو قدم پیچھے ہو گئی۔۔وہ پھر سے چوڑیاں دیکھنے لگی لیکن اب وہ پہن پہن کر نہیں دیکھ رہی تھی بس سائز یا کلر دیکھ کر واپس رکھ دیتی۔۔مزید پانچ منٹ بعد وہ شخص مڑا اسکے

ہاتھ میں Olive Green کلر کی ویلویٹ کی چوڑیاں تھیں۔۔وہ ان چوڑیوں کو اسکی جانب بڑھا گیا۔۔

"یہ آپ کی کلائی میں آرام سے آجائیں گی۔۔لگیں گی بھی نہیں۔۔"وہ کہہ رہا تھا۔گل نے حیرت سے اسے دیکھا پھر سر نفی میں ہلا گئی۔۔

"اجنبیوں سے تحفے نہیں لیتی میں، میں خود دیکھ لوں گی۔۔"کہتی وہ پلٹی لیکن پھر اسکی پکار پر رُک گئی۔۔

"اجنبی ہوتا تو آپ کی کلائی پر یہ نہ باندھتا۔۔"اسنے رومال کی جانب اشارہ کیا۔گل اس سے پہلے کہ اس رومال کو اپنی کلائی سے اتارتی وہ اسے روک گیا۔۔

"ٹھیک ہے تحفہ سمجھ کر نہ لیں، آپ ان چوڑیوں کی پیمنٹ کر دیجیئے گا۔"کہہ کر وہ چوڑیاں وہیں پاس گلاس ٹیبل پر رکھتا آگے بڑھ گیا پیچھے گل نے اس اجنبی

انسان کی اس عجیب بات پر سر نفی میں ہلاتے وہ چوڑیاں اٹھائیں۔۔یہ کلر اسے اچھا لگا تھا۔۔وہ کاونٹر کی جانب بڑھ گئی بل پے کر کے اسنے قدم باہر کی جانب بڑھادئے۔

وہ باہر آئی تو خاقان کہیں نہیں تھا اسے اچانک سے خوف محسوس ہوا وہ یہاں اکیلی تھی یوں بھرے بازار میں اکیلی تھی لوگ آجا رہے تھے اور وہ خاقان کو اِدھر اُدھر تلاش کر رہی تھی۔۔جب کسی نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ بری تھی ڈرتی پلٹی سامنے خاقان کھڑا تھا۔۔اسے جیسے سکھ کا سانس آیا۔۔

"کہاں جا رہی تھی گلؔ۔۔؟؟"وہ اسے دیکھتا پوچھنے لگا۔۔

"کہیں نہیں۔۔آپ کہاں چلے گئے تھے،میں ڈر گئی تھی۔۔"وہ سر جھکا گئی۔۔۔خاقان کو وہ آج سے چار سال پہلے والی گلؔلالہ لگی ایک منٹ تک وہ اسکو

دیکھتا رہا آنکھوں کے سامنے پرانے منظر گھومنے لگے تو وہ سر جھٹکتا آگے بڑھ گیا۔۔ گلِ بھی اسکے پیچھے چل دی۔۔

وہ گاڑی سٹارٹ کرتا پارکنگ سے باہر لایا تو وہ جلدی سے دروازہ کھولتی بھیٹی تھی۔۔ کچھ ہی دیر بعد گاڑی مین سڑک پر آچکی تھی۔۔ گلِ نے سڑک پر ڈھوڑتے منظر دیکھے اور پھر اسے وہ منظر یاد آیا۔۔ آج سے تقریبا چار سال پہلے کا منظر۔۔۔

گلِ لالہ کا نروس بریک ڈاون ہوا تھا اور وہ ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھی، گھر والوں میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس رات گھر میں ان لوگوں کی غیر موجودگی میں ایسا کیا ہوا کہ وہ اس حالت میں پہنچ چکی تھی۔۔ دو دن بعد اسے ہوش آیا تھا لیکن وہ کچھ بتانے کے قابل نہیں تھی وہ ڈری ہوئی تھی۔۔ وہ تھوڑی دیر ہوش میں رہتی پھر گنودگی میں چلی جاتی اسکی حالت عجیب ہو گئی تھی وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ ایسا کیوں ہو رہا تھا۔۔ باقی سب فکر مند اور پریشان تھے۔

اس رات سب اسکے پاس کمرے میں موجود تھے۔۔ براق، ندا، ناصر جہانگیر، امن، شمروزاور باسل۔۔ جب اچانک براق کو کسی کی کال آئی تھی وہ اٹھ کر باہر چلا گیا کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو اسکے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا، وہ ناصر جہانگیر کو باہر آنے کا کہتا پھر واپس چلا گیا ناصر جہانگیر نے ندا جہانگیر سے بھی اٹھنے کا کہتے باہر کی جانب قدم بڑھادئے۔۔ امن، شمروزاور باسل گلٍلالہ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے ان میں سے کسی نے بڑے تینوں کا یوں اچانک اٹھ کر باہر چلے جانا نوٹ نہیں کیا تھا لیکن گلٍ دیکھ چکی تھی اسے عجیب ساخوف آیا۔۔ ایسا کیا تھا جو وہ لوگ یوں باہر چلے گئے تھے۔۔؟؟

باہر ندا جہانگیر بینچ پر پریشان سی بھیٹی تھیں، ناصر جہانگیر اور براق ڈاکٹر سے بات کر رہے تھے کافی دیر تک وہ ڈاکٹر سے بحث کرتے رہے پھر پلٹ آئے۔۔

"کیا کہا ہے ڈاکٹر نے۔۔؟؟" ندا تیزی سی کھڑی ہوتیں براق کا بازو تھامتی پوچھنے لگیں، باسل نے ایک نظر ناصر جہانگیر کو دیکھا تو وہ سمجھتے سر ہلا گئے۔۔اب وہ ندا جہانگیر کو بتا رہے تھے جو بات ڈاکٹر نے انہیں بتائی تھی۔۔

"ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ ایسے پیشنٹ کو اسکی ذہنی حالت کے بارے میں بتانا اسے موت کے منہ میں ڈالنے کے مترادف ہے، ہمیں اسے ہاسپٹل میں ہی ایڈمٹ رکھنا پڑے گا جب تک کہ وہ ڈلکل دماغی طور پر ٹھیک نہیں ہو جاتی۔۔اور یہ بات اس سے بھی چھپانی ہو گی کہ اسکا دماغی توازن بری طرح بگھڑ چکا ہے اگر کچھ عرصہ مزید وہ اسی طرح رہی تو وہ پاگل ہو سکتی ہے پھر اسے اسائلم میں رکھنے کے آرڈرز آجائیں گے۔" وہ کہ کر چپ ہو چکے تھے ندا جہانگیر کا براق کا بازو تھاما ہوا ہاتھ گر گیا۔۔وہ سر نفی میں ہلاتیں ان دونوں کے چہروں کو دیکھ رہیں تھیں۔

"یہ جھوٹ ہے، ایک حادثہ اسے کیسے دماغی طور پر پاگل کر سکتا ہے، یہ کیسے ممکن ہے۔۔؟؟ وہ اتنی کمزور نہیں ہے میری بیٹی اتنی کمزور نہیں ہے۔۔۔ براق۔۔۔" وہ چلائی تھیں۔۔ براق نے انہیں کندھے سے تھام لیا۔۔

"پریشان نہیں ہوں پھوپھو۔۔ ہم سب ساتھ ہیں سب ٹھیک ہو جائے گا وہ ٹھیک ہو جائے گی۔۔ ہم اسے کہیں نہیں جانے دیں گے۔۔" وہ انکے ماتھے کو چومتا یقین دلا رہا تھا لیکن ندا جہانگیر مسلسل رو رہی تھیں۔۔

***

آج باسل جہانگیر کی لندن کی فلائیٹ تھی، وہ لوگ ائیر پورٹ آچکے تھے، فلائیٹ کا ٹائم ہوا تو وہ سب سے ملتا ایک الوداعی نظر ان سب پر ڈال کر آگے بڑھ گیا، اسکے چاروں دوست بھی آئے تھے، اسکے یوں چلے جانے پر سب کی آنکھیں نم تھیں۔۔ براق آخری وقت تک اسکی پشت کو دیکھتا رہا اسکا دل ہول رہا تھا۔۔ ایک بے چینی دل میں موجود تھی، دل اور دماغ عجیب کشمکش میں تھے۔۔ پھر وہ پلٹ گیا۔۔ اور براق کی آنکھ سے ایک قطرہ پھسلتا بئیر ڈ میں جذب ہو گیا۔۔

"میں جانتا ہوں تم جب واپس آؤ گے مجھ سے نفرت کرو گے لیکن میں بس تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔۔ اس تکلیف میں جو میں پانچ سال سے سہ رہا ہوں۔۔ امید ہے جب تم لوٹو تو شاید وہ تمہارے ذہن سے نکل جائے۔۔" وہ باسل سے دل ہی دل میں کہتا نداجہانگیر کا ہاتھ تھامے آگے بڑھ گیا۔۔

کچھ وقت پہلے اسے علم ہوا تھا کہ رودابہ کی شادی اسکی پھوپھو کے بیٹے سے تہ ہے اور وہ جانتا تھا باسل کا رودابہ سے ضرور کوئی نہ کوئی تعلق ہے لیکن محبت ہے یہ بات اسے تب معلوم ہوئی جب اس نے رودابہ کے لیے اپنے بھائی کو بریسلیٹ آرڈر کرتے دیکھا باسل کسی کو تحفہ نہیں دیتا تھا سوائے بہت خاص لوگوں کے اسکی زندگی میں خاص لوگ تو نداجہانگیر اسکی ماں کی جگہ اور براق اسکا بھائی تھا یا ناصر جہانگیر اسنے کسی لڑکی کے لیے اتنا قیمتی تحفہ منگوایا کیوں۔۔؟؟ پھر وہ کوئی عام لڑکی تو نہیں ہو سکتی تھی اور براق نے اس پر نظر رکھوانی شروع کردی اسکا بھائی اس لڑکی کے لیے تین دفع فلاور شاپ پر جا چکا تھا وہ اسکی خفاظت کو لے کر پریشان تھا۔۔ وہ ہمیشہ رودابہ کے گھر کے ائیریا کی جانب زیادہ پایا جاتا تھا۔۔

یہ سب سُن کر اسنے محسوس کیا کہ پانی سر سے گزر چکا ہے اگلے دن وہ جمشید رضا سے ملنے انکے آفس چلا گیا۔۔ اسنے بہت آرام سے ان سے باسل اور رودابہ کے رشتے کی بات کی یہ جانتے ہوئے بھی کہ انکی بیٹی کی شادی اگلے ماہ ہے وہ ان سے انکی بیٹی کا رشتہ اپنے بھائی کے لیے مانگ رہا تھا۔۔

جمشید رضا نے کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد آہستہ سے انکار کر دیا۔۔ شادی کے کارڈ بٹ چکے تھے ساری تیاریاں مکمل تھیں تو پھر وہ ایسا کوئی قدم کیوں اٹھاتے یہ انکی عزت کا سوال تھا جسکا جواب وہ نہیں میں دے چکے تھے اور براق سمجھ گیا کہ اب ہاں ہونا ممکن نہیں ہے اس رات گھر واپس آکر اسنے باسل سے بات کی اور پھر اچانک اسے لندن پڑھنے کا کہہ دیا حیرت انگیز طور پر باسل مان گیا تھا لیکن براق کا دل مزید پریشان ہو گیا تھا کیونکہ وہ باسل کو یقین دلا چکا تھا کہ اسکے واپس آتے ہی وہ اسکی شادی رودابہ سے کروائے گا لیکن رودابہ کی شادی تو اگلے ماہ تھی۔۔ یہ بات وہ چاہتے ہوئے بھی باسل کو نہیں بتا سکا اور پھر باسل چلا گیا۔۔

اسکے کندھوں پر اپنے بھائی کی محبت چھین لینے کا دکھ تھا جب کہ باسل تو اس یقین کے ساتھ گیا تھا کہ جب وہ لوٹے گا تو اسے رودابہ جشید اپنی محرم کی صورت ملے گی۔۔ قسمت نے عجیب کھیل کھیلا تھا اور براق جہانگیر کو ایک بار پھر پچھتاوے

کی گہرائیوں میں دھکیل دیا۔۔اسے دُکھ تھااور بہت دُکھ تھا کیونکہ محبت کرنے والے کسی دوسری کا دکھ سمجھ سکتے ہیں،وہ ہر گز نہیں چاہتا تھا کہ باسل جہانگیر کا دل ٹوٹے کم از کم کچھ عرصہ ہی سہی وہ یہاں سے اگر دور رہتا تو شاید اسے رودابہ کی شادی کے بارے میں علم نہ ہو پاتا۔۔

ابھی اور بھی بہت مسئلے تھے وہ مسلسل گلِ کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا دوسری طرف امن اور شمروز بھی ان مجرموں کے پیچھے پڑ چکے تھے جو اس سب میں ملوث تھے۔۔ جلد یا بدیر انادم سامنے آنے ہی والا تھا۔۔

***

"پہلے کسے چیک کرنا ہے۔۔؟" اینارہ نوٹس بورڈ پر لگی تصویروں کو دیکھتی شمروز سے پوچھ رہی تھی۔۔

"امر ینے کے بھائی۔۔اشعر علی کو۔۔وہ اسکی موت کے بعد سے ایک گم نام زندگی گزار رہا ہے۔"اسنے اشعر علی کی تصویر پر دائرہ لگایا تو اینارہ سر ہلا گئی۔

"میں دو دن اور ایک رات میں تمہیں رپورٹ کروں گی۔۔"کہتی وہ سلوٹ کر کے باہر کی جانب بڑھ گئی تو شمروز نے اچانک اسے پکارہ۔۔

"اینارہ اکمل۔۔"اسکی پکار پر وہ مڑی پھر شریر سا مسکرائی۔

"کہو شمروز جہانگیر۔۔؟؟"وہ چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھتی سوال کر رہی تھی، کمرے کے ایک کونے میں کھڑے امن نے بہت غور سے ان دونوں کے چہروں کے تاثرات دیکھے تھے۔

"کسی کی ہڈیاں مت توڑنا تمہیں انسانوں کی جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا جا رہا ہے یہ یاد رکھنا۔۔"وہ ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد کہ گیا اور اینارہ کا چہرا غصے

سے ایک دم سرخ پڑا۔۔اسنے پاس پڑا ٹشو پیپں اٹھا کر تیزی سے شمروز کی جانب پھینکا تھا۔۔

"بے مروت آدمی۔۔ تمہاری ہڈیاں تو میں آکر توڑوں گی۔"وہ سرخ چہرا لیے یہی بڑبڑاتی باہر جا چکی تھی پیچھے امن کا قہقہ کمرے میں بے اختیار گھونجا تھا۔۔وہ سر نفی میں ہلاتا شمروز کی سنجیدہ شکل پر بری طرح ہنستا اسکے پاس آکھڑا ہوا۔۔

"اچھا تو تم بے مروت بھی ہو بتایا نہیں کبھی تم نے۔۔؟"وہ طنز کر رہا تھا شمروز نے ہجل ہوتے اسکی کمر میں گھونسہ مارتے اسے گھورتے نوٹس بورڈ کی جانب اشارہ کیا۔۔

"تم اس شخص کا پتا لگواؤ ہے تو یہ امرینے کا دور کا کزن لیکن مجھے اسکا اس سب سے کوئی تعلق محسوس ہو رہا ہے اسے کیوں اسکے باپ کے بعد اتنی جلدی میئر بنا دیا گیا ساری جائیداد کا اکلوتا وارث ہے یہ۔۔؟؟"وہ نوٹس بورڈ پر لگے ایک

چہرے پر دائرہ کھینچ گیا امن نے وہ چہرا دیکھا بلاشبہ وہ ایک خوبصورت شخص تھا اسکی آنکھوں کا رنگ سیاہ نہیں تھا بلکہ تھوڑا عجیب تھا۔۔بہت غور کرنے پر معلوم ہوتا تھا اسکی آنکھوں کا رنگ ہلکا سبز تھا۔۔ بلکل ہلکا سا سبز۔۔وہ تصویر دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔۔

"ٹھیک ہے کل تک پتا چل جائے گا۔۔" کہتا وہ کمرے سے نکل گیا۔۔ باہر آتے اسے گل لالہ کا ایک بار کہا گیا جملہ یاد آیا تھا۔۔

"جس ماسک مین نے میرا ایکسیڈنٹ کیا تھا اسکی آنکھوں کا رنگ سبز تھا۔" لیکن پھر وہ سر جھٹک گیا۔۔دنیا میں سبز آنکھوں والا ایک ہی شخص تھوڑی نہ تھا،وہ بھول گیا کہ امرینے کے کیس میں سبز آنکھوں والا شخص ایک ہی ہو سکتا تھا۔

وہ اندھیرے کمرے میں کھڑا بہت غور سے بورڈ پر لگی ایک تصویر دیکھ رہا تھا اس تصویر میں موجود شخص کے چہرے کے خدوخال اس جیسے تھے مکمل نہیں لیکن

کافی حد تک اس جیسے خدوخال والا شخص۔۔وہ کون ہو سکتا تھا۔۔؟؟شمروز جہانگیر جانتا تھا کہ وہ شخص کون ہے۔۔وہ بہت پہلے جان گیا تھا کہ اس ساری سازش سے انکے خاندان کا کوئی ایسا تعلق ضرور تھا کہ سب اتنی بری طرح پلین کیا گیا۔۔بھلا کوئی ایک قتل کے لیے انکی پوری فیملی کو کیوں برباد کرنا چاہے گا وہ بھی تب جب ان کا اس قتل سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔۔؟؟وہ پلٹا اس نے کیبنٹ سے فائل نکالی اب وہ وہاں لکھی تحریر پڑھ رہا تھا۔۔

"سمیر کامران۔۔کامران گروپ آف انڈسٹریز کے پہلے وارث تھے انکے دو بھائی تھے، سرمد اور ایان۔۔ایان کامران کی دوسری شادی سے تھا لیکن سمیر کامران کا درجہ سب سے الگ تھا وہ خاص تھا کیونکہ وہ ایک اچھا بیٹا ایک اچھا بھائی تھا۔۔زندگی کے ہر ٹیسٹ میں پاس ہو جانے والا شخص جس کی ذہانت لوگوں کے چودہ طبق روشن کر دیا کرتی تھی اسکے سامنے کامران لودھی کو کچھ نہیں دکھتا تھا اپنے باقی دو چھوٹے بیٹے بھی نہیں زندگی پر سکون اور ہنسی خوشی گزر رہی تھی، جب ایک دن سمیر کامران ندا جہانگیر سے ملے جہانگیر گروپ آف کمپنیز

کے مالک کی بیٹی اور انکے دوست کی بہن۔۔۔ندا جہانگیر وہ بھی انکی ہی طرح ذہانت میں اول تھی جس دن انکی ڈیل جہانگیر گروپ سے ہوئی اس کے بعد سے وہ ہر بار ممکن کوشش کرتے کہ ندا سے مل سکیں میٹنگ کے بہانے یا اپنے دوست کے گھر جا کر۔۔اسی طرح ایک سال گزر گیا ندا کو بھی وہ اچھے لگنے لگے تھے وہ دونوں ایک جیسے تھے ایک ہی سوچ ایک ہی مقصد ایک ہی منزل کے دو مسافر اور پھر انہیں اپنی زندگی کا فیصلہ کرنا تھا دونوں نے ایک دوسرے کو چن لیا زلطان جہانگیر یعنی ندا کے بھائی انکے لیے راضی تھے لیکن کامران لودھی وہ اس رشتے پر کسی صورت راضی نہیں ہو رہے تھے کیونکہ سمیر کامران کی منگنی بچپن سے تہ تھی اب ندا سے محبت میں وہ اپنی منگنی بھول چکے تھے بلکہ وہ اپنی کزن سے مل کر یہ منگنی توڑ چکے تھے ایک دن میں ایسا کیا ہو گیا کہ کامران لودھی سمیر کے خلاف ہو گئے وہ اسے جائیداد سے آق کر دینے تک کی دھمکی دے چکے تھے لیکن سمیر نہیں مانا اسنے ندا کے بھائی کی موجودگی میں ندا سے نکاح کیا اور اپنا گھر بار چھوڑ کر ایک چھوٹے سے کاٹیج میں رہنے لگا۔۔۔

وہ زلطان جہانگیر کے ساتھ انویسٹمنٹ کر چکا تھا اب زلطان کی کمپنی میں اسکے بھی شئیرز تھے وہ بھی اس کمپنی کا مالک تھا کامران لودھی کی جانب سے وقت کے ساتھ ساتھ دھمکیاں آنے لگیں وہ اسکی بیوی کو مروا دینے کی دھمکی دیتے تھے۔۔

دو سال بعد اسکے گھر بیٹا ہوا وہ بہت خوش تھا وہ اپنے بیٹے سے اپنے بابا کو ملوانے گیا لیکن اس پر اسکے اپنے گھر کے دروازے بند کر دیئے گئے اسے کہا گیا کہ وہ ندا کو چھوڑ دے اور اپنے بیٹے کو یہاں لے کر آجائے تو وہ اسے قبول کر لیں گے ورنہ وہ اسکی اولاد کی شکل تک نہیں دیکھیں گے وہ واپس لوٹ آیا۔۔

اسنے اپنے کیرئیر پر محنت شروع کر دی ندا کے ساتھ مل کر اسنے ایک کمپنی کی شروعات کی دونوں کی ذہانت اور محنت تھی کمپنی دنوں اور مہینوں میں کامیابی کی بلندیوں پر پہنچ گئی پھر تقریبا پانچ سال گزر گئے سب ٹھیک ہو گیا اسکی فیملی ایک

ہیپی فیملی تھی بیوی بچہ اسی دوران میں اللہ نے سمیر کامران کو ایک بیٹی سے نوازہ تھا۔

اس دن وہ پھر سے گیا اپنے بابا سے ملنے ان کو اپنی اولاد دکھانے ایک بار پھر سے معافی مانگنے لیکن اسے پھر سے دھتکار دیا گیا اور اس بار وہ سہ نہیں سکا تھا اسے ہارٹ اٹیک آیا ندا پر تو قیامت ٹوٹ پڑی تھی لیکن اسکے ساتھ زلطان جہانگیر تھا اسنے سب سمبھال لیا وہ لوگ ندا کے گھر کے پاس میں شفٹ ہو گئے وقت پر لگا کر اڑا سمیر پھر کبھی اپنے گھر واپس نہیں لوٹا تھا وہ سمجھ گیا تھا کہ اسکے اپنوں کے دل سخت نہیں تھے بلکہ پتھر تھے جو اب کبھی نہیں پگھلنے تھے۔۔۔

اسکی بیٹی وہ بہت پیاری تھی سرخ بالوں والی چھوٹی سی گڑیا وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتا تھا لیکن وہ اپنی بیٹی کے برے نصیب سے ڈرتا تھا اسنے اپنی بیٹی کے لیے ہمیشہ ہر چیز کو پیچھے چھوڑ دیا وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اسکا سر دباتی تھی تو سمیر کامران کو دنیا جنت محسوس ہوتی تھی، اسے شمروز سے بھی بہت پیار تھا لیکن گلۂ

لالہ خاص تھی چھوٹی سی لاڈلی سی گڑیا اور پھر اس دن بھی وہ گل لالہ کے لیے اسکی فرمائش پر کیٹ لینے گیا تھا لیکن واپسی میں اسکی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا نہ گل لالہ کی کیٹ آئی اور نہ ہی اسکے پرنس بابا وہ چھے سال کی تھی اور شمروز بارہ سال کا نداجہانگیر سمیر کی موت کے صدمے سے کبھی ابھر نہیں سکی تھیں۔۔

کامران لودھی کو اپنے بیٹے کی موت کی خبر ابھی نہیں ہوئی تھی کچھ ماہ بعد وہ اپنے بیٹے کو واپس گھر لے جانے کے لیے انکے گھر آئے لیکن سمیر کی موت کی خبر سنتے انکی ذات ریزہ ریزہ ہو گئی اس دن غرور ٹوٹ گیا انا مٹی میں مل گئی وہ اپنے بیٹے کی موت کی خبر سن کر اگلے دن سانسیں ہار گئے تھے اور یوں سمیر کی فیملی سے ہمیشہ کے لیے جہانگیرز کا رشتہ ختم ہو گیا۔۔

زلطان جہانگیر اور انکے بچے باسل اور براق وہ دونوں گل لالہ اور شمروز سے کافی اٹیچ تھے ،وقت پر لگا کر اڑ گیا زلطان نے پاکستان میں اپنا بزنس سیٹل کر لیا تھا برازیل میں صرف ندا اور سمیر کی کمپنی تھی جسے وہ ہینڈل کرتا تھا پاکستان میں

ناصر جہانگیر تھے، جس دن زلطان اپنی بیوی کے ساتھ کچھ وقت کے لیے پاکستان آیا ناصر جہانگیر ندا اور بچوں کے پاس چلے گئے انہوں نے شادی نہیں کی تھی کیونکہ کچھ سال پہلے انکا دل ٹوٹا تھا سو وہ اب اکیلے تھے اپنی بہن اور بچوں کے لیے وہ برازیل جا چکے تھے۔۔

زلطان اور نگین چھ ماہ سے پاکستان میں تھے جب اچانک ایک دن انکے انتقال کی خبر آئی تھی یہ جہانگیر فیملی پر شاید سب سے بڑی آزمائش تھی انکا سربراہ نہیں رہا تھا ندا بچون کو لے کر پاکستان آئیں اور کفن دفن کے کچھ دن بعد وہ لوگ واپس چلے گئے اور ماضی پھر راز بن کر رہ گیا۔۔

کچھ لوگ حصہ زندگی سے اچانک سے قصہ زندگی ہو جاتے ہیں اور یہ سفر مشکل ترین سفر کہلاتا ہے جو ہمیں ہمارے اپنوں سے دور کر کے یادیں تحفے میں دے دیتا ہے، انسان زندگی یادوں کے سہارے گزارتا گزارتا آخر ایک دن ختم ہو جاتا ہے لیکن وہ لمحے واپس نہیں آتے لوگ واپس نہیں آتے۔

# *بابِ سکوت*

# *از قلم مریم راجپوت*

## Episode No.13

"واؤ۔۔رودابہ تم تو چاند لگ رہی ہو۔۔" خدیجہ اسکے پاس کھڑی اسے مہندی کے جوڑے میں سجا دیکھ کر کہہ رہی تھی۔۔رودابہ نے ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھا پھر مسکرا دی۔۔ مسٹرڈ کلر کا جوڑا پہنے بالوں کی چٹیا بنائے اس میں بیٹس لگائے گئے تھے میک اپ بہت ڈارک بھی نہیں تھا اور بہت لائٹ بھی نہیں۔۔وہ بہت عرصے بعد یوں تیار ہوئی تھی تو روپ نکھر کر آیا تھا۔

"تمہاری دوستیں آگئی ہیں روادابہ۔۔" مما کمرے میں داخل ہوتی کہ رہی تھیں اور پھر اسے دیکھ کر وہ رُک گئیں آنکھوں میں آنسوں جھلملائے تھے۔۔اسے پیار سے گلے لگاتیں اب وہ اسکا ماتھا چوم رہی تھیں۔

اتنی دیر میں نرمین اور صنم کمرے میں آچکی تھیں اب وہ ان سے مل رہی تھی، تھوڑی دیر بعد مہندی کی رسم کے لیے اسے نیچے لے جایا گیا، مہندی میں لوگ زیادہ نہیں تھے اور یہ روادابہ کی فرمائش تھی کہ زیادہ لوگوں کو نہ بھلایا جائے اسے زیادہ لوگوں کی موجودگی سے الجھن محسوس ہوتی تھی وہ چاہتی تھی صرف قریبی دوست اور فیملی میمبرز ہوں اور اسکی اس خواہش کا احترام کیا گیا۔۔

مہندی کی رسم شروع ہوئی اور تب ہی پھوپھی مہندی لے کر آگئیں وہ اس پر صدقے واری جارہی تھیں، کافی دیر تک مہندی کا فنکشن جاری رہا ٹپے گائے گئے، لڑکیاں ڈف بجاتی گانے گنگھنا رہی تھیں، پورا گھر مہندی کی خوشبو سے بھرا ہوا تھا، لائٹنگ سے ہر طرف سجاوٹ کی گئی تھی۔۔رات کے گیارہ بج چکے تھے

لیکن ابھی تک سب لان میں بھیٹے خوش گپیوں میں مصروف تھے بچے بڑے بزرگ، نرمین اور صنم بھی اسکے پاس ہی بھیٹی ہوئی تھیں۔

اچانک نرمین اور صنم کے فون پر بیل ہونے لگی دونوں نے کال اٹھائی تو ارقم اور نبراس کی کانفرنس کال تھی جس میں باسل بھی تھا۔۔وہ دونوں رودابہ کے ارد گرد بھیٹی تھیں اور وہ درمیان میں تھی، ویڈیو کال تھی اور ان دونوں کو یوں سجا ہوا دیکھ کر باسل کو خیرت ہوئی تھی۔۔

"تم لوگ رات کے اس پہر تیار ہو کر کیوں بھیٹی ہو۔۔؟؟"اسنے مصروف انداز میں سوال کیا وہ شاید کوئی کام کر رہا تھا۔۔

"ہم شادی پر آئے ہیں۔۔"نرمین نے جواب دیتے رودابہ کی جانب ایک لمحے کے لیے کیمرا کیا صرف ایک لمحے کے لیے اور پھر موڑ دیا لیکن اسی ایک لمحے

باسل جہانگیر کا دیہان سکرین کی جانب نہیں تھا وہ نہیں دیکھ سکا کہ Bried of the Day کون تھی۔۔؟؟

"کس کی شادی۔۔؟؟" باسل نے سوال کیا۔۔

"ہو گی کوئی دوست یاران کی کون سا کم دوستیں ہیں۔۔" ارقم نے تیزی سے بات بدل دی۔۔اسے براق کی ائرپورٹ پر کہی گئی بات یاد تھی وہ ان چاروں کو سختی سے منع کر چکا تھا کہ باسل سے روداب سے متعلق کوئی بات نہ کریں، کیوں۔۔؟؟ یہ بات صرف نرمین اور صنم جانتے تھے ارقم اور نبراس نہیں۔۔

"پھر بھی کس کی شادی ہے بتاؤ۔۔شاید میں جانتا ہوں۔۔" اسنے سکرین پر نظریں جمائے کہا۔۔دل زور سے دھڑکا تھا۔

"تم نہیں جانتے۔۔" صنم نے کہ کر نزمین کو اشارہ کیا تو وہ لوگ اٹھ کر اندر کی جانب بڑھ گئے، باہر رودابہ جمشید مہندی کی دلہن کے جوڑے میں بھیٹی اپنے کانمپتے ہاتھوں کو چھپا رہی تھی، دل شدت سے رونے کا چاہ رہا تھا۔۔ باسل کی آواز سن کر اسے لگا کہ وہ ضبط کھودے گی وہ رودے گی آخری ملاقات یادگار تھی۔۔اور اب اگر اسے پتا چلتا کہ رودابہ کی شادی ہو رہی ہے تو وہ کیا سوچتا۔۔؟؟ اندر ہی اندر وہ خود کو بہانے دے رہی تھی لیکن دل جانتا تھا کہ وہ اس شادی سے خوش نہیں ہے۔۔

اسنے اپنی محبت کو اپنی واحد چاہ کو کھودیا تھا وہ اس انسان کی محبت کبھی نہیں پا سکی تھی جس کی محبت وہ چاہتی تھی جسے وہ چاہتی تھی اور اب جو مل رہا تھا وہ اس پر صبر کرنا چاہتی تھی لیکن دل۔۔ دل کہیں سکون نہیں پا رہا تھا دل صبر نہیں کرنا چاہتا تھا، دل صبر کرنا جلدی نہیں سیکھ سکتا اسے خادثے سیکھاتے ہیں روگ بدلتے ہیں اور تکلیف کی شدت سخت کر دیتی ہے پھر یہ ذرا ذرا سے خادثوں پر گھٹن نہیں محسوس کرتا۔

مہندی کی رات آہستہ آہستہ سرک رہی تھی صبح کا اجالا پھیل رہا تھا سورج روزانہ کی طرح طلوع ہوا تھا لیکن آج کا سورج تھوڑا مختلف تھا، زیادہ خبس زدہ اور تپتا ہوا صبح آٹھ بجے وہ پارلر کے لیے نکلی تھی اور اب دن کے گیارہ بج چکے تھے اسکا میک اپ ہو چکا تھا وہ بلکل تیار کھڑی تھی۔

"خوبصورتی کیا ہے۔۔۔؟؟" تم اگر مجھ سے اس وقت پوچھو تو میں کہوں آئینے کے سامنے دلہن کے سرخ جوڑے میں کھڑی رودابہ جمشید۔۔

"یہ لمحہ کیسا ہے۔۔؟؟" تم اگر مجھ سے پوچھو تو میں کہوں ایک سخت ترین اور بے بس لمحہ جب ایک سرخ دلہن کے جوڑے میں کھڑی لڑکی کسی ایسے شخص کو سوچ رہی ہے جو اس کا ہونے والا شوہر نہیں ہے جو اس کا نصیب نہیں ہے لیکن وہ اس کی محبت ہے۔۔۔!!

میں

کسی غیر معروف

آرٹسٹ کا

بے دلی میں بنایا گیا

وہ آخری چند لکیری خاکہ ہوں،

جسے اہلِ معرفت

کے ناداں

فن کی معراج

کہتے ہیں۔۔

***

اسے لندن آئے چھے دن گزر چکے تھے آج اسے یونیورسٹی جانا تھا صبح صبح اٹھ کر تیار ہوتا وہ اپارٹمنٹ سے نکلتا پارکنگ کی جانب بڑھ گیا۔۔ سردی کی شدت سخت تھی لیکن اس پر فرق نہیں پڑ رہا تھا اسنے اپنی ہیوی بائیک سٹارٹ کی اور

لندن کی ہوا نے باسل جہانگیر کے چہرے کو تیزی سے چوا بائیک کی رفتار کے ساتھ ساتھ سردی بڑھ رہی تھی پندرہ منٹ کے فاصلے پر یونیورسٹی تھی۔۔

اگلے کچھ لمحوں بعد اسکی ہیوی بائک نے یونیورسٹی آف لندن کا گیٹ پار کر لیا، اس بلند و بالا صدیوں سے کھڑی عمارت نے اس نئے آنے والے وجود کو سر جھکا کر خوش آمدید کہا تھا اور اسی لمحے برف باری شروع ہو گئی۔۔

وہ بائیک پارک کرتا کندھے پر بیگ لٹکائے فون پر وقت دیکھتا تیزی سے اندر کی جانب بڑھ گیا۔۔یونی کے میپ پر وہ اپنا ڈیپارٹمنٹ دیکھ چکا تھا میپ فالو کرتے وہ مختلف راہداریوں کو کراس کرتا کلاس میں پہنچ چکا تھا۔

کلاس کھچا کھچ لوگوں سے بھری ہوئی تھی تقریباً ہر مذہب ہر ملک کے لوگ موجود تھے طرح طرح کی بولیاں، تہذیب سب الگ تھا۔۔اسنے قدم دوسری

روکی تیسری نشست کی جانب بڑھائے جو خالی تھی اب وہ فون پر پہلی کلاس کا وقت دیکھ رہا تھا جسے شروع ہونے میں دس منٹ رہ گئے تھے۔

"اسلام وعلیکم آپ پاکستان سے ہیں۔۔؟؟" کسی کی آواز پر وہ مڑا اسکی پچھلی نشست پر ایک لڑکا جو خلیے سے پاکستانی نہیں لگتا تھا پوچھ رہا تھا باسل سر ہلا گیا۔۔

وعلیکم سلام۔۔ بلکل۔۔" کہ کر وہ چہرا موڑ گیا۔

"ماننا پڑے گا پاکستان کے لڑکے کتنے خوبصورت ہوتے ہیں۔" ایک اور آواز آئی تھی اس بار اسنے مڑ کر نہیں دیکھا کیونکہ وہ آواز کسی لڑکی کی تھی۔۔

"صوفی شرم کرو۔۔ مسلمز سے ایسی بات نہیں کرتے وہ برا مان جاتے ہیں۔" اسے سلام کرنے والے لڑکے نے اس لڑکی کو جھڑکا۔

"میں نے تو تعریف کی ہے اب کوئی تعریف کو بھی برا مانتا ہے تو میرا کیا قصور ہے۔۔؟" وہ لڑکی بے نیازی سے کہ کر چپ ہو گئی۔۔

"انکے اسلام میں کسی لڑکا کا لڑکے سے بات کرنا منع ہے۔۔" لڑکے نے اسے دلیل دی۔۔ تو وہ کر جھٹک گئی۔۔ اگلے لمحے باسل کے سامنے ایک ہاتھ لہرایا۔۔

"ببل گم کھاؤ گے مسلم لڑکے۔۔ یا یہ بھی تمہارے اسلام میں منع ہے۔۔؟؟" وہ اسی کو کہ رہی تھی اسنے اب تک مڑ کر اس لڑکی کو نہیں دیکھا تھا نہ ہی اس لڑکی نے اسکا چہرا دیکھا تھا۔

"میرے اسلام میں منع نہیں ہے لیکن میں اجنبیوں سے چیزیں لے کر نہیں کھاتا۔" اسنے مڑ کر اس پر صرف ایک نگاہ ڈال کر کہتے چہرا واپس موڑ لیا۔۔

پچھلی نشست پر بھیٹی ہاتھ میں ببل گم کا پیکٹ پکڑے لڑکی منجمند رہ گئی تھی۔۔۔اسکا منہ کھلا رہ گیا آنکھیں ساکت۔۔اور دل کی دھڑکن حد سے زیادہ تیز ہو گئی۔۔آگے بھیٹا مرد صرف حسین نہیں تھا وہ بے حد حسین تھا براوالا حسن تھا وہ پہلی جھلک میں صوفی صاحبہ کو ڈھیر کر چکا تھا۔۔

"منہ بند کرلو ورنہ مکھی اس کنویں میں چلی جائے گی۔۔"پروفیسر کلاس میں آچکے تھے،ساتھ بھیٹے لڑکے نے صوفی کو کہنی مارتے سر گوشی کی تو وہ بد خواسی سے ہوش میں آئی۔

کنویں میں تو صوفی گر گئی۔۔اس مسلم لڑکے کے پیار کے کنویں میں۔"وہ اسکی جانب جھکتی سر گوشی کر گئی۔۔لڑکے نے سر اٹھا کر صوفی کو گھورا اور پھر ساری توجہ پروفیسر کی جانب کرلی جانتا تھا کہ ساتھ بھیٹی لڑکی کے ڈرامے ختم نہیں ہوں گے۔

***

''کیا آپ کی بیٹی آج سے چھے ماہ پہلے اکیس اکتوبر کو اغواہ ہوئی تھی۔۔'' پولیس انسپیکٹر جمشید رضا کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔

''ہاں ہوئی تھی لیکن اسی رات اسے بچا لیا گیا آپ اس بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔ ہم نے تو کوئی ریپورٹ نہیں کروائی۔؟؟'' جمشید رضا نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

''آپ کی بیٹی پر دھوکہ دینے کا الزام ہے ایک شریف لڑکے سے آپ اپنی اغواہ شدہ بیٹی کا نکاح بغیر بتائے کر رہے ہیں۔'' انسپیکٹر نے سخت لہجے میں کہتے ایک کاغذ نکال کر جمشید رضا کی جانب بڑھایا۔۔

وہ کاغذ پر لکھی تحریر پڑھتے لڑکھڑائے تھے۔۔وہ رودابہ کے خلاف ایف آئی آر تھی دوسرا کاغذ تھام کر انہوں نے وہ کھولا تو اگلے لمحے انکے ماتھے پر پسینے چمکنے لگے تھے، یہ انکی بیٹی کے خلاف دھوکہ دہی کر کے شادی کرنے کے جرم میں اریسٹ وارنٹ تھا اور تاریخ۔۔۔وارنٹ کی تاریخ ایک دن پہلے کی تھی۔۔ایف آئی آر لکھوانے والے کا نام انہوں نے پڑھا تھا۔۔وہاں راسم حیات صاف لفظوں میں لکھا ہوا تھا۔۔یعنی یہ سب پلینڈ تھا۔۔ایک دھوکہ ایک فریب۔۔؟ !!

"کچھ کہنا چاہیں گے آپ۔۔؟؟"انسپیکٹر نے سوال کیا تو وہ چند لمحوں کے لیے خاموش رہے۔

"جس نے ایف آئی آر لکھوائی ہے میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"وہ بس یہی کہہ سکے۔۔انسپیکٹر نے فون نکال کر کال ملائی پھر جمشید رضا کی جانب ترچھی نگاہوں سے دیکھتے فون پر کوئی بات کی اگلے چند لمحوں میں راسم دو پولیس اہلکاروں کے ساتھ انکے سامنے اکھڑا تھا۔

"مجھے اس سے اکیلے میں بات کرنی ہے۔۔"جمشید رضا نے ایک نظر راسم پر ڈالتے پولیس انسپیکٹر سے کہا تو اسنے راسم کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا جیسے اجازت چاہ رہا ہو راسم سر ہلا گیا تو وہ باقی اہلکاروں کو لے کر باہر نکل گیا اب وہاں صرف جمشید رضا اور راسم حیات کھڑے تھے۔

"میں آپ کی۔۔۔"اسنے کچھ بولنے کے لیے لب کھولے تھے لیکن اگلے لمحے گال پر پڑنے والا تھپڑ اسکا منہ بند کروا گیا تھا۔۔اب انہوں نے اسکا گریبان تھامتے اسے اپنی جانب جھکایا۔۔

"تمہیں میں اپنا بیٹا سمجھتا تھا لیکن تم نے میری ہی عزت نیلام کر دی۔۔؟"وہ غصے سے اسکے کان میں سرگوشی کرتے کہہ رہے تھے راسم نے پیچھے ہونا چاہا لیکن وہ نہیں ہو سکا۔۔وہ مزید کہہ رہے تھے۔۔

"تف ہے تم پر راسم حیات۔۔ خدا تمہیں غرق کرے۔۔" وہ کہتے اسکا گریبان چھوڑ گئے، راسم نے سرخ نگاہوں سے انہیں دیکھا پھر مسکرایا۔۔

"آپ کی بیٹی سے مجھے پہلے دن سے نفرت ہے شدید نفرت اور امی مجھے اس کے ساتھ باندھ دینا چاہتی تھیں میں انکو اس رشتے سے انکار نہیں کر سکا لیکن میں نے اقرار بھی نہیں کیا تھا، اب تو آپ کی بیٹی ایک رات باہر گزار کر آئی ہے اب اسے کیسے قبول کروں ماموں۔۔؟؟" وہ چہرے پر عجیب سی ہمدردی سجائے بولا تو جمشید رضا نے اسے نفرت سے دیکھا۔

"اس کے خلاف جو رپورٹ کروائی ہے واپس لو میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے نہیں کروں گا تم جیسے بدذات شخص کو تو اسکی پرچھائی بھی معلوم نہ ہونے دوں تم بات کرتے ہو کہ میں اسکا نکاح تم سے کرواؤں گا۔۔" وہ سرخ چہرا لیے بہت تحمل سے بولے تو راسم کا چہرا کھل اٹھا لبوں پر مزاق اڑاتی مسکراہٹ۔۔

"ایک رات اسنے گھر سے باہر گزاری تھی اب ایک رات جیل میں گزارے گی تو کیا فرق پڑے گا رہے گی تو بدکردار ہی۔۔وہ لڑکی جو دلہن بنی جھٹک دی گئی۔۔بدنصیب لڑکی۔۔"وہ بےپرواہی سے کہتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔پیچھے کھڑے جمشید رضانے تیزی سے اپنی جیب سے فون نکالتے کسی کو کال ملائی اگلے لمحے وہ کسی کو اپنی بات سمجھاتے باہر نکل گئے۔

"میں آپ کے ساتھ چلوں گا انسپیکٹر میری بیٹی کہیں نہیں مل رہی راسم حیات نے اسے کہیں غائب کر دیا ہے۔"وہ پولیس آفیسر سے کہ رہے تھے اور آفیسر نے ایک نظر راسم کو دیکھا پھر اسے بھی پولیس سٹیشن جانے کا کہتے گاڑی میں جمشید رضا کے ساتھ بھیٹا دیا۔۔

وہ پارلر میں تھی جب اسے پیغام ملا کہ بابا اسے لینے آچکے ہیں وہ خدیجہ کے ساتھ باہر آئی اور گاڑی میں بھیٹی اسی پل انکے پاس ایک اور گاڑی آکر رکی تھی، اس

گاڑی میں موجود شخص نے خدیجہ سے کچھ کہا تو وہ اسے سارا سامان پکڑاتی اس گاڑی میں رکھوانے کے بعد رودابہ کی جانب مڑی۔۔

"مجھے گھر جانا ہے تم اس ڈرائیور کے ساتھ ریسٹورنٹ چلی جاؤ وہاں نرمین اور صنم تمہارا انتظار کر رہی ہیں وہ تمہیں گاڑی سے پک کرلیں گی تب تک ہم سب پہنچ جائیں گے۔" کہتے اسنے رودابہ کو جوس کا کین پکڑایا اور پینے کا کہتی تیزی سے گاڑی کا دروازہ بند کرتی مڑ گئی۔۔روادبہ ہکی بکی سی بیٹھی رہ گئی۔۔

***

"تمہارے کہنے کا کیا مطلب ہے نرمین۔۔ تمہاری دوست کی شادی ہو رہی تھی لیکن اب تم کہ رہی ہو کہ اس کی شادی نہیں ہے۔۔" گلِ تیزی تیز ہاتھ چلاتی اپنے بال ڈرائیر سے خشک کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ نرمین کو دیکھ رہی تھی جو

مسلسل فون پر کسی سے رابطے میں تھی اچانک اسے کال آنے لگی تو وہ تیزی سے کال پک کرتی کان سے لگا گئی۔۔

"ہاں براق بھائی ہم بس پہنچ رہے ہیں، ارقم اسے پک کرنے گیا ہے وہ سیدھا آپ کے گھر لے کر جائے گا اسے۔۔" وہ دوسری طرف موجود شخص کو کہتی گلؔ کی جانب مڑتے اسے جلدی کا اشارہ کر گئی۔

گلؔ جو "براق" نام سنتی سُن سی کھڑی تھی سر پر چادر اوڑھ گئی۔۔اسکے ذہن میں اب ایک ہی سوال تھا،

نرمین کس براق سے بات کر رہی تھی۔۔؟؟

اگلے لمحے نرمین پلٹی فون کان سے لگائے اسنے گلؔ کو دیکھ کر قدم باہر کی جانب بڑھادئے۔۔

کچھ دیر میں وہ لوگ گیٹ پر کھڑی تھیں، ڈرائیور گاڑی لے آیا تو وہ گاڑی میں بھیٹتی ڈرائیور کہ پتہ سمجھا کر اب ایزی ہوتی کسی کو کال کرنے لگی۔۔

"تم لوگ کہاں ہو اب۔۔؟؟" وہ شاید ارقم کے ساتھ کال پر تھی۔۔

" ملے گے باسل کے گھر۔" کہتے

"براق کون ہے باسل کون ہے۔۔؟؟"گل لالہ نے پھر سوال کیا یہ سب اسکی سمجھ سے باہر تھا دل زور زور سے ڈھرک رہا تھا وہ دو نام کیسے ایک ساتھ ہو سکتے تھے کیا یہ وہی تھے۔۔؟؟اسنے دل ہی دل میں سوچتے فق ہوتے چہرے کے ساتھ سر جھکا لیا۔

"باسل میرا یونی کا فرینڈ ہے اور براق اسکے بھائی کا نام ہے ہم انہی کے گھر جا رہے ہیں ایک مسئلہ بن گیا ہے اسی لیے۔۔"زمین نے تحمل سے جواب دیا۔

"مجھے۔۔مجھے نہیں جانا۔۔مجھے یہیں اتار دو۔۔"وہ کانپتے ہوئے لہجے میں کہتی اسکا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

"کم آن۔۔ گل کیسی باتیں کرتی ہو میں کون سا تمہیں پھانسی کے پھندے پر چڑھانے لے جا رہی ہوں ہم رودابہ کے لیے جا رہے ہیں صرف۔۔" کہ کر اسنے سر جھٹکا تو گل لالہ کے ماتھے پر اب پسینے چھوٹنے لگے تھے۔۔

اسے ماضی کی دھندلی یادیں ستانے لگی تھیں۔۔اسے یاد تھا اس رات ہاسپٹل میں جب ندا اور ناصر جہانگیر کو براق باہر لے کر گیا تھا تو کیا ہوا تھا وہڈں پولیس آئی تھی گل لالہ کو امرینے کے قتل کے الزام پر گرفتار کرنے امرینے کی فیملی نے گل لالہ کی مینٹلی انسٹیبلیٹی کی رپورٹس دکھا کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ گل لالہ قاتل ہے۔۔۔ان سب پر قیامت آپڑی تھی جیسے۔۔ براق کسی صورت گل کو نہیں لے جانے دینا چاہتا تھا اسنے ہزار کوشش کے بعد پولیس سے ایک دن کا وقت لیا اور پھر اپنی طرف سے وکیل ہائر کیا کیس ہو چکا تھا عدالت میں سنوائی کی تاریخ دو دن بعد کی تھی۔۔

ان دو دنوں میں وہ لوگ سائے کی طرح گلِ کے ساتھ رہے اس عرصے میں وہ بے ہوش ہی تھی بیماری کی وجہ سے یا پتا وہیں کیوں لیکن وہ ہوش میں نہیں تھی، اگلے دو سنوائی تھی اور اس رات گلِ لالہ کے پاس ہاسپٹل میں صرف براق تھا۔

وہ اسکے پاس بھیٹا اسکے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا جب وہ نیم بے ہوشی میں تھی وہ اسکا ہاتھ تھامے بھیٹا تھا۔۔ کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آنے لگی تو وہ اسکے ماتھے پر لب رکھتا پیچھے ہوا۔۔ گلِ نے اسکا لمس واضع طور پر محسوس کیا وہ پہچان گئی تھی کہ اسکے پاس براق بھیٹا ہے، اب وہ اسکی ڈرپ لگی ہتھیلی پر لب رکھ رہا تھا اسنے محسوس کیا کہ وہ رو رہا ہے۔۔ دل میں درد اٹھا براق نہیں جانتا تھا کہ وہ ہوش میں ہے وہ اسکے کان کے قریب جھکتا کچھ کہ رہا تھا۔۔

"گلِ لالہ تم میری زندگی کو جینے کے قابل بناتی ہو تم نہ ہوتی تو میں یہ زندگی صرف گزارتا جی کبھی نہ سکتا۔۔ گلِ ٹھیک ہو جاؤ کہ ابھی بہت سے موسم ساتھ گزارنے ہیں، مجھے سنو کہ میں چاہتا ہوں تم مجھے سنو، مجھے دیکھو کیونکہ میں چاہتا

ہوں کہ تمہاری آنکھیں مجھے دیکھ سکیں مجھے پکارہ کہ میری سماعت تمہیں سننے کے لیے ترس رہی ہے یوں سزا مت دو۔۔خود سے محبت کرنے والوں کے لیے خاموشی کی سزا مت چُنو گل۔۔" براق جہانگیر نے اظہار کر دیا تھا۔

گنودگی میں لیٹی چھوٹی لڑکی یہ سُن چکی تھی اسنے خواہش کی کہ وہ ٹھیک ہو سکے وہ اسے ہمیشہ سُن سکے وہ براق جہانگیر کو ہمیشہ دیکھ سکے وہ ہمیشہ اسکی نظروں کے سامنے رہے وہ اس کے ساتھ شرارتیں کر سکے اسنے خواہش کی کہ وقت مڑ جائے اور وہ سب ٹھیک ہو جائے جو ایک رات بگاڑ چکی تھی۔

اسکی آنکھ سے ایک آنسوں نکل کر بہ گیا سرخ بال تکیے پر بکھرے ہوئے تھے اور آنکھیں نیم وا تھیں اسکے پاس سر اسکے ہاتھ پر جھکائے بھیٹا مرد دھیمی آواز میں سرگوشیاں کر رہا تھا اور وہ سُن وہیں پا رہی تھی اس لمحے اسنے خود کو پھر سے خوش و خرد سے بیگانہ ہوتا محسوس کیا اگلے لمحے وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔۔۔

وہ کافی دیر بعد اسکے پاس سے اٹھا، اسکی آنکھیں سرخ تھیں لب ضبط سے بھینچے ہوئے تھے، ماتھے پر بکھرے بال وہ خوبرو مرد واقعی تکلیف میں محسوس ہوتا تھا، اسنے قدم کمرے میں پڑے صوفے کی جانب بڑھائے جہاں اسکا فون پڑا بج رہا تھا اب وہ فون کان سے لگاتا سگنلز نہ ہونے کی وجہ سے باہر کی جانب بڑھا تھا۔۔

وہ باہر آیا تو اچانک سے سارے ہاسپٹل کی لائٹس آف ہو گئیں لیکن اگلے لمحے پھر سے جل اٹھیں یہ بات اسنے محسوس نہیں کی تھی وہ ندا سے کال پر بات کر رہا تھا جو اسے کہ رہی تھیں کہ وہ دنہیں آکر لے جائے وہ گلِ لالہ کے پاس ہاسپٹل میں رہنا چاہتی تھیں۔

اسنے ٹھیک ہے کہتے کال بند کی اب وہ شمروز کو کال کر رہا تھا دوسری طرف سے کال اٹھالی گئی لیکن کال پر شمروز نہیں تھا امن تھا اور وہ اسے بتا رہا تھا کہ شمروز کا فون اسکے گھر رہ گیا ہے۔ براق نے اسے گلِ کے پاس ہاسپٹل آنے کا کہتے اسے

اپنے گھر جانے کا بتایا پھر ٹیکسی روکتا اس میں بھیٹا اور ڈرائیور کو پتہ سمجھاتے اب وہ ٹیکسی کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موندھ گیا تھا۔۔

امن ہاسپٹل کے لیے نکل چکا تھا اسکے گھر سے ہاسپٹل تک کا سفر آدھے گھنٹے کا تھا لیکن وہ تقریباً بیس منٹ میں پہنچ چکا تھا وہ ہاسپٹل پہنچا تو وہاں عجیب سی ہل چل محسوس کرتا تھوڑا حیران ہوا اس پہر کیا ہو رہا تھا جو اتنی ہلچل تھی اسنے دیکھا کہ ایمر جنسی وارڈ سے سٹریچر پر پیشنٹس کو نکالا جا رہا تھا لیکن کیوں۔۔۔؟؟

وہ آگے بڑھا اسنے ایک وارڈ بوائے سے وجہ پوچھی تو اسنے بتایا کہ ایمر جنسی وارڈ کے آخری سیکشن میں آگ لگی تھی تقریباً دس منٹ پہلے اور اسکی بات سنتے امن حیدر کے پیروں تلے سے زمین نکلی گئی تھی۔

وہ تیزی سے دس طرف بھاگا لیکن وہاں پولیس کھڑی تھی جو کسی کو اندر نہیں جانے دے رہی تھی اسنے بے بسی سے قدم واپسی کی جانب بڑھائے اور ہاسپٹل

کی بلڈنگ سے نکلتے اسنے تیزی سے پیچھے کی جانب بھاگتے ہوئے کھڑی پھلانگی اب وہ اس حصے میں تھا جہاں آگ لگی ہوئی تھی بجھ ہی نہیں رہی تھی ہر طرف دھواں ہی دھواں اکٹھا ہو کر سانسوں میں گھل رہا تھا۔۔

وہ وارڈ کی پچھلی راہداری میں تھا اور یہ بات اچھے سے جانتا تھا کہ گل لالہ جس کمرے میں ہے وہ کون سا ہے اسنے اسکے کمرے کی کھڑکی کے سامنے کھڑے ہوتے تیزی سے کھڑکی پر مکہ مارا پو شیشہ تڑاہ کی آواز سے ٹوٹتا اسکے ہاتھ پر لگا تھا لیکن وہ بے پرواہی سے کھڑکی کا لاک کھولتا اندر چھلانگ لگا گیا۔

کمرے میں دھواں حد سے زیادہ تھا آگ بھی تھی لیکن آگ ابھی صرف دروازے پر لگی ہوئی تھی اسنے قدم بیڈ کی جانب بڑھائے جہاں گل لیٹی تھی اور جیسے ہی اسنے گل کے چہرے سے چادر ہٹائی وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا یہ گل نہیں تھی یہ تو کل ایمرجنسی وارڈ میں آئی وہ پیشنٹ تھی جسکی ڈیتھ ہو چکی تھی۔

اسنے خوف سے پیلے پڑتے چہرے کے ساتھ دروازے کو دیکھا اور سائڈ پر پڑی ٹرالی کو زوردار جھٹکے سے دروازے کی جانب دھکیلتے وہ وہاں پڑی پانی کی بوٹل سے پانی دروازے پر چھڑکنے لگا لیکن پانی کم تھا اور آگ زیادہ اب کہ اسکی سانسوں میں دھواں بھرنے لگا تھا آنکھوں میں پانی چمکنے لگا وہ بے بسی سے دروازے پر ٹانگ سے وار کرتا پیچھے کی جانب گرا تھا لیکن دروازہ کھل چکا تھا اسنے بغیر ایک پل کی بھی دیر کئے اپنے زخمی ہاتھ کو سبھالتے قدم باہر کی جانب بڑھائے جہاں کوئی منظر صاف نہیں تھا کیونکہ کالا دھواں پھیلا ہوا تھا وہ تکلیف سے آنکھیں کھولے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا لیکن کچھ نظر نہیں آیا اب کہ وہ چلایا تھا۔۔

"گلِ۔۔۔ گلِ لالہ۔۔۔ کہاں ہو تم۔۔۔؟؟" وہ چیخ رہا تھا آگ مزید تیز ہو چکی تھی لیکن اس تکلیف ک احساس سے زیادہ اس وقت اسکے لیے گلِ لالہ کا کھو جانا خوف کا باعث تھا۔

"ا۔۔ من۔۔" اسے اچانک ایک کانپتی ہوئی آواز سنائی دی تھی اور وہ وہیں اسی لمحے جہاں تھا ٹھہر گیا سماعتوں میں سکون گُھلا تھا۔۔

"گلۂ۔۔ کہاں ہو۔۔" اسنے پھر پکارہ۔۔

"ادھر ہوں۔۔" وہ زمین پر بھیٹی ہوئی تھی ٹھنڈے فرش پر جہاں ابھی آگ نہیں پہنچی تھی امن نے اسے دیکھ لیا تھا وہ تیزی سے اسکی جانب بڑھتا نیچے فرش پر بھیٹا اسنے گلۂ لالہ کا چہرا اپنے ہاتھوں کی پیالی میں بھرا اب وہ اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔

"تم ٹھیک ہو۔۔ چوٹ تو نہیں لگی۔۔؟؟" وہ تڑپتے لہجے میں پوچھ رہا تھا گلۂ اسے دیکھتی آنکھوں میں نمی لیے سر جھکا گئی۔۔

"کیا ہوا ہے گلؔ۔۔ رو نہیں۔۔ میں آ گیا ہوں۔۔" اسنے اسے پیار سے پچکارہ سامنے بھیٹی لڑکی کا رونا اسے تکلیف دے رہا تھا وہ تو کچھ لمحوں پہلے اسکے کھو جانے کے ڈر سے اتنی براڈر چکا تھا کہ اب اسے آنکھوں کے سامنے دیکھ کر ایک پل کے لیے بھی آنکھیں نہیں جھپک سکا تھا۔۔

"براق کہاں ہے۔۔ وہ چلا گیا مجھے چھوڑ کر وہ مجھے نہیں ملا میں اسے ڈھونڈنے باہر آئی تھی جب واپس گئی تو دروازے پر آگ لگ چکی تھی۔۔" وہ روتی ہوئی کہہ رہی تھی امن کے ہاتھ جو اسکا چہرا اوپر کئے ہوئے تھے ڈھ گئے۔

"تم براق کو کیوں ڈھونڈنے آئی تھی۔۔؟؟" وہ سوال کر رہا تھا دل میں کہیں شدت سے درد اٹھا سامنے بھیٹی لڑکی موت کے منہ میں ہو کر بھی "براق" کو یاد کر رہی تھی اسکا جسم آگ کی تپش سے بھی زیادہ بری طرح جلنے لگا۔۔

"مجھے لگا اسے کچھ ہو گیا ہے میرا دل گھبرا رہا تھا۔۔" وہ ہتھیلی سے آنسوں پونچھتی بولی، امن دھیما سا ہنس دیا دکھ سے درد سے۔۔ پھر وہ اٹھا اور اسنے سہارا دے کر گلؔ کو اٹھایا۔۔

"وہ ٹھیک ہے۔۔ گھر گیا ہے ندا آنٹی کو لینے۔۔ ابھی چلو ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔۔" وہ اسے نرمی سے تھامتے سہارا دیے چلنے لگا لیکن ایک قدم اٹھانے کے بعد وہ رُک گئی۔

"کیا ہوا۔۔؟" وہ چونک کر رُکا۔

"میرے پاؤں میں چوٹ لگی ہے۔۔" اسنے اپنے پیر کی جانب اشارہ کیا جہاں سے خون بہ رہا تھا امن نے لب بھینچ لیے پھر وہ جھکا اور اسے دونوں بازوں سے پکڑتے اپنی کمر کے ساتھ باندھا وہ اسکی گردن میں ہاتھ ڈالے کسی بوری کی طرح اسکی کمر کے ارد گرد ٹانگے کر اس کیے اس سے لپٹ گئی۔۔

آگ کم ہو چکی تھی وہ جس راستے سے آیا تھا اسی راستے سے نکل گیا اسے بہت اختیاط سے سمبھالے ابھی وہ ہاسپٹل کی پچھلی راہداری سے کچھ دور ہی چلا تھا کہ ٹھھا۔۔۔ کی آواز کے ساتھ ہاسپٹل کے اس حصے میں دھماکہ ہوا جہاں سے وہ لوگ آئے تھے۔۔ یہ بم بلاسٹ تھا۔۔۔

ایک پل کے لیے سب کچھ رُک گیا اسنے گلؔ کو سہی سلامت پاتے تیزی سے قدم آگے کی جانب بڑھا دئے۔۔

آگے جا کر وہ رکا یہ ایک چھپی ہوئی سی جگہ تھی تھوڑی محفوظ تھی اسنے گلؔ لالہ کو اپنی کمر سے اتارہ پھر کسی کو کال ملائی چند ایک بات کرنے کے بعد اسنے کال بند کی اب وہ دیکھ رہا تھا براق کی اسکے نمبر پر ایک سو کالز تھیں اسنے براق کی چیٹ کھولی وہاں وہ اسے کہہ رہا تھا کہ۔۔

"گلِ کو بچالے، اسکا خیال رکھے، اور اسے دیک کھر وچ بھی نہ آنے دے۔" یہ میسجز پڑھ کر اسنے ایک نظر گلِ کو دیکھا پھر وہ اپنی جیکٹ اتار کر اسے پہنا گیا وہ جوتوں کے بغیر تھی اب وہ اسے اپنے جوتے اتار کر پہنا رہا تھا۔۔

"کیا تم نے وہاں کچھ دیکھا تھا۔۔؟" وہ اب اس سے ہاسپٹل کے بارے میں سوال کر رہا تھا۔۔ وہ سر ہدں میں ہلد گئی۔۔

"میں واشروم گئی تھی جب باہر آنے لگی تو میں نے دیکھا کہ کوئی دو لوگ کمرے میں تھے وہ بات کر رہے تھے میں انکی بات سن کر ڈر گئی اور واپس واش روم میں جا کر چھپ گئی۔" اسنے ایک دم ڈرتے امن کی شرٹ مٹھی سے جھکڑ لی۔۔

"کیا بات کر رہے تھے وہ لوگ۔۔؟؟" اسنے پھر سوال کیا اور اس بار گلِ لالہ نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا۔

"وہ کہ رہے تھے کہ یہ لڑکی زندہ نہیں بچنی چاہیے، بم ایسا لگائیں گے کہ اسکے پرخچے اڑا دے گا۔" وہ کہ کر چپ ہو گئی۔

امن نے محسوس کیا کہ وہ ایک بار پھر سے ڈر گئی تھی اسنے آہستہ سے اسکی جانب جھکتے اسے سینے سے لگا لیا، نرمی سے احترام سے گلؔ لالہ خاموشی سے دسکے سینے سے لگ گئی۔۔ وہ مزید کچھ نہیں بولی۔۔ تھوڑی دیر بعد انکے قریب ایک گاڑی آ کر رُکی اس میں سے نکلنے والا شخص امن کو پہچان کر اسکی جانب بڑھا۔۔ امن اسے دیکھتا گلؔ کو سہارہ دے کر کھڑا کر گیا۔۔

"جاؤ گلؔ یہ تمہیں محفوظ جگہ لے جائیں گے۔" وہ کہ رہا تھا گلؔ سر نفی میں ہلا گئی وہ ڈری ہوئی تھی۔۔ امن کے دل کو کچھ ہوا وہ خود اسے نہیں جانے دینا چاہتا تھا لیکن یہ اسکی حفاظت کے لیے ضروری تھا۔۔

"گلؔ میں سب ٹھیک ہوتے ہی سب کے ساتھ آئوں گا ہم تمہیں واپس گھر لے آئیں گے۔" اسنے کہتے اسے تھامتے گاڑی کی جانب قدم بڑھائے گلؔ اس سے بازوں چھڑوا رہی تھی، وہ رو رہی تھی لیکن وہ ضبط سے لب بھینچے امن حیدر نے اسے گاڑی میں بھیٹا دیا۔۔

"کیا تم چاہتی ہو کہ وہ لوگ جنہوں نے ہاسپٹل میں تمہیں مارنا چاہا تمہارے گھر والوں کو بھی ماردیں۔۔؟؟" وہ اسے دیکھتا سوال کررہا تھا گلؔ سر تیزی سے نفی میں ہلا گئی امن مسکرایا۔۔

"اسی لیے تمہیں کچھ وقت کے لیے دور رہنا پڑے گا ان سب کی نظروں سے اوجھل رہنا پڑے گا پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔" کہتا وہ گاڑی کا دروازہ بند کرتا مڑا۔۔

"براق سے کہنا گل لالہ واپس آئے گی اگر نہ آئی تو وہ لینے آجائے، ضرور آئے میں انتظار کروں گی مجھے پتا ہے وہ مجھے ضرور بچانے آئے گا اسے کہنا اسکی لالہ بھی اس سے محبت کرتی ہے۔۔۔" وہ گاڑی کے کھُلے شیشے سے چیخ کر امن سے کہہ رہی تھی امن جو مڑ چکا تھا اس لمحے ساکت سا رہ گیا وہ جھٹکے سے پلٹا لیکن گاڑی جا چکی تھی، یعنی محبت جا چکی تھی وہ تھکے قدموں سے وہیں جا بھیٹا جہاں کچھ دیر پہلے وہ اسکے ساتھ بھیٹی تھی۔۔اب وہ جگہ خالی تھی اسنے سر گھٹنوں میں دیتے آنکھیں موندھ لیں۔۔۔اسے تسلی تھی کہ وہ گل لالہ کو بچا چکا ہے اب وہ ٹھیک رہے گی چاہے وہ اس سے محبت کرے یا نہ کرے۔۔وہ چھوٹی لڑکی ہمیشہ اسکے دل میں رہے گی۔۔

"امن حیدر اس سے یونہی ہمیشہ محبت کرتا رہے گا جب تک کہ اس سے یہ توفیق چھین نہیں لی جاتی۔" وہ کہہ رہا تھا پھر آسمان کو دیکھتا مسکرا دیا ایک آخری مسکراہٹ۔۔!!

جب کانچ اٹھانے پڑ جائیں، تم ہاتھ ہمارے لے جانا،
جب سمجھو کہ کوئی ساتھ نہیں، تم ساتھ ہمارا لے جانا۔

جب دیکھو کہ تم تنہا ہو، اور راستے ہیں دشوار بہت،
تب ہم کو اپنا کہہ دینا، بے باک سہارا لے جانا۔

جو بازی بھی تم جیتو گے، جو منزل بھی تم پاؤ گے،
ہم پاس تمہارے ہوں نہ ہوں، احساس ہمارا لے جانا۔

اگر یاد ہماری آجائے، تم پاس ہمارے آجانا،
بس اک مسکان ہمیں دینا، پھر جان بھی چاہے لے جانا۔

***

"اترو۔۔رودابہ۔۔"کسی جانی پہچانی سی آواز پر وہ جو پتھر کی مورت بنی بھیٹی تھی چونکی۔۔یہ آواز کس کی تھی بھلا۔۔؟؟وہ یہ آواز پہچانتی تھی۔۔

"تم کون ہو۔۔؟؟"اسنے گھونگھٹ کے اندر سے ہی سوال کیاڈرائیونگ سیٹ پر بھیٹے شخص نے مڑ کر اسے دیکھا پھر ذرا سا سر ہلا گیا۔

"یار میں ہوں۔۔"وہ جھنجھلایا سا بھولا تو وہ پہچان گئی کہ وہ کون ہے۔۔اب وہ فرنٹ سیٹ سے اتر کر ارقم نے اسکے لیے دروازہ کھولا تو وہ سمبھل کر نیچے اتری، گھونگھٹ کی وجہ سے وہ نہیں دیکھ سکی کہ وہ کہاں ہے بس زمین نظر آرہی تھی۔۔

"چلو اندر چلیں۔۔"وہ اسے کہتا آگے بڑھ گیا۔۔لیکن اسنے ایک قدم آگے نہیں بڑھایا رکی رہی۔۔۔وہ پلٹا۔۔

"کیاہوا ہے۔۔؟؟" اسے لگا جیسے وہ جان گئی ہے کہ وہ کہاں آئے ہیں۔۔۔

"نزمین اور صنم کہاں ہیں۔۔؟؟ میں اکیلے اپنا لہنگا کیری نہیں کر سکتی۔۔" وہ بے بسی سے کہ رہی تھی ارقم لب بھینچ گیا۔۔ وہ لوگ ابھی تک آئے نہیں تھے۔۔

"یار آئو۔۔ میں پکڑ لیتا ہوں لہنگا۔۔" وہ اسکی جانب آیا پھر جھک کر کین کین کی وجہ سے اٹھا ہوا لہنگا ایک جانب سے پکڑ لیا اب اسنے رودابہ کے سامنے ہاتھ بڑھایا۔۔

"ہاتھ پکڑ لو۔۔" وہ کہ رہا تھا ایک پل کی دیری کے بعد وہ اسکا ہاتھ تھام گئی۔۔ وہ دونوں چلتے چلتے اب میں گیٹ کے پاس پہنچ چکے تھے۔۔ جب ارقم رُک گیا۔۔

"کیوں رُکے ہو اب تم۔۔؟؟" رودابہ نے تنک کر سوال کیا۔

"یار۔۔کوئی سالی کوئی کچھ ہے ہی نہیں پیسے مانگنے والی تو میں سوچ رہا ہوں میں ہی یہ رسم پوری کر دوں۔۔" وہ کہتا اسکے سامنے گیٹ کے اندر کی جانب جا کھڑا ہوا۔۔

"چلئے۔۔جیجا جی نکالیے نیگ۔۔!!" وہ سالیوں کی طرح ہاتھ پھیلائے بولا تو رودابہ کو ہنسی آگئی۔۔

"جیجا جی جب آئیں گے تمہیں ضرور نیگ دیں گے ابھی ہمیں رستہ دو۔۔" کہتی وہ آگے بڑھی لیکن ارقم نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔۔

"پیسے دو ورنہ میری لاش پر سے گزرنا پڑے گا۔۔" وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"ٹھیک ہے بنو۔۔" رودابہ نے رُک کر کہا۔۔

"کیا بنوں۔۔؟؟" اسنے حیرت سے اسے دیکھا۔۔

"لاش۔۔بنو لاش۔۔تاکہ میں گزر سکوں۔" کہتی وہ اپنا لہنگا مشکل سے سمبھالتی چل دی ارقم نے بے بسی سے گیٹ پر مکا مارا۔۔

"اپنی تو بہن ہی کنجوس ہے جیجا تو پھر اللہ جانے کیسا ہو گا۔۔" وہ کہتا تیزی سے آگے بڑھتا اسکا لہنگا تھام گیا مزید وہ لوگ کچھ آگے تک ہی چلے ہوں گے کہ اندر سے ندا چلتی ہوئی آئیں تھیں۔۔انہوں نے دوسری طرف سے اسکا لہنگا تھاما اور اندر لے آئیں۔۔ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اب وہ اسے لیے جگہ بناتیں اسے بھیٹنے کا کہتی مڑی تھیں۔۔

وہ محسوس کر چکی تھی کہ وہ اس وقت بینکوئٹ ہال میں نہیں ہے لیکن کہاں ہے یہ نہیں جان پائی تھی۔۔اس سے پہلے کہ ندا کمرے سے باہر نکلتیں انہیں رودابہ کی سنسناتی خوفزدہ آواز سنائی دی تھی۔۔

"میں کہاں ہوں ارقم۔۔؟؟ یہ بینکوئٹ ہال نہیں ہے۔۔!!"ندا نے مڑ کر ارقم کو دیکھا پھر اسکے پاس آ بھیٹیں۔

"تم ہمارے گھر میں ہو رودابہ۔۔"وہ کہ رہی تھیں رودابہ ایک جھٹکے سے اپنا گھونگھٹ الٹ گئی تھی،وہ شدید حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھیں جبکہ ندا کی زبان نے ماشاءاللہ بے اختیار ادا ہوتا تھا۔۔

"کیوں۔۔؟؟میری تو شادی ہے نہ آج پھر مجھے تم یہاں کیوں لائے ہو ارقم۔۔؟؟"وہ کھڑی ہو چکی تھی ندا نے ایک نظر اسکے چہرے پر ڈالی پھر سر جھکا گئیں انہیں باسل شدت سے یاد آیا تھا۔۔

"وہ میں۔۔" ارقم بات مکمل کرتا کہ نرمین تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی پھر اسکے گلے لگ گئی۔۔رودابہ ساکت کھڑی رہی۔۔نرمین کے آنے کے کچھ لمحوں بعد براق بھی آچکا تھا۔

"میں بتاتا ہوں۔۔آپ بھیٹیں۔۔" وہ اسے بھیٹنے کا اشارہ کرتا سامنے صوفے پر جا بھیٹا۔۔رودابہ نے ہونک بنے تیزی سے دھڑکتے دل سے ندا،ارقم اور نرمین کو دیکھا۔۔ندا نے اسے بازو سے تھامتے نرمی سے بیڈ پر بھیٹا دیا۔۔

براق اب اسے شروع سے ہر بات بتا رہا تھا وہ اسے بتا رہا تھا کہ کس طرح راسم نے اس پر کیس کروایا تھا پھر اسنے کیا کیا کہا اور کیا۔۔وہ ہر بات اسے تفصیل سے بتا رہا تھا کہ اب جمشید رضا جیل میں تھے اور وہ لوگ اسے پولیس سے بچانے کے لیے یہ خبر دے چکے تھے کہ راسم نے اسے کڈنیپ کروایا ہے۔۔رودابہ ساکت

سی سب سنتی گئی وہ فرش پر نظریں جمائے بھیٹی تھی۔۔بغیر کچھ بولے بغیر کسی ریکشن کے بلکل خاموش۔۔ براق چپ ہوا تھااور اب وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

اسنے سر نہیں اٹھایا۔۔وہ سر جھکائے بھیٹی رہی، ناجانے وہ کن سوچوں میں گُم تھی، ندااور باقی سب بھی خاموش تھے۔۔کچھ دیر بعد اسنے سر اٹھایا۔۔

"اب کیا کرنا ہے۔۔؟؟" وہ براق کو دیکھتی پوچھ رہی تھی۔۔ براق ایک پل کو چپ رہا تھا۔۔

"آج رات تک جمشید انکل کی بیل ہو جائے گی وہ رہا ہو جائیں گے لیکن لوگوں کے سوالوں سے بچنے کے لیے تم کچھ عرصہ گھر نہیں جاؤ گی بلکہ وہ سب سے کہہ دیں گے کہ تمہاری رخصتی ہو چکی ہے اور کسی ایمرجنسی کی وجہ سے بینکویٹ ہال بند ہے۔۔" اسنے جواب دیتے ندا کو دیکھا جو رودابہ کو دیکھ رہی تھیں انکے چہرے پر ملال ہی ملال تھا۔

"میں کہاں رہوں گی۔۔؟؟" اسنے پھر سوال کیا۔

"یہاں ہمارے گھر۔۔" وہ کہ گیا۔

"کس حق سے۔۔؟؟" وہ تلخی سے سوال کر رہی تھی، دل میں تکلیف ہوئی تھی۔

"میری بہن ہونے کے حق سے۔۔" وہ کہ گیا، روداب ہلکا سا ہنس دی پھر اسکے چہرے کو دیکھا۔۔

"میں صرف چند دن یہاں رہوں گی اسکے بعد میں اپنا انتظام کر لوں گی۔" وہ کہ کر خاموش ہو گئی۔۔ براق نے اسے دیکھنے کے بعد باقی سب کو ایک نظر دیکھا پھر سر ہلا گیا۔۔

وہ سب کمرے سے جا چکے تھے اور رودابہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی، دلہناپے کا روپ اس پر بہت گہرا آیا تھا۔۔اسنے خود کو دیکھا۔۔وہ کیوں سجی تھی۔۔؟؟اسنے خود سے سوال کیا۔۔۔ایک دھوکے بعض انسان کے لیے۔۔؟؟اسنے پھر خود سے سوال کیا۔۔روپ تو محبت جیسا ہے کچھ۔۔!!وہ خود سے کہ رہی تھی پھر یک دم قہقہ لگا گئی۔۔

محبت کا روپ۔۔۔محبت۔۔محبت کیا تھی اسکے لیے۔۔؟؟نہیں اسکے لیے محبت کبھی تھی ہی نہیں۔۔میرے لیے کیوں ہو گی محبت۔۔؟؟وہ خود سے سوال کرتی خود سے جواب دے رہی تھی۔۔نظر تھی کہ آئینے پر نظر آتے اپنے وجود سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔۔

"واللہ حسین۔۔"وہ خود کو ایک نظر دیکھتی بولی پھر پلٹ گئی۔۔اب وہ جیولری اتار رہی تھی۔۔یہ سب اسکے لیے نہیں تھا۔۔یہ بناؤ سنگار یہ سرخ جوڑا۔۔یہ

میک اپ۔۔یہ۔۔یہ جیولری اسنے وخشت سے سسکتے ساری جیولری اتار دی۔۔اب وہ دوبٹے کی پنز کھول رہی تھی۔۔

ساری جیولری اتارنے کے بعد وہ الماری کی جانب بڑھی ندا اسے بتا گئی تھیں کہ الماری میں اسکے لیے کپڑے موجود ہیں، اسنے جو جوڑا ہاتھ آیا تھا ما اور واش روم کی جانب بڑھ گئی، تقریبا آدھے گھنٹے بعد وہ باہر نکلی تو چہرا صاف تھا اور آنکھیں حد سے زیادہ سرخ شاید نہیں یقیناوہ رو کر آئی تھی۔۔

دوسروں کے سامنے ضبط کر بھی لیا جائے اپنی ذات کے سامنے ہم اپنا بھرم نہیں رکھ سکتے اپنے دکھوں پر تنہائی میں سسکیاں بلند ہونے لگتی ہیں جو روح تک کو جھنجھوڑ دیتی تھیں دل کو کاٹ دیتی ہیں لیکن تکلیف کی شدت کو بے بسی کو کم نہیں کر پاتیں کہ جو دکھ قسمت میں لکھے ہوں اور جب تک لکھے ہوں تب تک صبر کی کوشش کی جاسکتی ہے صبر نہیں تب تک خاموشی اختیار کی جاسکتی ہے دل کی تکلیف مٹائی نہیں جاسکتی۔۔

وہ بیڈ پر بھیٹتی اب اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی اسنے راسم کے نام کی مہندی نہیں لگائی تھی اسکے ہاتھوں پر مہندی نہیں لگی ہوئی تھی کیونکہ اسے مہندی نہیں پسند تھی وہ پیچھے ہوتی بیڈ پر لیٹ گئی اب وہ تیکے پر سر رکھے چھت کو گھور رہی تھی۔۔وہ چپ تھی وہ رو نہیں رہی تھی یہ ضبط تھا غصہ تھا یا پھر بے بسی۔۔؟؟ سمجھنا مشکل تھا۔۔

***

اسے گاڑی چلاتے شخص کو ایک نظر دیکھا پھر سیٹ کی پشت سے سر ٹکا دیا۔۔ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اسے گاڑی ڈرائیو کرتے شخص کی آواز سنائی دی تھی۔۔

"کچھ کھاؤ گی لڑکی۔۔؟؟" وہ پیچھے مڑے بغیر پوچھ رہا تھا گلؔ نے سر نفی میں ہلا دیا پیٹ میں بھوک سے چوہے کود رہے تھے لیکن وہ کسی اجنبی سے کچھ لے کر نہیں کھانا چاہتی تھی۔۔

"کھالو گی تو بہتر رہے گا سفر طویل ہے میں کوئی چیز نہیں لے کر دوں گا ورنہ راستے میں۔۔" وہ غصے میں کہہ رہا تھا یا گلؔ لالہ کو یوں لگا۔۔

"نہیں کھانا تو مطلب نہیں کھانا۔۔" وہ غصے سے کہتی شیشے سے باہر دیکھنے لگی فرنٹ سیٹ پر بھیٹے شخص نے مرر سے اسے ایک نظر دیکھا پھر سر جھٹک دیا۔۔

سفر نا جانے کتنا طویل تھا وہ پچھلی سیٹ پر بغیر کسی گرم کپڑے کے بھیٹی ہوئی تھی اور آگے بھیٹے انسان نے آگے کی ونڈو پوری کھولی ہوئی تھی ہوا کے تھپیڑے اسکے گال لال کر چکے تھے اور پیر برف وہ امن کے جوتے پہن کر آئی

تھی لیکن سردی پھر بھی اسے شدید لگ رہی تھی اب یقینا تھوڑی دیر بعد اسے بخار ہونے والا تھا۔۔۔

آنکھوں میں بے اختیار آنسوں آگئے۔۔اگر یہاں اسکے گھر والوں میں سے کوئی ہوتا تو یقیناوہ اس حالت میں نہ بھیٹی ہوتی اسنے ڈرائیونگ سیٹ پر بھیٹے انسان کو تکلیف سے دیکھا تھ،اب اسے ڈر لگنے لگا تھا۔۔وہ نہ اس شخص کو جانتی تھی اور نہ ہی اس شخص نے اسکے ساتھ نرمی سے بات کی تھی بھوک سے اسکا برا حال تھا لیکن وہ کہ نہیں سکتی تھی۔۔۔اچانک وہ سر جھکائے سسکیاں لے کر رونے لگی کافی دیر تک رونے کے بعد وہ سوچکی تھی۔۔

ڈرائیو کرتے خاقان نے چہرا موڑ کر سر گھٹنوں میں دیئے سو رہی لڑکی کو دیکھا پھر اپنے ساتھ سیٹ پر پڑی ہوئی چادر اس پر پھیلادی وہ جانتا تھا اسے سردی لگ رہی ہوگی۔۔

مزید آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ مطلوبہ جگہ پہنچ چکے تھے اسنے گاڑی سے نکل کر گل لالہ کی طرف کا دروازہ کھولا پھر اسے پکارہ لیکن وہ کافی گہری نیند میں تھی۔۔

ایک لمحے تک سوچنے کے بعد اب وہ آگے ڈیش بورڈ سے پانی کی پڑی بوتل اٹھا کر اسکی جانب آیا پھر تھوڑا سا پانی ہتھیلی پر ڈال کر اسنے گل لالہ پر وہ ٹھنڈا پانی چھڑکا تھا اور وہ جو بے خبر سو رہی تھی بری طرح ڈرتی اچھلی نیند کچی نہیں تھی لیکن آنکھوں میں لال ڈورے واضع تھے اسنے حیرت سے اپنی جانب کا دروازہ کھولے کھڑے شخص کو دیکھا جس نے اس پر اتنے شدید سرد موسم میں ٹھنڈا پانی پھینکا تھا۔۔

گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑا شخص اسے دیکھ رہا تھا اور وہ بھی سرخ چہرا لیے اسے دیکھ رہی تھی اچانک سے اسکی آنکھوں میں آنسوں آ گئے۔۔وہ بری طرح سسکتی سر گھٹنوں میں دے گی۔۔خاقان نے اسکے یوں رونے پر لب بھینچ لیے تھے۔۔

"کیوں رو رہی ہو۔۔؟؟" اسنے سوال کیا تو گل لالہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔

"مجھے میرے گھر چھوڑ آؤ۔۔پلیز مجھے واپس جانا ہے۔۔" وہ بری طرح رونے لگی تھی خاقان اسکے یوں رونے پر بے بسی کا شکار ہوا۔۔

"رو نہیں لیکن تمہارے گھر والوں کی سیفٹی کے لیے تمہارا یہاں رہنا ضروری ہے۔۔" وہ کہ گیا۔۔

"میں گھر جائوں گی تو انہیں کچھ ہو جائے گا۔۔؟؟" وہ آنسوں سے تر چہرا لیے سوال کر رہی تھی۔۔خاقان سر ہلا گیا۔۔

"ہاں جنہوں نے تمہیں مارنے کے لیے ہاسپٹل میں بم بلاسٹ کیا یقیناوہ اب تمہارے گھر جائیں گے اگر انہیں یہ یقین نہ ہوا کہ تم۔۔" وہ کچھ کہتا کہتا چپ ہو گیا۔۔

"کہ میں۔۔ کیا۔۔؟؟" وہ خوف سے پوچھ رہی تھی۔۔

"کہ تم مر گئی ہو۔۔" وہ کہا گیا گل لالہ کا دل مٹھی میں آگیا تھا آنسوں مزید بہنے لگے۔۔ اسنے بمشکل ہونٹوں پر ہتھیلی رکھتے اپنی ہچکیدں دبائی تھیں۔۔

"میں اگر اپوے گھر والوں سے ملوں گی تو وہ لوگ میرے گھر والوں کو مار دیں گے۔۔؟؟" اسنے ہچکیوں کے درمیان رُک رُک کر سوال کیا تھا۔

"ہاں۔۔۔" وہ اثبات میں جواب دیتا ہاتھ اسکی جانب بڑھا گیا۔۔

"چلو اندر چلیں۔۔یہاں سردی ہے۔۔" اسکی بات پر گلِ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اسکا ہاتھ نظر انداز کرتی گاڑی سے اتر گئی۔۔خاقان نے گاڑی کا دروازہ بند کرتے آگے کی جانب قدم بڑھائے تو وہ بھی اسکی پیروی کرتی آگے بڑھ گئی۔

***

# *بابِ سکوت*

# *از قلم مریم راجپوت*

Episode No.14

میں خود سے دور بہت دور جا بسوں گا

یہ طے تو کر ہی چکا ہوں بہانہ چاہتا ہوں

برونِ ذات کسی سے نہیں ہے خوف مجھے میں اپنے آپ کو خود سے بچانا چاہتا ہوں

یونی سے آ کر وہ لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا جب اسکے فلیٹ کی بیل ہوئی، اسنے حیرت سے دروازے کی طرف دیکھا اس وقت کون ہو سکتا تھا۔۔؟؟ پھر اٹھ کر سلیپر پہنتا دروازہ کھولنے چلا گیا۔۔دروازہ کھولنے پر سامنے کھڑے شخص کو دیکھ

کر ایک پل کے لیے وہ ہل نہیں سکتا تھا۔۔نہ اسنے سانس لی نہ آنکھ جھپکی وہ بلکل ساکت رہ گیا تھا۔۔

"تم۔۔۔؟؟" کچھ دیر بعد اسکے لبوں سے ادا ہونے والا لفظ سن کر سامنے کھڑے وجود نے اسے مصنوعی غصے سے گھورا۔۔

"کسی گھر آئے مہمان کا ایسے سواگت کرتے ہیں۔۔؟؟" وہ خفا سا پوچھ رہا تھا۔۔باسل تیزی سے آگے بڑھتا اسکے گلے لگ گیا۔۔وہ جو ہاتھ میں بیگز تھامے کھڑا تھا اسکے یوں لگے لگ جانے پر بیگز زمین پر رکھتا اسکو مزید سختی سے سینے میں بھینچ گیا۔۔

ایک خیران اور خوش تھا دوسرا آنکھوں میں نمی لیے اسے گلے سے لگائے ہوئے تھا۔۔کافی دیر گزر گئی لیکن وہ پیچھے نہیں ہوا تو شمروز بے اختیار ہنس دیا۔۔

"چھوڑدو یار اتنا سختی سے گلے مت لگا کہ میری ہڈیاں ہی تمہارے اس پیار کے چکر میں ٹوٹ جائیں۔۔" شمروز کی آواز پر باسل جو آنکھے موندھے کھڑا تھا آنکھیں کھولتا پیچھے ہٹا اور شمروز کو گھورتا بے اختیار سرخ آنکھوں سے ہنس دیا۔۔

"آؤ اندر Love Doze دوں تمہیں۔۔" وہ دانت پیستا بول رہا تھا شمروز بے اختیار قہقہ لگا گیا۔۔

"نہیں میں بیمارِ عشق نہیں ہوں رہنے دو تم۔۔" کہتا وہ اندر آیا باسل دروازہ بند کر کے مڑا ہی تھا کہ پھر بیل بجی شمروز جو آگے جا چکا تھا تیزی سے مڑا۔۔

"اوہ۔۔ یار ان کو تو میں بھول ہی گیا تھا۔۔ جلدی سے دروازہ کھولو۔۔" اسنے باسل سے کہا جو دروازہ ہی کھول رہا تھا اب کی بار سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر وہ جھٹکے سے مڑا۔۔۔

"تم نے شادی کرلی شمروز۔۔۔؟؟" اسکے لہجے میں صدمہ واضع تھا۔۔ شمروز نے تیزی سے سر نفی میں ہلایا۔۔

"نہیں۔۔ یہ مہمان ہے تمہاری، اور میری کولیگ ہے۔۔" کہ کر اسنے دروازے میں کھڑی اینارہ کو اندر آنے کا اشارہ کیا تو وہ اندر بڑھ گئی۔۔

باسل دروازہ بند کر کے مڑ گیا لیکن اگلے ہی لمحے ایک بار پھر بیل بجی۔۔ اسنے مڑ کر ان دونوں کو دیکھا جیسے کہ رہا ہو کہ اب کوئی اور مہمان بھی ہے اور تو وہ دونوں سر تیزی سے ہاں میں ہلا گئے۔۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کون ہے۔۔ !!

اسنے چہرے پر بیزارگی سجائے دروازہ کھولا تھا اور سامنے نظر آنے والا چہرا وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں پہچان گیا تھا۔۔۔ ایک پل کو وہ لڑکھڑا یا۔۔ وہ چہرا سچ میں تھا یہ اسکا وہم ہرگز نہیں تھا۔۔ اسنے بے یقینی سے واپس مڑ کر ان دونوں کو دیکھا تو شمروز نے اسے آنکھوں سے اشارہ کیا تھا۔۔۔

باسل نے سامنے کھڑے شخص کے چہرے کو ایک بار پھر سے دیکھا اور پھر دیکھا۔۔۔وہ بے اختیار ہنس دیا بے بسی سے یا خوشی سے پھر وہ سر جھکا کر ہنس دیا اسنے سر اٹھا کر امن کو دیکھا آنکھوں میں کچھ واضع ہو رہا تھا۔۔سامنے کا منظر دھندلا ہوا تو وہ سر پھر جھکا گیا۔۔

امن نے آگے بڑھتے اسے گلے لگایا تھا اور باسل کی آنکھوں سے گرم سیال بہنے لگا۔۔وہ آنسوں نہیں تھے اذیت تھی دکھ تھا صدمہ تھا اور خوشی بھی۔۔وہ کتنی ہی دیر اسکے سینے سے لگا رہا امن نے بھی اسے ہٹانے کی کوشش نہیں کی تھی جانتا تھا کہ پانچ سال کا غبار ہے یونہی نہیں ختم ہو گا۔۔اسکی اپنی آنکھیں بھی بھیگی ہوئی تھیں۔۔وہ اپنے دوست کے پانچ سال بعد مل رہا تھا۔۔

باسل نے کافی دیر بعد سر اٹھا کر اسے دیکھا اور جاندار سا مسکرایا، آنکھیں سرخ تھیں لیکن وہ مسکرا رہا تھا۔۔امن بھی مسکرایا اب وہاں کھڑے چاروں لوگوں

کے چہروں پر مسکان تھی۔۔ایک طویل جنگ جیت جانے کے بعد کی مسکان۔۔فتح کی مسکان تو ابھی باقی تھی۔۔فتح تو ابھی حاصل کرنی تھی۔۔

***

"باتیں صرف سننے پڑھنے یا بولنے کے لیے نہیں ہوتیں، باتیں عمل کرنے کے لیے بھی ہوتی ہے ہم پر فرض ہے جس چیز کا ہم لوگوں کو کہتے ہیں کہ اسے بہتر کرو، اچھا لہجہ اپناؤ، نرم دل بنو، دوسروں کا خیال کرو، خود پر یقین رکھو۔۔ان کو صرف دوسروں کو نہیں کہنا ہوتا ہے ان پر خود بھی عمل کرنا ہوتا ہے کوشش کریں کہ آپ دوسروں کو وہی ترغیب دیں جو خوبی آپ میں موجود ہے۔۔یہ نہ ہو کہ خود میں ہزار نُقص ہونے کے باوجود دوسروں کو نصیحتیں کر رہے ہوں۔"

مریم کیانی اپنی کلاس میں روسٹرم کے پاس کھڑی لیکچر دے رہی تھیں، کلاس میں پھیلی خاموشی اس بات کی گواہ تھی کہ ہر کوئی انہیں توجہ سے سُن رہا

ہے۔۔آج ان کا یہ دوسرا ہفتہ تھا اس یونی ورسٹی میں۔۔رودابہ سے انکی بات کافی وقت سے نہیں ہو سکی تھی کیونکہ یہاں ٹرانسفر ہونے کے بعد وہ کافی سے بھی زیادہ مصروف رہتی تھیں۔

وہ اپنی بات کہہ کر چپ ہوئیں تو ایک سٹوڈنٹ نے ہاتھ کھڑا کیا۔۔

"پروفیسر جب کبھی ہم بلاوجہ اداسی محسوس کرتے ہیں تو کیوں کرتے ہیں حالانکہ اداسی کی کوئی وجہ بھی معلوم نہ ہو رہی ہو۔۔تو کیا کریں۔۔؟؟"سٹوڈنٹ کھڑی انہیں دیکھتی سوال کر رہی تھی، مریم کیانی سر اثبات میں ہلاتیں اسے بھیٹنے کا اشارہ کرتی روسٹرم سے بائیں جانب آکھڑی ہوئیں۔۔سب سٹوڈنٹ پوری توجہ سے انہیں دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے بولنا شروع کیا۔۔

"بلاوجہ کی اداسی یعنی روح کی تھکن کیونکہ انسان کے پاس تو ہزار مواقعے ہوتے ہیں تفریح کے مصروفیت کے لیے جب کافی عرصے تک روح کو اسکی غذا نہ ملے

تو وہ تھک جاتی ہے اعمال کا بوجھ سہتے سہتے روح تھک جاتی ہے پھر اچانک سے تفریح بھی بری لگتی ہے مصروفیات سے بھی دل اٹھ جاتا ہے کیونکہ روح بیمار ہو تو سب برا لگتا ہے، اداسی چھا جاتی ہے سمجھ ہی نہیں آتا کیا ہو رہا ہے۔۔تب اپنا اور روح کا تعلق پہچانیں۔۔۔"!!

"اپنا اور روح کا تعلق کیسے پہچانیں۔۔؟؟"ایک جانب سے پھر سوال کیا گیا۔۔

"یہ جاننے کی کوشش کریں کہ آپ کے اعمال کیسے ہیں۔۔روح اگر آپ کے برے اعمال کا بوجھ سہتی سہتی تھک گئی ہے تو اسے ٹھیک کریں۔۔"وہ ایک لمحے کے لیے چُپ ہوئیں۔۔پھر بولنے لگیں۔

"تلاوت روح کی غذا ہے، نیک عمل ہماری روح کو پر سکون کر دیتے ہیں اور برے اعمال اسے بھاری اور اداس کر دیتے ہیں، بری اعمال کرتے ہوئے یا اس کے گزر جانے پر معلوم نہیں ہوتا بعد میں جب یہ سب ہونے لگتا ہے۔۔روح

تھکنے لگتی ہے ہر چیز سے دل اٹھ جاتا ہے تو ہم خود سے سوال کرتے ہیں کہ وجہ تو کوئی نہیں پھر ایسا کیا ہے جو پریشان کر رہا ہے اور یہی وجہ ہوتی ہے۔۔ برے اعمال۔۔ وہ اعمال جو روح کو زخمی کر دیتے ہیں۔۔" وہ بات مکمل کر چکی تو اسی لمحے لیکچر آف ہو گیا کلاس کو خدا حافظ کہتیں وہ باہر نکل گئیں۔۔

وہ اپنے کیبن میں آ چکی تھیں، ابھی انہیں بھیٹے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ڈور نوک ہوا۔۔ اجازت ملنے پر کوئی لڑکی اندر داخل ہوئی اور پھر ان سے اجازت لیتی انکے پاس آ بھیٹی۔۔ مریم کیانی اس لڑکی کو دیکھ رہی تھیں۔۔ جب اسنے بولنا شروع کیا۔۔

"پروفیسر میرا نام نور الایمان ہے، میں ایک ناول رائیٹر ہوں اور سائیکالوجی کی سٹوڈنٹ بھی ہوں، مجھے آپ کی کلاس میں آپ کے لیکچرز سُن کر بہت زیادہ اچھا لگتا ہے ایسے جیسے آپ کے لفظ مجھے Heal کرتے ہیں۔۔" وہ کہ کر رکُی تو مریم کیانی مسکرائیں۔۔

"مجھے آپ سے ایک سوال کرنا ہے۔۔" اسنے انکے چہرے کو ایک نظر دیکھا، اور اسے یوں لگا جیسے وہ پٹھان فیملی سے تعلق رکھتی ہیں بے اختیار اسکے لب مسکرائے کیونکہ وہ بھی ایک پٹھان فیملی سے تھی۔۔ مریم کیانی سر اثبات میں ہلا گئیں۔۔

"جی پوچھیں۔۔ یقیناً آپ کو سوال کر کے ناامیدی نہیں ملے گی۔۔" وہ اسے دیکھ رہی تھیں۔۔ انہیں بے اختیار رودابہ یاد آئی۔۔ جب وہ پہلی بار انکے کیبن میں ان سے صلاح لینے آئی تھی۔۔

"میں ایک ناول رائیٹر ہوں اور میں اپنے شوق کے لیے لکھتی ہوں پیسے بنانے کے لیے نہیں، یا یوں کہ لیں کہ یہ میری خابی ہے میرا کمفرٹ۔۔ اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میرے ناولز اچھے ہوتے ہیں بہت سے لوگوں نے مجھے کئی بار کہا ہے کہ اپنے ناولز کو کہیں paid پبلش کرواؤ یوٹیوب چینل بناؤ تاکہ پیسے کما

سکو لیکن مجھے یہ برا لگتا ہے۔۔یوں جیسے میں خود کو بیچ رہی ہوں اپنی تحریروں سے کھیلنا یعنی صرف پیسے کے لیے لکھنا ان سے پیسہ کمانا مجھے گھٹن محسوس کرواتا ہے۔۔" اسکی بات پر وہ مسکرائی تھیں۔۔انہیں وہ لڑکی اچھی لگی تھی۔۔

"آپ اگر اپنی رائیٹنگ کو Source of income نہیں بنانا چاہتیں تو مت بنائیں کوئی مجبور نہیں کرے گا اگر شوق کے لیے لکھتی ہیں سکون کے لیے لکھتی ہیں تو یہ بات اچھی ہے کہ آپ اپنا کمفرٹ خراب نہیں کرنا چاہتیں اپنے شوق کو پیسے کمانے کے نام پر بوجھ نہیں بنانا چاہیے جو صرف شوق ہے اسے شوق ہی رکھیں اسے اگر زبردستی Source of income بنانے کی کوشش کریں گے تو وہ source تو بن ہی جائے گا لیکن ایک بوجھ بھی، اس سے حاصل ہونے والا سکون چلا جائے گا۔۔ "

"تو پھر انسان Source of income کیسے بنائے جس چیز کا شوق ہو ہم وہی کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب میں یہ نہیں کرنا چاہتی تو کیا کروں کون سا پروفیشن choose کروں۔۔؟؟ "

"پروفیشن وہ چوز کریں جس کے بارے میں آپ انٹرسٹڈ ہیں جس کے بارے میں آپ کو لگتا ہے کہ آپ اسے مکمل طور پر اپنا سکتی ہیں اسے کرنے کے بعد آپ بوجھ نہیں محسوس کریں گی بلکہ Pleasure محسوس کریں گی۔۔ "

"ایک بات بتائیں کمفرٹ اگر ختم ہو جائے تو پھر کیا ہوتا ہے اور ہم اگر اپنا کمفرٹ کھو دیں تو کیا محسوس ہوتا ہے، کچھ چیزوں پر سے اپنا کمفرٹ کیوں ختم نہیں ہونے دینا چاہیے۔۔ لوگ اتنی آسانی سے یہ کیسے کر لیتے ہیں۔۔؟؟"

"کچھ چیزوں پر سے اپنا کمفرٹ کبھی ختم نہیں کرنا چاہیے، کچھ چیزوں کو کبھی شئیر نہیں کرنا چاہیے اس لیے نہیں کہ وہ آپ کی ہیں اس لیے کہ وہ آپ کا کمفرٹ

ہیں وہ آپ کو Heal کرتی ہیں، کچھ چیزیں جن سے دل کا تعلق محسوس کیا ہو انہیں کسی دوسرے کو دے دینا جانتے ہو کیسا ہوتا ہے۔۔؟؟ یہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم نے خود کو بیچ دیا ہے خود کو مت بیچیں، اپنی چیزوں کی حفاظت کریں ہر چیز شئیر کرنے کے لیے نہیں ہوتی اپنی کچھ چیزوں پر صرف ہمارا حق ہوتا ہے اور جب ایک چیز کو اتنی محنت سے حاصل کیا ہو اور اسے ایک جھٹکے میں کسی کے حوالے کر دیا جائے تو یہ کتنا تکلیف دہ ہے ہاں لیکن جن لوگوں کی نظر میں اس چیز سے زیادہ کچھ اور اہم ہو وہ اسے دے دیتے ہیں ہمین یوں لگتا ہے کہ وہ اپنا کمفرٹ کسی اور کے حوالے کر رہے ہیں لیکن ضروری نہیں ایسا ہی ہو کیونکہ ہر انسان کی ضرورت اور کمفرٹ مختلف ہوتے ہیں۔۔۔"

" کبھی کبھی شئیر کرنے کا دل نہیں کرتا، ایسا کیوں ہوتا ہے حالانکہ عام حالات میں میں Sharing is Caring بات پر یقین رکھتی ہوں۔۔؟؟"
اسکے لہجے میں الجھن واضح تھی۔۔

کچھ چیزیں شئیر کرنے کا دل نہیں کرتا اس لیے نہیں کہ وہ قیمتی ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ دل کے قریب ہیں وہ ہمارا Source of healing ہوتی ہیں۔۔ ہمارا کمفرٹ۔۔" وہ جواب دیتیں وقت دیکھنے لگیں انکی اگلی کلاس کا وقت ہو چکا تھا لیکن سامنے بھیٹی لڑکی کی بات ختم ہونے سے پہلے وہ اٹھنا نہیں چاہتی تھیں۔۔

"پروفیسر اب میں چلتی ہوں۔۔ مجھے آپ کی بات سن کر حوصلہ ہوا ہے کہ میں ٹھیک کر رہی ہوں خابی کو پروفیشن نہیں بنا رہی یہ بوجھ مجھے عرصے سے ستا رہا ہے اب میں پر سکون ہوں۔۔ شکریہ۔۔" کہتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تو مریم کیانی بھی اٹھ گئی تھیں۔۔ ایک الوداعی مسکراہٹ کے ساتھ وہ چلی گئی تو مریم کیانی بھی اپنی کلاس کی جانب بڑھ گئیں۔

***

دو دن گزر چکے تھے اگلے دن وہ ضد کر کے گھر آ گئی تھی کہ وہ ملنا چاہتی ہے، راسم پر کیس کر دیا گیا تھا رودابہ کو کہیں غائب کر دینے کے الزام میں، جمشید رضا شدید غصے میں تھے وہ راسم کو ہر طرح سے شکست دینا چاہتے تھے کیونکہ وہ انکی اور انکی بیٹی کی عزت بری طرح نیلام کر چکا تھا۔۔ جب تک کیس چلنے والا تھا رودابہ کو براق کے گھر ہی رہنا تھا۔۔

کچھ رشتے داروں نے ہزار باتیں کیں تو کچھ ہمدردی دکھا کر چلے گئے کہ لڑکی کا نکاح ناجانے کس سے کیا گیا ہے انکی نظر میں رودابہ کا نیا شوہر یقیناً کوئی مسکین یا فقیر تھا جس نے ایسی لڑکی کو قبول کر لیا تھا جس کی بارات ہی نہیں آئی تھی۔۔

پھوپھو واپس پلٹیں ہی نہیں شرمندگی سے یا تکلیف سے لیکن کسی نے انکو کال کر کے ان سے بات کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی، آج اسکے تایا ابا کی فیملی بھی جا چکی تھی اب بس ماموں اور ممانی رہتے تھے ساتھ ممانی کی بہن اور دو بچے بھی، وہ اسی بہانے آئی تھی کہ اسکا شوہر اسے شام کو لینے آئے گا لیکن یہ ڈرانہ صرف

ماموں لوگوں کی موجودگی تک ہی تھا اسکے بعد وہ یہاں ہی رہنے کا سوچ رہی تھی۔۔

وہ کمرے سے نکل کر سیڑھیاں چڑھتی سیکنڈ فلور پر سٹور روم سے کچھ سامان لینے جا رہی تھی جب وہ سڑھیوں پر ہی رُک گئی اوپر بھیٹیں ممانی اپنی بہن سے اسکے ہی بارے میں بات کر رہی تھیں، وہ لب بھینچے انکی بات سنتی رُک گئی تھی۔۔

"مجھے تو لگتا ہے کوئی لڑکے وڑکے کا چکر ہے ورنہ بھلا ارسم جیسا خوبرو شخص اسے کیوں ٹھکرا دیتا ہے بھی یہ کمبخت خوبصورت۔۔" ممانی کی بہن کہ رہی تھی۔۔

"لڑکے کا چکر ہو نہ ہو میں نے تو سنا ہے کہ اسنے شاید کوئی جرم بھی کیا ہے۔۔ دھوکہ وغیرہ۔۔" ممانی کہ رہی تھیں۔

سیڑھیوں پر کھڑی رودابہ نے لب بھینچ لیے، یہ تھے اسکی ماں کے سو کالڈ فیملی والے باہر والے لوگ تو نا جانے پھر کیسی کیسی باتیں کر رہے ہوں گے بے اختیار وہ سوچتی سر جھٹک گئی اسکا دل کیا وہ جا کر ممانی کو کھڑی کھڑی سنا دے لیکن پھر کنٹرول کر گئی بات مزید بگھڑتی تو مزید تماشا ہوتا۔۔اکثر خاموشی بڑی بڑی مصیبتوں کا رُخ موڑ دیتی ہے۔۔۔

وہ آگے بڑھ گئی، ممانی نے اسے دیکھتے ہی اپنی بہن کو اشارہ کیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔۔اسنے سٹور ہم سے مطلوبہ سامان لیا پھر نیچے کی جدنب بڑھ گئی لیکن پھر وہ رُکی اسنے مڑ کا ممانی کو دیکھا۔۔جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔۔

"ممانی کافی دیر ہو چکی ہے آپ لوگوں کو اب نکلنا چاہیے رات ہو گئی تو سوات کے راستے مشکل ہو جائیں گے پتا ہے نہ کتنی کھائیاں ہیں وہاں کہیں آپ بھی نہ اندھیرے میں گر جائیں۔۔" کہتی وہ نیچے کی جانب چل دی ممانی نے اسکی تیز زبان پر اسے دل ہی دل میں بہت کچھ کہا لیکن زبان سے چپ رہیں۔۔

وہ اپنے کمرے مین کھڑی اب کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی ژہاں ماموں بابا کے پاس کھڑے کوئی بات کررہے تھے وہ بابا کے دوست تھے گہرے دوست دونوں کی خوب بنتی تھی لیکن ممانی وہ کوئی موقع ایسا نہین چھوڑتی تھیں کہ فرجاد ماموں کے دل میں انکی فیملی کے بارے میں زہر بھر سکیں۔۔۔اسنے بے بسی سے انہیں دیکھا پھر پلٹ گئی۔۔

پہلے اسے بھی لگتا تھا کہ اپنے اپنے ہی ہوتے ہیں وہ باہر والوں کی طرح نہیں ہوتے فیملی کے لوگ ایک دوسرے کی عزت کی خفاظت کرتے ہیں ایک دوسرے کے بارے میں سچے ہوتے ہیں سب وفادار ہوتے ہیں لیکن کچھ سال پہلے اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ غلط ہے اسکی سوچ اپنے رشتے داروں کے بارے میں غلط تھی۔۔

اسکی ممانی نے اسکی امی سے پہلی بار مائکے جانے پر لڑائی کی تھی امی نے نہیں بتایا لیکن وہ جان گئی تھی کہ بند کمرے میں ممانی اور چھوٹی ممانی اسکی امی کو طعنے دے رہی تھیں اور بتا رہی تھیں کہ وہ تو کبھی اتنے دنوں کے لیے اپنے مائکے نہیں گئیں۔۔

روداب جمشید نے امی کی آنکھوں میں پہلی بار آنسوں دیکھے تھے اور اسے اپنی ممانی سے نفرت ہو گئی وہ ان سے چڑنے لگی بلکہ آہستہ آہستہ ہر رشتے دار ہر شخص کا سچ اسکے سامنے آتا گیا پتا چلتا گیا کہ وہ سب کیا تھے اسنے محسوس کیا کہ وہ بلکہ وہ سب ہی ایک ٹوکسک فیملی سسٹم کا حصہ ہیں جس سے نکلنا ناممکن ہے۔۔

"زندگی میں بہت اچانک ہمیں محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہمارے ارد گرد موجود کچھ تعلقات Toxic ہیں، یہ ہمیں ڈیمج کر رہے ہیں، ہمارے خلاف ہیں ہمارے لیے اپنے دل میں شدید قسم کا بغض رکھتے ہیں، ہمارے پیچھے ہماری باتیں کرتے ہیں، ہمارے والدین کو برا بھلا کہتے ہیں لیکن یہ سب محسوس کرنے میں

ہم دیر کر دیتے ہیں یا ان لوگوں کے چہرے دیر سے عیاں ہوتے ہیں، تب ان تعلقات کو توڑنا ناممکن سا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ہمارے والدین سے جڑے ہوتے ہیں یہ انکی سو کالڈ فیملی کے نام پر چند زہریلے لوگ ہوتے ہیں جو چہرے پر تو مسکراہٹ سجائے ملتے ہیں لیکن دل میں حسد و نفرت کا شکار ہوتے ہیں، یہ ہمیں اور ہماری جڑوں کو اندر سے کھوکھلا کر رہے ہوتے ہیں، ہمارے والدین ان تعلقات کو کبھی توڑنا نہیں چاہتے وجہ ہم کبھی نہیں سمجھ سکتے لیکن والدین ہمیشہ اس تعلق کو گھسیٹتے رہنا چاہتے ہیں وہ جن باتوں کو نظرانداز کرتے رہتے ہیں انکی اولاد وہ باتیں بری طرح محسوس کرتی ہے، انہیں اپنے والدین کا ہر بار جھک جانا زہر لگتا ہے لیکن وہ بولتے نہیں ہیں بس دل ہی دل میں ان رشتے داروں سے نفرت کرنے لگتے کیونکہ وہ تعلق نہیں توڑ سکتے، وہ ایسے لوگوں سے دور رہنا سیکھ لیتے ہیں انکے سامنے جعلی مسکراہٹ چہرے پر لے آتے ہیں لیکن ان کی عزت کبھی نہیں کرتے، انکے گھر آنا جانا چھوڑ دیتے ہیں اور پھر کبھی ایسے رشتوں پر دوبارہ یقین نہیں کرتے۔۔ کیونکہ یہ ہمارے رشتوں پر اعتبار نہ کرنے کا پہلہ مرحلہ ہوتا ہے اسکے بعد عمر بھر ہم ہر تعلق کو اسی طرازو میں تولتے رہتے ہیں

چاہے وہ کتنا بھی مخلص ہو یقین یا تو بہت دیر سے آتا ہے یا پھر کبھی نہیں آتا، اور آخر ہم سبق سیکھ لیتے ہیں کہ رشتوں پر اعتبار کرنا سیکھیں، لیکن اپنی حفاظت کو کبھی مت بھولیں، جھوٹی مسکراہٹوں سے بچیں، اور اپنی حقیقت کو پہچانیں۔"

***

اسے یہاں رہتے ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا خاقان اور اسکی امی ہی تھے گھر میں صرف انکی باقی فیملی برازیل کے شہر ساؤپولو میں ہی رہتی تھی۔۔اسنے کھانا پینا تو دور کی بات ہے بولنا تک چھوڑ دیا تھا اوپر سے وہ اس دن سے بخار میں پھنک رہی تھی۔۔

آج خاقان کی امی نوشین نے اسے کمرے سے باہر نکالا اور باہر ٹی وی لاونج میں لے آئیں، وہ چاہتی تھیں کہ وہ بات کرے کچھ بولے جو بھی حادثہ ہوا ہے اسے بھول جائے لیکن گل لالہ کی دنیا جیسے ساؤپولو میں ہی چھوٹ گئی تھی۔۔

دوسری طرف براق جب گھر واپس آیا تو اسے ٹی وی پر یہ نیوز دیکھنے کو ملی تھی کہ ہاسپٹل میں آگ لگ گئی ہے وہ اسی وقت ہاسپٹل کے لیے واپس نکلا تھا اسنے امن کو سو کالز کی تھیں لیکن اٹھائی ایک بھی نہیں گئی پھر اسنے میسج کئے تھے۔۔

آج ہاسپٹل تک کا سفر طویل ہو گیا تھا اسے کوئی میٹرو نہیں ملی تو وہ بائک لے کر نکلا تھا لیکن بیچ راستے میں بائک بھی بند ہو چکی تھی یقیناً اس میں پیٹرول نہیں تھا۔۔

کافی دیر تک بے بسی سے بائک کو چلانے کی کوشش کرنے کے بعد وہ پیدل ہی بھاگنے لگا تھا۔۔اسے کچھ بھی کر کے گل لالہ کو بچانا تھا ساتھ ساتھ وہ نیوز بھی دیکھ رہا تھا جہاں ایک ایک لمحے کی خبر دی جا رہی تھی۔۔

وہ تقریبا آدھا سفر ہی تہ کر پایا تھا جب اسنے نیوز میں بم کی خبر سُنی بلکہ آواز بھی رپورٹر کے بیک گراونڈ سے اچانک اٹھنے والا دھواں اور دھماکہ اسنے دیکھا تھا اور وہ چلتے چلتے لڑکھڑا گیا وہ مزید ایک قدم نہیں لے سکا تھا۔

آنکھیں وخشت سے سرخ پڑ چکی تھیں،وہ لب پری طرح بھینچے پوری قوت سے ہاسپٹل کی طرف بھاگا کہیں نہ کہی اسے یقین تھا کہ وہ بچ گئی ہے ایک امید اب بھی زندہ تھی۔۔

وہ ہاسپٹل پہنچ چکا تھا لیکن وہاں کئی گھنٹے خوار ہونے کے بعد جو خبر اسے ملی وہ براق جہانگیر کو اندر تک ہلا چکی تھی۔۔آئی سی یو وارڈ میں موجود ۱۳ لوگ مر گئے تھے جس میں سے کچھ کی لاشوں کی پہچان ہو چکی تھی تو کچھ باقی تھیں۔۔

رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا جب باسل اور شمروز کے ساتھ ندا اور ناصر جہانگیر بھی ہاسپٹل پہنچے تھے، دو لاشیں رہ گئی تھیں جن کی پہچان باقی تھی وہ سب پتھر کا بت بنے کھڑے تھے۔

دو پولیس آفیسرز انکے پاس آئے، ایک آفیسر نے Evidence بیگ میں موجود لاکٹ انکی جانب بڑھایا۔۔ شمروز نے وہ لاکٹ تھاما پھر اسے براق کے سامنے کیا۔۔

"یہ۔۔یہ وہی ہے نہ جو تم نے اسے دیا تھا۔۔۔؟؟" اسکی آواز کانپنے لگی تھی، براق نے ایک نظر لاکٹ دیکھا اور بے یقینی سے سر نفی میں ہلا گیا۔۔

"ی۔۔یہ۔۔نہیں۔۔ہو سکتا۔۔۔وہ ایسے نہیں جا سکتی۔۔گلِ لالہ نہیں جا سکتی۔۔" وہ قدم پیچھے کی جانب لے رہا تھا۔۔ان سب نے بے بسی سے اسے

دیکھا سب کی حالت ایک جیسی تھی یقین کرنا مشکل تھا۔۔۔ جو ہو چکا تھا نہیں ہونا چاہیے تھا۔۔

"براق واپس آؤ۔۔"ندا نے اسے پکارا۔۔ وہ سر نفی میں ہلا گیا۔۔

"آپ کو مجھے گھر نہیں بھلانا چاہیے تھا آپ نے بھلایا میں گھر چلا گیا اور گل۔۔۔"وہ بات ادھوری چھوڑ گیا اسکا پورا وجود کانپ رہا تھا ندا کی سسکیاں بلند ہوئیں۔۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایسا کچھ ہو جائے گا۔۔ مجھے پتا ہوتا تو تمہیں کبھی نہ بھلاتی۔۔۔"وہ اسکی جانب بڑھی تھیں براق نے انکے چہرے کو دیکھا پھر بے بسی سے انکے سینے سے لگ گیا۔۔

ندا نے بخوبی محسوس کیا کہ وہ رو رہا تھا بغیر آواز کے وہ رو رہا تھا ندا جہانگیر نے خود کو مرتا ہوا محسوس کیا انکا سب سے مضبوط بیٹا اس حال میں تھا اور بیٹی کا غم الگ۔۔ وہ کتنی ہی دیر اسکی مدھم سسکیاں اپنے کانوں میں گھونجتی محسوس کرتی رہیں۔۔

باقی سب ان دونوں کو دیکھ کر لب بھینچے کھڑے تھے پتا نہیں کیوں ان میں سے کوئی اس خبر پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا کہ ایسا کچھ ہوا ہے یا ہو سکتا ہے۔۔

"امن۔۔۔امن کہاں ہے۔۔؟؟" باسل نے پولیس آفیسر کی جانب دیکھا پھر باقی سب نے بھی پولیس آفیسر کو دیکھا۔۔ براق نے بھی تیزی سے سر اٹھایا۔۔

"اسے میں نے کہا تھا گلؑ کا خیال رکھنا۔۔ وہ آیا تھا میرے بعد ہاسپٹل۔۔" اسکے جواب پر آفیسر سر ہلا گئے۔۔

"جن لوگوں نے بم بلاسٹ کیا ہے وہ لوگ مل گئے ہیں اب جیل میں ہیں۔۔شاید وہ ان تصویروں میں ہو جو ہم نے بنائی ہیں آپ پہچان کر لیں۔۔"
آفیسر نے موبائل میں سے کچھ تصویریں دکھائیں۔۔ان تصویروں میں ایک میں امن بھی تھا لیکن وہ شدید زخمی تھا۔۔

"یہ۔۔یہ بھی۔۔ان میں۔۔؟؟" باسل نے آفیسر سے سوال کیا۔

"نہیں۔۔یہ پیشنٹ ہاسپٹل کی بیک سائڈ سے ملے تھے اور انکی کنڈیشن بری طرح بگھڑ چکی ہے اگرچو بیس گھنٹوں میں انہیں ہوش نہیں آیا تو انکا بچ پانا ناممکن ہے۔۔" جہانگیر فیملی نے ایک اور بوجھ خود پر محسوس کیا ایک اور دُکھ۔۔۔ایک لاعلاج غم۔۔ !!

"آپ کے پیشنٹ کی باڈی آپ کو صبح تک مل جائے گی اب آپ جا سکتے ہیں۔۔"آفیسر کہہ کر چلے گئے۔۔ ناصر جہانگیر نے سب کو گھر چلنے کا اشارہ کیا تھا براق سر نفی میں ہلا گیا۔۔

"میں تھوڑی دیر میں آجائوں گا آپ لوگ جائیں۔۔" وہ کہہ کر قدم باہر کی جانب بڑھا گیا اسے کسی نے نہیں روکا تھا۔۔ سب جانتے تھے وہ اس وقت کس حال میں ہے۔۔

وہ چلتا جا رہا تھا اور بس چلتا جا رہا تھا اسے ہوش ہی نہیں تھا کہ جانا کہاں ہے۔۔ کافی دیر گزر جانے کے بعد اسنے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ قبرستان کے دروازے پر کھڑا تھا۔۔

وہ کتنی ہی دیر وہاں دیکھتا رہا۔۔ شہرِ خاموشاں میں سکوت ہی سکوت تھا اسنے اچانک سے خوف محسوس کیا۔۔ جب اسے یہ خیال آیا کہ وہ۔۔ اسکی۔۔ گلِ بھی

اب یہاں آنے والی ہے۔۔ دل پر گھونسہ سا پڑا۔۔ وہ سر تیزی سے نفی میں ہلا گیا۔۔

"نہیں۔۔ اسے ڈر لگے گا۔۔ وہ اکیلی کیسے رہے گی۔۔؟؟" اسنے خود سے سوال کیا

"لیکن اب اسے رہنا تو یہاں ہی ہے نہ۔۔" دل سے ایک اور آواز آئی۔۔ براق جہانگیر کا دل کا وہ بھی ان میں سے کسی قبر میں دفن ہو جائے۔۔ وہ یہ بات برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ وہ پھولوں سی لڑکی اس سکوت میں کیسے رہے گی۔۔۔؟ وہ لڑکی شہرِ خاموشاں میں رہے یہ اسکی برداشت سے باہر تھا۔۔

"میں تم سے ایک دن کم جینا چاہتا تھا تا کہ مجھے تمہارے بغیر نہ جینا پڑے۔۔۔" وہ خلا میں دیکھتا کہ رہا تھا۔۔ جہاں اسکے سامنے وہ ہنستی مسکراتی، شرارتیں کرتی موجود تھی۔۔

"تم چلی گئی ہو تو مجھے محسوس ہوتا ہے میں بھی نہیں ہوں، یہاں بس ایک وجود باقی ہے۔۔ایک سکوت اور تمہاری یاد۔۔"وہ مزید کہہ رہا تھا۔۔

برازیل کے شہر ساؤ پولو نے وہ رات براق جہانگیر کو سُنتے گزاری تھی، وہ شہرِ خاموشاں کے دروازے پر بھیٹا بولتا رہا بولتا رہا وہ ہر بات کر رہا تھا جو اسے گلِ لالہ سے کرنی تھی ہر اظہار ہر دکھ ہر اذیت جو وہ اس سے بانٹنا چاہتا تھا۔۔

سحر کے وقت وہ اٹھا بکھرے بال، سوجی ہوئی سرخ آنکھے لیے بگھڑے خلیے والا براق جہانگیر ہاسپٹل کے راستے پر چل دیا۔۔اسے گلؔ کی باڈی ہاسپٹل سے لانی تھی۔۔

***

"ممما۔۔میں کیا کروں کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔سب برا ہو گیا۔۔یہ سب نہیں ہونا چاہیے تھا۔۔"وہ انکے پاس بھیٹی کہ رہی تھی۔۔

"رودابہ شکر کرو، تم بچ گئیں اگر وہ یہی سب بعد میں کرتا تو زیادہ برا ہوتا۔۔" انہوں نے اسے پیار سے کہا۔۔

"میرا کیا قصور تھا۔۔"وہ بے بس سی تھی، زندگی اچانک سے رُک سی گئی تھی، سب برا چل رہا تھا یا صرف اسے لگ رہا تھا لیکن جو بھی تھا اچھا نہیں تھا۔۔

"تمہارا کوئی قصور نہیں تھا، اللہ نے جب کسی کا چہرا سامنے لانا ہوتا ہے تو وہ ایسے طریقے سے سامنے لاتا ہے کہ ہم بچ جاتے ہیں۔۔"وہ مسکرادیں۔۔

"اس نے میرے خلاف ایف آئی آر کٹوائی مما۔۔پولیس اگر مجھے میری شادی کے دن پکڑ کر لے جاتی تو۔۔اللہ پوچھے اسے ،وہ مر جائے۔۔"اسنے غصے سے راسم حیات کو سوچتے اسے بد دعا دی۔۔

"بد دعا مت دو۔۔اللہ پر چھوڑ دو صبر کرو بیٹا۔۔کچھ دکھ اور تکلیفیں آزمائش کے لیے آتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ ہم اللہ پر کتنا یقین رکھتے ہیں اسکی ذات کو کتنا مانتے ہیں۔۔"وہ اٹھ کر پانی گلاس میں ڈالتیں اسکی جانب بڑھا گئیں۔

"مجھے معلوم ہے۔۔میں جانتی ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے لیکن پھر بھی تکلیف ہوتی ہے۔۔"اسکی آنکھوں کے سامنے بار بار گزرے منظر آنے لگے تھے۔۔

"ایک بات کہوں رودابہ ،زندگی میں کبھی بھی کہیں بھی چلی جاؤ یہ بات مت بھولنا۔۔"وہ چپ ہوئیں۔

"کیا۔۔؟؟" اسنے سوال کیا۔

"صبر مت بھولنا۔۔ صبر وہ چابی ہے جسے تھام کر جتناد شوار اور طویل راستہ تہ کرو گی اس چابی سے کُھلنے والا خزانہ اتنا ہی قیمتی ہوتا جائے گا۔۔" انکے چہرے پر مسکراہٹ در آئی۔۔

"صبر ہی تو کرتی ہوں۔۔ صبر ہی تو کر سکتی ہوں۔۔" وہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"صبر کرو، صرف صبر اور پھر تم دیکھو گے کہ کیسے تمہارے کام سنبھلتے ہیں، کیسے تمہارے لیے آسمان سے مدد آتی ہے۔" وہ اسے دیکھ کر کہتیں اپنا کام کرنے لگیں تو رودابہ بھی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔

وہ کمرے میں آئی تو خدیجہ بیڈ پر بھیٹی ہوئی تھی،اسنے دوبٹہ کھولتے بیڈ پر بھیٹتے خدیجہ کو پکارہ۔۔

"کیا کر رہی ہو۔۔؟؟"اسکے سوال پر وہ سر ہلا گئی۔۔

"ایک ٹاپک لکھ رہی ہوں،اسائیمنٹ ملی ہے۔۔"کہ کر وہ پھر سے مصروف ہو گئی۔۔

"کیا ٹاپک ہے۔۔؟؟"وہ بالوں کو کیچر سے آزاد کرتی ان میں انگلیاں چلانے لگی۔۔

"نفس کی اصلاح۔۔"خدیجہ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر دوبارہ بولی۔۔

"تم کچھ بتاؤ۔۔اسکے بارے میں کیا لکھوں۔۔؟؟ کیا اصلاح ہر انسان کے لیے ضروری ہوتی ہے اس کے لیے بھی جو پہلے ہی اصلاح کر چکا ہو۔۔" اسنے سوال کیا تو ایک پل کے لیے رودابہ سوچ میں پڑی۔۔

"اصلاح کی ضرورت ہر کسی ہو ہوتی ہے، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ لیکن ہوتی ضرور ہے۔" وہ جواب دے کر اب اٹھتی آئینے کے سامنے کھڑی بالوں کا جوڑا بنا رہی تھی۔۔

"واؤ۔۔یہ سب سے مزے کی بات ہے جو تم نے بتائی۔۔" خدیجہ کہتی اب پھر سے مصروف ہو گئی۔۔

اچانک سے رودابہ کے موبائل کی بیل بجنے لگی،اسنے مڑ کر دیکھا تو موبائل خدیجہ کے پاس پڑا تھا۔۔

"دیکھو کس کی کال ہے۔۔؟" وہ اب ہاتھوں پر ہینڈ کریم لگا رہی تھی۔۔ خدیجہ اس سے پہلے کہ کال اٹھاتی کال بند ہو گئی۔۔ لیکن اگلے لمحے پھر سے کال آنے لگی۔۔

"کوئی (Mr) مسٹر کال کر رہا ہے۔۔" خدیجہ نے مصروف سے انداز میں بتایا تھا لیکن رودابہ کی دنیا تھم گئی۔۔۔ کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آتی اٹھ کر اس سے موبائل لیتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔

باہر آتے اسنے ایک گہرا سانس لیا پھر کال اٹھالی۔۔ دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔۔ اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔ آنکھون میں نمی در آئی تھی۔۔

"ہیلو۔۔" دوسری طرف سے آواز سنائی دی، وہ ایک لمحے کے لیے ٹھہر سی گئی کتنے عرصے بعد وہ یہ آواز سُن رہی تھی۔۔

"اسلام علیکم۔۔" اسنے جواب دیا۔۔دوسری طرف ایک پل کو خاموشی چھا گئی۔۔

"یہ کون بات کررہاہے۔۔" وہ پوچھ رہے تھے، رودابہ نے بے اختیار لب بھینچ لئے، وہ کچھ دیر ضبط سے چپ رہی۔۔پھر بولی۔۔

"میں جو بھی ہوں، آپ کون ہیں۔۔؟؟" اسی دکھ ہوا وہ اسکی آواز بھی پہچان نہیں سکا تھا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ میں کون ہوں، آپ کا نمبر سیو تھا لیکن کوئی نام نہیں لکھا ہوا تھا۔۔؟؟" وہ کہہ رہا تھا رودابہ کے دل کو کچھ ہوا۔۔

"نام نہیں تھا تو یقیناً یہ Wrong نمبر ہوگا۔۔" وہ بس یہی کہہ سکی۔۔

"آپ کا نام کیا ہے۔۔" وہ پھر پوچھنے لگا رودابہ کا دل کیا وہ خودکشی کر لے۔۔

"پہلے آپ اپنا نام بتائیں، پھر میں بتا دوں گی۔۔" یہ شخص اسے کس راہ کا مسافر بنا چکا تھا اور اب وہ خود سے نفرت کر رہا تھا اسے غصہ آیا۔ غصہ اور دکھ دونوں دل پر بری طرح حاوی ہوئے۔۔

"میرا نام ابراہیم ہٹک ہے۔۔ وہ شخص جو خود سے شدید نفرت کرتا ہے۔۔" وہ جواب دے رہا تھا رودابہ ایک پل کو ٹھہر گئی اسے کچھ یاد آیا تھا یہ شخص وہی تھا ویسا ہی تھا جیسا تب تھا جب اسے ملا تھا۔ وہ بے اختیار ہنس دی خود پر اپنی ذات پر اور سب سے زیادہ اس شخص پر۔۔۔!!

"نفرت ہے خود سے تو مر جائیں۔۔" پھر اسنے دھیمے لہجے میں کہا۔۔

"مجھے مرنے کا کوئی شوق نہیں ہے، آپ نام بتائیں اپنا تاکہ میں نمبر ڈیلیٹ کر سکوں۔۔"ایک بار پھر کہا گیا اس بار اسکا صبر جواب دے گیا۔۔

"رودابہ۔۔رودابہ جمشید نام ہے میرا۔۔"اسنے عجیب سے لہجے میں نام بتایا تو دوسری طرف ایک سکوت پھیل گیا۔۔شاید وہ اس کی یوں موجودگی کی توقع نہیں رکھتا تھا۔۔

"روادبہ۔۔پہلے بتاتی۔۔افف میں بھول گیا تھا۔۔"روادبہ کے لبوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔۔

"یاد بھی رکھا تھا کیا جو بھول گئے۔۔؟؟ "
"یاد تھی نا تم۔۔تمہیں کیسے بھول سکتا تھا یار۔۔"وہ کہہ رہا تھا۔

"اچھا۔۔اب خود سے نفرت ہو گئی مجھے خود سے محبت کروانے کے بعد تمہیں خود سے نفرت ہو گئی۔۔؟؟"وہ آپ سے تم پر آئی تھی کیونکہ کچھ دیر پہلے "وہ شخص جو خود سے نفرت کرتا ہے"سن کر وہ اس پر اعتبار کھو چکی تھی یا اور بھی بہت کچھ۔۔

"میں۔۔نے کب کہا کہ مجھ سے محبت کرو۔۔؟؟"اس بار وار گہرا تھا رودابہ دم بخود رہ گئی۔۔

"محبت نہیں کرتے تھے تو یہ کیوں کہا کہ محبت کرتے ہیں جھوٹے تھے آپ۔۔۔"وہ چلائی تھی،دل پر گھونسہ سا آپڑا تھا اسے سب کچھ قبول تھا لیکن محبت کی نفی۔۔ناممکن۔۔یہ موت تھی۔۔

"میں نے تم سے کب کہا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔۔؟" آخری وار کیا گیا۔۔وہ سر جھکا گئی اس بات کا جواب نہیں دے سکی تھی وہ جانتی تھی کہ اب کوئی دلیل کافی نہیں۔۔

"آئیندہ مجھے کال یا میسج نہیں کیجیئے گا، آپ کی زندگی ہے جو مرضی کریں۔۔" کہتی وہ اس سے پہلے کہ کال کاٹ دیتی دوسری جانب سے اسے پکارہ گیا تھا۔۔

"روداب۔۔" وہ شخص اسے پکار بھیٹا تھا۔۔اور روداب جمشید رُک گئی تھی۔۔۔ لیکن محبت سے نہیں آج یہ پُکار اسے چُبھی تھی، شدید بری طرح کسی تیز دھار آری کی طرح۔۔

"مت پُکارو اب تم مجھے، اب میں تمھارے لیے لاحاصل ہوں۔۔" وہ کہہ رہی تھی دوسری جانب سے مسکراتی آواز ابھری۔۔

"اپنی چیزوں کو لاحاصل نہیں کہتے۔۔تم مجھے حاصل تھی ہو اور رہو گی۔۔"

ایک غرور تھا ایک سکون تھا اس آواز میں رودابہ جمشید نے خود کو کسی گہری کھائی میں گرتا محسوس کیا یہ غرور اسکے حاصل ہونے کا نہیں تھا اسکی محبت کے حاصل ہونے کا تھا وہ شخص صرف اسکی محبت حاصل کر کے یہ کہہ رہا تھا کہ اب تم حاصل ہو۔۔۔

صاف لفظوں میں وہ اسے رائیگاں کر رہا تھا۔۔۔دل میں نفرت نے سر اٹھایا، ایک قہرام مچا تھا وہ ہنس دی بے اختیار تمسخرانہ ہنسی۔۔

"اگر تمہیں لگتا ہے کہ رودابہ جمشید تمہیں اتنی رائیگانی کے بعد بھی حاصل ہو جائے گی تو غلط لگتا ہے، بہت محبت کی تم سے اور پانے کی خواہش بھی کی لیکن اب نہیں۔۔۔اب تمہیں لاحاصل رہوں گی اب تم دیکھو گے کہ لاحاصل کی چاہ کیسی ہوتی ہے۔۔اب جیو یا مرو میرے لیے تم مر گئے، میری محبت مر

گئی۔۔ابراہیم۔۔"وہ برف لہجے میں کہہ رہی تھی دوسری طرف موجود شخص کے دل کو کچھ ہوا۔۔

"خود سے ہی سوچتی رہتی ہو۔۔ایسا نہیں ہے۔۔"اسنے صفائی دینے کی ناکام کوشش کی تھی،اسے ڈر تھا کہ وہ چلی جائے گی۔۔

"اللہ کی امان،خدا کرے تمہاری عمر دراز ہو اور تمہارے ذہن سے عمر بھر میرا خیال نہ جائے۔۔"وہ کال کاٹ گئی،اب وہ وہیں لان میں بھیٹتی سسکنے لگی تھی۔

پہلے اعتبار کم تھا،گمان نہیں تھا لیکن آج۔۔۔آج شاید محبت ہی نہیں رہی تھی، وہ بری طرح لبوں پر ہاتھ رکھے سسکیاں روکنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن آج آنسوں کم نہیں ہونے والے تھے۔۔وہ خود کے لیے بری بن گئی تھی اسنے محسوس کیا کہ اسنے زندگی میں صرف ایک محبت کی تھی ایک واحد شخص کو بے

انتہا چاہا تھا آج اسنے محبوب کے ساتھ ساتھ محبت بھی کھو دی تھی، آج اس شخص کے لفظ اسکی محبت مار گئے تھے۔۔

"محبوب نہ بھی ملتا تو عمر بھر صبر کر لیتی لیکن اب تو محبت بھی مر گئی ہے، اب کیسے صبر آئے گا۔۔؟؟" وہ خود سے سوال کر رہی تھی۔۔

مجھے تم سے نفرت سے بھی زیادہ نفرت ہے،
لیکن یہ نفرت تمہاری ذات سے نہیں،
بلکہ اُس محبت سے ہے جو تم نے مجھ سے مانگی
اور پھر اُسے بے قدری کے ساتھ زمین پر پھینک دیا۔۔
نفرت تو شور مچاتی ہے،
مگر تم نے جو درد دیا وہ خاموش تھا،
ایسا درد جو راتوں کو جگاتا ہے
اور دن میں مسکرانے کا ہنر چھین لیتا ہے۔

تم نے وعدے کیے،

ایسے وعدے جن پر دل نے اپنا مستقبل رکھ دیا

اور پھر ایک دن یوں پلٹ گئے

جیسے کچھ تھا ہی نہیں۔

میں نے کبھی تم سے بددعا نہیں کی،

کیونکہ بددعائیں دشمنوں کے لیے ہوتی ہیں

اور تم تو وہ تھے

جن کے لیے دل دعا مانگتے مانگتے تھک گیا۔

آج اگر میں کہتی ہوں

کہ مجھے تم سے نفرت سے زیادہ نفرت ہے،

تو اس کا مطلب یہ نہیں

کہ محبت باقی نہیں رہی،

بلکہ یہ کہ محبت اتنی سچی تھی

کہ اُس کی بے قدری ناقابلِ برداشت ہو گئی۔

نفرت وقت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے
مگر وہ خالی پن نہیں جاتا
جو تم چھوڑ گئے ہو۔
تم چلے گئے،
مگر اپنے ساتھ میرے اندر کا یقین بھی لیے گئے۔۔

آج ایک تعلق اختتام کو پہنچا تھا ایک کہانی اختتام کو پہنچی تھی۔۔۔رودابہ جمشید کی محبت کی کہانی کا اختتام ہو گیا تھا، محبت ختم ہو گئی تھی لیکن محبت تو کبھی ختم نہیں ہوتی یہ تو عمر بھر ساتھ رہتی ہے دل کے کسی ایک چھوٹے سے کونے میں موجود رہتی ہے۔۔یہ بات وہ جانتی تھی اچھے سے جانتی تھی لیکن اب وہ شخص تو اسکی نظر میں مر گیا تھا نہ جس کی محبت میں وہ مرتی تھی۔۔۔ایک بے نام تعلق اختتام کو پہنچا تھا۔۔کافی دیر تک رونے کے بعد وہ چپ ہو گئی۔۔پھر مسکرائی۔۔

"میں نے اس سے یہ حق چھین لیا کہ اب اسکا خیال میرے اندر بہار میں بھی خزاں بھر دے۔" وہ خود سے کہ رہی تھی۔۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئی، دل پر موجود زخم مندمل نہیں ہوا تھا لیکن اسے مرہم مل گیا تھا، اسے ٹھیک ہونے کا راستہ مل گیا تھا، اب یہ زخم مزید گہرا نہیں ہونے والا تھا اب روداب جمشید کبھی محبت کا راگ نہیں الاپنے والی تھی نہ اب کبھی وہ پلٹنے والی تھی۔۔

"وہ اب صرف روداب جمشید تھی ایک پتھر دل عورت جس نے ہر کسی سے یہ حق چھین لیا تھا کہ وہ اسکا دل توڑ سکے اسے تکلیف دے سکے۔" اس لمحے اسنے خود کو آزاد محسوس کیا۔۔ ایک ان دیکھی ڈور گرا کھل گئی تھی اب آگے جانا تھا اب مڑنا نہیں تھا۔۔ وہ آسمان پر موجود چاند کو دیکھتی اٹھی اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔۔ جانے سے پہلے وہ ایک جملہ کہ کر گئی تھی۔۔

"کسی کو حاجت نہیں ہے کہ وہ کسی کی زندگی کو اپنے جینے کی شرط مان لے۔ "

***

# *بابِ سکوت*

## *از قلم مریم راجپوت*

Episode No.15

محبت مر گئی تھی،اب ایک نئی زندگی شروع ہوئی تھی،ایک نیا باب کھلا تھا وہ باب جو سچ کے بعد کھُلتا ہے جو حقیقتوں کو سہن کرنے کے بعد کا باب ہے۔۔یعنی باب سکوت جہاں حقیقت کے بعد کی خاموشی سانس لیتی ہے، جہاں سچ کا سکوت ہے۔۔جہاں راز کھُلتے ہیں۔۔

باب سکوت کھل چکا تھا یعنی اب ایک نئی داستان لکھی جانی تھی، ایک نیا اختتام اور ایک نئی زندگی کی شروعات ہونی تھی لیکن یاد رہے بابِ سکوت خاموشیوں کا دروازہ ہے یہاں خاموشیوں کا شور ہے یہاں سچ بھی خاموشی میں چھپا ہے یہاں سکوت پھیلا ہے حقیقت کے بعد کا سکوت۔۔۔ آؤ سانس لیں اس نئے باب میں ایک نئی زندگی میں۔۔ آؤ باب سکوت میں جئیں۔۔

"باب سکوت کھُلنے کے بعد۔۔"

وہ اس دن نرمین کے ساتھ براق کے گھر نہیں گئی تھی، وہ گاڑی سے راستے میں ہی اتر چکی تھی، وہ ملنا چاہتی تھی اس سے لیکن دل گھبرا گیا تو وہ واپس چل دی، اسنے سوچا تھا وہ ٹیکسی لے لے گی تھوڑا آگے جا کر لیکن اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی دل کر رہا تھا وہ ایک نظر براق جہانگیر کو دیکھ لے بس ایک نظر ہی سہی بس دیکھ لے۔۔

اسنے تھوڑا آگے جا کر نرمین کو میسج کیا کہ وہ اسے ویڈیو کال کرے کیونکہ وہ دیکھنا چاہتی ہے کہ رودابہ کیسی ہے اصل میں تو اسے براق جہانگیر کو دیکھنا تھا، کچھ دیر بعد نرمین کی کال آنے لگی وہ اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتی کیمرا سامنے کی جانب کر گئی جہاں بیڈ پر رودابہ بھیٹی تھی اور دور صوفے پر براق جہانگیر۔۔ گلؔ لالہ کتنے ہی پل اسے دیکھتی رہی آنکھون میں آنسوں جلملائے تھی وہ رودابہ سے بات کر رہا تھا اور گلؔ لالہ اسکی آواز سُن رہی تھی بہت غور سے بہت سالوں بعد وہ مزید دلکش ہو چکا تھا۔۔

"کاش ہم کبھی نہ بچھڑتے، کیونکہ اب ملنا ناممکن سا لگ رہا ہے۔" وہ دل میں کہہ رہی تھی۔۔۔ دو منٹ بعد نرمین کال کاٹ گئی تو وہ کتنی ہی دیر جہاں تھی وہیں کھڑی رہی اسکا دل کیا وہ بھاگ جائے براق کے پاس چلی جائے لیکن وہ جا نہیں سکتی تھی کچھ تھا جو اسے روک رہا تھا۔۔

وہ آگے بڑھی اور ٹیکسی لینے کے لیے ہاتھ بڑھاء اروڈ کے بلکل ساتھ کھڑی تھی، اسی وقت نرمین کی کال آنے لگی اسنے کال اٹھائی تھی۔۔اب وہ نرمین کو بتارہی تھی کہ وہ گھر جانے کے لیے ٹیکسی لے رہی ہے۔۔بات کرکے اس سے پہلے کہ وہ کال بند کرتی اچانک اسنے ایک بہت بڑا ٹرک اپنی جانب آتا دیکھا تھا۔۔۔ایک موقع نہیں ملا تھا اسے پلٹنے کا اگلے لمحے ٹرک اسے ٹھوکر مار چکا تھا ایک چیخ نرمین کو کال کی دوسری جانب سنائی دی تھی۔

ٹرک جا چکا تھا لیکن وہ اس مصروف سڑک پر بے خس و حرکت پڑی تھی لوگ اکھٹے ہو رہے تھے، خون تیزی سے بہتا جارہا تھا، ٹریفک یک دم رُک گئی، اچانک ایمبولینس کی آواز آنے لگی تھی۔۔فون اس سے کچھ فاصلے پر پڑا ہوا تھا کسی نے فون اٹھا کر اس آخری نمبر پر کال ملائی اور خبر کرتے کال کاٹ دی۔۔

نرمین جو کال پر گلؔ کی چیخ سُن چکی تھی وہ اب باہر براق کے پاس آئی تھی اسے جانے کا کہہ رہی تھی براق اٹھا اور باہر کی جانب بڑھ گیا ساتھ وہ نرمین کو تسلی بھی

دے رہا تھا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا اسی وقت اسکا فون بجا اور کال سُننے کے بعد زمین کی حالت اور بھی بری ہو چکی تھی۔۔ یہ ایک پل میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔۔ وہ بری طرح رونے لگی تھی اگر گلِ بہار کو کچھ ہو جاتا تو وہ کبھی خود کو معاف نہ کرتی۔۔

"کاش میں اسے راستے میں چھوڑ کر نہ آتی۔۔" اسنے خود سے دل میں کہا تھی۔۔ براق نے اسکی جانب حیرت سے دیکھا۔۔

"کیا وہ تمہارے ساتھ ہمارے گھر آرہی تھی۔۔؟؟" اسنے انجانے میں سوال کیا۔

"ہاں۔۔ لیکن پھر وہ راستے میں گاڑی سے اتر گئی وہ نہیں آنا چاہتی تھی۔۔" اسنے آہستہ سے کہا۔۔

"کیوں۔۔ایسا کیا تھا جو وہ نہیں آئی۔۔؟ "

"پتا نہیں میں آپ سے بات کر رہی تھی اسکے بعد اسنے کہا کہ وہ نہیں جانا چاہتی۔۔"وہ جواب دے کر اب خاقان کے نمبر پر کال کر رہی تھی۔۔کچھ بیلز کے بعد کال اٹھالی گئی۔۔

"ہیلو۔۔خاقان بھائی گلِ بہار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔۔۔پلیز جلدی آئیں۔۔"
وہ خاقان کو بتاتی کال بند کر گئی۔۔گاڑی چلاتے براق نے بے یقینی سے بریک لگائی تھی۔۔

"تم خاقان آفریدی کی بہن ہو۔۔؟؟"وہ سوال کر رہا تھا زمین نے اسکی آنکھوں میں کچھ عجیب سا تاثر محسوس کیا۔۔پھر سر ہلا گئی۔۔

"امن حیدر کی بہن۔۔؟؟"وہ پھر سوال کر رہا تھا اس بار بھی وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔۔

"گل بہار کون ہے۔۔؟؟ کیا وہ تمہاری سگی بہن ہے۔؟؟" ایک آخری سوال کیا گیا۔۔اس بار وہ نفی میں سر ہلا گئی۔۔

"نہیں۔۔کچھ سال پہلے خاقان بھائی اسے گھر لے کر آئے تھے تب وہ زخمی تھی اسکے بعد سے وہ ہمارے ساتھ رہنے لگی پھر ہم پاکستان شفٹ ہو گئے۔۔" وہ بتا رہی تھی براق جہانگیر کی گرفت سٹیرنگ پر مضبوط ہو رہی تھی۔۔

"کہاں رہتے تھے تم لوگ پہلے۔۔؟؟" اس بار ضبط جواب دے گیا اب اسکی آواز کانپ رہی تھی۔۔۔

"ہم برازیل کے شہر ساؤپولو میں رہتے تھے۔۔" اسے براق کی حالت دیکھ کر اندازہ ہو چکا تھا کہ کچھ ہے جو وہ جانتا ہے۔۔

"وہ کون سے ہاسپٹل میں ہے۔۔" اسنے گاڑی سٹارٹ کر دی اور اگلے ہی پل پوری سپیڈ کے ساتھ گاڑی کراچی کی سڑکوں پر ڈھورنے لگی۔۔

"سٹی ہاسپٹل۔۔" وہ یک لفظی جواب دے گئی۔۔ پھر تمام راستے وہ چپ رہا نہ نرمین نے کوئی بات کی نہ کچھ۔۔ پندرہ منٹ کے بعد گاڑی ہاسپٹل کے سامنے رُکی تھی۔۔ وہ گاڑی سے اترتا اندر کی جانب بڑھ گیا نرمین اسکے ساتھ ہی تھی۔۔

"ابھی جو پیشنٹ آئی ہیں وہ کہاں ہیں۔۔؟" وہ ریسیپشن سے پوچھتا آئی سی یو کی جانب بڑھ گیا۔۔ آئی سی یو وارڈ کے باہر کھڑے وجود کو دیکھ کر اسکی آنکھوں میں قہر ابھر آیا تھا۔۔۔

"کہاں ہے وہ۔۔؟؟" اسنے خاقان آفریدی سے سوال کیا تو وہ آئی سی یو کی جانب اشارہ کر گیا۔۔ براق سر اثبات میں ہلاتا وہیں دیوار کے پاس جا کھڑا ہوا۔۔

مضبوط کندھے جھک گئے تھے۔۔آنکھیں ضبط سے لال تھیں اور لب بھینچے ہوئے تھے،اسے یوں لگ رہا تھا مزید کچھ دیر بعد وہ مٹی کا ڈھیر بن جائے گا پانچ سال پہلے بھی وہ اس سے جب بچھڑی تھی تو ہاسپٹل میں بچھڑی تھی اور آج جب ملی تھی تو اب بھی یہیں ملی تھی۔۔

اسنے فون قمیض کی جیب سے نکال کر کسی کو کال ملائی تھی، بیل جا رہی تھی، پھر کال اٹھالی گئی۔۔۔

"اسلام علیکم، کیسے ہیں بھائی۔۔" باسل کی پر سکون آواز پر وہ مسکرا دیا۔۔ویڈیو کال پر براق کا چہرا نظر آ رہا تھا باسل کی طرف اندھیرا تھا۔

"دیکھ لو۔۔کیسا ہوں۔۔" وہ ہنس کر کہ گیا۔۔دوسری طرف باسل جو آنکھیں مونڈھے لیٹا ہو تھا شاید وہ سو رہا تھا اور اب کال کی وجہ سے اٹھا تھا، یک دم سیدھا ہوتا اسے دیکھنے لگا۔۔

"کیا ہوا ہے بھائی سب ٹھیک ہے۔۔؟؟" اسنے کسی خدشے کے زیرِ اثر سوال کیا آج سے پہلے اسنے اپنے بھائی کو یوں بکھرا ہوا نہیں دیکھا تھا۔۔

"بہت کچھ ہو گیا ہے باسل۔۔ پوچھو کیا رہ گیا ہے۔۔" اسکی بات پر باسل تیزی سے اٹھ بھیٹا۔۔

"بتائیں۔۔ بھائی کیا ہوا ہے آپ ٹھیک ہیں۔؟؟" اسکے دل کو کچھ ہوا۔۔

"وہ مل گئی ہے باسل۔۔۔ میرا انتظار ختم ہو گیا۔۔ لیکن اب بھی آزمائش میں ہوں۔۔ وہ زندگی اور موت کے بیچ جھول رہی ہے۔۔" وہ اپنی آواز کو بمشکل لڑکھڑانے سے باز رکھتا باسل کو بتا رہا تھا۔۔

"کک۔۔ کون۔۔ بھائی کون۔۔؟؟" باسل کو لگا اسنے کچھ غلط سُنا ہے۔۔

"گل۔۔ گل لالہ۔۔ مل گئی ہے۔" وہ آنکھوں میں نمی لیے ہنس دیا، جیسے اچانک ہونے والے معجزہ ہوں پر دل روتا روتا ہنس دیتا ہے۔۔

"کک۔۔ کیسے ملی۔۔۔ کہاں ملی۔۔۔؟؟" وہ خوشی سے پوچھ رہا تھا۔۔

"وہ نرمین تمہاری دوست یعنی امن کی بہن کے گھر تھی، ہاسپٹل کے خادثے میں وہ بچ گئی تھی، اسے چھپادیا گیا لیکن جنہوں نے وہ کروایا انہیں لگا کہ وہ مر گئی ہے نہ بھی مرتی تو وہ لوگ ہمیں اسی کبھی نہیں دیتے۔۔۔ یہ سب کچھ پری پلینڈ تھا۔۔" وہ آہستہ آہستہ سب بتا رہا تھا اور باسل کڑیوں سے کڑیاں جوڑتا سمجھ چکا تھا۔۔

"لیکن یہ سب کیا کس نے۔۔۔؟؟" ایک سوال جو الجھا رہا تھا۔۔

"جو مجھے اندازہ ہے شاید وہی ہے میں شمروز اور امن سے بات کروں گا انہوں نے پتا لگوا لیا ہو گا اب تک۔۔"اسکی بات پر وہ حیران ہوا۔۔

"آپ۔۔جانتے ہیں کہ امن کہاں ہے۔۔؟؟"اسے نہیں معلوم تھا کہ براق ان دونوں سے مل چُکا ہے۔

"ہاں۔۔کچھ مہینے پہلے میں برازیل گیا تھا تب ان سے ملاقات ہوئی تھی۔۔ٹھیک ہے میں بعد میں بات کرتا ہوں۔۔"براق کال کاٹ چکا تھا باسل وہیں واپس سے لیٹ گیا۔۔

دروازے میں کھڑا وجود اب بھی ساکت تھا یوں جیسے ہر مومنٹ رُک چکی ہو،وہ بے یقین سا کھڑا رہا باسل بلینکٹ اوڑھے پھر سے سو چُکا تھا اسنے امن کو نہیں دیکھا تھا۔۔۔

وہ پلٹ گیا تیز تیز چلتی سانسوں کے ساتھ وہ کچن کی جانب گیا اب وہ پانی پی رہا تھا، پانچ سال پہلے وہ اسے خاقان کے ساتھ بھیجنے کے بعد ابھی ہاسپٹل ہی تھا جب اچانک اس پر حملہ کیا گیا وہ بری طرح زخمی ہوا تھا پھر اسے ایک اندھیرے کمرے میں ہوش آیا۔۔

وہ نہیں جانتا تھا کب کیوں کیسے لیکن اس دن اسے مجرم ثابت کر دیا گیا اور جیل میں ڈال دیا گیا چار سال جیل میں اسی خیال کے ساتھ رہنے کے بعد کہ وہ ٹھیک ہو گی وہ شمروز سے ملا جس نے اسے بتایا کہ گلِ مر چکی ہے اس دن اسنے سوچ لیا کہ وہ سب سے انتقام لے گا اپنے مجرموں سے گلِ کے مجرموں کے پھر وہ جیل کو آگ لگا کر بھاگ آئے۔۔

برازیل کی پولیس اب بھی انکے پیچھے تھی یا وہ لوگ یہ سمجھ چکے تھے کہ جو قیدی مرے ہیں وہ امن اور شمروز تھے، یہ انہیں معلوم نہیں تھا، وہ لوگوں کیس کی تحقیق کے لیے لندن آ گئے کیونکہ انکی اطلاع کے مطابق سرمد کامران کی موت

کے بعد انکی ساری فیملی لندن شفٹ ہو چکی تھی، برازیل سے وہ لوگ ہمیشہ کے لیے چلے گئے تھے کیوں گئے تھے یہ بات کوئی نہیں جانتا تھا۔

اور اب اسے معلوم ہو رہا تھا کہ گلؔ لالہ زندہ ہے، وہ تو جیل سے بھی اسی لیے باہر آیا تھا کہ وہ جانتا تھا وہ نہیں ہے کیونکہ اگر وہ ہوتی تو شاید امن حیدر خود کو اسکے قریب رہنے سے کبھی روک نہ پاتا ساؤ پولو کی جیل میں رہتے رہتے اسکی محبت شدید ہو چکی تھی، جب تک محبت تھی وہ قید تھا جس دن اسے علم ہوا وہ زندہ نہیں ہے اسی دن اسنے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس جیل کو آگ لگا دے گا وہ ان سب سے انتقام لے گا۔۔

گلؔ زندہ نہیں ہے اس سے یہ بات کہنے والا بھی اسکا دوست تھا اسکا وہ دوست جس پر وہ بے انتہا یقین کرتا تھا، کیا شمروز یہ بات جانتا تھا کہ گلؔ زندہ ہے۔۔؟؟ بے اختیار آنے والا خیال جاندلیوا تھا، اگر گلؔ اسکی اپنی فیملی کے پاس تھی تو یہ بات یقیناً شمروز اچھے سے جانتا تھا۔۔ وہ آنکھیں زور سے بند کرتا کھول

گیا۔۔ شمروز نے اسے صرف جیل سے نکالنے کے لیے یہ سب کیا تھا۔۔ وہ جان گیا تھا اور اسکا دل بری طرح ٹوٹا۔۔ وہ بکھر سا گیا تھا۔۔

اسکے دوست نے اس سے جھوٹ بولا تھا بے شک بھلے کے لیے ہی سہی لیکن بولا تو تھا یہ بات اسے زیادہ تکلیف دے گئی تھی، اسنے قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھائے پھر واش روم جاتے وہ شاور کھول کر ٹھنڈے برف پانی کے چھینٹے منہ پر مارتا باہر آیا۔۔۔ ابھی تو اسکے زندہ ہونے کی خوشی بھی منانی تھی۔۔ ابھی تو وہ اپنی فیملی سے بھی نہیں ملا تھا۔۔

***

وہ اگلے دن براق کے گھر واپس آگئی تھی، ندا جہانگیر سے وہ بات کر لیتی تھی وہ اسے کافی اچھی لگیں تھی، سوفٹ نیچر اور کول سی، ناصر جہانگیر اسے اخبار پڑھ کر

اکثر سنایا کرتے تھی جب وہ انکے پاس لان میں بھیٹا کرتی اکثر وہ اسے لطیفے سُناتے تھے، ندا اور ناصر جہانگیر کے ساتھ اسکی بونڈنگ اچھی بن گئی تھی۔۔۔

اسی طرح ایک ہفتہ گزر چکا تھا لیکن اس ایک ہفتے میں براق گھر نہیں آیا وہ اس سے بات کرنا چاہتی تھی اپنا پلین جو وہ بنا چکی تھی اسے بتانا چاہتی تھی، اسنے اپنا مستقبل سوچ لیا تھا وہ پاکستان سے باہر رہنا چاہتی تھی انہی دنوں کو یونیورسٹی آف لندن کے لیے اپلائی بھی کر چکی تھی بغیر کسی کو بتائے۔۔

اس رات براق گھر آیا تو اسنے براق سے بات کی وہ اسے جمشید انکل سے مشورہ کرنے کا کہتا اپنے روم میں چلا گیا شاید وہ کافی سے بھی زیادہ تھکا ہوا تھا، رودابہ نے اسی وقت بابا کو کال کی اب وہ انہیں بتا رہی تھی کہ وہ کیا چاہتی ہے۔۔

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے رودابہ۔۔؟؟" انہوں نے اس سے آخر سوال کیا۔

"ہمم۔۔یہی میرا آخری فیصلہ ہے،اب میں مزید یہاں نہیں رہ سکتی۔۔" وہ گہرا سانس لیتی کہہ گئی۔۔

"اسکے لیے میری ایک شرط ہے۔۔" انہوں نے پھر کہا۔۔

"منظور ہے۔۔" اسے کسی بھی طرح کر کے یہاں سے نکلنا تھا اس وقت وہ صرف اپنا فیوچر دیکھ رہی تھی۔۔

"سُن تو لو۔۔" وہ اسے بتانا چاہتے تھے لیکن وہ انکار کر گئی۔۔

"منظور ہے جو بھی ہوئی مجھے مسئلہ نہیں ہے۔۔" وہ کہہ گئی تو جمشید رضا مسکرا دیئے۔۔

"ٹھیک ہے، کر دوا پلائے۔۔" وہ کہہ کر کال کاٹ چکے تھے۔

اسنے جمشد رضا کو نہیں بتایا تھا کہ وہ پہلے ہی اپلائی کر چکی ہے، اب وہ خوش تھی، اسکی نئی دنیا بننے والی تھی،

لندن میں موجود وہ اپنی ایک دوست سے اس بارے میں ساری بات بھی کر چکی تھی، رہائش کا کوئی مسئلہ نہیں تھا اب بس وہ دعا کر رہی تھی کہ جلدی سے اسے ایڈمیشن مل جائے۔۔

اگلے دن وہ بابا کے ساتھ جا کر پاسپورٹ بنوا آئی تھی، براق کے کچھ کونٹیکسٹس تھے اسنے انکے ذریعے سب کچھ جلدی کروالیا، اور آخر کار اسکا ایڈمیشن ہو گیا، ایک ہفتے بعد کی اسکی فلائیٹ تھی، آج کل وہ شاپنگ اور جانے کی تیاریوں میں کافی مصروف تھی۔

اسے دو دن پہلے پتا چلا تھا کہ نرمین کی بہن کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے، آج وہ ندا جہانگیر کے ساتھ اس کی عیادت کے لیے جانے والی تھی۔۔۔ابھی وہ کمرے سے تیار ہو کر نکلی ہی تھی جب براق بھی باہر سے آتا دیکھائی دیا۔۔

"براق بھائی ہم نرمین کی بہن کی عیادت کے لیے جا رہے ہیں آپ بھی چلیں گے۔۔؟؟"اسنے براق سے پوچھا تو وہ ایک پل کو چپ رہ گیا۔۔

"تم اکیلی چلی جاؤ، مما کو نہیں لے کر جاؤ۔۔"وہ جانتا تھا ندا گلِ لالہ کو دیکھ کر کیسا بیہیو کریں گی،ایک ماہ سے گلِ لالہ ہاسپٹل میں تھی اور قومہ میں بھی کچھ دن پہلے وہ ہوش میں آئی تھی لیکن وہ اس سے نہیں ملا تھا اس سے ملنے کے لیے ضبط چاہیے تھا،وہ اسے روز دیکھنے جاتا تھا لیکن ملا کبھی نہیں گلِ ایکسیڈنٹ کے بعد بلکل خاموش ہو چکی تھی۔۔

"مما تو تیار ہیں لیکن۔۔!!" ندا جہانگیر ٹی وی لاونج میں آتی بولیں۔۔ براق نے بے بسی سے انکے چہرے کو دیکھا پھر سر جھکا گیا۔۔

"مت جائیں۔۔" اسنے تھکے ہوئے لہجے میں کہا تو ندا جہانگیر چونک سی گئیں۔

"براق۔۔ تم ٹھیک ہو۔۔؟؟" وہ اسکے پاس آتیں اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ گئیں۔۔ براق جیسے تھا ویسا ہی بھیٹا رہا۔۔ جامد۔۔ بغیر کچھ کہے۔۔

"رودابہ بچے تم چلی جاؤ میں کسی اور دن براق کے ساتھ چلی جائوں گی۔۔" انہوں نے رودابہ کو اشارہ کیا تو وہ باہر نکل گئی۔۔

"بتاؤ۔ کیا ہوا ہے میرے بچے۔۔ تم اتنے تھکے تھکے لگ رہے ہو۔۔" انہوں نے اسکی پیشانی پر ہاتھ دھرا پھر اسکی آنکھوں میں دیکھا جو ضبط سے سرخ تھیں۔۔

"رونا چاہتے ہو تو رو لو۔۔اتنا سب کچھ اندر نہیں رکھو۔۔"انہوں نے فکر مندی سے کہا۔۔ براق انکے کندھے سے سر ٹکا گیا۔۔یوں کہ اسکا چہرا نظر نہ آئے۔۔ایک آنسوں اسکی آنکھ سے بہ کر ندا کے دوبٹے میں جذب ہو گیا۔۔وہ اسے سُننے کے لیے خاموش سی بھیٹی تھیں۔۔۔

"مجھ میں اتنا ضبط ہے کہ کچھ بھی برداشت کر سکتا ہوں۔۔لیکن اسے اس حالت میں برداشت کرنا جسم سے روح نکال دینے کے برابر ہے۔۔۔"ندا جہانگیر اسکی بات سُنتی چونکیں لیکن خاموش رہیں۔۔

"اس بار میں اسے نہیں ہار سکتا اگر اسے ہار جائوں گا تو زندگی گنوا دوں گا۔۔"وہ آہستہ آہستہ بول رہا تھا۔۔ندا جہانگیر کو اسکی باتین سن کر اندازہ ہونے لگا تھا کہ کیا ہوا ہے۔۔

"دعا کریں میرا ضبط نہ ٹوٹے، ورنہ خود کے لیے بھی برا بن جائوں گا اور اتنا برا کہ پھر اسے پانے کے لیے اپنی بھی جان لے لوں گا۔۔" اسنے مزید کہا۔۔

"گلِ لالہ مل گئی ہے، وہ جسے میں نے برازیل کے ہر اسائیلم ہر ہاسپٹل ہر ایسی جگہ ڈھونڈا جہاں اسکے ہونے کی امید تھی وہ تو یہیں تھی کراچی میں چار سال سے وہ یہیں تھی۔۔اسی شہر میں جس شہر میں میں سانس لیتا ہوں۔۔" وہ ندا کو ساری بات بتا رہا تھا اور ندا چپ سی سُنتی گئیں۔۔آج براق جہانگیر کا دن تھا۔ آج اسکا حق تھا کہ وہ پانچ سال پہلے کی طرح اپنے دل کا غبار نکالے جیسے اسنے ساری رات شہرِ خاموشاں کے دروازے پر بھیٹے دل کا غبار نکالا تھا۔۔

پانچ سال پہلے اس سے اگلے جب وہ لوگ ہاسپٹل گئے تھے تو انہیں لاش نہیں دی گئی تھی، یہ کہ کر کہ لاش جل گئی ہے لیکن اس رات وہاں کام کرنے والے انڈین ڈاکٹر نے انہیں بتایا تھا کہ گلِ لالہ کی نہ باڈی ملی نہ کوئی کنکال اسے زمین کھا

گئی یا آسمان نگل گیا کسی کو علم نہیں ہو سکا اسکے کچھ عرصے بعد باسل اور براق پاکستان آ گئے تھے۔۔

شمروز نے آرمی جوائن کر لی، ناصر اور ندا جہانگیر اپنے اپنے گھروں میں اکیلے رہ گئے تھے۔۔خاندان ٹوٹ گیا تھا کیونکہ اس باغ پر خزاں چھا گئی تھی۔۔اب امید تھی کہ جلد ہی بہار اس باغ کو پھر سے پہلے جیسا یا پہلے سے بھی زیادہ سر سبز کر دیتی۔۔۔

***

وہ میرے ہاتھ سے نکلا ہوا ایک شخص

ساری کائنات مل جانے کے بعد بھی یاد آئے گا...

کیونکہ کچھ لوگ ملکیت نہیں ہوتے،

وہ تقدیر ہوتے ہی

اور تقدیر ہاتھ سے نکل جائے

تو پوری دنیا بھی خالی خالی لگتی ہے۔

میں نے بہت کچھ پایا ہوگا

شاید، نام، شور، لوگ، کامیابیاں مگر

اُس ایک کی کمی ہر نعمت پر سوال چھوڑ جائے گی۔

وہ جو ہاتھ سے نکلا،

دل سے کبھی نہیں نکلا۔ اور سچ یہ ہے کہ

ساری کائنات مل جانے کے بعد بھی

کچھ یادیں کم نہیں ہوتیں،

ہاں بس زیادہ خاموش ہو جاتی ہیں!!....

آج وہ ایک کامیاب شخص تھا، دنیا کی ہر آسائش اسکے پاس تھی لیکن ایک کی کمی تھی اور وہ تھی "محبت "

انوشیر کی Suicide کے بعد وہ بابا کے پاس چلا گیا تھا، اپنی فیملی کے پاس، کافی عرصہ وہ وہاں رہا اسے اپنی فیملی ایک ہیپی فیملی بنانی تھی اسنے ہر ممکن کوشش کی کہ سب ٹھیک ہو جائے خاندان جُڑ جائے اور اسکی کوشش ناکام نہیں ہوئی تھی۔۔

خاندان جُڑ گیا تھا، سب ٹھیک ہو گیا پرانی رنجشیں ختم ہوئیں، اب باری تھی اسکی "محبت کی۔۔ اسنے اس رات روادبہ کو کال کرنی تھی وہ اسے سب بتانا چاہتا تھا لیکن اسے روادبہ کا نمبر نہیں ملا۔۔ وہ حیران تھا کہ اسکے فون سے کافی سے بھی زیادہ کانٹیکٹس ڈیلیٹ ہو چکے تھے۔۔

اسنے بہت کوشش کی لیکن وہ روادبہ کا نمبر نہیں ڈھونڈ سکا اس رات وہ بری طرح بے بس تھا، رات گئے وہ فون چیک کرتا رہا شاید کہ روادبہ ہی میسج کرلے لیکن کوئی میسیج نہیں آیا۔۔ اسنے دوبارہ کوشش نہیں کی تھی نہ نمبر تلاشنے کی اور نہ اس سے رابطہ کرنے کی پھر مہینوں گزر گئے۔۔

ایک رات اسے اپنا پرانا فون یاد آیا جو خراب ہونے کے بعد وہ نیا خرید چکا تھا اسنے وہ فون نکالا تو اسے بہت سے کانٹیکٹس ملے لیکن کچھ سیو تھے اور کچھ ان سیو تھے۔۔

اسنے ایک ایک نمبر پر کال کی اور پھر آواز سُننے کے بعد کال کاٹ دی کوئی آواز رودابہ کی نہیں تھی، آخر میں کچھ کانٹیکٹس تھے جو رہ گئے اسنے ایک نمبر پر کال کی پتا نہیں کیوں وہ لہجہ عجیب تھا انجانے میں ہی سہی وہ خود سے نفرت کا اظہار کر گیا، دوسری طرف وجود کو پتا نہیں کیا ہو گیا تھا۔۔

اسکا نام سننے کے بعد ابراہیم کو معلوم ہوا کہ وہ رودابہ تھی، اسکے مرنے والی بات پر اسے برا لگا تھا اور جب محبت کی بات ہوئی تو وہ اسے جھوٹا کہ گئی۔۔اور پھر جو ہو اسکے بعد وہ واقعے اسے نہیں بتا سکا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے یا نہیں۔۔۔

وہ کال بند ہونے کے بعد کتنی ہی دیر اسی جگہ ساکت سا بھیٹا رہا تھا، یہ کیا ہو گیا تھا وہ کیوں چلی گئی تھی، وہ تو اس سے محبت کرتا تھا۔۔

"کیا تمہیں واقعے روادبہ جمشید سے محبت ہے ابراہیم یا یہ صرف ایک اٹریکشن تھی۔۔؟؟"

"اٹریکشن تو اتنے طویل عرصے کے لیے نہیں ہوتی۔۔!!" اسنے خود سے کہا۔

"محبت تھی تو پھر یہ کیسی محبت تھی۔۔؟؟" دل نے سوال کیا اور وہ سر جھکا گیا۔۔

وہ لڑکی اس سے بہت محبت کرنے لگی تھی یہ بات وہ اچھے سے جانتا تھا وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا اسی لیے اس سے دور رہا لیکن اب وہ خود چلی گئی تھی اس سے دور تو اب اسکا دم گھٹ رہا تھا۔۔اسے وخشت ہو رہی تھی۔۔

"کیا وہ واپس آجائے گی۔۔؟؟" اسنے خود سے سوال کیا۔۔

"تم نے اسکی عزتِ نفس پر وار کیا ہے ابراہیم، محبت میں انا نہیں ہوتی لیکن عزت نفس ہوتی ہے جب اسے روندھ دیا جائے تو محبت مر جاتی ہے یا اگر رہے بھی تو پانے کی خواہش نہیں رہتی، دل میں محبت کی عزت نہیں رہتی۔۔ "

اب اسے سمجھ آیا کہ وہ کیا کر چکا ہے۔۔ کیا کھو چکا ہے۔۔اور وحشت اسکے ارد گرد پھیل گئی۔۔ دل تنگ پڑنے لگا تو وہ پاکٹ سے سیگریٹ نکالتا جلا کر پینے لگا۔۔

کچھ لوگ اپنی محرومیں کو کم کرنے کی خاطر محبتوں کو سمبھال کر رکھنا چاہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں اگر کوئی ان سے محبت کرتا ہے تو ہمیشہ کرتا رہے اور اسی چکر میں وہ اگلے کی عزت نفس کو کہیں نہ کہیں کچل دیتے ہیں اور پھر محبت کھو دیتے ہیں۔۔ لوگوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جب محبت چاہئے ہو تو دوسرے کے

احساسات کا خیال کریں، یہ کسی دوسری کو ذہنی طور پر بیمار کر دینے سے بچا لیتا ہے۔۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب ہم کسی تعلق میں اپنی طرف سے سو فیصد دیتے ہیں، ایفرٹس کرتے ہیں، توجہ دیتے ہیں، پوری طرح دل کو اس جانب کر لیتے ہیں تو ہمارا ذہن اسے تعلق سے متعلق ایک مستقبل سوچ لیتا ہے دوسرے لفظوں میں کہیں تو خواب دیکھ لیتا ہے، لیکن پھر آہستہ آہستہ دوسرے فرد کا انٹرسٹ یا ایفرٹس اس تعلق سے ہٹنے لگتی ہے تو ہم ذہنی طور پر پریشان ہو جاتے ہیں کہ ہم نے ایسا کیا کر دیا جو دوسرا شخص ایسا کر رہا ہے ہم سب اپنے طور پر ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب ایفرٹس صرف ایک طرف سے ہوں دوسرے کو اس میں کوئی دلچسپی ہی نہ ہو تو تعلق نہیں بچ سکتا۔۔ تعلق نام ہی دو طرفہ کوشش اور لگاؤ کا ہے اور جب یہ ایک طرفہ ہو جائیں تو تعلق مر جاتا ہے۔۔ ہم اس چیز کو جتنا سوچتے ہیں جتنی بار وجہ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اتنی بار ناکام رہتے ہیں، جہاں صرف دماغ سے تعلق نبھایا جائے وہاں ایسی سچویشن کے

بعد نفرت، غیر دلچسپی اور ناپسند گی جنم لیتی ہے اور جہاں تعلق دل سے جڑا ہو وہاں ہم خود پر شک کرنے لگتے ہیں کہ ہم نے کچھ ایسا کیا ہے یا ہم میں ہی کوئی کمی ہے اور یہ ٹروما عمر بھر ساتھ رہتا ہے۔۔

***

"ہم سب تمہیں مس کریں گے۔۔" وہ لوگ اسے ایئر پورٹ پر چھوڑنے آئے تھے، آج وہ جا رہی تھی، خدیجہ کی بات پر وہ مسکرا دی۔۔

"میں تم لوگوں کو بلکل بھی مس نہیں کروں گی۔۔" وہ کہتی سب سے ملنے کے بعد آگے بڑھ گئی۔

آنکھوں کے سامنے کے منظر دھندلے ہوئے تھے، وہ جھکاتی اپنا ہینڈ کیری پکڑے آگے بڑھ رہی تھی، اسکے لوگ پیچھے چھوٹ رہے تھے، وہ ان سب سے

دور جا رہی تھی ہمیشہ کے لیے نہیں الکہ تب تک کے لیے جب تک کہ وہ سب ٹھیک نہیں کر لیتی۔۔

پہلے اسے لگتا تھا کہ وہ کبھی اپنی فیملی کے بغیر نہیں رہ سکے گی، اسے ہمیشہ سے اپنے لوگوں سے دور رہنے سے خوف آتا تھا لیکن کچھ حادثے ہمارا خوف کھا جاتے ہیں پھر ہم وہ نہیں رہتے جو ہم پہلے تھے، ہم وہ بن جاتے ہیں جو ہمیں ہونا چاہیے، مضبوط، بہادر اور سنگ دل۔۔۔!!

اسے اپنے ملک سے محبت تھی اور بہت محبت تھی باہر کے ممالک جتنے مرضی روشنیوں سے بھرے ہوں اسے وہاں کے ماحول سے گھٹن سی محسوس ہوتی تھی وہ اکثر کہا کرتی تھی وہ کبھی ہمیشہ کے لیے بیرون ملک نہیں جائے گی، کیونکہ وہ اس گھٹن زدہ ماحول کا حصہ نہیں بننا چاہتی تھی لیکن اب تو خود کے اندر اتنی گھٹن اور وخشت بھر چکی تھی کہ اسے ڈر ہی نہیں لگا صاف لفظوں میں کہوں تو وہ سنگ دل ہو گئی۔۔ڈر خوف جیسا کوئی جذبہ دل میں نہیں رہا تھا۔۔

چیکنگ کے بعداب وہ فلائٹ میں موجود تھی، رات کے پہر کراچی کی روشنیاں کھڑکی سے بخوبی نظر آرہی تھیں، اسنے سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ سر پیچھے کی جانب ٹکادیا۔۔اڑان کاوقت ہواتوائیر ہوسٹس کی انسٹرکشنز کومانتے ہوئے اسنے بلیٹ لگالی۔۔

آہستہ آہستہ جہازاڑان بھرنے لگااگلے کچھ منٹوں میں وہ آسمان کی بلندیوں پر تھی، کھڑی سے نظر آتی کراچی کی روشنیاں مزید چھوٹی ہوچکی تھیں شاید وہ بھی اسے الوداع کررہی تھی اس لمحے وہ رودی۔۔ضبط ٹوٹ گیاوہ جواپنوں سے دور جانے کے بعد سوچ رہی تھی وہ مضبوط ہوگئی ہے اسنے ضبط کادامن چھوڑدیا کیونکہ وہ آنے سے پہلے ایک آنسوں نہیں بہاسکی تھی لیکن اب سارے جذبات بہ رہے تھے۔۔تکلیف ہورہی تھی۔۔

کبھی کبھی ہم مضبوط بننا ہی نہیں چاہتے ہم پتھر دل ہونا ہی نہیں چاہتے کیونکہ ہمارے اندر موجود احساس نہیں مر سکتا اگر احساس مر جائے تو انسان کس کام کا۔۔؟ زندگی کے تھپیڑے اتنے شدید اور اچانک ہوتے ہیں کہ سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔۔ لیکن ہم لڑکیوں کو مضبوط ہونا پڑتا ہے اندر سے ٹوٹ کر بکھر کر بھی اپنی ذات کا پردہ رکھنا پڑتا ہے کیونکہ ہماری "عزت نفس" ہمارے لیے ہر چیز سے بالاتر ہوتی ہے۔۔

محبت کھو دینے کے بعد مضبوط ہو جانا پتھر دل بن جانا ہمارے لیے آخری آپشن ہوتا ہے۔۔

ہم مشرقی لڑکیاں محبت کھو کر بھی اداکاری جانتی ہیں کیونکہ ہمیں علم ہے کہ "عزتِ نفس کھو دینا محبت کھو دینے سے زیادہ خطرناک ہے۔۔ "

***

ایک ماہ گزر چکا تھا وہ اب پہلے سے کافی حد تک ٹھیک ہو چکی تھی، نرمین نے اسے براق کے بارے میں بتادیا تھا اور اس دن سے وہ انتظار کر رہی تھی، کہ کب وہ آئے گا آئے گا بھی کہ نہیں۔۔

وہ شام کے وقت کھڑکی کے پاس کھڑی باہر لان میں لگے پودوں کو دیکھ رہی تھی۔۔لائٹ پرپل کلر کی سادہ سی قمیض شلوار پہنے وہ سرخ بالوں کو کھلا چھوڑے بازو کے ارد گرد چادر پھیلائے کھڑی تھی۔۔

اب وہ پلٹ کر بیڈ پر جا بھیٹی، کچھ دیر ہی گزری تھی کہ نرمین کمرے میں آئی، اب وہ اسے بتا رہی تھی کہ براق جہانگیر، ندا اور ناصر جہانگیر آئے ہیں۔۔اسے تو صرف براق کے بارے میں علم تھا کہ وہ آئے گا ندا جہانگیر اور ناصر جہانگیر بھی آئیں گے اسے توقع نہ تھی۔۔

"چلو ڈرائینگ روم میں وہ سب ویٹ کر رہے ہیں۔۔"نرمین نے اسے جھنجھوڑا تو وہ سکتے سے باہر نکلی۔۔نرمین نے نوٹ کیا کہ وہ کانپ رہی تھی۔۔

"مجھے نہیں جانا۔۔"وہ اسکا ہاتھ جھٹکتی سر نفی میں ہلا گئی تو نرمین نے تفکر سے اسے دیکھا۔۔

"وہ تمہارے لیے آئے ہیں گلٕ۔۔"وہ اسکے چہرے پر نظر ڈالتی بولی۔۔

"انہیں کہو چلے جائیں، پانچ سال سے میں اکیلی تھی تب کیوں کوئی نہیں آیا۔۔؟؟"وہ اپنی پریشانی کو غصے میں چھپا رہی تھی۔۔

"انہیں نہیں معلوم تھا کہ تم زندہ ہو۔۔"نرمین نے لب بھینچتے جواب دیا۔۔گلٕلالہ تمسخرانہ ہنسی ہنس دی۔۔۔

"وہ جانتے تھے بلکہ تم سب جانتے تھے یہ پلین تھا اور اس کا ماسٹر مائینڈ تمہارا بھائی تھا۔۔" اسنے چلاتے ہوئے کہا اور یہ پہلی بار تھا کہ وہ یوں غصہ تھی یوں دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔۔ نرمین نے اسے گھورا۔۔

"میرے بھائی کو بیچ میں مت لاؤ، ایک تو تم سے محبت کرتا کرتا مر گیا دوسرے کو بھی مارنا چاہتی ہو۔۔؟؟" نرمین چلائی تھی۔۔ گل لالہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔

"ی۔۔ یہ کیا کہہ رہی ہو۔۔؟؟" وہ ڈریسنگ ٹیبل کا سہارا لے گئی۔۔

"ہاں، امن وہ تمہارے بعد سے غائب ہے ہمیں کبھی نہیں ملا۔۔ ہماری فیملی تمہاری وجہ سے ٹوٹ گئی۔۔" نرمین کی آنکھوں میں آنسوں تھے۔۔

"تم سب مجھ سے نفرت کرتے ہو۔۔؟؟" اسنے عجیب سے لہجے میں سوال کیا
زمین بے اختیار سر نفی میں ہلا گئی۔۔

"سب۔۔۔ مجھ سے نفرت کرتے ہو۔۔" اسنے پھر کہا اور یہ سوال نہیں تھا یہ خود کو یقین دہانی تھی۔۔

"نہیں ہم میں سے کوئی تم سے نفرت نہیں کرتا۔۔ گلِ تم سے سب محبت کرتے ہیں۔۔" زمین بے اختیار اسکی جانب بڑھی لیکن وہ نہیں سُن رہی تھی وہ خود سے بڑبڑا رہی تھی۔۔

"گلِ۔۔۔" اچانک ایک آواز پر کمرے میں کھڑی وہ دونوں تھم گئیں۔۔ وہ آواز نداجہانگیر کی تھی۔۔ گلِ نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا جو دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی تھیں۔۔

"مما۔۔" اسنے نداجہانگیر کو دیکھتے انہیں پُکارہ۔۔۔دروازے میں کھڑی ندا تیزی سے اسکی جانب بڑھی تھیں، نرمین خاموشی سے کمرے سے نکل گئی۔۔

"گلِ میرا بچہ۔۔" وہ اسے سینے سے لگا گئیں۔۔اور سرخ بالوں والی چھوٹی لڑکی شدت سے روتی انکی بانہوں میں سما گئی۔۔

کتنی ہی دیر وہ ان کے سینے سے لگی روتی رہی اسنے ان سے اپنے آنسوں کی زبانی ہزار شکایتیں کی تھیں، نداجہانگیر اپنی اولاد کا لمس محسوس کرتی سکون آنکھیں مونڈھے اللہ کا شکر ادا کر رہی تھیں۔۔کافی دیر بعد وہ اس سے الگ ہوئیں۔۔

"ماؤں کی آگوش اولاد کے لیے جنت ہوتی ہے۔" اور اسنے بھی پانچ سال کے بعد خود کو جنت میں محسوس کیا تھا۔۔ندا نے اسکا ماتھا چومتے اسکا چہرا ہاتھوں میں بھرتے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔۔

"تم کہتی ہو تمہیں کسی نے نہیں ڈھونڈا وہ چار سال سے تمہیں برازیل کے ہر شہر گاؤں، ہاسپٹل اور اسائلم میں ڈھونڈتا رہا ہے، میں نے اسے کبھی مسکراتے نہیں دیکھا، تمہارا غم اسے دھیمک کی طرح کھا رہا ہے اب بھی انکار کر دو گی تو وہ ڈھ جائے گا پھر شاید کبھی اٹھ نہ سکے۔۔اسنے تمہاری غیر موجودگی کو جھیلا ہے اسکی خوشی تم سے جڑی ہے گل لالہ۔۔ تم اسے مل جاؤ گی تو وہ پھر سے چمک اٹھے گا بلکل کسی ہیرے کی طرح جو عرصے سے دھول میں پڑا اپنی چمک کھو چُکا ہے۔۔" وہ اسے دیکھ کر کہہ رہی تھیں گل لالہ کا جسم پھر سے کانپنے لگا۔۔۔وہ سر جھکا گئی۔۔

"مجھ میں ہمت نہیں ہے مما، میں انکا سامنا نہیں کر سکوں گی۔۔" وہ کہہ رہی تھی دروازے میں کھڑا وجود اسے دیکھ رہا تھا، ندا اٹھ گئیں۔۔۔اور گل لالہ کو اشارہ کر کے بتاتی وہ باہر نکل گئیں تھیں، اسنے محسوس کیا وہ دروازے سے چلتا اب اسکی جانب آ رہا تھا۔۔

وہ ہمت کرتی اٹھی، سرخ بال بکھرے ہوئے تھے شال اب بھی کندھوں پر تھی، آنکھیں اور چہرا دونوں سرخ تھے۔۔وہ کھڑکی کی جانب چہرا کیے کھڑی تھی اور براق اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔۔ کئی پل یونہی بیت گئے۔۔ آخر وہ ہمت کر کے پلٹی لیکن اسنے سر نہیں اٹھایا تھا۔۔ وہ اسکے چہرے پر نظر پڑتے ہی بے اختیار سانس روک گیا۔۔۔ پانچ سال بعد یہ چہرا اسکے سامنے تھا اسے لگا وہ شائد کوئی الوشن ہے اسکا خیال محض ایک سایا۔۔۔اسی پل وہ سر اٹھا گئی۔۔

سیاہ آنکھیں ہلکی بھوری آنکھوں سے ٹکرائیں اور وہ ایمان لے آیا کہ محبت ابھی زمین پر باقی ہے، عشق موجود ہے اور اسکے سامنے کھڑی سرخ بالوں والی چھوٹی لڑکی اسے پانچ سال کے بعد مل گئی ہے۔۔۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے دونوں ہی سٹل کھڑے تھے اچانک آنے والے آنسوں کی وجہ سے وہ سر جھکا گئی، براق نے ایک لمحے تک اسے دیکھا جو لب بھینچے کانپتے وجود کے ساتھ سسکیاں روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔ پھر اسنے آگے بڑھ کر اسے سینے میں بھینچ لیا یوں جیسے ان پانچ سالوں کی اذیت کی تلافی کرنا چاہتا ہو اور یہ تلافی

ہی تھی، وہ اسے شفقت سے کتنی ہی دیر اپنے سینے میں بھینچے کھڑا رہا۔۔ سرخ بالوں والی چھوٹی لڑکی جو اسکے سینے تک آتی تھی اب وہ بری طرح سسکیاں بھر رہی تھی براق نے اسے رونے دیا۔۔ کچھ دیر بعد وہ چپ ہوئی اور اس سے الگ ہوئی براق نے اسکی خود کو دیکھتی نظروں میں دیکھا وہاں تشکر تھا۔۔اب وہ جھک کر اسکی آنکھوں پر باری باری لب رکھ رہا تھا۔۔ جیسے حضرت یعقوب کی آنکھوں پر حضرت یوسف کا کُرتا رکھا گیا تھا بلکل کسی مرہم کی طرح وہ ان آنکھوں سے نکلے ہر آنسوں کی تلافی کر رہا تھا۔۔۔

گل لالہ چپ سی کھڑی تھی اسے براق کے چہرے کو بہت غور سے دیکھا وہ بدل گیا تھا لیکن اسکی آنکھوں میں اپنے لیے وہی ہمیشہ والا تاثر دیکھتی وہ دل میں اعتراف کر چکی تھی کہ " براق جہانگیر کا دل گل لالہ کے لیے آج بھی دھڑکتا ہے۔۔۔ "

"لالہ۔۔۔" وہ اسے پکار رہا تھا گل لالہ نے اسکی آنکھوں میں پھر سے دیکھا۔۔اسکی آنکھیں بہت کچھ کہ رہی تھیں۔۔

"لك في قلبي مكان، لا يستقر به غيرك"

"میرے دل میں تمہارا ایک مقام ہے، جہاں کوئی اور نہیں بس سکتا۔۔" وہ اسکے چہرے پر آئے بالوں کو پیچھے ہٹاتا بول رہا تھا۔۔ایک پر سکون مسکراہٹ اسکے لبوں پر چپک کر رہ گئی۔۔

"میں آپ کے ساتھ جاؤں گی نا مجھے اب یہاں نہیں رہنا۔۔؟؟" وہ فکر مندی سے سوال کر رہی تھی براق مسکرایا۔۔۔

"میں تمہیں ہی تو لینے آیا ہوں۔۔" وہ اسکا ہاتھ تھامتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔گل لالہ اسکے روبرو خوشی سے چلتی نیچے آئی۔۔کچھ دیر باتیں کرنے کے

بعد وہ لوگ اجازت لیتے اٹھے خاقان اور نرمین جانتے تھے کہ وہ اسے لینے آئے ہیں اس لیے انہوں نے کچھ نہیں کہا اور گلِ لالہ ان لوگوں کے ساتھ گھر آ گئی۔۔

رات کافی ہو چکی تھی ندا اور گلِ لالہ سو چکے تھے، وہ لان میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا ہاتھ میں پکڑی کولڈ کافی کی چُسکیاں بھرتے وہ یقیناً بہت دیر سے یہاں تھا ناصر جہانگیر نے اسے یوں بے چین محسوس کیا تو اسکے پاس چلے آئے۔۔

"کیا ہوا براق صاحب پریشان لگتے ہیں۔۔؟؟" وہ اسکے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔۔۔ براق نے چہرا موڑ کر انہیں دیکھا پھر مسکرایا۔۔

"میں سوچ رہا ہوں شادی کر وادوں۔۔" اسنے سنجیدگی سے انہیں دیکھتے کہا۔۔

"کس کی شادی۔۔؟؟" وہ خیرت سے اسے دیکھتے پوچھ رہے تھے۔۔

"آپ کی چاچو اور کس کی بیوی نہیں ہے اسی لیے ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔۔" وہ لطیف سا تنز کر رہا تھا ناصر جہانگیر اسے گھور کر رہ گئے۔۔

"اپنی فکر کرو تم بال سفید ہونے لگے ہیں ایک دو دن مزید انتظار کرو گے تو یقینا مجھ سے زیادہ تمہارے بالوں میں چاندی نظر آنے لگے گی۔۔۔"

"جہاں پانچ سال انتظار کیا ہے وہاں تھوڑا اور سہی۔۔۔" وہ مسکرا کر بولتا آسمان پر موجود چاند کو دیکھنے لگا۔۔

"تم اسکا انتظار کرتے کرتے تھکے نہیں۔۔؟؟" انہوں نے پتا نہیں کیوں لیکن سوال کیا تھا۔۔

"وہ میری محبت ہے اور محبت کا انتظار تو موت کی آخری ہچکی تک کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔"وہ کہہ رہا تھا ناصر جہانگیر کی آنکھوں کے سامنے ایک چہرا لہرایا مگر وہ سر جھٹک گئے۔۔

***

# *بابِ سکوت*

## *از قلم مریم راجپوت*

Episode No.16

"چھے ماہ بعد۔۔"

اسے لندن آئے چھے ماہ گزر چکے تھے، وہ اپنی دوست منیزا کے ساتھ اپارٹمنٹ شئیر کر رہی تھی، یونیورسٹی آف لندن اسے راس آگئی تھی اور وہ اس پر مطمئین تھی، لندن آنے سے پہلے جو تھوڑا ڈر تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔۔

اسنے ایک نئ شروعات کی تھی اپنی ذات کی اپنی زندگی کی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ جب تک ہم خود بدلنا نہیں چاہتے ہمیں کوئی بدل نہیں سکتا، لندن کی سرد آب و ہوا اسے اچھی لگنے لگی تھی کیونکہ وہ بھی ویسی ہی ہو گئی تھی سرد اور کٹر۔۔۔ ہمارے اندر کے موسم ہماری خوشی یا غم کو اکسپریس کرتے ہیں لیکن جب اندر بھی جذبات برف بن جائیں موسم سرد پڑ جائے تو باہر کی سردی تکلیف نہیں دیتی ارد گرد کی گھٹن محسوس ہی نہیں ہوتی کیونکہ ہم اندر ہی اندر بے حس ہو چکے ہوتے ہیں۔۔ فیلنگ لیس یا بے مروت۔۔؟؟ !

یونیورسٹی سے آکر وہ فارغ رہتی تھی پہلے کچھ ماہ تو وہ گھر پر ہی رہتی اور بور ہوتی رہتی لیکن اب وہ باہر چلی جایا کرتی تھی، منیزہ ائیر ہوسٹس تھی وہ گھر بہت کم آتی

تھی اس لیے روداب اکثر گروسری یا شاپنگ کے لیے اکیلی ہی باہر چلی جایا کرتی ابھی تک تو اسنے مکمل لندن بھی نہیں گھوما تھا نہ اسکا دل کیا۔۔

آج کل یونیورسٹی سے چھٹیاں چل رہی تھیں اسنے سوچ رکھا تھا کہ وہ یہ چھٹیاں گھر میں سو کر بلکل بھی نہیں گزارے گی۔۔ابھی وہ صبح کے دس بجے سو کر اٹھی تھی اور ناشتہ کرنے کے بعد اسنے اپنا لانگ کوٹ پہنتے جاگرز پہنے پھر حجاب کرتے کانوں میں ائیر فونز لگانے کے بعد وہ سونگ پلے کر کے مصروف سے انداز میں دروازہ بند کرتی باہر نکل گئی۔۔

برف باری نہیں ہو رہی تھی لیکن سردی شدید تھی،اسکی سرخ پڑتی ناک اور سردی کی وجہ سے چہرا بھی سرخ ہونے لگا تھا وہ سر جھکائے چلتی بلڈنگ سے کافی دور آچکی تھی۔۔یہاں پاس ایک پارک تھا وہ اب پارک کی رستے پر مڑ چکی تھی اسے چلتے چلتے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ اچانک اسکے پیروں میں کچھ آتے آتے بچا

وہ خوف سے یک دم پیچھے ہوئی اسنے فون پر چلتا میوزک بند کیا پھر نیچے پیروں کے بل بھیٹی۔۔

اسکے سامنے ایک چھوٹی سی بلی تھی، جو اسے آنکھیں اٹھائے معصومیت سے دیکھ رہی تھی۔۔ رودابہ نے بہت غور سے بلی کی آنکھوں کو دیکھا۔۔ اسکی آنکھیں مختلف رنگ کی تھیں۔۔ یعنی وہ ہیٹیرو کرومیٹک تھی۔۔ اسے بے اختیار ایک چہرا یاد آیا۔۔ ویسی ہی دو مختلف رنگ کی آنکھوں والا شخص ذہن کی سکرین پر ابھرا تھا۔۔

اسنے ارد گرد دیکھا مگر کسی ذی روح کا نہ پا کر وہ بلی کو اٹھا چکی تھی، سفید رنگ کی پرشین بلی اسے بہت کیوٹ لگی تھی خاص کر اسکی وہ دو مختلف آنکھیں۔۔ وہ بلی کو لانگ کوٹ کی پاکٹ میں ڈالے آگے بڑھ گئی۔۔ اب اسکے قدم سٹور کی جانب تھے یقیناً وہ بلی بھوکی تھی اسی لیے بار بار بول رہی تھی۔۔ رودابہ کو اسکی ننھی اور معصوم سی آواز اچھی لگ رہی تھی۔۔

اسنے سٹور پر پہنچ کر بلی کے لیے کچھ فوڈ لیا اور اسکو رکھنے کے لیے مخصوص کارٹ بھی خریدی پھر وہ سٹور سے باہر نکل آئی اور گھر کی جانب چل دی، لندن کی مصروف ترین سڑک کے کنارے چلتی رودابہ جمشید انجان سی لگ رہی تھی یوں جیسے انسانوں سے بہت اجنبی ہو بہت مختلف۔۔ جیسے اسے یہاں کی روشنیوں میں دلچسپی ہی نہ ہو، یہاں کی خوبصورتی سے کوئی سروکار ہی نہ ہو۔۔ جیسے اسے انسان اچھے ہی نہ لگتے ہوں۔۔۔

وہ گھر پہنچ چکی تھی، اسنے بلی کو پاکٹ سے نکال کر کارٹ میں ڈالا پھر اسکے کارٹ کے قریب زمین پر دودھ باؤل میں ڈال کر رکھ دیا۔۔ اور ایک طرف بلی کا فوڈ کیونکہ سب بلیاں دودھ نہیں پیتیں۔۔ بلی کارٹ سے باہر آکر اب دودھ اور فوڈ کو باری باری سونگھ رہی تھی اگلے لمحے وہ فوڈ کھانے لگی۔۔

"اوہ۔۔تو تم فوڈ کھاتی ہو۔۔۔" وہ گہرا سانس بھر کر دودھ کو وہاں سے اٹھا کر کچن میں رکھ آئی۔۔بلی تھوڑا سا فوڈ کھانے کے بعد اب ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔۔رودابہ اسے ایک نظر دیکھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا۔۔وہ وضو کر کے باہر آئی اب وہ ایک کونے میں جائے نماز بچھا کر نماز کی نیت کرتی نماز پڑھنے لگی۔۔

بلی اسکے ارد گرد اب بھی گھوم رہی تھی،اور وہ مصروف سی نماز پڑھ رہی تھی،اتنا سب ہو جانے کے بعد سے وہ نماز وقت پر پڑھا کرتی تھی۔۔کیونکہ لوگ تو زندگی بھر راضی نہیں ہو سکتے لیکن اللہ کو راضی کرنا تو فرض ہے۔۔وہ اب نمازیں قضا نہیں کیا کرتی تھی،اب وہ اللہ کو منانے میں مصروف رہتی تھی اسے اب صرف "اللہ" کی ناراضگی سے ڈر لگتا تھا۔۔

***

ہم تیری قیدِ سلاسل کے سبب، زندہ ہیں
تیری تحویل سے جائیں گے تو مر جائیں گے

"کیا واقعے وہ پاکستان میں نہیں ہے۔۔؟؟" وہ سامنے کھڑے وجود سے سوال کر رہا تھا۔۔

"نہیں وہ کہیں باہر گیا ہے شاید دو دن بعد لوٹے گا۔۔" سامنے مودب سے کھڑے شخص نے جواب دیا تو وہ مسکرا دیا۔۔

"میرے لیے ایک دن ہی کافی ہے، پتا کرواؤ وہ لڑکی آج شام کس ایونٹ کے لیے جا رہی ہے۔۔؟؟" وہ حکم دیتا آگے بڑھ گیا۔۔

اپنے آفس میں داخل ہوتا وہ چیئر پر بھیٹ کر اب سیگریٹ سلگھا رہا تھا پھر وہ اٹھ کر کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔۔۔ ارد گرد سیگریٹ کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔۔۔ اسے دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یقیناوہ کسی گہری سوچ میں مصروف ہے۔۔۔ لیکن ایسا کیا تھا جو "ازہان لودھی" کو بار بار سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔۔ کون سا وجود تھا جو بار بار اسکی نظروں کے سامنے آ رہا تھا۔۔۔

اسنے بے اختیار آنکھیں بند کر کے کھولیں۔۔ اس بار ذہن میں موجود عکس نظروں کے سامنے دیکھائی دیا۔۔ وہ سر جھکا کر مسکرا دیا۔۔

"تمہاری تو یاد بھی ظالم ہے نار۔۔" وہ ہوا میں موجود عکس سے مخاطب تھا۔۔ سامنے موجود عکس اسکی جانب گن سے اشارہ کرتا غائب ہو گیا۔۔ ازہان نے ہاتھ میں پکڑی سیگریٹ کو ہتھیلی میں مسل دیا۔۔ اُسکا غائب ہونا اسے تکلیف دے گیا تھا۔۔

وہ آفس ٹیبل کی جانب آیا اب وہ موبائل اٹھا کر مخصوص نمبر پر کال کر رہا تھا۔۔دوسری رنگ پر کال اٹھالی گئی۔۔۔

"مجھے اس سے ملنا ہے۔۔" وہ کہہ رہا تھا۔۔دوسری طرف سے پتا نہیں کیا کہا گیا کہ وہ ضبط سے لب بھینچ گیا۔۔آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں۔۔

"کہا بھی تھا کہ کسی ایسے مشن پر مت بھیجیں جو اسکے لیے نقصان کا باعث بنے۔۔آپ نہیں جانتے کیا کہ وہ میرے لیے کتنی قیمتی ہے۔۔؟؟اسے کچھ ہو گیا تو میں کدھر جائوں گا۔۔؟؟" پہلے غصے سے اور پھر بے بسی سے بولتا وہ چیئر پر بھیٹ چکا تھا۔۔

"میری اس سے بات ہوئی ہے وہ اگلے ماہ واپس آرہی ہے۔۔۔" دوسری طرف سے جواب آیا تو اسنے سر اثبات میں ہلایا۔۔

"وہ اپنی فکر نہیں کرتی لیکن مجھے اسکی پرواہ ہے کیونکہ میرے پاس میرے لیے ایک وہی سب سے زیادہ قیمتی ہے۔۔" وہ کچھ سوچ کر مسکرا دیا۔۔

"وہ میری بیٹی ہے میرے لیے وہ تم سے زیادہ اہم ہے۔۔" وہ کہ رہے تھے ازہان سر نفی میں ہلاتا چیئر کی پشت سے سر ٹکا گیا۔۔

"میں آپ کے بارے میں نہیں جانتا میں بس یہ جانتا ہوں کہ میں اسے کھونا افورڈ نہیں کر سکتا اگر اسے کھو دوں گا تو جان سے جاؤں گا۔۔اور وہ یہ بات نہیں جانتی۔۔" ازہان لودھی نے سر خم کیا یوں جیسے وہ اعتراف کر رہا ہو کہ ہاں اسکے پاس صرف اس ایک "وجود" کے علاوہ کچھ قیمتی نہیں ہے اور تھا بھی ایسا ہی۔۔!!

کال بند ہو چکی تھی، اسی لمحے اسکے آفس کا دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا۔۔اسنے سر اٹھا کر نہیں دیکھا کیونکہ آنے والے شخص کو وہ اچھے سے جانتا تھا۔۔

"تم نے قسم کھا رکھی ہے انہیں سکون سے نہیں رہنے دو گے۔۔؟؟" وہ غصے سے پوچھ رہا تھا آفس چیئر پر بھیٹے ازہان لودھی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔

"سکون۔۔؟؟ وہ کیا ہوتا ہے۔۔؟" وہ انجان بنتا سوال کر گیا۔۔سامنے کھڑا وجود پاس پڑی چیئر گھسیٹ کر تھکے ہوئے انداز میں بھیٹ گیا۔۔

"تم سکون کے بارے میں نہیں جانتے لیکن محبت کے بارے میں تو جانتے ہو نہ اسکی محبت مت چھینو۔۔" وہ جیسے التجا کر رہا تھا ازہان مسکرا دیا۔۔

"اسکی محبت چھین کر مجھے سکون ملے گا تبھی تو جان پائوں گا سکون کا مطلب۔۔" لہجے میں عجیب سا جنون اتر آیا۔۔ یازان نے اسے بہت غور سے دیکھا۔۔

"اسکی محبت چھین کر پانچ سال سے بددعائیں لے رہے ہو مزید لینا چاہتے ہو۔۔؟؟" اسے ازہان پر شدید غصہ آیا تھا۔۔

"میں پانچ سال سے اپنے ہر گناہ کے بدلے صدقہ دیتا ہوں مجھے بددعا نہیں لگے گی۔۔" اسکا لہجہ صاف مزاق اڑانے والا تھا۔۔ یازان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔۔

"تم صدقہ دیتے ہو نماز نہیں پڑھتے۔۔؟؟" وہ سوال کر رہا تھا ازہان قہقہ لگا گیا۔۔

"میرے انتقام کا میرے دین سے کیا تعلق اللہ کا بندہ ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں۔۔"اس بار اسکی بات سن کر یازان کو صدمہ ہوا۔۔

"تم قرآن پڑھتے ہو۔۔؟؟"وہ پھر سوال کر رہا تھا ازہان نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا۔۔

"یہ سوال کرنے والے تم کون ہوتے ہو کیا تم خدا ہو۔۔؟؟"اسکا لہجہ اچانک بدل گیا۔۔

"نہیں، لیکن تمہیں سیدھا راستہ تو دکھا سکتا ہوں نا۔۔۔"وہ اسکے چہرے پر نظر ڈالتا بولا۔۔ازہان اسکی بات سُنتا ہنس دیا پھر اٹھا اور اپنا کوٹ پہننے لگا۔۔

"سمجھو تم نے دیکھا دیا مجھے سیدھا راستہ میں ابھی ڈائیریکٹ اس لڑکی کی فاتحہ پڑھنے قبرستان جاؤں گا۔۔"وہ کہ کر نکل گیا۔۔

یازان کو اسکی بات سمجھنے میں مشکل ہوئی اور بات سمجھ آتے ہی وہ اسکے پیچھے بھاگا لیکن افسوس "آفس کا دروازہ لاک ہو چکا تھا۔۔" وہ شیشے پر مکا مارتا واپس پلٹ آیا کیونکہ یہ پہلے بھی کافی بار ہو چکا تھا اب رات اسے یہیں گزارنی تھی۔۔

***

"مما میں بوتیک میں ہوں اور کام تھوڑا زیادہ ہے دیر سے آئوں گی۔۔" وہ ندا جہانگیر کو وائس میسیج کرتی اب لیپ ٹاپ پر مصروف سی کام کرنے لگی۔۔

ان چھے ماہ میں زندگی خوبصورت بن گئی تھی۔۔ گل لالہ پھر سے ہنسنے لگی تھی، وہ براق کے ساتھ بہت باتیں کیا کرتی وہ دونوں پہلے کی طرح ہو گئے، براق اسکا خیال رکھتا اور وہ کام بگاڑتی تھی ڈانٹ کھانے کے لیے ہمیشہ براق سامنے

آجاتا۔۔اور ندا جہانگیر اس سے شکوہ کیا کرتیں کہ وہ اسے بگاڑ چُکا ہے وہ سر خم تسلیم کر لیا کرتا۔۔کیونکہ اسکا ماننا تھا کہ "وہ اسکی محبت سے بگڑتی ہے تو بگڑ جائے اسے سُدھارنے کے لیے بھی وہی ہے۔۔ "

اسنے پانچ سال اپنے گھر والوں سے دور گزارے تھے اور اب وہ سب سے کافی اٹیچ تھی۔۔باسل سے وہ صرف کال پر ہی بات کر سکی تھی کیونکہ وہ لندن تھا، شمروز اپنے مشن پر تھا سو اس سے بات کرنا ناممکن تھا باقی ندا ناصر اور براق تینوں اسکے پاس تھے وہ گھر والوں کے ساتھ پورا وقت گزارتی تھی۔۔

براق کے پاس اسکے لیے شام کا وقت ہوتا وہ لوگ ساتھ کرکٹ کھیلتے، بیڈ مینٹن کھیلتے کہیں باہر چلے جاتے یا اکثر لانگ ڈرائیو پر وہ اسکی پانچ سالوں کی ہر خواہش پوری کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا وہ پانچ سال سے اندر ہی اندر گھٹ رہی تھی کتنی ہی خوشیاں جو وہ اپنے اپنوں کے ساتھ سیلیبریٹ کرنا چاہتی تھی اور وہ نہیں

تھے۔۔۔وہ اس سب کی تلافی کرنا چاہتا تھا وہ اسکے دل میں کوئی ادھوری خواہش یا خلش نہیں چاہتا تھا۔۔

براق جہانگیر کے لیے گل لالہ کی "خوشی" سب سے زیادہ اہم تھی، کیونکہ وہ اسکی "محبت" تھی۔۔

وہ کام کر کے فارغ ہو چکی تھی وقت دیکھا تو گیارہ بج چکے تھے بے اختیار وہ لب بھینچ گئی، چھے ماہ میں وہ ایک آدھ بار بوتیک آئی تھی، تب بھی دیر ہو جاتی تو براق اسے لینے آجایا کرتا تھا۔۔اب اسے اکیلے ہی جانا تھا سو وہ اٹھی اور اسی پل بوتیک کی ساری لائیٹس آف ہو گئیں اسنے خوف سے ٹیبل پر ہاتھ مارتے موبائل ٹٹولا جو اسے مل گیا اب وہ تیزی سے موبائل کی ٹارچ آن کرتی اپنا بیگ پکڑ کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔

وہ مین اینٹرنس پر آتی ایک نظر تاریک پڑے بوتیک پر ڈال کر تیزی سے باہر نکل گئی، اب وہ دروازے کو لاک کرتی سڑک پر آچکی تھی، اسکا بوتیک مین روڈ پر تھا لیکن تھوڑا پیچھے کر کے اسے پانچ منٹ لگے تھے روڈ تک آتے ہوئے رات کے گیارہ بجے سڑک کنارے اِکا دُکا شاپس کھلی ہوئی تھیں۔

وہ آئی تو ڈرائیور کے ساتھ تھی لیکن گاڑی وہ سروسنگ کے لیے بھیج چکی تھی اب اسے ٹیکسی ہی لینی تھی، ٹیکسی روکنے کے لیے وہ ہاتھ آگے کیئے کھڑی تھی جب ایک گاڑی اسکے پاس آرکی وہ دو قدم پیچھے ہٹی سیاہ چمچماتی پراڈو کا شیشہ نیچے ہوا تو اندر بھیٹے وجود کو دیکھ کر وہ پل میں پہچان گئی۔۔

"لفٹ چاہیے۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔۔ گل لالہ سر ہلا گئی۔۔ اور پھر دروازہ کھول کر اندر بھیٹی۔۔ خاقان آفریدی نے اسکے چہرے پر ایک نظر ڈالی وہ چھے ماہ میں کافی خوش رہنے لگی تھی اسی وجہ سے نکھری نکھری لگ رہی تھی، خاقان بے اختیار لب بھینچ گیا۔۔

"کہاں جانا ہے۔۔؟؟" وہ اب پوچھ رہا تھا۔۔

"گھر۔۔" اسنے یک لفظی جواب دیتے چہرا شیشے کی جانب موڑ لیا۔۔

"کون سے والے گھر ہمارے گھر یا براق کے گھر۔۔؟" وہ پھر پوچھ رہا تھا شاید کہ گل لالہ اسکے گھر جانے کا کہہ دیتی۔۔ دل میں ایک خواہش جاگی۔۔ شاید ان پانچ سالوں میں وہ اسے اپنے گھر دیکھنے کا عادی ہو چکا تھا اب جب وہ نہیں تھی تو اسے گھر اچھا نہیں لگتا تھا چھے ماہ سے وہ اپنے گھر جانے سے کترا رہا تھا وہ بہت کم گھر جایا کرتا تھا۔۔ کیونکہ وہ گھر اسے کھانے کو دھوڑتا تھا۔۔

"میرے گھر۔۔" وہ کہہ گئی، خاقان نے اسے تعجب سے دیکھا وہ براق کے گھر کو اپنا گھر کہہ رہی تھی یہ بات سمجھنے میں اسے دیر نہیں لگی تھی۔۔

"ٹھیک ہے۔۔"کہ سر اثبات میں ہلا گیا آنکھیں اداس ہو گئیں، اسکا دل کیا وہ اسے بتا دے "تمہارے بغیر مجھے میرا گھر کاٹنے کو دوڑتا ہے۔۔"لیکن وہ نہیں کہہ سکا۔۔

اچانک بیچ سڑک اسے کوئی وجود اپنی طرف بڑھتا دیکھائی دیا اسنے بری طرح بریک لگائی تھی، گل لالہ ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچی کیونکہ وہ اسکے سامنے اپنا بازو پھیلا چُکا تھا۔۔اسنے سر اٹھا کر سامنے دیکھا سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر خاقان اسے پہچان چکا تھا لیکن گل لالہ کی آنکھوں میں ابھرنے والا پہلا تاثر خوف، ڈر یا حیرت نہیں تھی وہاں ان آنکھوں میں "وحشت" تھی۔۔اسکا وجود سرد پڑ گیا۔۔وہ پوری کھلی آنکھوں سے سامنے کھڑے شخص کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی جو گاڑی کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی میں چمک رہی تھیں۔۔

بلیک ہوڈی، بلیک کیپ اور بلیک ہی ماسک لگائے اس شخص کی آنکھیں ہی تو واضع تھیں۔۔ہلکی سبز آنکھیں۔۔گل لالہ نے خود کو خوف سے کانپتا پایا۔۔وہ پانچ

سال بعد پھر سے لوٹ آیا تھا اسکی زندگی کو جہنم بنانے کے لیے۔۔ جیسے پہلے بنا کر گیا تھا۔۔اسنے خاقان کو دیکھا جو گاڑی سے اتر رہا تھا وہ تیزی سے اسکا بازو تھام گئی۔۔۔ خاقان نے مڑ کر اسے دیکھا۔۔۔

"ممم۔۔مت جاؤ۔۔وہ تمہیں۔۔مار دے گا۔۔۔ "اسکا لہجہ اور وجود کانپ رہے تھے خاقان نے اسے دیکھتے سر ہلایا۔۔۔

"کچھ نہیں کہے گا وہ میں اس سے بات کر کے آتا ہوں۔۔"کہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔۔

گل لالہ نے تیزی سے اپنا فون نکال کر براق کو کال ملائی تھی۔۔۔ سکرین پر کالنگ آ رہا تھا اسنے کال کاٹ کر سم پر کال ملائی۔۔ بیل نہیں جا رہی تھی فون بند تھا۔۔ کراہ کی آواز پر اسنے سر اٹھایا۔۔۔ خاقان کے سر پر کسی نے پیچھے سے ڈنڈا مارا تھا اب وہ زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی اسکی طرف کا دروازہ کھلا اب وہ اسے بازو سے پکڑ کر باہر نکال رہا تھا۔۔اسکی کوشش کسی کام نہ آئی اب وہ چیختی ہوئی اسکے ساتھ گھسیٹتی جارہی تھی لاکھ منتوں کے بعد بھی اسنے اسے نہیں چھوڑا۔۔۔وہ لوگ پاس بنے قبرستان میں آچکے تھے،وہ ایک باراس سے بازو چھڑوا کر بھاگنے والی تھی جب وہ اسکا بازو بکڑ کر موڑ گیااور وہ درد سے چلاتی مرنے والی ہوگئ۔۔

قبرستان کے ویران حصے میں آکر وہ اسے زمین پر پھینک گیا پاس سڑک پر لگی ہیڈ لائٹ کی مدھم سی روشنی اسکے چہرے پر پڑ رہی تھی،وہ بیلٹ سے گن نکال کر اسکی طرف رُخ کر گیا۔۔جبکہ وہ نفی میں سر ہلاتی پیچھے کی جانب کھسک رہی تھی۔۔ازہان نے دلچسپی سے اسکی مزاحمت دیکھی پھر پنجوں کے بل زمین پر بھیٹ گیا۔۔

"بے بی گرل۔۔۔" وہ اسے عجیب سے لہجے میں پُکار رہا تھا۔۔ گل لالہ نے اپنی مُٹھی میں مٹی بھری۔۔

"بے بی گرل۔۔۔ ادھر آؤ اپنے لیے آسان موت چُن لو۔۔ مزاحمت کرو گی تو پسٹل کی ساری گولیاں تمہارے وجود میں اتار دوں گا۔۔" وہ کہہ رہا تھا گل لالہ نے اسکی آواز پر ساکت ہوتے اسے دیکھا۔۔۔ یہ آواز جانی پہچانی تھی۔۔

"ہاں۔۔ تم جانتی ہو مجھے۔۔۔ پہچاننے کی کوشش کرو" وہ کہہ رہا تھا۔۔

"میں تمہارے گھر بھی تو آیا تھا بے بی گرل دو بار ریڈ ویلویٹ کیک لایا تھا لیکن دونوں بار تم نے پھینک دیا۔۔۔ مجھے اچھا نہیں لگا۔۔۔ میرے تحفے تمہیں سمبھال کر رکھنے چاہئے تھے تاکہ تم مجھے یاد رکھ سکو یعنی اپنی موت کو اور تم نے مجھے ہی بھولا دیا۔۔ دس از ناٹ فئیر۔۔۔ ریڈ ویلویٹ۔۔" لہجے میں موجود سرور

اس بات کا گواہ تھا کہ وہ اسے بہت آرام سے تڑپا تڑپا کر مارنے والا تھا اب وہ زمین پر پڑی گل لالہ کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا۔۔۔

"کیوں میرے پیچھے پڑے ہو۔۔۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑہ ہے۔۔۔ میری فیملی کو تم نے تباہ کر دیا۔۔ کیوں کر رہے ہو یہ سب۔۔؟؟" وہ تکلیف سے چلائی تھی۔۔۔ ازہان کا قہقہ قبرستان کی فضا میں گھونجا۔۔۔

"تمہاری غلطی یہ تھی کہ تم اس رات مجھے امرینے کے گھر پر دیکھ چکی تھی، میں تمہیں کچھ نہ کہتا اگر تم میرا اسکیچ امرینے کے ڈیڈ کو نہ دیتی پھر مجھے انہیں مارنا پڑا لیکن وہ تمہارا نام نیوز میں دے چکے تھے وہ کسی کو اس مرڈر کا گواہ ہونے کا بتا چکے تھے پھر میں نے ایک کھیل کھیلا میں تمہیں میڈیسنز دلوا کر پاگل ثابت کروا دیا اور پھر ہاسپٹل میں وہ حادثہ کروایا لیکن تم اس بار بھی بچ گئی مجھے لگا مر گئی ہو گی پھر ہم نے تمہیں بچانے والے واحد گواہ کو قید کر دیا تاکہ وہ کسی کو بتا نہ سکے۔۔۔ اس سے بہت اُگلوانے کی کوشش کی لیکن نہیں معلوم ہو سکا وہ کہتا رہا

کہ تم مر گئی ہو ہم نے یقین کر لیا تمہاری پوری فیملی الگ ہو گئی میں نے فیس سرجری کروائی اور ہمیشہ کے لیے لندن شفٹ ہو گیا مگر پھر ایک دن مجھے خبر ملی کہ تم زندہ ہو میں نے تمہیں مال میں دیکھا تھا اور پھر اس کے بعد سے ہر سازش تمہارے خلاف تھی تمہیں جان سے مار دینا میری مجبوری بن گیا کیونکہ تم وہ واحد انسان تھی جو میرا سچ جانتی تھی، میں نے تمہارے قریب ہونے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا میں نے خاقان آفریدی کو خرید لیا اور پھر تمہیں تمہاری فیملی مل گئی۔۔ خاقان سے میں نے کہا بھی کہ تمہیں مار دے جو مانگے گا دوں گا لیکن وہ نہیں مانا اسکے دل میں تمہارے لیے اچانک سے رحم پیدا ہو گیا کیوں۔۔؟؟ میں نہیں جانتا مگر میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ مجھے رحم سے نفرت ہے۔ آج اگر وہ تمہیں لفٹ نہ دیتا تو تم کب کی مر چکی ہوتی مگر خیر اس نے تمہیں تھوڑی دیر کے لیے تمہاری موت سے بچا لیا لیکن ہمیشہ کے لیے نہیں۔۔۔ اب تم مر جاؤ گی اور میرا راز ہمیشہ راز ہی رہے گا۔۔۔'' کہ کر وہ قہقہ لگا گیا۔۔

"مم۔۔میں کسی کو نہیں بتاؤں گی تم مجھے مت مارو۔۔۔" اسنے التجا کی۔۔

"پہلے میں تمہیں صرف اس راز کی وجہ سے مارنا چاہتا تھا لیکن اب تمہیں مار کر میں سکون محسوس کروں گا، براق جہانگیر کی محبت چھین کر مجھے چین ملے گا۔۔"
وہ اب گن لوڈ کر رہا تھا۔۔

"تم نے میری محبت چھینی۔۔تم براق جہانگیر کی محبت بھی چھین رہے ہو۔۔اللہ کرے تم بھی محبت کے لیے تڑپو۔۔ تمہیں بھی تمہاری محبت کبھی حاصل نہ ہو۔۔۔" وہ بلک بلک کر روتی بددعا دے رہی تھی۔۔اسکے لبوں سے نکلتی ہر ایک آہ عرش پر جا کر ٹکرا رہی تھی سامنے کھڑا شخص سنجیدگی سے اسکے چہرے کو دیکھے گیا۔۔

"میں تمہیں ماروں گا صرف تاکہ تمہارے گھر والے خود ہی مر جائیں اور مجھے ایک ہی قتل کا گناہ ملے۔۔ایک قتل کی معافی تو مل جاتی ہے نا۔۔۔؟؟" وہ اس پر

گن تان چُکا تھا گل لالہ نے بے اختیار شدت سے دل میں اللہ کو پُکارہ وہ ابھی مرنا نہیں چاہتی تھی اسکی زندگی تو ابھی شروع ہوئی تھی۔۔

اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر دباتا اسکا موبائل بجنے لگا۔۔اور وہ اگنور نہیں کر سکا۔۔ موبائل پر بجنے والی رنگ ٹیون معمولی نہیں تھی وہ تو صرف ایک "مخصوص" کونٹیکٹ پر لگائی گئی تھی، اسنے لمحے کی بھی دیری کیئے بغیر کال اٹھائی۔۔

دوسری طرف سے آنے والی آواز تکلیف میں ڈوبی ہوئی تھی وہ اختیار زمین پر گھٹنوں کے بل بھیٹ گیا۔۔۔ یہ آواز تو امرت تھی اسکے لیے لیکن اس وقت اس آواز میں اذیت ہی اذیت تھی۔۔ ازہان کے لب بے اختیار ہلے۔۔۔

"مم۔۔میں آرہاہوں۔۔۔"کہ کر وہ تیزی سے اٹھااور پھر باہر کی جانب بھاگنے لگا۔۔ذراسی دیراسکی زندگی چھین سکتی تھی۔۔۔دور قبرستان کی زمین پر پڑی لڑکی تشکر سے وہیں ڈھ گئی۔۔

ہم لوگ کسی اور زمانے کے مکیں ہیں
سو ہم کو یہاں ٹھیک سے رہنا نہیں آیا

***

وہ لیپ ٹاپ لیے بھیٹا اپنی میلز دیکھ رہا تھا اسکے بعد اسنے میسیجز کھولے، تمام میسیجز کے جواب دینے کے بعد اب وہ لیپ ٹاپ ایک طرف کرتا اٹھ کر کچن کی جانب بڑھ گیا۔۔فریج سے دودھ نال کر اب وہ کافی بنا رہا تھا۔۔

وہ اس وقت رف سے خلیے میں تھاما تھے پر بال بکھرے ہوئے تھے لیکن وہ دلکش لگ رہا تھا آنکھیں آج لینز کے بغیر تھیں کافی بنا کر وہ مڑا اور اسکی پل ڈور بیل بجی۔۔ وہ آہستہ آہستہ کافی کے سپ لیتا دروازے کی جانب بڑھ گیا۔۔

دروازہ کھولنے پر سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر وہ سکتے میں آیا تھا تبھی باہر کھڑے وجود نے دائیں طرف سے کسی کو کھینچا باسل ان دونوں کو سنجیدگی سے دیکھتا دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تو وہ لوگ اندر آ گئے۔۔

"واؤ۔۔۔ تمہارا گھر بہت پیارا ہے باسل۔۔" صوفی نے ستائشی انداز میں ارد گرد نظریں گھماتے تعریف کی ساتھ کھڑے لڑکے نے باسل کو دیکھتے صوفے پر بھیٹنے کے لیے قدم بڑھائے۔۔

"تم نے سلام نہیں لیا گھر آئے مہمان کو سلام کرتے ہو نا تم لوگ۔۔؟؟"صوفی اسے دیکھتی اب ہاتھ ملانے کے لیے آگے بڑھا گئی تو اسنے سر ہلا یا۔۔

"اسلام علیکم۔۔"وہ جواب دیتا صوفے کی جانب بڑھ گیا۔۔ صوفی نے اپنا بڑھایا ہوا ہاتھ مٹھی کی صورت بھینچ لیا۔۔

"تم نے مجھ سے ہاتھ نہیں ملایا میں نہیں کروں گی سلام۔۔"وہ منہ بسورتی صوفے پر بھیٹ گئی۔۔

"میں لڑکیوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔۔"اسنے سنجیدگی سے جواب دیتے راکی کو دیکھا تو وہ بتیسی نکالتا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"تم دونوں کو میرے گھر کا ایڈریس کہاں سے مِلا۔۔؟؟"وہ ان دونوں کو گھورتا پوچھنے لگا۔۔

"ہم نے تمہارا پیچھا کیا تھا۔۔۔" راکی تیزی سے بولتا یک دم زبان دانتوں تلے دبا گیا۔۔ صوفی نے غصے سے اپنی کُہنی اسکی پسلیوں میں گھسادی۔۔۔ وہ کراہتا ہوا نیچے کو جُھکا۔۔ باسل نے ان دونوں کو تعجب سے دیکھا وہ دونوں اسکا پیچھا کرتے کرتے اسکے گھر آ گئے تھے اور اسے علم ہی نہیں ہوا۔۔

اب وہ پاکٹ سے فون نکال رہا تھا، ان دونوں نے اسے فون نکالتے دیکھ کر ایک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا تھا۔۔۔ اگلے لمحے دونوں اسکے دائیں بائیں بھیٹے اسکی منتیں کر رہے تھے۔۔۔

"دیکھو ہمیں پولیس کے حوالے مت کرو، تم کہو گے تو ہم الٹے پیر واپس چلے جائیں گے۔۔۔" صوفے نے منت کی راکی نے اسے گھورا۔۔۔

"الٹے پیر تم تو چل لو گی میرا کیا ہو گیا میں کوئی بھوت پریت یا آتما تو نہیں ہوں۔۔۔"صوفی نے سر جھٹکا۔۔

"تم جو کہو گے وہ کریں گے لیکن پولیس کو مت بھلانا۔۔"وہ پھر سے باسل سے التجا کر رہی تھی۔۔راکی نے نقلی آنسوں پونچھتے باسل کو دیکھا۔۔۔

"تم لوگ میرا پیچھا کر کیوں رہے تھے۔۔میرے گھر کیا کرنے آئے ہو۔۔؟؟"وہ ان دونوں سے اپنے بازو چھڑاتا بولا۔۔

"ہم تم نے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔۔!!"دونوں یک زبان ہو کر بولے۔۔۔باسل کچھ لمحوں تک ان دونوں کے چہرے دیکھتا رہ گیا۔۔پھر سر ہلا گیا۔۔

"ٹھیک ہے۔۔" وہ جانتا تھا ہاں کہے بغیر اسکی جان نہیں چھوٹنے والی تھی کیونکہ یونیورسٹی میں بھی وہ دونوں ہزار کوشش کرتے تھے اس سے بات کرنے کی اس کے ساتھ رہنے کی۔۔ وہ نوٹ کرتا رہا تھا وہ دونوں غیر ارادی طور پر اس کے آس پاس رہتے جان بوجھ کر ایسی حرکتیں کرتے کہ انہیں اسکی مدد کی ضرورت پڑتی اور اسے کرنی پڑتی۔۔

"اب تو ہم دوست ہیں اب پولیس کو نہیں بھلاؤ گے تم۔۔؟؟" دونوں نے دانت نکالتے اسے دیکھا۔۔ باسل مسکرا دیا۔۔

"میں تو تم لوگوں کے لیے کچھ کھانے کو آرڈر کر رہا تھا۔۔" وہ اب اٹھ کر کچن کی جانب چلا گیا۔۔ ان دونوں نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک ساتھ چلائے۔۔۔

"ہم پاستہ کھائیں گے۔۔۔" باسل انکے یوں چلانے پر مڑا دونوں نے سہم کر اسے دیکھا یوں کہ وہ ابھی انہیں اٹھا کر گھر سے باہر پھینک دے گا۔۔

"اوکے۔۔" وہ سکون سے کہتا مڑ گیا، دونوں نے سُکھ کا سانس لیتے فاتحانہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر قہقہ لگا گئے۔۔

***

" یہاں پاس میں کوئی فلاور شاپ ہے کیا۔۔؟" وہ کچن میں کھڑی منیزہ سے پوچھ رہی تھی۔۔

"تمہیں پھول خریدنے ہیں۔۔؟؟" ناشتہ کرتی منیزہ نے اسے مڑ کر دیکھا۔۔

"نہیں میں سوچ رہی ہوں پارٹ ٹائم جاب کرلوں۔۔" وہ مصروف سی کہ رہی تھی۔۔

"تم کسی اچھی جگہ جاب کر سکتی ہو۔۔۔ فلاور شاپ ضروری تو نہیں۔۔" وہ کندھے اچکا گئی۔۔

"نہیں۔۔ مجھے یہ کام پسند ہے۔۔ اگر تم جانتی ہو کسی ایسی جگہ کو جہاں میں کام کر سکوں تو بتا دینا۔۔" روداب اسکے پاس بیٹھتی اب آملیٹ کانٹے سے کاٹ کاٹ کر کھا رہی تھی۔۔۔ چھوٹی بلی پاس ہی ٹہل رہی تھی۔۔۔ منیزہ کچھ دیر کے لیے سوچ میں پڑی۔۔۔

"ہاں۔۔ ایک فلاور شاپ ہے لیکن وہ تھوڑی دور ہے یہاں سے۔۔" کچھ دیر بعد وہ بولی تو روداب سر ہلا گئی۔۔

"دور کا مسئلہ نہیں ہے میں آجاسکتی ہوں۔۔" اسے یہ سن کر خوشی ہوئی تھی۔۔

"ٹھیک ہے میں اسکے اونر سے بات کروں گی اور کوشش کروں گی کہ وہ اچھی سیلری بھی دیں۔۔" منیزہ ٹشو سے ہاتھ صاف کرتی اٹھ گئی۔۔رودابہ سر ہکا گئی۔۔اسے تو کام سے مطلب تھا سیلری بے شک کم ہی ہو کیونکہ یہ اسکا پسندیدہ کام تھا۔۔

ناشتہ کرنے کے بعد وہ لوگ تیار ہوتیں فلاور شاپ کے لیے نکل گئیں۔۔آدھے گھنٹے کا سفر تھا اور میٹرو میں آنے میں پندرہ منٹ لگے۔۔۔رودابہ کو یہ آسان لگا۔۔ فلاور شاپ کے اونر سے بات ہو گئی اسکی چار گھنٹے کی شفٹ لگ چکی تھی، یہ ایک اچھی اور بڑی فلاور شاپ تھی اسکی پیچھے باغ تھا جہاں سے تازہ پھول توڑے جاتے تھے رودابہ کو یہ کام بہت اچھا لگا تھا آخر کار اسے مصروف رہنے کے لیے اپنا پسندیدہ کام جو مل گیا تھا۔۔

اسے کل سے جاب پر آنا تھا، اب وہ لوگ ونڈو شاپنگ کے لیے مارکیٹ آ چکی تھیں۔۔ منیزہ کو اپنی الگ شاپنگ کرنی تھی سو وہ ادھر ادھر گھوم کر دیکھنے لگی روادابہ آرام آرام سے چلتی لوگوں کو اور چیزوں کو دیکھ رہی تھی ایک کونے میں کھڑے ہوتے اسنے موبائل نکال کر تصویر بنائی۔۔ پھر انسٹا گرام کھولتے وہ اس تصویر کے نیچے کیپشن لکھنے لگی۔۔

"سرد موسم، بکھرے لوگ، دلچسپ دنیا اور ادھورے سے ہم۔۔" کیپشن لکھ کر وہ پوسٹ کرنے کے بعد اب کچھ خریدنے کی نیت سے ادھر ادھر نظریں گھمانے لگی۔۔

جب اچانک اسکی نگاہ ایک خوبصورت لانگ کوٹ پر پڑی وہ بے اختیار اس جانب بڑھی اب وہ اسے ہاتھ لگا کر چیک کر رہی تھی اگلے کچھ لمحوں میں وہ یہ لانگ کوٹ خرید چکی تھی، اسکے بعد اسنے گلوز خریدے لندن کی سردی اسکے ہاتھوں کو راس نہیں آئی تو اسکے ہاتھ خشک اور ٹھنڈے رہتے تھے۔۔ اب وہ مفلرز خرید

رہی تھی مختلف رنگوں کے مفلرز خریدنے کے بعد وہ منیزہ کی کال پر باہر کی جانب بڑھ گئی جہاں وہ کھڑی اسی کا انتظار کر رہی تھی۔۔

اگلے آدھے گھنٹے میں وہ دونوں گھر تھیں، وہ دونوں ایک دوسرے کو اپنی شاپنگ دکھاتیں اب اپنے کاموں میں لگ گئیں، رودابہ گھر والوں سے بات کرنے کے لیے انکو کال ملاتی اپنے کمرے میں جا چکی تھی، بلی لاونج میں اب بھی ادھر ادھر گھومتی شرارتیں کر رہی تھی اور منیزہ پھر سے سو چکی تھی۔۔۔

میں یوسف کی طرح کنویں میں ہوں
مجھے انتظار ہے مصر کے قافلے کا

***

"یہ سب کیسے ہوانار۔۔؟؟" وہ فکر مندی سے اسکے پاس سٹول پر بھیٹا پوچھ رہا تھا۔۔

"دشمن پر حملہ کر رہے تھے تو اسی دوران لگ گئی۔۔" وہ آہستہ سے کہتی نگاہیں پھیر گئی۔۔ازہان نے تکلیف سے اسکا یوں نگاہیں پھیر لینا نوٹ کیا۔۔

"کیوں سزا دے رہی ہو۔۔مجھے خود کو ہماری محبت کو۔۔؟؟" اسنے بے بسی سے سوال کیا اینارہ نے چہرا اسکی جانب موڑ لیا۔۔۔اب وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔۔۔ازہان لودھی کے چہرے پر اداسی رقص کرنے لگی تھی اس سے اینارہ عارف کا یہ رویہ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔۔۔

"ازہان۔۔۔" وہ اسے آہستہ سے پکار گئی۔۔ازہان اسکے قریب جھکا۔۔۔

"حکم کرو ملکہ۔۔۔"وہ پوچھ رہی تھی ازہان مسکرا دیا۔۔اسکی آنکھوں میں محبت ڈھوڑنے لگی۔۔

"محبت میں سب جائز ہوتا ہے۔۔۔؟؟"وہ سوال کر رہی تھی۔۔ازہاں ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑا پھر بولا۔۔

"ہاں۔۔محبت میں سب جائز ہے۔۔سوائے شرک کے۔۔"وہ اسکے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے کر گیا اینارہ ایک لمحے کو آنکھیں بند کرتی پھر کھول گئی۔۔

"اور شرک اگر محبوب کے لیے ہی کیا جائے تو۔۔؟"اسنے پھر سوال کیا۔۔

"شرک کی کوئی دلیل نہیں ہوتی۔۔" وہ اسکا ڈرپ لگا ہاتھ تھام گیا۔۔ایںارہ مسکرا دی۔۔

"تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔۔؟؟" وہ سوال کر گئی۔۔ازہان نے سر نفی میں ہلایا۔۔ایںارہ کے چہرے کا رنگ بے اختیار بدلا تھا۔۔۔

"محبت کا تو پتا نہیں لیکن اگر میری زندگی سے تمہیں نکال دیا جائے تو میں خاک برابر نہ رہوں۔۔" وہ عاجزی سے کہہ رہا تھا۔۔

"انسانوں کے لیے اتنی عاجزی اچھی نہیں ہوتی ازہان۔۔۔" اسنے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے کھینچ لیا۔۔

"انسانوں کے لیے نہیں یہ میری محبت کے لیے ہے۔۔"

"مجھ سے شادی کرو گے ازہان۔۔؟؟" وہ سٹول پر بھیٹے شخص کے چہرے کو بخوبی نوٹ کرتی بولی۔۔ازہان لودھی کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔۔۔اسے لگا وہ سانس نہیں لے سکے گا۔۔۔وہ کتنی ہی دیر پتھر کی مورت بنا رہا۔۔۔اینارہ نے چہرا موڑ لیا۔۔

"انکار کرنا ہے تو جاؤ۔۔چلے جاؤ۔۔دوبارہ تمہیں نہیں پُکاروں گی۔۔" وہ کہہ رہی تھی ازہان مسکرا دیا۔۔

" تمہیں انکار کروں گا تو بچ تھوڑی پاؤں گا۔۔" وہ کہہ گیا تو اینارہ ہنس دی۔۔اسکی آنکھوں میں آنسوں تھے۔۔

"یوں آنسوں مت بہاؤ۔۔مجھے میری عمر گھٹتی محسوس ہوتی ہے۔۔ملکہ۔۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

"کچھ دن انتظار کرلو ملکہ میں چاہتا ہوں تم ٹھیک ہو جاؤ۔۔۔تب تک میں ساری تیاریاں کروالوں گا۔۔ٹھیک ایک ہفتے بعد تم آج کے دن میری بیوی بنو گی۔۔میرے نام ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔۔" کہتا وہ جھک کر اسکے ایک نظر اسکو دیکھتا کچھ بڑھ کر پھونکتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔

"کیا پھونک کر گئے ہو مجھ پر محبت کا منتر۔۔؟؟" اینارہ نے اسے پکارتے پوچھا تو وہ مڑا۔۔پھر مسکراتا سر نفی میں ہلا گیا۔۔

"آیت الکرسی۔۔" یک لفظی جواب دیتا وہ مڑ گیا۔۔اینارہ کے چہرے کا رنگ ایک بار پھر بدل چکا تھا۔۔

***

دو دن سے وہ بیمار تھی اس رات وہ کسی طرح گھر پہنچ گئی تھی بازو بری طرح مڑ چکا تھا اب اسکی میڈیسنز چل رہی تھیں، براق آج آنے والا تھا اسنے اپنے ساتھ ہوئے حادثے کے بارے میں گھر میں کسی کو نہیں بتایا اسے براق کی واپسی کا شدت سے انتظار تھا اس بار وہ کچھ بھی چھپا کر ایک نئی قیامت سر پر نہیں لانا چاہتی تھی۔۔

شام پانچ بجے وہ آگیا۔۔ندا اور ندصر جہانگیر سے ملنے کے بعد وہ اسکے پاس آیا تھا، ندا نے براق کو یہی بتایا کہ گرنے سے گل لالہ کا بازو مڑ گیا تھا جو کہ اب ٹھیک ہے لیکن وہ پھر بھی پریشان ہو چکا تھا۔۔

"کیسی ہو لالہ۔۔" وہ نیم غنودگی میں تھی جب اسے براق کی آواز سنائی دی۔۔اسنے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔۔پھر مسکرا دی۔۔

"آپ کو دیکھ لیا ہے اب ٹھیک ہوں۔۔" اسنے آہستہ سے کہا۔۔

"بہت جلدی واپس آ گئے۔۔"وہ ناراضگی سی بول رہی تھی۔۔ براق نے مصنوعی غصے سے اسے گھورا۔۔

"کہتی ہو تو واپس چلا جاؤں گا۔۔"وہ اسکی گال پر چٹکی بھر گیا۔۔

"آپ واپس چلے جائیں گے تو میرے پاس کون رہے گا۔۔"وہ ضدی لہجے میں بولی۔۔ براق نے سر نفی میں ہلایا۔۔

"غصہ نہیں کرو۔۔ غصہ کرتی ہو تو تمہاری یہ چھوٹی سی ناک مزید سرخ ہو جاتی ہے پھر تم مجھے اور زیادہ کیوٹ لگتی ہو۔۔"گل لالہ کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ یہ اسکی تعریف کر رہا ہے یا تلقین۔۔ وہ سرخ چہرے کے ساتھ مسکرادی۔۔

"زیادہ درد ہو رہا ہے۔۔؟؟"وہ پھر پوچھ رہا تھا۔ گل لالہ سر نفی میں ہلا گئی۔۔

"نہیں۔۔کل درد تھا اب نہیں ہے۔۔" لہجے میں شکایت واضع تھی۔۔

"معذرت نہیں کروں گا کیونکہ یہ تمہارے درد کا ازالہ نہیں کر سکتی لیکن یہ یقین دلاتا ہوں کہ پھر کبھی تم تکلیف میں ہو گی تو براق جہانگیر کو سب سے پہلے اپنے قریب پاؤ گی۔۔" وہ ٹائم دیکھتا اسے میڈیسن دینے لگا۔۔وہ خاموشی سے میڈیسنز لینے کے بعد اٹھ بھیٹی۔۔

"کیا ہوا۔۔؟؟" اسنے فکر مندی سے گل لالہ کو یوں اٹھتا دیکھ کر سوال کیا۔۔

"میں دو دن سے کمرے میں بند رہتی تھک گئی ہوں۔۔ باہر جانا ہے۔۔" اسنے منہ بسورتے کہا تو براق مسکرا دیا۔۔

"میں فریش ہو کر آتا ہوں۔۔ پھر ڈنر کریں گے اور باہر جائیں گے۔۔اوکے۔۔؟؟"اب نہ اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا گل لالہ سر ہلا گئی۔۔ براق جھک کر اسکا ماتھا چومتا باہر چلا گیا پیچھے وہ خیرت سے اسکے اس عمل پر کتنی ہی دیر ساکت بھیٹی رہی تھی۔۔

آدھے گھنٹے بعد وہ فریش فریش سا واپس آیا تو گل لالہ منہ چھپائے لیٹی ہوئی تھی۔۔اسنے گلا کھنکھارا تو وہ سیدھی ہوتی چادر چہرے سے ہٹائے بغیر اٹھ بھیٹی۔۔

"لالہ چہرے سے چادر تو ہٹاؤ۔۔" براق نے اسکا چادر نہ ہٹانا دیکھتے کہا۔۔ تو وہ سر نفی میں ہلا گئی۔۔

"آپ باہر جائیں پھر چادر ہٹالوں گی چہرے سے۔" اسکی آواز میں لرزش واضع تھی۔۔ براق کو ایک منٹ لگا تھا سمجھنے میں کہ وہ کیوں شرما رہی ہے اور سمجھ آتے ہی وہ دلکشی سے مسکرایا تھا۔۔

"یا میرے اللہ۔۔۔ گل لالہ میں ویسے بھی تمہارا دیوانہ ہوں اس طرح شرما کر اور چہرا چھپا کر کیوں میری زندگی کے خوبصورت سینز دیکھنے سے مجھے محروم کر رہی ہو۔۔؟؟" وہ آگے بڑھ کر اسکے چہرے سے چادر ہٹا گیا گل لالہ نے چہرا ہاتھوں میں چھپالیا تھا۔۔۔ براق کا قہقہ بلند ہوا۔۔۔

"میرے سُرخ گلاب۔۔" وہ اسے ایک نئے لقب سے پکارتا اب جھک کر جوتے پہنا رہا تھا، پھر وہ اسکا ہاتھ تھامے باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔

وہ دونوں نیچے آئے تو ندا لاونج میں بھیٹی ہوئیں تھیں پاس ہی ناصر جہانگیر نیوز دیکھ رہے تھے، ان دونوں نے سیڑھیاں اترتے کپل کو دیکھ کر بے اختیار ماشااللہ

پڑھا تھا۔۔ ندا نے اٹھ کر دونوں کا باری باری ماتھا چوما۔۔ براق کے چہرے پر کبھی نہ ختم ہونے والی مسکراہٹ تھی لیکن گل لالہ کے چہرے پر الجھن۔۔ اسے یہ رویہ تھوڑا عجیب لگا۔۔ کیا گھر والے جانتے ہیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔۔؟؟ بے اختیار ذہن میں آنے والا سوال اسے بے چین کر گیا۔۔

"ڈنر کر لیا ہے آپ دونوں نے۔۔؟؟" براق نے ان دونوں سے پوچھا تو وہ سر نفی میں ہلا گئے۔۔

"ٹھیک ہے چلیں آج باہر ڈنر کرتے ہیں۔۔" وہ کہتا ندا جہانگیر کو دیکھنے لگا۔۔

"نہیں۔۔ میں نے کھانا بنایا ہے تم لوگ جاؤ۔۔ کافی ٹائم سے گل گھر سے باہر نہیں گئی۔۔ اچھا ٹائم سپینڈ کر آؤ۔۔" وہ کہتی کچن کی جانب بڑھ گئیں۔۔ براق نے ناصر جہانگیر کو دیکھا وہ بھی کندھے اچکا گئے۔۔

"چلیں۔۔؟؟" براق نے اسکی جان لٹاتی نگاہوں سے اسکی جانب دیکھتے پوچھا تو وہ سر جھکاتی اثبات میں سر ہلا گئی۔۔ براق ایک بار پھر مسکرا دیا۔۔

وہ دونوں گاڑی میں بھیٹ چکے تھے، براق نے گلؔلالہ کو خاموش محسوس کیا تو اسے پکارہ۔۔

"گلؔلالہ۔۔" پکار پر وہ فورا اسے اسکی جانب دیکھنے لگی۔۔ڈراق بغیر کچھ بولے اسکے چہرے اور آنکھوں کو دیکھے لیا۔۔اسکی ئانکھوں میں محبت تیرنے لگی تھی گلؔلالہ نظریں جھکا گئی۔۔

"ایسے نہیں دیکھیں۔۔۔" مجبورا وہ کہ بھیٹی۔۔

"کیوں۔۔؟؟" براق نے حیرت سے سوال کیا۔۔

"آپ ایسے دیکھتے ہیں تو میرا دل تیزی سے دھڑکتا محسوس ہوتا ہے۔۔ماتھے پر پسینہ آنے لگتا ہے اور چہرا سرخ ہو جاتا ہے۔۔۔" وہ بے بسی سے کہ رہی تھی۔۔

"کیسے دیکھتا ہوں میں۔۔؟؟" اسنے پھر سوال کیا۔۔

"محبت سے۔" وہ جواب دیتی چہرا شیشے کی جانب موڑ گئی۔۔

"نہ دیکھا کروں۔۔ محبت نہ کروں تم سے۔۔؟؟" وہ سنجیدگی سے سوال کرنے لگا تو گل لالہ نے تیزی سے چہرا اسکی جانب گھمایا۔۔

"میں دیکھنے سے تھوڑی نہ منع کر رہی ہوں بس ایسے دیکھنے سے منع کر رہی ہوں، مجھے ڈر لگنے لگتا ہے۔۔" وہ اسکی آنکھوں میں بمشکل دیکھتی بول رہی تھی۔۔

"میری محبت سے ڈر لگتا ہے۔۔؟؟" براق نے سنجیدہ لہجے میں سوال کیا۔۔

نہیں۔۔" وہ سر نفی میں ہلا گئی۔۔

"آپ کو کھونے سے ڈر لگتا ہے۔۔" وہ اسکے چہرے کو حسرت سے دیکھتی بول رہی تھی۔۔

"میں ہمیشہ کے لیے گلِ لالہ کا ہوں۔۔" اسنے یقین دلایا تو وہ سر نفی میں ہلا گئی۔۔

"مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں میں آپ سے اتنی محبت نہ کرنے لگوں کہ آپ کو کھو دوں تو مر جاؤں۔۔"سرخ بالوں والی لڑکی نے خوبصورتی سے اظہار کیا تھا۔۔ براق جہانگیر اسے دیکھتا رہ گیا۔۔

"ابھی تو ساتھ جینا ہے ابھی تو مرنے کی باتیں مت کرو۔۔ابھی تو مجھے تم ملی ہو ابھی ہمیں ہمارے حصے کی خوشیاں ملنا باقی ہے۔۔"وہ گھمبیر لہجے میں کہہ رہا تھا گل لالہ مسکرا دی۔۔ڈر کہیں دور جا سویا۔۔وہ تشکر سے آنکھوں میں آنسوں لیے اسکے چہرے کو دیکھنے لگی تو براق مسکرا دیا۔۔

"ضحلتک الساحرۃ آخزت عمری"
"آپ کی دلکش ہنسی کو میری عمر لگے۔"

گل لالہ نے اسکے پاس جھکتے دھیمی آواز میں سرگوشی کی براق جہانگیر ایک بار پھر مسکرا دیا۔۔یہ مسکراہٹ ابدی تھی۔۔

***

# *بابِ سکوت*

## *از قلم مریم راجپوت*

Episode No.17

"روداب تم کتنی دیر میں جاب کے لیے نکلو گی۔۔؟؟" منیزہ نے مصروف سے انداز میں اپنی پیکنگ کرتے اس سے پوچھا۔۔

"پندرہ منٹ تک۔۔" روداب فلورا کو کھانا دیتی کہہ رہی تھی۔۔

"ٹھیک ہے میں تم سے پہلے نکل رہی ہوں۔۔لاک کر دینا دروازہ۔۔" وہ کچھ دیر بعد تیار ہوتی باہر آئی پھر اسے خدا حافظ کہتی نکل گئی۔

رودابہ فلورا کو چھوڑ کر اب جاب پر جانے کے لیے تیاری کر رہی تھی، اسنے گرے کلر کا لانگ کوٹ پہن کر بلیو ہیلز نکالی۔۔ سردی تو تھی لیکن آج جاب کے پہلے دن پیارا سا تیار ہو کر جانے کا اسکا شدت سے دل چاہ رہا تھا۔۔

لائٹ سا نیوڈ لپ شیڈ لگا کر اسنے ہلکا سا گلیٹر گالوں اور نوز ٹپ پر لگایا، اتنی ہی تیاری پر ہی وہ تیار لگنے لگی تھی۔۔ حجاب کرنے کے بعد اب وہ مسکرا کر آئینے کے سامنے کھڑی موبائل کا کیمرا آن کرتی ہائیڈن مرر سیلفی لینے لگی۔۔۔ تصویر لینے کے بعد اب وہ اسے ایڈٹ کرتی blog پوسٹ کر رہی تھی، اسنے نیچے کیپشن لکھا۔۔

مجھے کوئی "انسان" ہیل نہیں کر سکتا، مجھے میری پسندیدہ چیزیں اور جگھیں "ہیل" کرتی ہیں۔

گھر کا دروازہ لاک کرتی وہ باہر کی جانب بڑھ گئی، میٹرو لیتے اگلے پندرہ منٹ میں وہ شاپ پر تھی، شاپ کی اونر ایک اوڈ لیڈی تھیں وہ اسے اچھے سے ملیں پھر اسے کام سمجھاتی وہ چلی گئیں۔۔

اسنے خوبصورت پھولوں کو دیکھا، اب وہ مصروف سی پھول ترتیب سے رکھ رہی تھی، فلاور شاپ میں خوشبو پھیلی ہوئی تھی، وہ مسحور سی اپنا کام کر رہی تھی۔۔

ابھی اسے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ کوئی فلاور شاپ میں دروازہ کھول کر داخل ہوا۔۔اسنے مڑے بغیر ہی اندازہ لگا لیا۔۔

"کون سے فلاور چاہیں آپ کو۔۔؟؟" وہ مڑتی سوال کر رہی تھی۔۔سامنے کھڑی لڑکی نے شاپ کو ایک نظر دیکھتے سامنے پڑے سفید پڑے پھولوں کی طرح اشارہ کیا۔۔روودابہ وہ بُکے اٹھا کر مڑی اور انہیں پیک کرتی لڑکی کے جانب بڑھا گئی۔۔اس سے پہلے کہ وہ لڑکی بُکے لیتی ایک دم وہ رُکی۔۔اسنا اپنا بڑھایا ہوا ہاتھ پیچھے کر لیا۔۔

"Can you please tell me onething.?"

وہ روودابہ کو دیکھتی کہنے لگی۔۔۔

"Yes,Why Not..!?"

روودابہ مسکرا کر اثبات میں ہلا گئی۔۔

"What flowers should be given to a heterochromatic person..?"

(کسی ہیٹرو کرومیٹک کو دینے کے لیے کیسے پھول ہونے چاہیں۔۔؟) وہ لڑکی پوچھ رہی تھی۔۔رودابہ چند لمحوں کے لیے ٹھہر گئی، اسے کوئی یاد آیا تھا مگر پھر وہ سر جھٹکتی مڑ گئی۔۔ایک بُکے پکڑ کر وہ اسکی جانب بڑھا گئی۔۔

"You should give Yellow Daisies."

لڑکی مسکرا کر بُکے تھام گئی، پھر پرائز ٹیگ دیکھتی وہ اسکی جانب پیسے بڑھاتی باہر نکل گئی۔۔رودابہ کو اب بھی وہ یاد آ رہا تھا۔۔

"میں کیوں اسے یاد کر رہی ہوں۔۔؟؟" وہ خود سے سوال کرتی خفگی سے پیسے کاونٹر پر رکھتی مڑ گئی۔۔ابھی بہت کام باقی تھا۔۔مزید ایک گھنٹہ گزر گیا۔۔اور مزید پانچ لوگ اس سے فلاورز لے کر گئے۔۔ایک آخری کیبن میں موجود بُکے کو وہ شاور سے پانی دے رہی تھی جب کوئی شاپ میں داخل ہوا۔۔

"کیسے فلاورز لینے ہیں آپ کو۔۔؟؟" وہ شاور ایک طرف رکھتی مڑی اور سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر منجمند ہوگئی۔۔ دوسرے شخص کا حال بھی کچھ الگ نہیں تھا لیکن اسکے بائیں طرف سینے میں دھڑکتے دل نے بری طرح شور مچا دیا۔۔

"کک۔۔ کیسے فلاورز لینے ہیں آپ نے۔۔؟؟" وہ اٹک کر کہتی چہرا موڑ گئی۔۔ باسل کتنی ہی دیر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔۔

"وہ فلاورز جو کسی اپنے کو ایک طویل ہجر کے بعد تلافی کے طور پر دیتے ہیں۔۔" وہ کہہ رہا تھا رودابہ نے حیرت سے اسے دیکھا مگر پھر سر ہلاتی مڑی۔۔۔ ایک بُکے اٹھا کر وہ اسکی جانب بڑھا گئی۔۔

"یہ کون سے فلاورز ہیں۔۔؟؟" وہ اسکے چہرے سے نظریں ہٹائے بغیر بولا۔۔

"Purple Lavender.."

اسنے مختصر کہتے چہرا موڑ لیا وہ پتا نہیں کیوں نروس ہو رہی تھی،اب وہ ریک کے پاس کھڑی مصروف ہونے کا دکھاوا کرتی پھولوں کو بے وجہ الٹ پلٹ کر رہی تھی۔۔

"آپ کو پسند ہیں یہ۔۔؟" باسل نے سوال کیا تو وہ مڑی۔۔

"مجھے پسند ہیں یا نہیں اس سے آپ کا کیا تعلق آپ نے فلاورز لے لئے ہیں اب آپ پے مینٹ کر کے جا سکتے ہیں۔۔" وہ سنجیدگی سے کہتی کاونٹر کی جانب بڑھ گئی تھی باسل مسکرایا۔۔

"یہ فلاورز آپ کے لیے خریدے ہیں میں نے۔۔" وہ کہ رہا تھا۔۔رودابہ نے اسکے چہرے پر نظر ڈالتے تلخی سے مسکراتے سر کو خم دیا۔۔

"کیا آپ یوں ہی ہر فلاور شاپ پر موجود لڑکی کو فلاورز پیش کرتے ہیں۔۔؟؟"
وہ اسکے چہرے کو دیکھتی سوال کر رہی تھی پھر اسنے باسل جہانگیر کے چہرے کے بدلتے رنگ کو دیکھا اور چہرا موڑ گئی۔۔

اگر وہ اس بات کا کوئی سخت جواب دے دیتا تو۔۔؟؟ اسنے اچانک خیال آیا۔۔ "اللہ نہیں۔۔" وہ آنکھیں زور سے مینچتی سر نفی میں ہلا گئی۔۔ باسل اسکا چہرا دوسری طرف ہونے کے وجود اسکی سرگوشی سُن چکا تھا۔ وہ جاندار سا مسکرایا۔۔

"نہیں میں ہر لڑکی کو فلاورز نہیں پیش کرتا کیونکہ ہر لڑکی رودابہ جمشید نہیں ہوتی۔۔" اسکی مخصوص ہوتی آواز پر وہ یک دم چہرا اسکی جانب موڑ گئی۔۔

"میں کیوں لوں آپ کے فلاورز میں غیر مردوں سے تحفے نہیں لیتی۔۔" وہ سنجیدگی سے کہتی اسکو چھوڑ کر اب شاپ کی ہر چیز کا معائینہ کر رہی تھی۔۔ باسل سر جھکا گیا۔۔اگلے لمحے اسنے سر اٹھایا۔۔

"میڈم کیا آپ نہیں جانتی جب کوئی کسی کو پھول پیش کرتا ہے تو اسکا کیا مطلب ہوتا ہے۔۔؟؟" باسل جہانگیر کی مسحور کن آواز اسکے ارد گرد گھونجی تو وہ اسے دیکھے بغیر سر نفی میں ہلا گئی۔۔

"اسکا مطلب ہوتا ہے کہ کوئی آپ سے محبت کرتا ہے۔۔" اچانک سے اظہار کر دیا گیا تھا فلاور شاپ میں کاونٹر پر بھیٹی لڑکی کچھ دیر تک بول نہیں سکی تھی۔۔

"کوئی مجھ سے محبت کیوں کرے گا۔۔؟" وہ کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں بولی۔

"کوئی آپ سے محبت نہیں کرے گا تو خاک جئے گا۔۔" وہ خود کی جانب اشارہ کر رہا تھا رودابہ جمشید جیسے ٹرانس سے باہر آئی۔۔

"فلاور خرید لیے ہیں تو آپ جا سکتے ہیں۔۔" وہ سرد لہجے میں کہہ رہی تھی۔۔

"محبت کا جواب اتنا سرد نہیں ہونا چاہیے اور پھولوں کو منع نہیں کرتے۔۔" وہ اسکی جانب پھول بڑھا گیا۔۔رودابہ نے ایک نظر پھول دیکھے پھر سر ہلا دیا۔۔

"ٹھیک ہے آپ کو پھول نہیں خریدنے تو چلے جائیں۔" وہ بکے اٹھا کر واپس رکھنے کے لیے ریک کی جانب بڑھ گئی۔۔

"میں خرید چکا ہوں یہ پھول۔۔" وہ کاونٹر پر پڑے پیسوں کی جانب اشارہ کر رہا تھا رودابہ پھول واپس اسکی جانب بڑھا گئی۔۔باسل نے ایک منٹ ٹھہر کر اسے دیکھا پھر لب بھینچتے بمشکل مسکراہٹ چھپائی۔۔

"اچھاتو آپ چاہتی ہیں کہ میں یہ گلاب آپ کی طرف سے قبول کروں۔۔" وہ خوشنما لہجے میں بولا تو رودابہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔۔

"نہیں۔۔ رودابہ جمشید آپ کو پھول پیش کرے۔۔ ایسی خوشفہمیاں مت پالیں مسٹر جہانگیر۔۔!!" وہ اسے گھورتی پھول تھما چکی تھی۔۔

"یہ آپ نے خریدے ہیں آپ ہی رکھیں۔۔" وہ کہہ کر مڑ گئی۔۔

"ٹھیک ہی میں نے یہ پھول آپ کی طرف سے تحفہ سمجھ کر قبول کیے میڈم۔۔" اسکی بات پر وہ اسے مزید کچھ سناتی کہ وہ دکان سے باہر نکل گیا رودابہ جلتی کڑھتی اب اسکی باتیں سوچ سوچ کر دکان کی چیزیں اٹک پٹخ رہی تھی۔۔ مزید پانچ منٹ گزرے تھے جب فلاور شاپ کی اونر آ گئیں۔۔

"تم چلی جاؤاب میں سمبھال لوں گی۔۔" وہ اسے کہتی کاونٹر پر بھیٹ گئیں تو رودابہ مسکرا کر اپنا بیگ اٹھاتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔

***

کانفرنس کال چل رہی تھی اور وہ دونوں خاموشی سے باسل کی باتیں سُن رہے تھے تقریبا آدھے گھنٹے سے وہ دونوں کی تعریف کر رہا تھا۔(اچھے لفظوں میں تو بلکل نہیں) آخر تھک کر ارقم نے سیرینڈر کر دیا۔۔

"اچھا بس کرو اب تو مل گئی ہے نا۔۔" وہ بیچارگی سے کہ رہا تھا۔۔

"تو جب وہ لندن آئی یہ بات تم لوگوں کے علم میں ہونے کے باوجود تم میں سے کسی نے ایک بار بھی نہیں بتایا اور چھے ماہ سے وہ یہاں ہے میں اسے آج نہ دیکھتا تو کیا یونہی ہمیشہ۔۔" وہ کچھ کہتا کہتا اچانک خاموش ہو گیا۔۔

"کیا ہمیشہ۔۔؟؟" نبراس نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔۔

"ہمیشہ اسے دیکھنے کے لیے انتظار کرتا رہتا۔۔" وہ سنجیدگی سے کہ گیا۔

"اب کیا کرو گے تم۔۔؟؟" ارقم پوچھ رہا تھا۔۔

"کرنا کیا ہے اسے منانا ہے۔۔" وہ کہ رہا تھا۔۔

"مجھے نہیں لگتا وہ اتنی جلدی مان جائے گی۔۔۔" ارقم نے اندازہ لگایا۔۔

"تم اسے ڈیموٹیویٹ مت کرو۔۔" نبراس نے ارقم کو گھورا۔۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کیا بنے گا ہمارے رانجھے کا۔۔؟؟"ارقم نے مخصوص ہوتے سوال کیا۔۔

"مجھے تو لگتا ہے کہ وہ کبھی نہیں مانے گی۔۔"نبراس کا قہقہ گھونجا۔۔

"منہ اچھا نہ ہو تو کم از کم بندہ بات تو اچھی کر لیتا ہے۔۔"باسل نے غصے سے کہا۔۔

"اچھا ٹھیک ہے مان جائے گی۔۔"دونوں نے یک زبان ہوتے کہا۔۔مزید کچھ دیر وہ اسی موٹیویشن دیتے رہے اور اندازے لگاتے رہے آخر باسل نے خدا حافظ کہتے کال کاٹ دی۔۔۔اب وہ براق کو کال ملا رہا تھا براق سے بھی وہ خفا تھا جس نے اسے نہیں بتایا۔۔کم از کم کوئی ایک تک بتا سکتا تھا۔۔

"آپ جانتے تھے نہ پھر بھی آپ نے مجھے نہیں بتایا بھائی۔۔" سلام دعا کرنے کے بعد نہ براق سے کہہ رہا تھا۔۔

"کیا جانتا تھا میں۔۔؟؟" براق نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔

"رودابہ کے بارے میں۔۔" وہ کہہ گیا اور براق کے چہرے کا رنگ بدلا۔۔۔ کیا باسل کو رودابہ کی شادی والی بات پتا چل چکی تھی۔۔؟؟ اسنے خود سے سوال کرتے باسل کا چہرا دیکھتے اندازہ لگانا چاہا۔۔

"کون سی بات۔۔؟؟" اب وہ احتیاط کے طور پر پوچھ رہا تھا۔۔

"وہ لندن ہے یہ بات۔۔" باسل کے کہنے پر براق جہانگیر نے سُکھ کا سانس لیا۔۔

"مجھے یاد نہیں رہا۔۔" کہتا وہ موضوع بدل گیا۔۔

"بھائی میں اس سے محبت کرتا ہوں نکاح کرنا چاہتا ہوں اور اب میں مزید انتظار نہیں کروں گا پہلے آپ لوگوں نے اسکے لندن آنے کی بات مجھے نہیں بتائی سب نے چھپایا اب کچھ اور ہو گا تو وہ بھی چھپائیں گے۔۔" وہ سنجیدگی سے بولتا براق جہانگیر کو کچھ سوچنے پر مجبور کر گیا۔۔

"ٹھیک ہے تم چھٹیوں میں پاکستان آؤ تو اس بارے میں بات کرتے ہیں۔۔" وہ ایک بار پھر اس موضوع کو بعد پر چھوڑ رہا تھا۔۔

"بھائی۔۔ میں اسے بعد پر نہیں چھوڑ سکتا۔۔۔ بعد پر چھوڑنے کے لیے محبت نہیں کی جو ہے ابھی ہے حال میں ہے۔۔ میں اپنی محبت کو نہیں کھو سکتا۔۔ روداب جمشید کو کھونا میں افورڈ نہیں کر ہی نہیں سکوں گا۔۔" باسل کے لہجے میں کچھ تھا جو براق جہانگیر نے شدت سے محسوس کیا۔۔

"تم پہلے اس سے بات مت کرنا باسل۔۔میں جمشید انکل سے بات کروں گا وہ مان جائیں گے تو اسے بھی منالیں گے۔۔" براق نے کہا۔۔

"بھائی میں اس کے سامنے اظہار کر چکا ہوں، زندگی اسے گزارنی ہے میرے ساتھ مجھے اسکی خوشی سے مطلب ہے، جمشید انکل سے کہیے گا اس پر برڈن مت ڈالیں میں چاہتا ہوں وہ مجھے پورے دل سے قبول کرے۔۔" باسل نے کہا تو براق سر ہلا گیا۔۔

"اور اگر جمشید انکل نے بھی انکار کر دیا تو کیا تم اسے چھوڑ دو گے۔؟؟" براق پوچھ رہا تھا، باسل مسکرا دیا۔۔

"میری محبت اتنی عام تو نہیں کہ ذرا سے انکار پر میں ہار مان جائوں، میں اسے اللہ سے مانگتا ہوں، اللہ بہتر جانتا ہے مجھے اس سے نوازنا ہے یا عمر بھر لاحاصل رکھنا ہے۔۔" اسکے لہجے میں ایک یقین بول رہا تھا۔۔

"ٹھیک ہے، میں بس بات کروں گا ناصر چاچو اور پھوپھو سے وہ انکل سے بات کریں گے باقی اگلا فیصلہ ان کا ہو گا۔" وہ کہ کر کال کاٹ گیا۔۔

***

"کیا بنا اس کا۔۔؟؟" شمروز نے کمرے میں داخل امن سے پوچھا۔۔ وہ جو کمپیوٹر پر کام کر رہا تھا مڑا اور مسکرایا۔۔

"تھوڑی دیر پہلے کال آئی تھی اسکی وہ بتا رہی تھی کہ اگلے سوموار اسکا نکاح ہے۔۔"امن نے بڑے مزے سے بتایا۔۔ شمروز نے اسے سنجیدگی سے گھورا۔۔

"تمہیں بہت خوشی ہو رہی ہے امن بابا دانت تڑوانے ہیں کیا مجھ سے۔۔؟؟"وہ اسکے پاس پڑی چیئر پر بھیٹتا بولا۔۔

"نہیں۔۔میں تو تمہارے آنسوں پونچھنے کے لیے تیار بھیٹا ہوں میرے یار۔۔"وہ مخضوص ہوتا کہ رہا تھا شمروز نے بے اختیار اسکی کمر میں مکا جھڑا۔۔

"غیرت کھاؤ۔۔میری محبت اس فریب کا شکار ہو رہی ہے اگر میں نے اسے کھو دیا تو۔۔؟؟"وہ کسی خوف کے زیرِ اثر کہ رہا تھا امن دھیمہ سا مسکرا دیا۔۔

"آرمی میں ہو جگر مضبوط رکھو میجر۔۔" وہ اسے تسلی دینا چاہتا تھا لیکن بس یہی کہہ سکا۔۔

"ہم محبت کو کھو چکے لوگ ہجر کی اذیت جانتے ہیں ہمیں علم ہے کہ کوئی محبت کو کھونے کے ڈر سے کیسا دکھنے لگتا ہے۔۔ محبت کو کھو دینا تو موت ہے عمر بھر کے لیے روگ کو دل کے ساتھ لگائے پھرنا آسان تھوڑی نہ ہے۔۔" وہ کہہ رہا تھا۔۔ شمروز نے لب بھینچ لیے۔۔

"دعا کرو وہ مجھے مل جائے، میرا دل بہت پریشان ہے اسکے لیے۔۔" اسنے فکرمندی سے کہا۔۔ امن نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے تسلی دی۔۔

"میجر ہو مر جاؤ گے مار دو گے لیکن اپنی محبت کسی کو نہیں چھیننے دو گے اتنا تو میں تمہیں جانتا ہی ہوں شمروز جہانگیر۔۔" وہ فخر سے کہہ رہا تھا شمروز بے بسی سے ہنس دیا۔۔

"اور جب محبت ہی خود کو کنویں میں دھکیلنے پر راضی ہو تو۔۔؟؟میں پوری دنیا سے اپنی محبت پانے کے لیے لڑ سکتا ہوں لیکن اس سے نہیں جس سے مجھے محبت چاہیے، جس سے میں محبت کرتا ہوں میں اس سے اسکے لیے کیسے لڑ لوں۔۔وہ مجھے آزمائش میں ڈال چکی ہے۔۔۔"وہ تھک کر چیئر کی پشت سے سر ٹکا گیا۔۔

"اس جنگ کا شکار ہم پانچ سالوں سے ہیں اب اگر جیتنے کا وقت آیا ہے تو بھروسہ رکھو فتح ہماری ہی ہو گی فتح محبت کی ہی ہو گی شمروز۔۔"اسنے جیسے یقین دلایا۔۔

"مجھے لگتا ہے اس جنگ میں میں اپنی محبت کو ہار جاؤں کا جنگ کسی بھی چیز کے لیے ہو لیکن خسارہ سب سے زیادہ محبت والوں کا ہوتا ہے۔۔ "

"کیوں اتنے بے یقین ہو شمروز مجھے دیکھو میں بھی تو زندہ ہوں میں نے بھی تو محبت کھوئی ہے۔۔"وہ عجیب سے لہجے میں بولا تھا شمروز کے چہرے کا رنگ بدل

گیا۔۔وہ بے اختیار چہرا موڑ گیا۔۔امن نے تکلیف سے اسے دیکھا۔۔پھر مسکرا دیا۔۔اذیت بھری مسکراہٹ۔۔

"خیر چھوڑو۔۔کچھ لوگ محبت والا نصیب لے کر پیدا ہی نہیں ہوتے کسی سے کیا شکوہ۔۔؟؟"وہ اپنے درد پر ہنس رہا تھا، شمروز کے دل کو کچھ ہوا۔۔مزید وہ کچھ کہ ہی نہیں سکا۔۔کچھ رہا ہی نہیں تھا۔۔

***

"نار کیسی ہو اب تم۔۔؟؟"وہ پھولوں کا بُکے اٹھائے۔۔ہاسپٹل کے کمرے میں داخل ہوا تو اینارہ جو مصروف سی فون استعمال کر رہی تھی سر اٹھاتی مسکرائی۔۔

"ٹھیک ہوں تم آگئے ہو تو اب ٹھیک ہوں۔" وہ کہہ رہی تھی۔۔ازہان لودھی نے خود کو مسکراتا پایا۔۔وہ بہت کم مسکراتا تھا لیکن جب وہ آس پاس ہوتی یا وہ اسے دیکھا کرتا تھا تو وہ مسکرانے لگتا تھا۔۔

"میں نے تمہارے لیے کچھ ڈریسز پسند کئے ہیں یہ دیکھو۔۔" وہ فون پر کچھ نکالتا اسکی جانب بڑھا گیا۔۔اینارہ اب مصروف سی تصویریں دیکھ رہی تھی۔۔

"کیسے ہیں۔۔؟؟" ازہان نے سوال کیا تو وہ سر ہلا گئی۔۔

"اچھے ہیں۔۔" وہ موبائل واپس سے اسکی جانب بڑھا گئی۔۔

"میں نے ہمارے نکاح کے لیے تمہارا جوڑا پسند کیا ہے جب گھر آؤ گی تو دیکھاؤں گا۔۔" وہ خوشی سے کہہ رہا تھا اینارہ اسکے چہرے کو دیکھتی مسکرا دی۔۔

مجھے گھر لے جاؤ۔۔میں مزید یہاں اس ہاسپٹل میں نہیں رہ سکتی گھٹن ہونے لگی ہے مجھے۔۔"وہ کہ رہی تھی۔۔ازہان نے سر اثبات میں ہلایا۔۔

"اوکے میں ڈسچارج پیپرز بنوا کر آتا ہوں۔۔"وہ کہ کر باہر چلا گیا۔۔ایناره نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا اسکا فون اٹھا کر تیزی سے کچھ دیکھنے لگی۔۔

تھوڑی دیر بعد وہ اندر آیا تو ایناره کیمرا نکال کر تصویریں بنا رہی تھی،ازہان نے فائل ایک طرف رکھتے اسے سہارا دے قر اٹھایا کیونکہ اسکی دائیں بازو پر گولی لگی تھی۔۔اگلی کچھ دیر میں وہ لوگ پارکنگ میں آتے گاڑی میں بھیٹ چکے تھے۔۔

سفر شروع ہوا تھا اور ایناره نے گھڑی پر وقت دیکھنا شروع کر دیا۔۔زوال کی گھڑیاں قریب تھیں۔۔

***

وہ کچھ دن سے عجیب سی کیفیت کا شکار تھی، دل اداس تھا یا پتا نہیں کیا بس وہ خاموش سی تھی، وہ فلورا کو کھانا دے کر باہر نکل آئی اب وہ خاموشی سے لندن کی ایک مصروف شاہراہ پر چل رہی تھی۔۔

آج اندر کا شور بڑھ گیا تھا، آج وہ چپ نہیں رہنا چاہتی تھی۔۔ کیونکہ کبھی کبھی اچانک سے انسان ایسی کیفیت کا شکار ہو جاتا ہے کہ دل کرتا ہے خود میں گھٹے جذبات کو باہر نکال دیا جائے، اپنی تمام تر کیفیات کو بیان کر دے، یہی انسانوں کی کمزوری ہوتی ہے وہ بہت زیادہ عرصے تک خود کو مضبوط ثابت نہیں کر سکتے ایک پوائینٹ پر وہ ڈھ جاتے ہیں ہمت جواب دے جاتی ہے، ایک کندھا یا ایک کوئی ایسا وجود چاہیے ہوتا ہے جو صرف سُن لے جو صرف ہمارے درد کو محسوس کر لے جو ہمارا ہو جو ہمارے لیے ہو، انسان خوش تب ہی رہتا ہے جب اسکے دل کی

کیفیات اسے چھپا چھپا کر نہ رکھنی پڑیں، جب وہ کھل کر خود کو بیان کر سکے جس تعلق میں دل کی کیفیات یا اپنے احساسات ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہوتی وہ تعلق ہی نہیں ہوتا وہ صرف کوئی ایک نام نہاد رشتہ ہوتا ہے جس میں دل، احساسات، تکلیف میٹر ہی نہیں کرتی۔۔

اسنے خود کو کمزور پڑتا محسوس کیا وہ چھے ماہ سے گھٹ رہی تھی، خود کو مضبوط بنا رہی تھی لیکن کب تک۔۔؟؟ آخر کب تک تکلیف کو چھپایا جا سکتا ہے اندرونی زخم جب کھو کھلے ہو جاتے ہیں تو وہ زیادہ تکلیف دیتے ہیں۔۔

وہ پارک میں آگئی تھی، اب ایک گھنے درخت تلے بنے بینچ پر بھیٹی ہوئی تھی، اسنے بے اختیار گہرا سانس لیا۔ پر بینچ کی بیک سے سر ٹکا گئی۔۔ آج وہ خود کو سُننے کے لیے یہاں آئی تھی، کبھی کبھی خود کو صرف خود کو سُن لینا بھی ایک تھیراپی ہوتا ہے کیونکہ ہم سب کچھ سن لیتے ہیں اپنے اندر کی آواز کو سُننے میں بہت دیر کر دیتے ہیں۔۔ خود کو سُن لیا کریں جب کوئی بھی سُننے والا میسر نہ ہو۔۔

اسنے چہرا آسمان کی جانب کئے آنکھیں موندھ لیں۔۔ سکون سے اور اب وہ اپنی دنیا میں تھی، اپنی خیالی دنیا میں نہیں۔۔!! اپنی اس دنیا میں جو اسکی تھی جس میں وہ اکیلی تھی بلکل اکیلی زندگی سے تھکی ہوئی لڑکی ایک کونے میں اداس بھیٹی تھی باہر سے وہ کسی خوبصورت عمارت جیسی تھی لیکن اندر سے وہ کھوکھلی ہوچکی تھی، جسکی کسی نہ کسی دیوار پر ڈراریں پڑی ہوئی تھیں۔۔

میں خود کو میسر نہیں تھی لیکن اس ایک شخص کو میسر تھی اللہ، میں تو اس سے محبت کرتی تھی، ایک گھر کا خواب دیکھا تھا۔۔ پھر مجھے وہ کیوں نہ عطا ہوا۔۔؟؟ پھر اس پر سے میرا یقین کیوں اٹھ گیا۔۔ پھر میں اکیلی کیوں رہ گئی۔۔؟؟ وہ اللہ سے سوال کر رہی تھی آنکھوں سے آنسوں بہ نکلے تھے۔۔ محبت میں خسارے اتنے تھے کہ وہ گننے بھیٹ جاتی تو شاید کبھی نہ اٹھ پاتی۔۔ کیونکہ محبتوں میں خسارے گنے نہیں جاتے بس سہے جاتے ہیں احتجاج کئے بغیر۔۔ جس محبت میں احتجاج ہو وہ محبت تھوڑی ہوتی ہے۔۔

"میں خود میں اکیلی رہ گئی ہوں، میں خود کو تنہا محسوس کر رہی ہوں بلکل تنہا۔۔ کسی گھنے جنگل میں موجود کسی گہرے کنویں میں۔۔" وہ خود سے کہہ رہی تھی۔۔

"اللہ مجھے اس سب سے نکال دیں۔۔ رودابہ جمشید اتنی مضبوط نہیں ہے میں دنیا کے لیے سخت ہوں میں محبت کے لیے سخت ہوں لیکن خود کے لیے بے رحم بننا مجھے نہیں آیا خود کو دھوکہ دینا مجھے نہیں آیا۔۔" چہرا آنسوں سے بھیگ گیا۔۔

وہ گہری سانس لیتی آنکھیں کھول گئی۔۔ ایک خیال اسکے ذہن میں بجلی کی مانند آیا اگلے لمحے وہ مسکرادی اسے سمجھ آگیا تھا خود کو مضبوط دکھانے سے زیادہ خود کے لیے ایکشن لینا ضروری ہوتا ہے خود کو پروٹیکٹ کرنا ضروری ہوتا ہے۔۔

"میں خود سے محبت کرتی ہوں جو خود سے محبت کرنا سیکھ لیتا ہے پھر وہ ہر ٹروما ہر loss سے ابھرنے کی ہمت رکھتا ہے لیکن اپنی ذات کے خساروں سے ابھر پانا آسان نہیں ہے۔۔"

میں خود کو ایک موقع دوں گی ہر انسان کو خود کو ایک آخری موقع ضرور دینا چاہیے تاکہ پھر وہ عمر بھر پچھتاؤں کے سمندر میں غوطے نہ کھاتا رہے۔۔

ہر انسان کو خود کو اتنا پروٹیکٹ کرنا تو آنا ہی چاہیے کہ اسکی ذات کا مان سلامت رہے، ہر انسان کو اپنی ذات کا مان سلامت رکھنا آنا چاہیے اور جنہیں نہیں آتا وہ لوگوں کی ہمدرد نگاہوں کا شکار ہو جاتے ہیں، یقین کریں کچھ بھی اتنی بری طرح نہیں چبھتا جتنا کہ ہمدرد نگاہیں جبھتی ہیں وہ نگاہیں جن میں ہمارے لیے بے چارگی ہو جو ہمیں اس خیال کے دیکھیں کہ ہم ان سے بدتر ہیں۔۔

"رہی بات اسکے حال کی تو وہ اس معاملے میں بے فکر تھی اسے اللہ سے اچھا گمان تھا اور اللہ اچھا گمان رکھنے والوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا ہی معاملہ فرماتا ہے۔۔ "

"کیا وہ واقعے محبت ہے۔۔؟؟ کیا ابراہیم خٹک محبت سے ہٹ کر کچھ ہے۔۔؟؟" وہ خود سے سوال کر رہی تھی۔۔

وہ اسے کھو چکی ہے اور اب پانا نہیں چاہتی اسے بس خود کی ذات کو ضائع کر دینے کا دکھ تھا اسے ایک ایک ایسے تعلق کے ختم ہو جانے کا دکھ تھا جو وہ نبھانا چاہتی تھی جو اس سے محبت کرتا تھا لیکن وہ اسکے لیے ایک پھانس بن چکا تھا جتنی دیر یہ تعلق رہتا اتنی دیر تک وہ سولی پر ٹنگی رہتی۔۔

"تو کیا واقعے ابراہیم پھانس تھا۔۔؟؟"

"کیا وہ روگ نہیں تھا۔۔؟؟"

"کیا یہ صرف خود کی رائیگانی کا دکھ تھا۔۔؟؟"

وہ سمجھ رہی تھی اسے یقین ہونے لگا تھا کہ وہ شخص شخصِ آخر نہیں تھا وہ صرف ایک سبق تھا خود کو بچا لینے کا سبق۔۔زندگی میں آنے والا شخص ہمیشہ آخری نہیں ہوتا کچھ صرف ایک سبق ہوتے ہیں ایک وارننگ کہ مزید آنے والے لوگ کیسے ہو سکتے ہیں۔۔یہ صرف محبت سے۔ متعلق نہیں ہے یہ ہر رشتے سے متعلق ہے چاہے وہ دوستی ہو، رشتے داری ہو یا محبت ہو۔۔

"میں خود کی تلاش کروں گی وہ جو میں ہوں، اس دنیا میں صرف اپنی ذات کو تلاش کر لینا بھی ایک آرٹ ہے خود کو سمجھ لینے والے پھر در در بھٹکتے نہیں ہیں وہ پھر نیڈی نہیں رہتے وہ پھر لوگوں کی ہمدرد نگاہوں کا مرکز نہیں بنتے کیونکہ وہ پھر جان لیتے ہیں کہ انکے لیے اس دنیا میں کیا ہے۔۔"

اسکے آس پاس موجود گھرے سیاہ بادل چھٹ گئے، آسمان صاف ہو گیا اور وہ آنکھیں کھولتی مسکرا دی۔۔اب زندگی آسان تھی بہت آسان۔۔۔کیونکہ خود کو

سمجھ لینے کے بعد زندگی آسان ہو جاتی ہے۔۔ وہ بے اختیار ہنس دی۔۔ خوشی سے سرور سے۔۔۔ رودابہ جمشید نے خود کو حاصل کر لیا تھا وہ اپنی ذات کو خساروں سے کھینچ لائی تھی وہ خود سے آشنا ہو چکی تھی۔۔

وہ بینچ سے اٹھی اور اب وہ نرم گھاس پر گول گول گھوم رہی تھی۔۔۔ لانگ کوٹ اسکے ساتھ ساتھ گھوم رہا تھا اور ہوا تیز ہو چکی تھی اسکی کھلکھلاہٹ پارک کے اس کونے میں گھونج رہی تھی۔۔۔ وہ زندگی میں پہلی بار یوں خوش تھی۔۔

دور پارک کے دوسرے کونے میں کھڑے تین لوگوں میں سے ایک نے اس لڑکی کو دیکھا تھا جان قربان کر دینے والی نگاہوں سے اب وہ اپنے ساتھ موجود لوگوں کو الوداع کرتا اسکی جانب بڑھنے لگا۔۔۔

اسکے اپنے لبوں پر بھی مسکراہٹ تھی کیونکہ وہ رودابہ جمشید کو پہلی بار خوش محسوس کر رہا تھا۔۔ وہ اسے پہلی بار کھلکھلاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔

***

وہ مغرب کے وقت گھر آیا تو سب ڈنر کر رہے تھے،اسنے سب کے ساتھ ڈنر کرنے کے بعد قدم روم کی جانب بڑھادئے اب وہ فریش ہو کر گھر سے باہر نکل آیا تھا۔۔لندن کی سرد ہوا نے اسکا استقبال کیا تھا وہ سنجیدگی سے چلتا ہوا قریبی مسجد میں آگیا۔۔

پندرہ منٹ ابھی عشاء کی نماز میں باقی تھے مگر وہ پہلے آگیا تھا اب وہ وضو کرنے کے بعد ایک طرف خاموشی سے بھیٹا سر جھکا گیا۔۔وہ کتنے عرصے بعد آج اللہ کے گھر آیا تھا۔۔وہ کتنے عرصے بعد خدا کو اپنے دل کا حال سنانے آیا تھا۔۔

اسنے جھکے سر کے ساتھ اپنی پاکٹ میں ہاتھ ڈالتے والٹ نکالا اور اس میں پڑی ایک پاسپورٹ سائز چھوٹی تصویر نکالی۔۔اب وہ تصویر کے چہرے پر نگاہیں

جمائے بھیٹا تھا۔۔ تصویر میں بنی لڑکی مسکرا رہی تھی۔۔ ابراہیم آہستہ سے مسکرا دیا۔۔

"تم واقعے مسکراتی ہوئی بہت اچھی لگتی ہو چندا۔۔" وہ تصویر سے سرگوشیوں میں بات کر رہا تھا۔۔

"میں جانتا ہوں کہ میں نے تمہیں ہرٹ کیا ہے، میں خود کو تمہارے قابل نہیں سمجھتا لیکن کیا کروں دل کو تو سمجھا یا نہیں جا سکتا دل تمہارے لیے بے تاب ہے اسے تمہاری محبت چاہیے۔۔۔" وہ مزید کہہ رہا تھا۔۔

"میں نے تمہیں اپنی زندگی کی جنگ میں کھو دیا رو دا بہ، میں نے اپنی محبت کو کھو دیا، مجھے کبھی نہیں لگا تھا کہ تم یوں چلی جاؤ گی اب چلی گئی ہو تو تمہارا انتظار زندگی بھر کروں گا بس تمہیں پکاروں گا نہیں۔۔ کہ میں وہ شخص ہوں جو کبھی خود سے خوش نہیں رہ سکا تمہیں اداس کر دیا ہے اب عمر بھر خود کی نظروں میں برا رہوں

گا لیکن میرا خدا گواہ ہے، مجھے تم سے محبت ہے۔۔ہاں مجھے رودابہ جمشید سے آج بھی محبت ہے۔۔" اسکی سرگوشی نما آواز میں آنسوں شامل ہو چکے تھے۔۔

وہ رو رہا تھا۔۔؟؟ ہاں وہ واقعے رو رہا تھا۔۔رودابہ جمشید ابراہیم خٹک کہ خود کے لیے آنکھیں نم کرتا بھی دیکھ لیتی تو وہ اس پر جان وار دیتی لیکن وہ تو رو رہا تھا اب رودابہ جمشید کہاں تھی۔۔؟؟

وہ کتنی ہی دیر اسکی تصویر کو دیکھتا رہا۔۔یعنی اپنا خسارہ دیکھتا رہا۔۔اپنی محبت کو دیکھتا رہا۔۔۔

"اب مجھے واقعے لگنے لگا ہے کہ میں تمہارے قابل تھا ہی نہیں، گنہگار بندہ ہوں تمہیں ڈیزرو نہیں کرتا۔۔" سینے میں بائیں جانب درد اٹھا مگر وہ نظرانداز کر گیا۔۔

"کچھ خسارے عمر بھر خسارے ہی رہتے ہیں وہ کبھی حاصل میں نہیں بدل پاتے اور ہم ان خساروں پر عمر دان کر دیتے ہیں۔۔ "

وہ جانتا تھا۔۔ رودابہ جمشید پلٹ کر آئے گی کیونکہ اسے علم تھا کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے لیکن اسے غلط لگتا تھا۔۔ بہت غلط لگتا تھا۔۔ محبت میں انا نہیں ہوتی لیکن محبت کی عزت ضرور ہوتی ہے جو اسے روندھ دیتا ہے پھر چاہے وہ پیر پڑے یا سولی چڑھے۔۔ محبت اسے نہیں ملتی۔۔ محبت پلٹ جائے تو واپس نہیں آتی۔۔ محبت مہربان ہو جائے تو عمر کم لگنے لگتی ہے لیکن اگر محبت ظالم ثابت ہو جائے تو پل صدیاں معلوم ہونے لگتے ہیں۔۔

***

گل لالہ نے اس رات براق کو سب کچھ بتادیا تھا ہر بات شروع سے آخر تک۔۔ براق جہانگیر کتنی ہی دیر خاموش رہا۔۔ پھر وہ اسے یہ یقین دلا کر گھر لے آیا تھا کہ وہ بہت جلد انکے مجرم کو سزا دلوائے گا۔۔

آج وہ شمروز اور امن سے ملنے آیا تھا ان چھ ماہ میں وہ لوگ ازہان لودھی کے کیس کو سٹڈی کر کے اسکے بارے میں سب جان چکے تھے، وہ برازیل سے لندن اور لندن سے پاکستان آنے تک ہر چیز سے آگاہ ہو چکے تھے۔۔

اب انکا پلین شروع ہوا تھا۔۔ ازہان لودھی خود انکی طرف قدم بہ قدم بڑھنے لگا تھا۔۔ وہ اپنی بربادی کو دعوت دے رہا تھا اور بربادی کے راستے پر کھڑے وہ تین وجود اس پر ہنس رہے تھے۔۔

اینارہ جانتی تھی ازہان لودھی اس سے محبت کرتا ہے وہ ہمیشہ سے یہ بات جانتی تھی اسے ازہان اچھا لگتا تھا لیکن وہ اس سے محبت نہیں کرتی تھی پھر وہ آرمی میں

چلی گئی اور اب جو نیا کیس اسے ملا وہ ازہان کا کیس تھا اسکے خلاف ہزاروں ثبوت تھے وہ کتنے ہی جرائم میں ملوث تھا۔۔

پہلے کچھ عرصے تک وہ یقین ہی نہیں کر سکی لیکن پھر اسے شمروز جہانگیر ملا اسنے شمروز جہانگیر تک سے کہا کہ ازہان ایسا نہیں کر سکتا وہ اسے جانتی ہے اور پھر ان دونوں نے ازہان لودھی کے بارے میں جاننے کی کوشش کی پرسنلی طور پر وہ دونوں اس کیس سے لنک رکھتے تھے یہ بات دونوں کو بعد میں معلوم ہوئی ازہان لودھی کامران سرمد کے بھائی کا بیٹا تھا امرینے کا منگیتر اور قاتل بھی تھا۔۔

سب سے حیرت انگیز بات جو شمروز کو معلوم ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ ازہان اسکا کزن ہے۔۔ سمیر لودھی کے بھائی کا بیٹا۔۔ازہان لودھی پھر انہیں گل لالہ کے ساتھ ہوئے واقعے سے اسکا لنک ملا اور بے یقینی یقین میں بدل گئی۔۔

امن، ایناره اور شمروز تینوں پاکستان آگئے لیکن تینوں میں سے کوئی بھی اپنی فیملی سے نہیں ملا تھا کیونکہ تینوں جانتے تھے ازہان لودھی انکی فیملیز پر نظر رکھے ہوئے تھا، انکے آنے کی خبر صرف براق کو تھی۔۔

جس رات براق شہر میں نہیں تھا اس رات ایناره کو کسی طرح گل لالہ پر ہونے والے حملے کی خبر مل گئی ان دونوں نے ازہان کا پیچھا کیا تھا لیکن کوئی بھی ایکشن لیے بغیر اس رات قسمت نے ساتھ دیا اور ایناره نے ازہان لودھی کی گن میں سے اصلی گولیاں نکال لیں۔۔

جس لمحے ازہان گل لالہ پر گولی چلانے والا تھا اسی لمحے قبرستان کے قریب بنے ایک کھنڈر سے ایناره نے اسے کال کی تھی وہ جانتی تھی کہ اگر وہ اسے کال کرے گی تو وہ ضرور آئے گا اور ایسا ہی ہوا ازہان گل لالہ کو چھوڑ کر ہاسپٹل کے لیے نکل گیا۔۔ایناره نے خود کو خود زخمی کرتے ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہونے کا ناٹک کیا اور ازہان لودھی ایک ہفتے کے لیے مصروف ہو گیا۔۔

وہ گل لالہ کو بچانے کے لیے اسے شادی کی آفر کر چکی تھی اور ازہان لودھی مان گیا۔۔ اینارہ عارف نے اس خود غرض انسان کو شکست دینے کے بارے میں سوچ رکھتا تھا لیکن کبھی کبھی قسمت ہمارے پلینز بری طرح برباد کر جاتی ہے اور جیسا سوچا ہوتا ہے ویسا نہیں ہوتا۔۔

دو دن بعد ازہان اور اینارہ کا نکاح تھا، وہ نکاح کی تیاریوں میں مصروف تھا اور اسکے دشمن اسے تباہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔۔ براق امن اور شمروز کے سامنے بھیٹا ان کا پلین سن رہا تھا۔۔ ساری بات سننے کے بعد وہ ایک لمحے کے لیے خاموش رہا پھر اسکی آواز کمرے میں گونجی۔۔

"یہ جنگ میری ہے یہ مجھے لڑنے دو تم لوگ بس اپنا کام کرو۔۔ اسے سزا دینے کا حق میرا ہے۔۔" وہ کہہ رہا تھا امن اور شمروز نے اسے عجیب نگاہوں سے دیکھا۔۔

"میں مانتا ہوں تم گل لالہ سے محبت کرتے ہو لیکن یہ ہماری جاب ہے براق۔۔" شمروز نے احتجاج کیا۔۔ براق دھیمہ سا مسکرا دیا۔۔ وہ دونوں اسے ہی دیکھ رہے تھے۔۔

"تمہیں لگتا ہے یہ معاملہ صرف گل لالہ کا ہے۔۔؟؟ نہیں وہ گل لالہ کے نہیں میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔۔ اسکا پرپز مجھے تباہ کرنا ہے نہیں یقین تو دیکھ لینا گل لالہ سے پہلے یعنی اپنے نکاح سے پہلے وہ آئے گا مجھے مارنے ضرور آئے گا۔۔ اصلی دشمن تو میں ہی تھا اسکا۔۔" وہ مزید کہہ رہا تھا۔

"یہ جنگ میری تھی شروع سے میری ہی تو تھی، میری محبت، میری فیملی، میری ذات۔۔ اسنے گل لالہ کی وجہ سے یہ سب نہیں کیا یہ تو راز ہے۔۔۔ وہ راز جو عرصہ پہلے دب گیا تھا۔۔ اب نہیں دب سکتا۔۔ کیونکہ باب سکوت کھل چکا ہے۔۔" اسکے لہجے میں زخم بول رہے تھے۔۔

کیوں وہ تمہارے پیچھے کیوں پڑا ہے۔۔؟؟" امن نے بے اختیار سوال کیا۔۔ براق نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اب وہ ان دونوں کو سچ بتا رہا تھا۔۔ کچھ دیر بعد وہ خاموش ہوا تو دونوں نے ہونق بنے چہرے سے اسے دیکھا۔۔

وہ تمہارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔۔" شمروز نے کہا۔۔

"خطرناک ثابت ہو یا موت اب میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا اسنے میری فیملی کو ہرٹ کیا ہے جسکی معافی میرے پاس نہیں ہے۔۔ کل میں لاہور جا رہا ہوں پرسوں لوٹ آئوں گا اور ازہان لودھی کی بربادی ساتھ لاؤں گا۔۔ "

***

"توزیبائیِ دلِ منی"

(کمال لگ رہی ہو میرے دل کی محبت۔) وہ کہہ رہا تھا گول گول گھومتی روداب کا سر آسمان کی جانب تھا وہ نہ اسے دیکھ سکی نہ اسے سُن سکی۔۔

"عاشق تو شدم، خندہ ھایت دلِ مرا می ربایدای عشق من۔"

(مجھے تم سے محبت ہو رہی ہے، تمہاری ہنسی میرے دل کو چھو رہی ہے میری محبت۔۔) اس بار روداب جمشید آواز کو مکمل طور پر سنتی سر سیدھا کرتی اسکی جانب دیکھنے لگی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ گول گول گھومتی چکرا کر گرتی وہ آگے بڑھ کر اسے تھام گیا۔۔

دونوں کی نظریں ملی تھیں۔۔ روداب نے گھومتے سر کے ساتھ اسکے چہرے کو دیکھا۔ اسکا سر بری طرح چکرا رہا تھا وہ ہوش میں نہیں لگ رہی تھی۔۔ باسل نے اسے بازوں سے تھامے پاس بینچ پر بھیٹایا تو وہ سر بینچ کی ٹیک سے ٹکا گئی۔۔ ارد گرد سب کچھ اب بھی گول گول گھوم رہا تھا۔۔

"آپ کیوں گول گول گھوم رہے ہیں گھوم تو میں رہی تھی۔۔" وہ آہستہ آواز میں آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتی باسل سے کہہ رہی تھی۔۔ باسل دھیمہ سا مسکرایا۔۔

"میڈم آپ ہی گھوم رہی تھیں میں تو آپ کے پاس بھیٹا ہوں۔۔" وہ جواب دیتا اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔ رودابہ نے اب کہ آہستہ سے سر کو تھامتے خود کو سمبھالا۔۔

"کیا ضرورت تھی اتنا گول گول گھومنے کی اب آپ کی طبعیت خراب ہو گئی ہے۔۔" وہ فکرمندی سے کہہ رہا تھا۔۔

"میری مرضی۔۔۔ میں گھوموں یا نہیں۔۔" وہ چکراتے سر کو اب بھی تھامے اسے غصے سے کہہ رہی تھی باسل بے اختیار ہنس دیا۔۔

"میں آپ کا غصہ بھی سہنے کو تیار ہوں میڈم لیکن ابھی آپ کی خالت ٹھیک نہیں ہے۔۔جب ٹھیک ہو جائیں گی تو جی بھر کر ڈانٹ لی جئے گا۔۔" وہ اب کہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

"چلیں گھر۔۔؟؟" اب وہ اسکے سامنے بازو کیے کھڑا تھا یوں کہ رودابہ اسکا بازو تھام کر اٹھ کھڑی ہوتی۔۔رودابہ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اسکا بازو تھام کر چل دی۔۔ مجبوری ہی سہی پر کسی طور تو وہ اس پر یقین کر رہی تھی باسل کے لیے یہی کافی تھا۔۔

وہ آہستہ آہستہ چل رہا تھا اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ رودابہ نہ گرے نہ اسے چوٹ لگے۔۔راستے میں اسنے رودابہ کے منع کرنے کے باوجود اسے جوس پلایا تاکہ اسکا سر ٹھیک ہو سکے پھر وہ اسے اسکے بتائے ہوئے ایڈریس پر لے آیا۔۔اسکی دی گئی چابیوں سے وہ دروازہ کھول کر اندر آیا اب وہ اسے صوفے پر بھیٹا کر کچن میں چلا گیا واپس میں اسکے پاس نیمبو پانی تھا۔۔رودابہ نے بغیر کوئی

سوال کئے تھام لیا اس وقت اسکی حالت بری ہو رہی تھی۔۔وہ بس کسی طرح اس سر درد سر چھٹکارہ چاہتی تھی۔۔

اب وہ اسکے پاس بھیٹا ہوا تھا جب رودابہ نے اسے کیٹ کے کارٹ کی جانب اشارہ کرتے اسے کھانے دینے کو کہا۔۔ تھوڑی دیر بعد وہ بلی کو قارٹ سے نکالتا اسے کھانا دے رہا تھا۔۔اسے وہ بلی بہت کیوٹ نہیں لگی تھی۔۔بس وہ خاموشی سے اسے گھورتا کھانا دے کر پیچھے ہٹا تو بلی کھانا کھانے کے بجائے اچھل کر رودابہ کی گود میں آ بھیٹی اب وہ رودابہ کے ہاتھ سے سر رگڑ رہی تھی۔۔

"یہ بلی آپ کی گود میں بھیٹی ہوئی ہے اسے پرے ہٹائیں، یہ گندی ہے۔۔" باسل نے بلی کو عجیب نظروں سے دیکھتے رودابہ سے کہا۔۔بلی بھی باسل کو ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"یہ میری بلی ہے۔۔اور گندی تو بلکل نہیں ہے۔۔"رودابہ بلی کو بازوں میں بھرے اپنے سینے سے لگا گئی۔۔بلی معصوم آوازیں نکالتی رودابہ کو دیکھتی اپنی دم ہلا رہی تھی۔۔۔دور بھیٹے باسل جہانگیر نے اپنا چہرا سرخ ہوتا محسوس کیا۔۔وہ جل رہا تھا۔۔ہاں وہ ایک بلی سے جل رہا تھا۔۔

"ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔۔"وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔اسے لگا رودابہ اسے روک لے گی۔۔

"اوکے۔۔"وہ آہستہ سے کہ گئی۔۔دروازے کی جانب مڑ چکے باسل جہانگیر نے خیرت سے پلٹ کر اسے دیکھا۔۔

"میں جاؤں۔۔؟؟"وہ پھر پوچھ رہا تھا۔۔

"جی جائیں۔۔"وہ بلی کے ساتھ مصروف سی کہ رہی تھی۔۔

"کیا واقعی چلا جائوں۔۔؟؟" اسنے صدمے سے پوچھا۔۔

"جی آپ جا سکتے ہیں۔۔ نہیں تو میں خود آتی ہوں دروازہ بند کرنے۔۔؟؟" رودابہ نے اسکے ہونک بنے چہرے پر ایک نظر ڈالتے کہا۔۔ باسل بے اختیار اسکو ناراض نظروں سے دیکھتا مڑ گیا۔۔

"آپ مت آئیں۔۔ میں جا رہا ہوں۔۔!!" اسکی ناراض آواز سنائی دی تو رودابہ بے اختیار ہنس دی۔۔

باسل بلڈنگ سے باہر آنے کے بعد مسلسل اس چھوٹی بلی کے بارے میں سوچ رہا تھا جس سے اسے جیلسی ہوئی تھی۔۔

"مجھے تو گھاس نہیں ڈالتی پر اس بلی کو تو دیکھو کیسے گود میں اٹھائے لاڈ کر رہی تھی۔۔" وہ جلتا کڑھتا خود سے بڑابڑا رہا تھا۔۔اپنے فلیٹ میں بھیٹی رودابہ جمشید کو باسل جہانگیر کا جیلس چہرا یاد کر کے بار بار ہنسی آرہی تھی اب وہ صوفے پر بلی کو ایک طرف اتارتے ہنستی جا رہی تھی۔۔

***

# *بابِ سکوت*

## *از قلم مریم راجپوت*

## Episode No.18

وہ کانپتے ہاتھوں سے فون پکڑتی کسی کو کال ملا رہی تھی۔۔بہت سی بیلز جانے کے بعد بھی کال نہیں اٹھائی گئی تھی۔۔اسنے خوف سے بند ہوتی سانسوں کے درمیاں اپنا سر مسلا پھر سے کال ملائی لیکن مسلسل بیلز کے باوجود بھی کال کوئی نہیں اٹھا رہا تھا۔۔آخرکار وہ بے جان سی ہوتی بیڈ پر گر پڑی تھی۔۔

کچھ دیر پہلے ازہان اسے بتا کر گیا تھا کہ انکا نکاح آج ہی ہوگا اور تھوڑی دیر میں وہ نکاح خواں کو لے آئے گا۔۔اسکے روم میں میک اپ آرٹسٹ آچکی تھی لیکن وہ واش روم میں کھڑی شمروز کو کال ملا رہی تھی۔۔۔

اسے علم تھا براق آج شہر میں نہیں ہے،سارا پلین براق نے ترتیب دیا تھا اب کیا ہونے والا تھا۔۔وہ بری طرح بے چین تھی۔۔دل تنگ پڑ رہا تھا ماتھے پر خوف سے پسینے آنے لگے تھے۔۔وہ کسی طور یہ نکاح نہیں کر سکتی تھی نہ ڈھونگ نہ نقلی۔۔۔وہ بس نکاح سے پہلے تک اپنا کردار نبھا سکتی تھی اسکے بعد وہ جانتی تھی شمروز اور امن آجائیں گے۔۔

اب حالات ایسے تھے کہ اسے اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی وہ بری طرح گھبرا چکی تھی، اینارہ عارف کمزور نہیں تھی لیکن اسے ازہان کی خوشی دیکھ دیکھ کر کچھ ہو رہا تھا۔۔وہ جانتی تھی اگر وہ اچانک ایک دن پہلے نکاح کا پلین کر سکتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ انکے بارے میں کچھ جانتا ہوا۔۔اسے یہ بھی ایک سازش لگ رہی تھی۔۔

ابھی وہ مزید بے حال ہوتی جب امن کی کال بیک آنے لگی وہ تیزی سے فون اٹھا گئی۔۔اب وہ اسے ساری بات بتا رہی تھی آخر میں وہ رو دی تو امن بھوکھلاتا شمروز کے کمرے کی جانب بڑھا جو آج دو دن بعد سویا تھا دو دن سے اسکی نیندیں اڑی ہوئی تھیں اور آج وہ میڈیسنز لے کر سویا تھا۔۔

"اٹھو۔۔شمز اٹھو۔۔اینارہ کی کال آئی ہے۔۔"وہ شمروز کو جھنجھوڑ رہا تھا۔۔شمروز نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟؟" وہ بے خبری چہرے پر سجائے کہہ رہا تھا۔۔

"ایناره کا نکاح ہو رہا ہے شمز۔۔اٹھو۔۔وہ رو رہی ہے۔۔" امن کی مکمل بات سنتے شمروز جہانگیر بجلی کی سی تیزی سے اٹھا تھا۔۔

"کک۔۔کیا۔۔ نکاح تو کل تھا۔۔ایناره کیوں رو رہی ہے۔۔؟؟" وہ بری طرح بوکھلاتا ہوا پوچھتا فون پکڑتا کان سے لگا گیا۔۔

"کیا ہوا ہے ایناره رو کیوں رہی ہو۔۔؟" وہ اب کال کی دوسری طرف موجود وجود سے پوچھ رہا تھا۔۔

"شمز۔۔مجھے یہاں سے لے جاؤ پلیز۔۔۔وہ کہ کر گیا ہے تھوڑی دیر میں نکاح ہے میں مر جاؤں گی شمز۔۔مجھے گھٹن ہو رہی ہے۔۔اسے شاید سب پتا چل گیا ہے۔۔"اینارہ کی سسکیاں بلند ہو رہی تھیں۔۔وہ بری طرح ڈر چکی تھی۔۔

"اینارہ میں آرہا ہوں رو نہیں اسے کچھ پتا نہیں چلا ہو گیا۔۔یہ ممکن نہیں ہے ہمارے علاوہ اس بات کا علم کسی کو نہیں ہے۔۔میں آرہا ہوں تم جتنا ہو سکے خود کو ریلیکس رکھو پریشان نہیں ہو ورنہ اسے شک ہو جائے گا۔۔"وہ کہ کر اس سے پہلے کہ کال کاٹتا اسے اینارہ کی آواز نے منجمند کر دیا۔۔

"شمز میں مر گئی تو یہ یاد رکھنا کہ مجھے تم سے محبت تھی۔۔ہاں مجھے تم سے محبت ہے۔۔ڈر مجھے موت کا نہیں ہے خود کو کسی اور کے نام کر دینے کا ہے اگر ایسا ہوا تو میں اسے مار دوں گی یا خود مر جاؤں گی۔۔"کہ کر وہ کال کاٹ چکی تھی۔۔شمروز جہانگیر پتھر کا بت بنا ہوا تھا۔۔

اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ ایسا کچھ کہے گی یا وہ اس سے اتنی محبت کرتی ہو گی۔۔۔اینارہ نے تو اسے کبھی بتایا ہی نہیں تھا کہ وہ اس سے محبت کرتی تھی، شمروز کو یہی لگتا رہا تھا کہ شاید وہ ازہان کو پسند کرتی ہے اسی لیے وہ اسکے خلاف ثبوت دیکھ کر بھی نہیں مان رہی تھی کہ وہ مجرم ہے۔۔۔اسنے آج بتایا بھی تھا تو کب۔۔؟؟جب وہ موت کے منہ میں جا رہی تھی۔۔

"چلو شمز۔۔اٹھو۔۔ہمیں جانا ہے۔۔"امن نے اسے ایک بار پھر جھنجھوڑا تو وہ اٹھ کر اپنا فون پکڑتا تیزی سے باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔پیچھے کھڑے امن نے اسے حیرت سے یوں جاتا دیکھا۔۔

"کپڑے تو چینج کر لو۔۔" باہر جاتے شمروز کو اسکی آواز سنائی دی۔۔"وہاں وہ رو رہی ہے اور یہ مجھے کہہ رہا ہے کپڑے چینج کر لو۔۔؟؟"وہ غصے سے بڑبڑاتا دروازہ کھول کر باہر نکل چکا تھا۔۔

اب وہ براق کو کال ملا رہا تھا۔۔ براق کو ساری بات بتا کر وہ کال بند کر گیا۔۔۔ تبھی امن باہر آتا دیکھائی دیا اسکے ہاتھ میں لیپ ٹاپ اور گنز والا بیگ تھا وہ گاڑی میں سامان رکھتا اسکی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔۔

"براق کہ رہا ہے اسے آنے میں ایک گھنٹہ لگے گا لیکن وہ آجائے گا۔۔" شمروز نے سنجیدگی سے کہتے گاڑی سٹارٹ کی۔۔ وہ گاڑی کو ازہان کے گھر کے راستے پر ڈال چکا تھا۔۔

"ازہان نکاح سے پہلے اسے مارنے جائے گا براق کے مطابق تو ہمیں پہلے اسکی سیکیوریٹی بڑھا دینی چاہیے۔۔" امن نے گل لالہ کا نام لیے بغیر بات کی تھی شمروز سمجھتا سر ہلا گیا اگلے لمحے وہ اسکی جانب چہرا موڑ گیا۔۔

""""تم گلِ لالہ کی سیکیوریٹی کے لیے جاؤ گے امن۔۔؟؟" شمروز سوال کر رہا تھا، امن حیدر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔اسے کبھی نہیں لگا تھا کہ شمروز اسے گلِ لالہ کے لیے بھیجے گا۔۔

"ایک آخری بار چلے جاؤ۔۔اسکی حفاظت ضروری ہے امن۔۔ پلیز۔۔" شمروز جان گیا کہ وہ انکار کر دے گے اسی لیے اب وہ اسکی منت کر رہا تھا۔۔

"بات اسکی حفاظت کی ہے تو میں ضرور جاؤں گا۔۔اسکے لیے کچھ بھی۔۔" کچھ دیر بعد امن نے اسے دیکھتے جواب دیا تو شمروز نے سُکھ کا سانس لیا۔۔امن گاڑی سے اتر گیا اسے اب براق جہانگیر کے گھر جانا تھا۔۔ گلِ لالہ کے پاس۔۔ایک بار پھر اسکی محبت کو حفاظت کی ضرورت تھی اور ایک بار پھر وہ زندگی لٹا دینے کے لیے چلا آیا تھا۔۔

"امن حیدر محبت کے لیے ہمیشہ آیا کرتا تھا، آج بھی وہ محبت کے لیے آیا تھا۔۔اسے آنا ہی تھا۔۔شاید ایک آخری دفعہ۔۔؟؟!

ندا کو کال کر کے شمروز بتا چکا تھا کہ باہر ڈرائیور آیا ہے گل لالہ کو بھیج دیں کوئی ضروری کام ہے، ندا نے گل لالہ کو بھیج دیا، وہ گاڑی میں آکر بھیٹ چکی تھی، اسنے ڈرائیونگ سیٹ پر بھیٹے انسان کا چہرا نہیں دیکھا تھا لیکن ڈرائیونگ سیٹ پر ڈرائیور کے بھیس میں بھیٹے امن حیدر نے سانس تک روک لی تھی آج پانچ سال بعد اسکی محبت اسکے پاس تھی لیکن وہ اس کے لیے نہیں تھی۔۔دل میں ہوتا درد بڑھنے لگا تھا۔۔وہ اسے آج پھر بچانے اور خود کو تباہ کرنے آیا تھا۔۔

گاڑی چل پڑی گل لالہ خاموشی سے بھیٹی ہوئی تھی، اسکے چہرے پر انجانی سی چمک اور آنکھوں میں نور تھا، فرنٹ سیٹ پر بھیٹے امن حیدر نے اسے آج پانچ سال بعد پھر سے اتنے قریب سے دیکھا تھا مگر آج وہ الگ لگ رہی تھی۔۔خوش

اور پر سکون۔۔امن مسکرا دیا۔۔وہ جانتا تھا گل لالہ اپنی فیملی کے ساتھ خوش ہے۔۔وہ براق کے ساتھ خوش ہے۔۔

گاڑی منزل پر آکر رُکی تو گل لالہ گاڑی سے اتر کر اندر کی جانب بڑھ گئ۔۔یہ براق کا آفس تھا۔۔جہاں وہ کچھ عرصہ پہلے صرف ایک نظر براق جہانگیر کو دیکھنے آئی تھی آج وہ وہاں پورے حق سے چلتی براق کے آفس میں جارہی تھی۔۔امن اسکی حفاظت کے لیے اسکے ساتھ ساتھ تھا،وہ ابھی تک امن کا چہرا نہیں دیکھ سکی تھی۔۔

***

شمروز ازہان لودھی کے گھر پہنچ چکا تھا،وہ اندر نہیں جا سکتا تھا کیونکہ سیکیوریٹی سخت تھی اسے یہیں باہر رہ کر سب کچھ دیکھنا تھا،دوسری طرف براق بھی مخصوص جگہ پر پہنچ چکا تھا جہاں اسے ہونا چاہئے تھا۔۔کچھ دیر پہلے ازہان لودھی

براق کو اپنے نکاح کے ایونٹ پر انوائیٹ کر چکا تھا۔۔اب براق ازہان لودھی کے گھر اسکے ڈرائینگ روم میں موجود تھا۔۔

براق کے دائیں جانب کھڑے گارڈ نے ارد گرد کا جائزہ لیتے مائیکروفون میں کسی کو سگنل دیا اور اگلے لمحے ازہان لودھی پوری شان سے چلتا ہوا ڈرائینگ روم میں داخل ہوا تھا، اسکے ساتھ نکاح خواں اور گواہ بھی تھے۔۔ براق اسے دیکھتا مصافحے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

پانچ سال پہلے ہوئے واقعے کے بعد ازہان لودھی اپنی سرجری کروا چکا تھا، وہ گرین آئیز پر لینز لگاتا تھا، اسے پہچان لینا آسان نہیں رہا تھا لیکن براق جہانگیر کو ازہان لودھی کی گردن پر موجود وہ نشان آج بھی یاد تھا جو اس لڑائی میں اسے دیا گیا تھا۔۔

پانچ سال پہلے

ازہان اور زاویار براق کے دوست تھے، وہ تینوں ایک ساتھ سکول اور کالج سے تھے، اب یونیورسٹی میں بھی ایک ساتھ پڑھ رہے تھے، تینوں کی بونڈنگ کافی اچھی تھی، وہ تینوں ایک جیسے تھی ایک دوسرے کو سمجھنے والے اور مخلص لیکن پھر انکی دوستی کو نظر لگ گئی۔۔ ایک رات نے سب واضع کر دیا کون مخلص تھا کون نہیں۔۔ !!

ایک رات وہ تینوں زاویار کے فلیٹ پر اکٹھا ہوئے۔۔ رات کا ایک بج چکا تھا جب دروازے پر بیل ہونے لگی، براق نہیں سویا نہیں تھا لیکن وہ بیل کی آواز پر زاویار کو اٹھ کر جاتا دیکھ چکا تھا۔۔ کچھ دیر ہی گزری تھی کہ باہر سے اونچا اونچا بولنے کی آوازیں آنے لگیں، براق اٹھ کر باہر آ گیا لیکن سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر وہ اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کر سکا تھا۔۔ سامنے کھڑی لڑکی کوئی اور نہیں بلکہ ازہان لودھی کی بہن تھی۔۔ عشاء لودھی وہ رات کے اس پہر زاویار کے فلیٹ میں کیا کر رہی تھی۔۔ ؟؟

اس سے پہلے کہ براق کوئی سوال کرتا عشا تیزی سے اسکی جانب بڑھتی اسکے ہاتھ تھام گئی۔۔"بھائی اسے کہیں مجھے نہیں چھوڑے۔۔میں اس سے محبت کرتی ہوں۔۔"وہ براق کی منتیں کر رہی تھی پاس کھڑا زاویار فق چہرے سے براق کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھوں میں یقین ٹوٹنے کا درد تھا۔۔

"یہ رات کے اس پہر تمہارے فلیٹ میں کیا کر رہی ہے زاویار۔۔؟؟کس حق سے یہ یہاں کھڑی ہے۔۔تمہاری مرضی کے بغیر تو وہ یہاں آ نہیں سکتی۔۔؟؟"براق اب زاویار سے پوچھ رہا تھا۔۔لہجے میں شدید غصہ تھا اسکا بس چلتا تو وہ اس وقت اپنے سامنے کھڑے اپنے دوست کا قتل کر دیتا۔۔

"بب۔۔براق تم غلط سمجھ رہے ہو۔۔یہ وہ۔۔"ابھی وہ کچھ بولتا جب عشاء چلائی تھی۔۔

"میں گرل فرینڈ ہوں اسکی، یہ مجھ سے محبت کرتا تھا بہانے بہانے سے میرے گھر آتا تھا مجھے میسجز کرتا تھا اور اب جب مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے تو یہ مجھے چھوڑ رہا ہے صرف یہ کہ کر کہ اگر بھائی کو پتا چلے گا تو وہ کیا کہے گا۔۔؟؟" عشاء بولتی جا رہی تھی اور براق جہانگیر کی نظروں میں دوستی کی اہمیت ختم ہوتی جا رہی تھی۔۔

"کس بات پر بھائی کیا کہے گا۔؟؟" ایک چوتھی آواز آن تینوں کو سُنائی دی تو تینوں ہی پتھر ہو گئے۔۔ وہ آواز ازہان کی تھی۔۔ تینوں اسے دیکھ رہے تھے جبکہ وہ صرف "عشاء" کو دیکھ رہا تھا۔۔

"تم۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو عشاء۔۔؟؟" وہ اب عشاء کے پاس آ کھڑا ہوا پوچھ رہا تھا۔ عشاء لودھی سر جھکا گئی۔۔ ازہان کے دل پر گھونسہ سا پڑا۔۔۔

"تم مجھ سے ملنے آئی تھی۔۔؟؟" وہ پھر پوچھ رہا تھا۔۔۔عشاء چپ رہی۔۔ازہان نے براق کو زاویار کو باری باری دیکھا دونوں نظریں چرا گئے۔۔ازہان لودھی نے اس پل محسوس کیا جیسے وہ مرنے والا ہو۔۔

"عشاء یہاں کیا کرنے آئی تھی براق۔۔؟؟" اب وہ براق کو جھنجھوڑتا پوچھ رہا تھا براق نے تکلیف سے اسے دیکھا۔۔۔پھر وہ اسے وہی سب بتانے لگا جو عشاء نے تھوڑی دیر پہلے اسے بتایا تھا۔۔۔ازہان نے بے یقینی سے زاویار کو دیکھا۔۔۔

"کیا یہ سچ ہے زاویار۔۔؟؟" وہ سوال کر رہا تھا لیکن اسکی آواز ٹوٹ رہی تھی، آنکھیں سرخ پڑ چکی تھیں، زاویار نے سر ہلا دیا۔۔۔گماں سچ ثابت ہوا تھا۔۔ازہان لودھی لڑکھڑایا۔۔اسنے بے یقینی سے عشاء کو دیکھا۔۔لمحے یونہی کھسک گئے۔۔

فلیٹ کے لاونج میں پھیلی بے اعتباری، دکھ اور بے یقینی اچانک سے غصہ میں بدل گئے۔۔ازہان تیزی سے عشاء کی جانب بڑھا تھا۔۔اب وہ اسکا گلا دبا رہا تھا۔۔۔ براق اور زاویار نے بھوکھلا کر اسکو پکڑنا چاہا لیکن وہ آج اپنی بہن کو مار دینا چاہتا تھا۔۔عشاء کی آنکھیں باہر کو نکل رہی تھیں۔۔۔وہ سانس نہیں لے پا رہی تھی کیونکہ اسکا بھائی اسکا گلا مسلسل دُبا رہا تھا۔۔

"اسے چھوڑ دو ازہان وہ مر جائے گی۔۔" براق نے چلاتے ہوئے کہا تو ازہان ہنس دیا۔۔

"اسے مت بچاؤ۔۔یہ مرے گی تو میں زندہ رہ سکوں گا۔۔اسنے سب مٹی میں ملا دیا۔۔۔یہ عزت کے نام پر دھبہ ہے۔۔" وہ عشاء کا گلا نہیں چھوڑ رہا تھا۔۔زاویار نے پاس پڑا واس پکڑ کے اسکے بازو پر مارا لیکن اسے ذرا فرق نہیں پڑا۔۔۔واس ٹوٹ گیا بازو سے خون بہنے لگا لیکن وہ اب بھی پوری قوت سے عشاء کا گلا پکڑے ہوئے تھا۔۔

"اسے چھوڑ دو ازہان ورنہ میں تمہیں مار دوں گا۔۔"زاویار کی آواز پر ازہان کی گرفت عشاء کے گلے پر ہلکی ہوئی۔۔زاویار ازہان پر گن تانے ہوئے تھا۔۔اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا عشاء نے ازہان کو دھکا دیا تھا اور زاویار کے ہاتھ سے ٹریگر دب گیا۔۔اگلے لمحے گولی عشاء کے سینے میں لگی تھی۔۔۔

فلیٹ کی سفید دیوار پر خون کے چھینٹے پڑے اور عشاء کا وجود زمین پر ڈھ گیا۔۔باقی تین وجود ساکت کھڑے رہ گئے۔۔انہیں یہ سمجھنے میں کتنے ہی لمحے لگے تھے کہ کیا ہو چکا ہے۔۔ازہان نے وحشت زدہ نگاہوں سے زاویار کو دیکھا اور ازہان لودھی اب زاویار کی جانب بڑھتا اسکا گلا دبانے لگا تھا براق نے ان دونوں کو چھڑوانا چاہا لیکن ازہان پر بھوت سوار تھا۔۔اپنی بہن کی موت کا دُکھ۔۔۔اور دھوکے کا دکھ ہر جذبے پر حاوی گیا۔۔۔

اسی ہاتھا پائی میں وہ دونوں زخمی ہو چکے تھے لیکن دونوں ہی ایک دوسرے کو چھوڑنے پر نہیں مان رہے تھے مزید کچھ دیر گزری جب فلیٹ کا دروازہ کھول کر پولیس اندر داخل ہوئی تھی۔۔۔ یقیناوہ لوگ آوازیں سن کر آئے
تھے۔۔۔ اگلے لمحوں میں ازہان اور زاویار زخمی حالت میں پولیس کے شکنجے میں تھے۔۔۔ پولیس انہیں لے جا رہی تھی۔۔۔ جاتے جاتے ازہان نے مڑ کر براق کو دیکھا۔۔۔ وہ جن آنکھوں سے دیکھ رہا تھا ان آنکھوں میں نفرت واضع تھی۔۔۔

"براق جہانگیر میں بھی تم لوگوں کو یوں ہی زخمی کروں گا تمہارے کسی اپنے کو ماروں گا۔۔ میری پیٹھ پر چھڑا گھونپنے والے میرے اپنے جگری نکلے۔۔" وہ کہتا قہقہ لگاتا پولیس کے ساتھ گھسٹتا چلا گیا۔۔ پیچھے کھڑے براق نے بے بسی سے اپنا سر تھاما تھا۔۔ کچھ ہی دیر میں زندگی کیا ہو گئی تھی۔۔؟؟ وہ کہاں سے کہاں تک سفر طے کر چکا تھا۔۔

یہاں سے شروع ہوئی تھی نفرت کی داستاں۔۔ یہاں سے انتقام نے جنم لیا تھا۔۔ازہان کو ہمیشہ سے یہی لگتا رہا تھا کہ براق عشاء اور زاویار کے بارے میں جانتا تھا اسی لیے وہ زاویار کو عمر قید میں چھوڑ کر اب براق کے پیچھے پڑا تھا، امر ینے کا قتل بھی صرف اسی وجہ سے کیا کیونکہ وہ بھی عشاء اور زاویار کے بارے میں جانتی تھی، ازہان لودھی نے اپنا ہر رشتہ بے اعتباری کی بھینٹ چڑھا دیا تھا۔۔۔

اب صرق دو چیزیں باقی تھیں۔۔۔ایک تھا انتقام اور ایک تھی محبت۔۔ کہتے ہیں انتقام کبھی ختم نہیں ہوتا اسکا انجام کبھی نہیں ہوتا یہ چلتا رہتا ہے نسل در نسل اور محبت وہ ایک بار کھو جائے تو نصیب والوں کو ملتی ہے۔۔اب دیکھنا یہ تھا کہ ازہان لودھی کس میں جیتنے والا تھا۔۔انتقام میں یا محبت میں۔۔ ؟؟!

***

Firta ho ga

"زمانہ تیرے آگے پیچھے۔ "

Mjhy mat uljha

"میں اور ہوں میری حدیں اور ہیں۔۔"

اس دن پارک والی ملاقات کے بعد وہ اسے ایک دو بار پھر ملا تھا، ایک بار کافی شاپ میں اور ایک بار شاپنگ کے دوران۔۔۔ ہر بار کی طرح وہ ان دونوں دفعہ بھی اچھے سے ملا تھا لیکن رودابہ صاحبہ نے جیسے قسم کھالی تھی کہ وہ کبھی اس سے ٹھیک سے بات نہیں کرے گی یا شاید یہ کچھ اور تھا وہ اپنی فیلنگز کو غصے اور چڑچڑاہٹ کے ذریعے چھپالیا کرتی تھی۔۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی بھی اس تک آسانی سے رسائی حاصل کر سکے، یہ اسکا خود کو محفوظ رکھنے کا طریقہ تھا وہ جانتی تھی "تیز دھار چاکو اتنے خطرناک نہیں ہوتے جتنا کہ میٹھے زہر میں ڈبوئے مصنوعی گُلاب۔۔ "

وہ بس خود کو پروٹیکٹ کر رہی تھی، چاہے دوسری طرف کوئی بھی جذبہ تھا، لیکن اسکے لیے ٹھیک نہیں تھا، یہ اسکا ڈر تھا یا کچھ اور لیکن جو بھی تھا ٹھیک تھا، ہر لڑکی کو ایسا ہی ہونا چاہیے، ذرا سی محبت پر نہ پگھل جائیں بلکہ بہت ساری محبت پر بھی نہ پگلیں کیونکہ جب بعد میں یہ محبت بے قدری اور بے اعتنائی میں بدل جاتی ہے تو سب سے زیادہ نقصان انہی کا ہوتا ہے جو اس جذبے پر یقین کر کے آگے پیچھے دیکھے بغیر چلے آئے تھے، اور کیا تم نہیں جانتے کہ جذبات سازشوں سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔۔ جذبات ایسے خاموش قاتل ہوتے ہیں جو اندر ہی اندر مار دیتے ہیں، جبکہ سازشیں شور مچاتی ہیں، انتقام کا شور جو ہر کسی کو سنائی دیتا ہے۔۔

اپنے جذبات کو ٹھیک جگہ پر لگانا آپ کو ٹھیک رکھتا ہے، جس دن کیسی ایسے رشتے میں اپنے جذبات انویسٹ کر دیں گے جو اس قابل ہے ہی نہیں اس دن آپ خود پر سے اعتبار کھو دیں گے، لوگوں سے زیادہ خود پر سے اعتبار کھو دینا تکلیف دہ ہے، لوگوں کا نظروں سے گرنا اتنا تکلیف نہیں دیتا جتنا کہ ہمارا خود کی نظروں میں گر جانا تکلیف دہ ہے۔۔۔

یونیورسٹی اوپن ہو چکی تھی، ابھی وہ اپنے پہلے دو لیکچرز اٹینڈ کرنے کے بعد کیفے میں آ گئی، صبح ناشتہ نہ کرنے کی وجہ سے اسے شدید بھوک لگی ہوئی تھی، وہ اپنے لیے سینڈوچ اور کافی لے کر ٹیبل پر بھیٹی کھا رہا تھا ابھی اسنے دو بائیٹ ہی مشکل سے لی تھیں کہ اچانک کوئے اسکے سامنے پڑی خاصی چیئر پر آ بھیٹا اسنے سر اٹھا کر دیکھا تو اسے بری طرح غوطہ لگا تھا۔۔۔

سامنے باسل جہانگیر پوری شان بے نیازی سے بھیٹا کسی سے کال پر بات کرتا اسے ہی دیکھ رہا تھا، غوطہ لگنے پر وہ اسکی جانب پانی کی بوٹل بڑھا گیا۔۔رودابہ نے پانی پی کر گہرا سانس بھرا اور اسے دیکھنے لگی جو کال بند کر چکا تھا۔۔۔

"کیا آپ کو یہاں موجود اتنے سارے خالی ٹیبلز نظر نہیں آ رہے جو آپ ایک اکیلی لڑکی کے پاس آ بھیٹے ہیں مسٹر۔۔۔؟؟" وہ اسے گھورتی کہہ رہی

تھی۔۔ باسل نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اسکے سامنے پڑا کافی کا کپ یعنی وہ یہاں ابھی ہی آئی تھی۔۔

"میرا دل نہیں کیا ان بے جان ٹیبلز پر بیٹھنے کا۔۔" ایک عجیب دلیل دی گئی۔۔ روادبہ نے اپنے ٹیبل کو ایک نظر غور سے دیکھا۔۔۔

"میرا نہیں خیال اس ٹیبل میں جان موجود ہے غالباً یہ ٹیبل بھی باقی ٹیبلز جیسا ہی ہے ایسا کچھ مختلف نہیں ہے یہاں۔۔" اسے باسل جہانگیر کا بے تکہ جواز پسند نہیں آیا تھا۔۔

"یہ جگہ خاص ہے کیونکہ یہاں زندگی موجود ہے۔۔" وہ کہ گیا روادبہ نے اچنبے سے اسے دیکھا۔۔

"مجھے لگتا ہے آپ کو سر پر چوٹ لگی ہے یا پھر بخار ہے مسٹر جہانگیر۔۔" روداب اب فکر مندی سے کہہ رہی تھی۔۔

"ہاں چوٹ تو لگی ہے درد بھی بہت ہے۔۔" وہ مسلسل اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔

"اوہ۔۔ کہاں چوٹ لگی ہے بتائیں شاید میرے پاس مرہم ہو۔۔" وہ کافی اور سینڈچ ایک طرف کرتی اسے دیکھتی بولی۔۔

" یہاں دل پر چوٹ لگی ہے۔۔ہاں کہیں اور زخم مندمل ہو جائے گا وائٹ ٹیولپ۔۔" وہ اپنے سینے پر ہاتھ دھر گیا روداب نے صدمے سے اسے دیکھا۔۔

"کس بات کے لیے ہاں کہوں۔۔؟؟" وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔۔

"اس دن فلاور شاپ میں میں نے آپ سے اظہارِ محبت کیا تھا آپ بدلے میں اظہارِ محبت چاہے نہ کریں لیکن میری محبت کو قبول کر لیں، میری محبت پر یقین لے آئیں کہ یہ آپ کے لیے ہے بغیر کسی وجہ کے یہ صرف آپ سے ہے۔۔" باسل جہانگیر فضا میں سحر بکھیر رہا تھا رودابہ منجمند سی بھیٹی تھی۔۔

"خاموش نہ رہیں، آپ کی خاموشی میرے دل کے لیے تکلیف دہ ہے، جواب دیں چاہے ہاں میں دیں یا نہ میں۔۔" اسنے مزید کہا تو رودابہ ہوش میں آئی۔۔

"مسٹر جہانگیر محبت مزاق نہیں ہوتی۔۔" وہ پتا نہیں کیوں کہ رہی تھی۔۔۔ باسل کو اسکا لہجہ تکلیف دے گیا۔۔

"آپ نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ یہ مزاق ہے۔۔؟؟ میری محبت مزاق نہیں ہے مس رودابہ۔۔۔" اسنے ختمیٰ سے کہا اسے نہیں پتا تھا کہ وہ اتنی بے یقین ہو گی۔۔

"تو اگر یہ مزاق نہیں ہے تو اسے مجھ سے کیوں مانگ رہے ہیں میں کون ہوتی ہوں اپنی محبت آپ کو دینے والی یا آپ کی محبت قبول کرنے والی اللہ سے مانگیں وہ آپ کو دے یا نہ دے یہ آپ کی قسمت ہے۔۔!!" وہ کہ کر اٹھی اور اپنی کافی کا کپ اٹھا کر چلی گئی۔۔ پیچھے ٹیبل پر بھیٹے باسل جہانگیر نے خود کو خالی ہوتا محسوس کیا۔۔۔ یہ وہ کیا کہ کر گئی تھی۔۔ کیا واقعے اسنے غلط کیا تھا۔۔ کیا اسے اپنی محبت صرف اللہ سے مانگنی چاہیے تھی نا کہ اس سے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔۔۔

دینے والا تو اللہ ہے نا پھر ہم انسانوں سے کیوں امید رکھتے ہیں۔۔؟؟

***

"نکاح شروع ہونے میں کتنی دیر ہے۔۔؟؟" براق ازہان سے پوچھ رہا تھا۔۔

"کچھ ہی دیر باقی ہے۔۔" وہ اسے عجیب نظروں سے دیکھتا بولا۔۔

براق کے ساتھ کھڑے گارڈ نے اسے واش روم جانے کا اشارہ کرتے قدم باہر کی جانب بڑھا دئے۔۔اب وہ تیز تیز قدم لیتا گھر کی پچھلی طرف آ چکا تھا۔۔۔اسنے سر اٹھا کر اوپر جانے کا راستہ دیکھا اگلے لمحے وہ پائپ کے ذریعے اوپر کی منزل پر جا رہا تھا، سیدھے راستے سے جاتا تو یقیناً کسی کو شک ہو جاتا۔۔اسنے مخصوص کمرے کی کھڑی کھول کر اندر چھلانگ لگا دی۔۔

کمرے میں الماری کے سامنے کھڑی لڑکی جو گن لوڈ کر رہی تھی، آواز پر پلٹی اور کھڑکی پر بھیٹے بڑی بڑی داڑھی والے شخص کو دیکھ کر وہ ایک پل کو بوکھلائی لیکن اگلے لمحے وہ تیزی سے اسکی جانب بڑھی۔۔وہ جو بے یقین سا اسکے سجے سنورے روپ کو دیکھ رہا تھا اسکے یوں اپنی جانب بڑھنے پر سکون سے اسکے چہرے کو دیکھتا رہا۔۔

"مجھے یقین تھا تم آؤ گے۔۔"اسکے لہجے میں خوشی واضع تھی، شمروز نے حیرت سے اسے دیکھا کیا وہ اسے اس داڑھی اور عجیب خلیے میں بھی پہچان چکی تھی۔۔؟؟

"مجھے آنا ہی تھا اینارہ۔۔"وہ اب کھڑکی سے اتر کر اسے سارا پلین سمجھا رہی تھی، اگلی کچھ دیر میں شمروز کو کان میں لگے مائیکروفون پر سگنل مل گیا،اب وہ اینارہ کے ہاتھ رسی سے باندھے اسے مضبوطی سے اپنے شکنجے میں جھکڑے باہر کی جانب بڑھا تھا۔۔۔یوں کہ سب کو لگے وہ اسے زبردستی لے کر جا رہا ہے۔۔

دوسری طرف براق گھڑی پر وقت گن رہا تھا،ازہان نے نکاح خواں اور گواہاں کو لاونج میں جانے کا کہا تھا پھر وہ اٹھا ڈرائینگ روم میں صرف وہ دونوں ہی رہ گئے۔۔

"چلو چلیں ہم بھی باہر۔۔" براق بے اختیار اٹھا تھا، وہ جانتا تھا ازہان اسی لمحے اس پر حملہ کرے گا۔۔ازہان نے ایک نظر اسے دیکھا پھر سر نفی میں ہلایا۔۔

"مجھے تمہیں کچھ دینا ہے براق جہانگیر۔۔" اسنے عجیب سے لہجے میں کہا تو براق مسکرایا۔۔

"صاف لفظوں میں کہو۔۔ کیا چاہتے ہو زہان۔۔؟؟" آخر میں بولا گیا لفظ ازہان لودھی کو چونکا گیا۔۔ تو کیا براق اسے پہچانتا تھا۔۔؟؟ اسنے خیرت سے براق کے چہرے کو دیکھا پھر اسکی آنکھوں کو جہاں کچھ بہت الگ تھا۔۔

"تم۔۔ مجھے جانتے ہو۔۔؟؟" وہ سوال کر رہا تھا اسے امید نہیں تھی کہ براق اسے پہچان لے گا، سرجری اور گرین لینز کی جگہ بلیک لینز ہونے کے باوجود براق اسے پہچان چکا تھا۔۔۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا۔۔

"تم سے تو بہت حساب نکلتے ہیں یارا۔۔ تمہیں تھوڑی بھول سکتا ہوں۔۔؟؟"
براق سکون سے صوفے پر بھیٹ گیا۔۔اسی پل ازہان نے ایک طرف سے گن نکالتے اس پر تان لی تھی۔۔

"کوئی خوشیاری مت کرنا براق جہانگیر۔۔ورنہ جان سے مار دوں گا۔۔" وہ دھمکی دے رہا تھا براق کا قہقہ گھونجا۔۔

"پانچ سال سے مر رہا تھا اب جب زندگی ملی ہے تو تم پھر سے مارنے آ گئے ہو۔۔ تمہیں لگتا ہے اس بار تم کامیاب ہو سکو گے۔۔اس بار تمہاری باری ہے۔۔اب تم زندگی دان کرو گے۔۔ بولو کرو گے نا؟؟" براق جہانگیر کے لہجے میں غصہ تھا۔۔وارننگ تھی ازہان کے ماتھے پر پسینہ آنے لگا۔۔

"کیا کیا ہے تم نے۔۔۔ براق جہانگیر میں تمہیں جان سے مار دوں گا اگر میری زندگی کو کوئی نقصان پہنچایا۔۔" وہ تڑپ اٹھا تھا، کیونکہ وہ جان گیا تھا اسکے گھر

اسکے ہی ڈرائینگ روم میں بھیٹا شخص اگر اسے دھمکی دے رہا ہے تو یقیناوہ پوری تیاری کے ساتھ آیا ہے۔۔

براق اٹھ کھڑا ہوا۔۔اب وہ قدم قدم چلتا اسکے قریب آرہا تھا۔۔ازہان نے ٹریگر پر گرفت مضبوط کی۔۔۔جو براق نے بہت غور سے دیکھی تھی۔۔

"ٹریگر پر گرفت مضبوط کرنے سے تمہاری زندگی نہیں بچ پائے گی ازہان۔۔میں مر بھی جاؤں گا تو تم نہیں جی سکو گے۔۔۔میں نے کہا ہے اس بار زندگی تم دان کرو گے۔۔" براق جہانگیر کہہ رہا تھا اور اسی پل ڈرائینگ روم کا دروازہ کھلا۔۔دونوں نے اس جانب دیکھا جہاں براق کا باڈی گارڈ یعنی کہ شمروز اینارہ کو زبردستی تھامے کھڑا تھا ازہان لودھی یہ منظر دیکھتے بے جان ہوا تھا۔۔۔اسکی ہاتھ میں پکڑی گن زمین پر جا گری۔۔۔وہ اینارہ کی جانب قدم بڑھاتا جب شمروز گن کو اینارہ کی کنپٹی پر رکھ گیا۔۔

"ایک قدم مزید اور تمہاری زندگی ختم۔۔!!" وہ رک گیا، ایناره آنکھوں میں آنسوں لیے تڑپ رہی تھی، ازہان نے زندگی میں پہلی بار خوف محسوس کیا۔۔۔

اسے آج معلوم ہوا تھا محبت کو کھو دینے کا احساس کیسا ہوتا ہے۔۔!!
سانسوں کا رک جانا کیسا ہوتا ہے۔۔!!
زندگی کا چھن جانا کیسا لگتا ہے۔۔۔!!

اسکا وجود مٹی ہونے لگا تھا وہ وحشت سے کمزور پڑنے لگا اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔ براق نے اسکی اس حالت پر اسے رحم دلی سے دیکھا۔۔

"اپنے جن آدمیوں کو تم گل لالہ کو مارنے بھیج چکے ہو انہیں واپس بھلا لو۔۔"
براق نے اسکو اسکا فون تھمایا اور وہ اب اپنے آدمیوں کو کال کر رہا تھا۔۔ اگلے لمحے وہ فون ایک طرف پھینکتا التجا کرنے لگا۔۔

"اسے چھوڑ دو چاہے مجھے مار دو مگر اسے کچھ نہ کہو۔۔" اسنے براق کو دیکھتے کہا۔۔ براق نے شمروز کو دیکھا۔۔ اگلے لمحے شمروز نے اینارہ کے پیٹ پر گولی چلائی تھی اور ایک خون کا فوارا اینارہ کے پیٹ سے نکلتا زمین پر بہنے لگا۔۔۔ ازہان لودھی منجمند رہ گیا۔۔ اینارہ زمین پر ڈھ چکی تھی، براق سنجیدگی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا شمروز صرف اینارہ کو اور ازہان۔۔ وہ زمین پر پھیلتے سرخ خون کو۔۔۔ وہ لڑکھڑا کر نیچے زمین پر گرا تھا۔۔

اینارہ بند ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی، ازہان کی جانب ہاتھ بڑھائے وہ اسے پکارنے لگی۔۔ "ازز۔۔ازہان۔۔۔" ازہان تڑپ کر اسکی جانب بڑھا وہ اسکا سر گود میں رکھے زمین پر بھیٹا ہوا تھا۔۔

"نا میں تمہیں ہاسپٹل لے کر چلوں گا تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔۔" وہ سسکتا کہہ رہا تھا اسکی حالت دیوانوں سی ہو چکی تھی، اینارہ نے سر نفی میں ہلایا۔۔

"میں مر رہی ہوں مجھے مرنے دو ازہان۔۔ تم نے اسکی محبت چھینی اس نے تمہاری چھین لی۔۔ حساب برابر ہوا۔۔ تمہارے انتقام کو سکون مل جائے گا میرے بعد اسے مار دینا۔۔" وہ تلخی کہ رہی تھی۔۔ازہان سر نفی میں ہلا رہا تھا۔۔

"نار تم مر نہیں سکتی۔۔ تم مر جاؤ گی تو میں بھی مر جاؤں گا میری سانسیں تم سے جڑی ہوئی ہیں، میرا ہونا تم سے ہے، نار تمہیں سانس نہ آئے تو میں کیسے جی لوں۔۔۔" وہ بلند آواز میں رونے لگا تھا اسکی شیروانی خون سے سرخ ہو چکی تھی۔۔۔

"یاد ہے میری محبت کو بھی تم نے یونہی سزا دی تھی بلکہ اس سے بدتر سزا دی تھی تم نے اسے مجھ سے جدا کر دیا۔۔ پانچ سال یونہی اسی اذیت میں گزارے ہیں جس میں ابھی تم ہو۔۔" براق کی آواز کسی گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی تو ازہان پلٹا۔۔

"مت کرو۔۔مجھے مار دو اسے کچھ مت کہوں وہ قُل اثاثہ ہے میرا۔۔" وہ ایناره کی بند ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر چلایا تھا۔۔ براق قہقہ لگا گیا۔۔ایناره کے پاس بھیٹے ازہان نے اسے سرد نظروں سے دیکھا۔۔۔اگلے لمحے وہ پاس پڑی گن اٹھا کر براق پر تان چکا تھا۔

"میری زندگی نہیں رہے گی تو تم بھی نہیں رہو گے۔۔ مروں گا میں تو ماروں گا تمہیں بھی۔۔" وہ سرد لہجے میں کہہ رہا تھا۔۔۔اسکی گرفت ٹرگر پر مضبوط ہونے لگی براق سکون سے اسے دیکھ رہا تھا اچانک ٹریگر دب گیا۔۔۔

ڈرائینگ روم میں ایک لمحے کے لیے سکوت چھا گیا تھا۔۔ براق ازہان کے سامنے سہی سلامت کھڑا تھا اسکے ہاتھ میں پکڑی گن بھی سلامت تھی، لیکن گولی نہیں چلی تھی۔۔وہ حیرت سے گن چیک کرنے لگا جو کہ خالی تھی اس میں گولیاں ہی موجود نہیں تھیں، وہ بے یقینی سے براق کو دیکھ رہا تھا۔۔اس سے پہلے کہ وہ اس

پر جھپٹتا ازہان لودھی کو اپنی کنپٹی پر گن کی نال محسوس ہوئی اور وہ رُک گیا۔۔ مڑا نہیں۔۔۔

اسکے پیچھے کھڑے وجود سے اٹھتی مہک۔۔ وہ جانی پہچانی تھی۔۔ بہت اپنی سی۔۔۔ اگلے لمحے میں وہ جان گیا اسکے پیچھے کون کھڑا ہے۔۔۔؟؟ چہرے پر بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔۔۔ اسکے پیچھے اسکے سر پر گن تانے کھڑی لڑکی اینارہ تھی۔۔ اینارہ عارف ہاں اسکی محبت۔۔۔ وہی لڑکی جو اسکی زندگی تھی جو اسے سب سے خاص تھی۔۔۔

"اینارہ۔۔۔" وہ سرسراتے لہجے میں کہ رہا تھا، شاید کہ یہ اسکا وہم ہو۔۔ اسکے ارد گرد کھڑے تینوں لوگ بے اختیار ہنس دئے۔۔

"ٹھیک پہچانا۔۔" وہ سرد لہجے میں کہتی اسکے سامنے آئی تھی، کپڑوں پر خون اب بھی لگا ہوا تھا، ازہان نے حیرت سے یہ دیکھا۔۔۔اسے تو لگا تھا وہ نہیں بچ سکتی۔۔

"دیکھو تو زندہ ہوں میں مری نہیں ہوں۔۔" وہ نفرت سے اسے دیکھتی کہہ رہی تھی۔۔

"نار۔۔تت۔۔تم نے یہ۔۔ کہو یہ جھوٹ ہے۔۔" وہ لڑکھڑاتی زبان سے بولا۔۔تو اینارہ نے گن اسکے سر پر بری طرح ماری ازہان لودھی کے ماتھے سے خون لکیر کی صورت بہ نکلا تھا۔۔۔وہ درد سے کراہتا اسے دیکھے جارہا تھا۔۔آنکھوں میں موجود بے یقینی، خوف، حیرت، محبت سارے جذبات سامنے کھڑی لڑکی سے متعلق تھے۔۔

"نہیں۔۔یہ جھوٹ نہیں ہے۔۔ازہان لودھی جو تم دیکھ رہے ہو یہی سچ ہے۔۔"وہ غصے سے چلائی تھی۔۔ازہان کے پیچھے کھڑے شمروز نے تیزی سے آگے بڑھتے اینارہ کو تھاما تھا کیونکہ وہ سسکنے لگی تھی۔۔

"تم نے میری موم کو مارا تھا ازہان۔۔"وہ چلائی۔۔ازہان بے بسی سے زمین پر بھیٹتا چلا گیا۔۔

"میں نے تو بس انہیں یہی کہا تھا کہ میں تم سے شادی کروں گا وہ مجھے پاگل کہنے لگیں۔۔وہ کہنے لگیں وہ اپنی شہزادی کسی شہزادے کو دیں گی مجھے نہیں۔"وہ آہستہ سے کہہ رہا تھا۔۔۔

"مجھے انکی یہ بات بری لگی تو میں نے انکو سیڑھیوں سے دھکا دے دیا۔۔اور وہ مر گئیں لیکن میں نے تو بس دھکا دیا تھا مری تو وہ خود تھیں۔۔"وہ ان سب کو عجیب نظروں سے دیکھتا بولا۔۔۔اینارہ نے شمروز کو ایک نظر دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا

تھا۔۔دونوں کی نظریں ملی اور فیصلہ ہو گیا۔۔اگلے لمحے بغیر سوچے سمجھے ایناره عارف نے ازہان لودھی کے پیٹ پر گولی چلائی تھی۔۔۔اسکے پیٹ سے خون کا فوارا نکل کر بہنے لگا۔۔آنکھیں اب بھی بے یقینی سے ایناره پر ٹکی تھیں۔۔۔

"مم۔۔میری محبت میرا انجام چُن رہی ہے۔۔مجھے قبول ہے۔۔مجھے موت قبول ہے۔۔نار۔۔"درد جسم میں سرائیت کر رہا تھا اور وہ مسلسل اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"تمہاری محبت نہیں تم نے خود اپنا انجام چُنا۔۔خالانکہ اس کا اختیار تمہیں تھا تم چاہتے تو کچھ برا نہ کرتے۔۔" براق نے کہا۔۔تو ازہان لودھی موت سی ہنسی ہنس دیا۔۔

"میں برا نہیں تھا بس میرا یقین کبھی نہیں کیا گیا مجھے سمجھنے کی کوشش کبھی نہیں کی گئی مجھ سے کسی نے محبت نہیں کی اور پھر میں نے خود اپنے راستے بنائے خود کو

بادشاہ بنایا۔۔تاکہ سب میرے رہیں مجھ سے محبت کریں۔۔" وہ بے جان ہوتا زمین پر تڑپتا کہ رہا تھا۔۔آنکھوں سے آنسوں ٹوٹ ٹوٹ کر بہ رہے تھے۔۔

"مجھے کبھی نہیں اپنایا گیا۔۔کیا یہی میرا قصور تھا۔۔۔؟؟" اسکی آواز سرگوشیوں میں بدل گئی۔۔

"مجھے لوگوں کی محبت چھین کر اچھا لگنے لگا۔۔میں نے بہت سی محبتیں چھینی لیکن اب۔۔اب مجھ سے میری محبت چھین لی گئی۔۔"تکلیف حد سے بڑھ گئی۔۔ اینارہ نے دوسری گولی اسکے سینے کے مقام پر چلائی دل سے تھوڑے فاصلے پر وہ جھٹکا کھا گیا۔۔

"میں مر جاؤں گا تو میری قبر کے قطبے پر لکھوانا یہ وہ شخص تھا جسے کبھی کوئی اپنا میسر نہیں ہوا جسے کبھی محبت نہیں ملی یہ بدنصیب تھا۔۔نارمیں کہتا تھا تمہاری یاد عذاب لیکن آج ثابت ہوا تمہاری محبت بھی آگ تھی جو مجھے جلا کر راکھ کر

گئی۔۔"آخری لفظ کہے گیے اور روح پرواز کر گئی۔۔ڈرائینگ روم میں کھڑے تینوں لوگ ساکت تھے۔۔

ایناره وہیں پاس صوفے پر ڈھ سی گئی تھی، براق خاموشی سے کھڑا تھااور شمروز وہ مسلسل ازہان لودھی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔وہ ازہان لودھی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔۔

ہمیں اکثر یہی لگتا ہے کہ کوئی ہم سے محبت نہیں کرتا کرتا بھی ہے تو قدر نہیں کرتا کسی کو ہماری پرواہ ہی نہیں ہے ہم اکثر خود کو اکیلا محسوس کرتے ہیں،اور یہ جو تنہائی ہوتی ہے یہی ہمارے کردار کی عکاسی کرتی ہے،ہمارا کردار ہماری تنہائی میں واضع ہوتا ہے، تنہائی میں کیا گیا عمل وہی علم ہے جو ہم بغیر کسی دکھاوے کے کرتے ہیں کیونکہ یہ کوئی دیکھ نہیں رہا ہوتا نہ کسی کو دکھانے کے لیے کیا جاتا ہے۔۔

ازہان لودھی مرنے سے پہلے کہ گیا تھا کہ اسے محبت نہیں ملی اور شاید یہ ایک حد تک سچ تھا، بہت سے لوگوں کو کبھی کسی رشتے سے محبت ملتی ہی نہیں ہے، چاہے وہ رشتہ ماں باپ کا ہو بہن بھائی کا ہو یا پھر دوستی کا رشتہ ہو۔۔

انسانوں سے جب تک محبت مانگتے رہیں انسان محبت نہیں دیتے وہ صرف ایک بھیک ہوتی ہے جو مانگنے پر ملتی ہے، محبت اگر مانگ کر لی جائے تو وہ محبت نہیں کہلاتی، اگر قسمت میں ہی محبت نہ ہو تو محبت کبھی نہیں ملتی چاہے بھیک مانگی جائے یا قتل کر کے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے محبت نہیں ملتی۔۔ محبت عطا ہے جس کو مل گئی سو مل گئی اور جس کو نہ مل سکی وہ ہزار چاہے نہیں ملے گی۔۔

***

وہ صوفی اور را کی کے ساتھ آج سٹیڈیم آیا تھا۔انڈیا اور پاکستان کا میچ دیکھنے میچ ختم ہونے کے بعد وہ ان دونوں کو خدا حافظ کہتا نکل گیا۔۔

اسکا فلیٹ یہاں سے بیس منٹ کی دوری پر تھا سو اسنے آج میٹرو نہیں لی۔۔وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا لندن کی روشنیوں کو دیکھ رہا تھا، یہ روشنیاں اسے آج اچھی نہیں لگی تھیں بلکہ اسے کچھ دن سے کچھ بھی اچھا نہیں لگا تھا۔۔

زندگی اچانک سے بے جان سی لگنے لگی تھی،نہ وہ رودابہ سے ملا نہ اسنے پاکستان کسی سے بات کی وہ کچھ دن سے بلکل اکیلا تھا، آج صوفی اور را کی زبردستی اسے سٹیڈیم لے آئے تھے، یونیورسٹی سے آکر وہ سو جاتا تھا کا پھر کام کر لیا کرتا۔۔

اسے رودابہ کی اس دن کہی ہوئی بات پھر سے یاد آرہی تھی، کیا اسے واقعے رودابہ سے اس بارے میں بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔۔؟؟ وہ شاید ٹھیک کہہ کر گئی تھی، اسے اپنی محبت اللہ سے مانگنی چاہیے تھی اگر اللہ دے تو بندہ سرخرو ہو

جاتا ہے نہ دے تو عمر بھر طلبگار رہتا ہے لیکن بندوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔۔ کیونکہ اللہ رُسوا نہیں کرتا لیکن اسکے بندے وہ رُسوا کر دیتے ہیں۔۔

اس رات وہ گھر جانے کے بعد وضو کر کے کتنی ہی دیر اللہ کا شکر ادا کرتا رہا تھا، وہ اللہ تعالی کی دی گیی ہر نعمت ہر چیز کے لیے شکر گزار تھا۔۔۔ جب اللہ کی دی گئی نعمتوں پر شکر کرنا آجائے تو دعا کی قبولیت میں دیری پر بھی صبر آجاتا ہے کیونکہ شکر یقین پیدا کرتا ہے اور یقین صبر کو جنم دیتا ہے۔۔

اسکا تعلق اللہ سے چاہے جیسا بھی تھا وہ ہمیشہ ہر حالت میں اللہ پر یقین کرنا جانتا تھا، اسے علم تھا جب کوئی نہیں ہوتا تو اللہ ہوتا ہے، جب ماں باپ بچپن میں ہی گزر جائیں تو تمام عمر رب کا سایہ ہی تو سر پر رہتا ہے، اسے کبھی محبتوں کی کمی نہیں ہوئی تھی اور وہ کبھی اللہ سے بدگمان نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اسکا ایمان پکا تھا جن کا ایمان پکا ہو وہ بدگمان نہیں ہوتے امید نہیں چھوڑتے۔۔۔

اللہ سے اسنے اس سے پہلے اگرز کر کیا بھی تھا تو روادابہ جمشید کا محبت بھرے لفظوں میں ذکر کیا تھا اپنی محبت چاصل ہو جانے کی دعا کی تھی لیکن آج وہ شدت سے اسے اور اسکی محبت کی خواہش کر رہا تھا جیساوہ کہ کر گئی تھی وہ اسے اللہ سے مانگ رہا تھا۔۔

دعا کرنے کے بعد وہ اٹھا اب وہ پر سکون تھا، دل کا بوجھ سجدے دور کر دیتے ہیں اور اسکا بوجھ بھی دور ہو گیا پھر وہ سونے کے لیے چلا گیا۔۔۔اگلی صبح ایک نئ امید اور ایک نئے یقین کے ساتھ جاگنے کے لیے۔۔

دوسری طرف روادابہ جمشید اللہ سے ہر دعا میں اپنا بہترین نصیب مانگتی تھی، جو اسکے پاس تھا اس پر وہ خوش تھی اور مطمئین تھی، وہ جانتی تھی زندگی نام ہی آزمائش کا ہے ایک ختم تو دوسری شروع دوسری ختم تو تیسری شروع لیکن آزمائشیں یہ نہیں کہتیں کہ ہمیں جینا چھوڑ دینا چاہیے، آزمائشیں تو ایمان اور یقین کا امتحان ہوتی ہیں جسکا ایمان اور یقین جتنا پکا ہوتا ہے وہ ان آزمائشوں کو

اتنے صبر سے برداشت کرتا ہے لیکن جس کا یقین اور ایمان ہی کمزور ہو وہ ہمت چھوڑ دیتا ہے اور ہمت چھوڑ دینا مایوسیوں کے اندھے کنویں میں پھینک دیتا ہے۔۔

آزمائش کے شروع میں پیر لڑکھرائی بھی جاتا ہے لیکن سمبھل جانا بھی تو ضروری ہوتا ہے کیونکہ خود کو مایوس محسوس کروانا تقدیر کو برا کہنا اللہ کی نافرمانی ہوتی ہے اور اللہ کے اچھے بندے اسکی نافرمانی نہیں کرتے۔۔وہ بھی لڑاکھرائی اور پھر آہستہ آہستہ سمبھل گئی۔۔اسکا یقین مضبوط ہوتا چلا گیا۔۔

دعائیں قسمت کا رُخ موڑ دیتی ہیں اور شاید اب رُخ مڑ گیا تھا۔۔اب سب بہتر ہونے والا تھا یا ہو چکا تھا بس ابھی علم کسی کو نہیں تھا کہ بدلا کیا ہے۔۔؟؟ باب سکوت کی یہی تو خاصیت ہے یہاں خاموشی وہ کر دیتی ہے جو شور نہیں کر سکتا یہاں یقین وہ کر سکتا ہے جو مایوسی نہیں کر سکتی یہاں صبر وہ راہ دکھاتا ہے جو بے یقینی چھپا چکی ہوتی ہے۔۔

***

# *بابِ سکوت*

## *از قلم مریم راجپوت*

Episode No.19

ازہان لودھی کی موت کے بعد سب بدل گیا، اسکی فیملی پاکستان آئی اور بغیر کسی تحقیق کے اسکا جنازہ پڑھوا کر اسے دفن کر دیا گیا، اینارہ نے اپنے بابا کو ساری سچائی بتادی، اور شمروز گھر آگیا، گھر میں گل لالہ اور براق کی شادی کی بات چل رہی تھی ابھی ندا گل لالہ کے کمرے میں اس کی رضامندی لینے آئی تھیں۔۔

"گل براق تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔۔"انہوں نے صاف لفظوں میں بتایا تھا اور گل لالہ کا چہرا سرخ پڑ گیا۔۔وہ چہرا موڑ گئی۔۔

"کیا تم راضی ہو۔۔؟؟"ندا نے اسکے اس ریکشن پر پھر پوچھا تھا،وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔۔ندا اب اسکا ماتھا چوم رہی تھیں۔۔

"میں جانتی تھی تمہیں ہمارے تمہارے بچپن میں کئے گئے فیصلے پر اعتراض نہیں ہوگا۔۔"انہوں نے کہا تو وہ چونکی۔۔

"بچپن کا فیصلہ یعنی۔۔؟؟"وہ حیرت سے انھیں دیکھنے لگی۔۔

"ہم نے تمہارا اور براق کا نکاح بچپن میں ہی کر دیا تھا اور جب تم بڑی ہوئی تو بتایا نہیں اس ڈر سے کے کہیں تم انکار نہ کر دو۔۔"ندا جہانگیر کی بات سنتے اسنے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔۔

"براق یہ بات جانتا تھا۔۔؟؟" اسکے پوچھنے پر ندا اثبات میں سر ہلا گئیں۔۔ گلِ لالہ کی آنکھوں میں آنسوں چمکے تھے۔۔

"کیا ہوا ہے گلِ کیا تمہیں یہ اچھا نہیں لگا کوئی اعتراض ہے۔۔؟؟" ندا ابھو کھلاتی پوچھ رہی تھیں۔۔

"مجھے اعتراض نکاح سے نہیں ہے لیکن اتنی کم عمر میں نکاح کر دیا میرا مجھے اس بات پر اعتراض ہے مما۔" اسنے احتجاج کیا تو ندا گہرا سانس بھر کر رہ گئیں۔۔

"تمہارے بابا کے بعد میں ڈر گئی تھی میں نے بھائی سے بات کی تو انہوں نے یہی حل بتایا اس سے تم براق کی ذمہ دار بن جاتی میرے بعد بھی کوئی تمہارے لیے ہوتا۔۔ شمروز بڑا تھا لیکن تم بہت چھوٹی تھی میں موت سے ڈر گئی تھی گلِ۔۔" وہ اسے سمجھا رہی تھیں اور وہ سر ہلا گئی۔۔

"تو مجھے کبھی بتایا کیوں نہیں آپ نے۔۔؟" اسے اپنی لاعلمی کا زیادہ دُکھ تھا۔۔

"میں نے براق سے کہا تھا لیکن وہ نہیں چاہتا تھا تمہارے ذہن پر اس رشتے کا کوئی برا اثر پڑے وہ بس تمہاری چھوٹی عمر کی وجہ سے منع کرتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا تم اس عمر میں یہ باتیں نہیں سمجھو گی الٹا سوچو گی جو کہ تمہارے لیے نقصان دہ تھا۔۔" تفصیل سے بتانے کے بعد اب وہ اسے گلے سے لگا گئیں۔۔

" تمہیں کیا لگتا ہے میں اپنی پھول سی بیٹی کے معاملے میں یونہی کسی پر اندھا اعتبار کروں گی۔۔ وہ شوہر تھا تمہارا اور مجھ سے زیادہ شاید اسے تمہاری جدائی کھاتی رہی ہے وہ بہت ٹوٹا ہوا ہے اسے اب تکلیف مت دینا ورنہ میں بری ماں اور اچھی ساس بن جاؤں گی۔۔" وہ اسے پیار سے پچکارتی آخر مس دھمکی بھی دے چکی تھیں۔۔ گل لالہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔۔

"آپ بری ماں بن جائیں گی میں اپنے شوہر کو آپ کی شکایت لگاؤں گی۔۔"

اسنے شرارت سے کہا۔۔ندا جہانگیر اسکی بات پر ہنستی اسے چپٹ لگا گئیں۔۔

"گل ایک بات بتاؤ۔۔؟"ندا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے پوچھا۔۔وہ سر ہلا گئی۔۔

"تمہیں براق کیسا لگتا ہے گل۔۔؟؟"وہ پوچھ رہی تھیں۔۔گل لالہ ایک پل کے لیے خاموش سی ہو گئی۔۔

"وہ میرے لیے سب سے خاص ہے،اسکو دیکھے بغیر پانچ سال گزارے ہیں اب جب جب اسے دیکھتی ہوں مجھے اپنی عمر دراز ہوتی محسوس ہوتی ہے میں اسکے ساتھ جینا چاہتی ہوں، براق جہانگیر گل لالہ کا اپنا حصہ ہے اسکے بغیر مجھے زندگی کبھی اچھی نہیں لگی۔۔"اسکے سامنے براق جہانگیر کا عکس لہرایا۔۔ندا کچھ دیر کے لیے خاموش رہیں پھر بولیں۔

"چلو پھر تیاریاں شروع کرتے ہیں آج سے ہی کیونکہ براق جہانگیر کو مزید انتظار کروانا اچھا نہیں ہے۔۔ "

***

وہ سو رہی تھی جب اسکی آنکھ مسلسل بجتے فون کی بیل سے کھلی تھی، اسنے دیکھے بغیر فون اٹھایا تو دوسری طرف منیزہ تھی۔۔ وہ اسکی بات سنتی تیزی سے اٹھ بھیٹی۔۔

"کک۔۔ کیا کہ رہی ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟؟" وہ پریشانی سے اسکی ساری بات سن کر کال کاٹتی بابا کو کال ملانے لگی۔۔ دوسری ہی بیل پر کال اٹھالی گئی تھی۔۔

"بابا راسم حیات ایک بار پھر سے میری زندگی تباہ کرنے کے لیے آگیا ہے۔۔"
وہ جمشید رضا کو بتا رہی تھی، دوسری طرف سے کچھ کہا گیا تو وہ ہنسی۔۔

"نہیں۔۔اس بار میں خود اسکا منہ توڑوں گی بابا۔۔اس بار رودابہ جمشید اسے نہیں چھوڑے گی لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میں اسکی سازش نہیں جانتی اسکا پلین نہیں جانتی۔۔"اسے آخر میں تھوڑی فکر ہوئی تو جمشید رضا اسے تسلی دیتے کچھ دیر بعد کال کرنے کا کہتے کال کاٹ گئے۔۔

اب وہ اٹھ کر فریش ہونے کے بعد تیار ہو رہی تھی اسے یونیورسٹی جانا تھا۔۔کچھ دیر پہلے جب منیزہ کی کال آئی تھی تو اسنے بتایا کہ راسم حیات نے رودابہ جمشید پر کیس کر دیا ہے رودابہ کے آئی ڈی پر ایڈریس منیزہ کا تھا سو پولیس نے اسے کال کہ جبکہ وہ اس وقت دوبئ میں تھی اسکی فلائیٹ کو ابھی وقت تھا۔۔اسنے پولیس کو رانگ نمبر کہ کر اپنا آئی ڈی پروف سینڈ کرتے کال کاٹ دی تھی۔۔

وہ جانتی تھی لندن کی پولیس پاکستان کی پولیس جیسی نہیں ہے وہ اسے پاتال سے بھی ڈھونڈ لینے والے تھے لیکن تب تک کے لیے رودابہ جمشید چھپ نہیں سکتی تھی سو وہ یونیورسٹی جا رہی تھی۔۔ جمشید رضا یقیناً اس مسئلے کو اپنی طور پر پتا لگوانے والے تھے اسی لیے وہ پرسکون تھی۔۔

تیار ہو کر وہ ابھی فلورا کو فوڈ دے رہی تھی جب ڈور بیل بجی۔۔ اسے حیرت ہوئی اس وقت کون ہو سکتا تھا۔۔؟؟ وہ اٹھی اب وہ دروازے کے پاس آ کھڑی ہوتی پوچھ رہی تھی۔۔

"کون۔۔؟؟" اسنے آہستہ سے دروازے کے سوراخ سے دیکھا کہ کون ہے اور اس پار کھڑے پولیس آفیسر کو دیکھ کر وہ تیزی سے پیچھے ہٹی اب وہ جمشید رضا کے نمبر پر میسج چھوڑ رہی تھی پھر اسنے دروازہ کھول دیا۔۔

"آپ روداب جمشید ہیں۔۔؟؟" پولیس آفیسر اس سے پوچھ رہے تھے وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔۔

"آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا میڈم۔۔" وہ انکی بات سنتی باہر نکل آئی تیار تو وہ پہلے ہی تھی بس اب فرق یہ تھا کہ یونی کی جگہ وہ پولیس سٹیشن جارہی تھی۔۔شادی پر جب راسم کے خلاف کیس کروایا گیا تھا تو وہ کیس چھے ماہ بعد کہیں جاکر ختم ہوا راسم حیات نے اس عرصے میں خوب ذلت اٹھائی تھی جمشید رضا نے اسے قید دلوانے کی ہزار کوشش کی لیکن راسم کے ریسورسز بھی تیز تھے وہ بچ کر نکل گیا۔۔

اس بار شاید وہ بدلہ لینے آیا تھا کیونکہ پھوپھو اسے جائیداد سے عاق کر چکی تھیں وہ اسکی شکل تک دیکھنے کی روادار نہ تھیں جب سے انہیں حقیقت کا علم ہوا تھا۔۔وہ اب روداب کو بری طرح ٹارگٹ کر رہا تھا اور روداب جمشید کو اس پر پہلے بھی شدید غصہ تھا سو اب مقابلہ سخت تھا اور اسکے خلاف کی گئی سازش بھی۔۔

وہ پولیس سٹیشن پہنچ چکی تھی،اور وہاں جا کر جو بات اسے معلوم ہوئی وہ اسکے پیروں تلے سے زمین کھینچ لینے کے برابر تھی،راسم حیات نے اس پر کیس کیا تھا کہ وہ اسکی بیوی ہے اور اب وہ اسے دھوکہ دے کر بھاگ گئی ہے وہ لندن کی گورمنٹ سے انصاف چاہتا تھا کیونکہ وہ ایک ذمہ دار شہری تھا۔۔کم از کم ریپورٹ میں تو یہی لکھا ہوا تھا۔۔اسنے ڈیمانڈ کی تھی کہ رودابہ جمشید اس کے ساتھ راضی نامہ کر لے یا پھر اسے ایک موقع دے۔۔

رودابہ یہ سب پڑھتی خاموش ہو چکی تھی،اسنے فون نکال کر جمشید رضا کو پھر سے کال کی اب وہ انہیں ساری بات بتا رہی تھی،فون کی دوسری جانب موجود جمشید رضا کا دل چاہا وہ راسم حیات کی گردن دبوچ لیں۔۔

"اسنے تمہیں اپنی بیوی کہا ہے لیکن نکاح تو ہوا ہی نہیں پھر وہ یہ کیسے ثابت کر سکتا ہے۔۔؟؟"وہ اس سے پوچھ رہے تھے رودابہ نے لب بھینچ لئے۔۔

"وہ سائن میرے نہیں ہیں بابا جعلی سائن ہیں لیکن نکاح نامہ اصلی ہے۔۔" اسکے بتانے پر جمشید رضا اثبات میں سر ہلا گئے۔۔

"تمہارے پاس کوئی پلین ہے۔؟؟" وہ اس سے پوچھ رہے تھے رودابہ سر نفی میں ہلا گئی۔۔

"اسے جھوٹا ثابت کرنا مشکل ہے اسنے ہر طرح کے جھوٹے پروفس دکھائے ہیں بابا۔۔ وہ پوری تیاری کے ساتھ آیا ہے۔۔۔ وہ راضی نامہ چاہتا ہے یہ لوگ مجھے اسکے ساتھ بھیج دیں گے اگر ہم غلط ثابت ہوئے۔۔۔" وہ ارد گرد موجود لوگوں کی وجہ سے آہستہ بول رہی تھی۔۔

"اب جو میں کہوں کا جیسا کہوں گا ویسا کرتی جانا رودابہ۔۔" جمشید رضا کی آواز پر وہ سر ہلا گئی۔۔

"تھوڑی دیر میں باسل آئے گا تمہارے پاس وہ تمہیں کچھ کاغذات دے گا ان پر سائین کر دینا۔۔"وہ کہ رہے تھے جبکہ رودابہ "باسل" نام پر ہی منجمند ہو گئی تھی۔۔

باسل جہانگیر اسکے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا اب اگر وہ اس بارے میں جان لے کا تو یقیناوہ اسے اچھی لڑکی بلکل نہیں سمجھے گا۔۔اسنے سوچتے لب بھینچ لیے اسے تکلیف ہوئی تھی۔۔کیا وہ بھی اسکے کردار پر بات کرے گا۔۔کیا وہ بھی اس سے سوال کرے گا کہ اسنے راسم حیات کو دھوکہ دیا ہے۔۔؟؟

وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی جمشید رضا پوری بات کہ کر کال کاٹ گئے لیکن اسنے انکی باتیں توجہ سے نہیں سنی تھیں۔۔نہ اسے علم ہو سکا کہ وہ کیا کیا بول چکے تھے۔۔کال بند ہونے پر وہ خاموشی سے بھیٹ گئی۔۔

اللہ سے دل ہی دل میں دعائیں کرتی وہ آنکھیں موندھے ہوئے تھی جب ایک جانی پہچانی سی آواز سنائی دی تو وہ جھٹکے سے آنکھیں کھول گئی۔۔سامنے باسل جہانگیر کھڑا تھا اپنی ہیٹرو کو میٹک آنکھوں سمیت وہ سیاہ بال ماتھے پر بکھیرے مہرون کلر کی ہڈی کے ساتھ بلیک پینٹ پہنے ہوئے تھا۔۔بلاشبہ وہ حسین لگ رہا تھا۔۔روادبہ نظریں پھیر گئی۔۔

"میڈم خادم کچھ لے کر آیا ہے آپ سائن کریں گی۔۔؟؟"اسکی آواز میں چہچہاہٹ واضع تھی وہ خوش تھا روادبہ نے اسے حیرت سے دیکھا وہ خوش کیوں تھا۔۔؟؟کیا وہ روادبہ کے جیل میں ہونے کی وجہ سے خوش تھا یا وجہ کوئی اور تھی۔۔

وہ سر اثبات میں ہلاتی اسکے بتائی گئی تین جگھوں پر سائن کر گئی اب وہ اسکے پاس وہیں بینچ پر بھیٹتا سائن کر رہا تھا اگلے لمحے اسنے وہ پیپرز ایک طرف رکھے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے دو پل تک آنکھین موندھے رکھنے کے بعد وہ ہاتھ چہرے پر

پھیرتا اسکی جانب مسکرا کر دیکھنے لگا رودابہ جو بت بنی اسکی حرکتیں دیکھ رہی تھی۔۔

"کیا ہوا۔۔؟؟ مبارک باد نہیں دیں گی۔۔؟؟" وہ اسے دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

"کس چیز کی مبارک باد۔۔؟؟" وہ حیرت سے پوچھنے لگی۔۔۔ باسل نے اسکے چہرے پر نگاہ ڈالی جہاں مزاق کے کوئی تاثرات نہیں تھے وہ سنجیدہ تھی۔۔

"ہمارے نکاح کی مبارک میڈم۔۔!!" وہ کہ گیا اور رودابہ جمشید کو دو سو والٹ کا جھٹکا لگا تھا۔۔ وہ تیزی سے اٹھی۔۔

"کون سا نکاح۔۔ کیا کہ رہے ہیں آپ۔۔؟؟" اسے لگا وہ مزاق کر رہا ہے۔۔ باسل نے اسکی غائب دماغی نوٹ کرتے اسکے سامنے پیپر ز لہرائے۔۔۔

"کچھ دیر پہلے جن پیپرز پر آپ نے سائن کئے ہیں وہ ہمارے نکاح کے پیپرز تھے مس رودابہ۔۔" وہ اسے بتا رہا تھا رودابہ لڑکھڑائی باسل نے تیزی سے آگے ہوتے اسے سمبھالا ورنہ وہ گر جاتی۔۔

"آپ نے مجھے دھوکے میں رکھ کر سائن کروائے ہیں۔۔؟؟" وہ سر سراتے لہجے میں بولی۔۔ کچھ دیر پہلی کی اپنی غائب دماغی پر وہ خود کو دل ہی دل میں کوس رہی تھی۔۔ باسل نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اسے بینچ پر بھیٹا گیا۔۔

وہ اب اپنی پاکٹ سے موبائل نکال کر کسی کو کال ملا رہا تھا۔۔ اگلے لمحے ویڈیو کال پر جمشید رضا تھے۔۔

"کیا ہوا باسل۔۔۔ نکاح ہو گیا۔۔؟؟" وہ پوچھ رہے تھے رودابہ نے بے یقینی سے اپنے بابا کی آواز سنی۔۔ پھر انکا چہرا دیکھا باسل رودابہ کی جانب کیمرا کر چکا تھا۔۔

"بب۔۔ بابا یہ کیا ہوا ہے۔۔۔ میرا نکاح ہو گیا صرف تین سائنز سے یہ کیسے۔۔؟؟" وہ بے یقین لہجے میں بول رہی تھی اسکی زندگی میں اچانک سے بھونچال آیا تھا اور وہ سمبھل نہیں پا رہی تھی۔۔

"بیٹا کال پر ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے تمہیں ساری بات بتائی ہے اور تم نے خود ہاں کہا۔۔ تمہاری رضامندی کے بعد ہی میں نے باسل کو بھیجا تھا۔۔ تم دونوں کا نکاح تمہیں اس سکینڈل سے نکلنے میں مدد کرے گا۔۔" جمشید رضا کی بات سن کر وہ خاموش ہو گئی۔۔

اسنے پاس پڑا نکاح نامہ اٹھا کر دیکھا وہ اصلی تھا۔۔ ایک طرف باسل جہانگیر کے سائن تھے دوسری طرف رودابہ جمشید کے سائن تھے۔۔ گواہاں کی جگہ پر دو لوگوں کے سائن تھے جنہیں وہ نہیں جانتی تھی۔۔ یہ ایک آفیشلی کورٹ میرج تھی۔۔ اسنے نکاح نامہ دیکھ کر سر اثبات میں ہلا یا۔۔

"ٹھیک ہے اب کیا کرنا ہے۔۔؟؟" وہ جمشید رضا کو دیکھتی پوچھ رہی تھی۔۔

"اب تم پولیس کو یہ نکاح نامہ دیکھاؤ اور اسکے بعد باقی کام میرا ہے کچھ ہی دیر میں وکیل پہنچ جائے گا اور اگلے ایک گھنٹے میں تم باسل کے گھر موجود ہو گی۔۔" اگلا پروسیجر وہ باسل کو سمجھاتے کال بند کر چکے تھے۔۔ باسل نے فون پاکٹ میں رکھے ایک نظر اسے دیکھا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔۔

"کیا آپ کچھ کھائیں گی۔۔؟؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔۔ رودابہ سر نفی میں ہلا گئی۔۔

"کھالیں آپ نے شاید ناشتہ بھی نہیں کیا انرجی کم ہو گی تو مجھ سے لڑیں گی کیسے۔۔؟؟" اسکے لبوں پر مسکراہٹ تھی، رودابہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔

"میں آپ سے کیوں لڑوں گی۔۔؟؟" اب وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔۔

"غصہ نہیں کریں گی۔۔ باتیں نہیں سُنائیں گی آج۔۔؟؟" باسل نے حیرت سے اسے دیکھتے کہا۔۔

"آپ نے کیا بگاڑہ ہے میرا جو میں آپ کو باتیں سُنائوں گی۔۔؟؟" وہ تھکے تھکے لہجے میں کہتی سر جھکا گئی۔۔ آنکھوں میں آنسوں چمکے جو باسل اسکے سر جھکانے پر جان گیا تھا۔۔

"یوں مت کہیں میں نے نہ سہی آپ نے تو میرا دل بگاڑہ ہے نہ اب آپ کے بغیر لگتا نہیں ہے کہیں۔۔" وہ پنجوں کے بل زمین پر بھیٹا اسکے ہاتھ نرمی سے تھام گیا۔۔ رودابہ نے ہاتھ چھڑوائے بغیر اسے دیکھا باسل جہانگیر نے اسکی بھیگی آنکھوں میں خود کو ڈوبتا ہوا پایا۔

"آپ رو رہی ہیں۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا رودابہ آنسوں ضبط کرتی سر نفی میں ہلا گئی۔۔

"میں کیوں رؤں گی بھلا۔۔؟؟" وہ آنکھوں میں آنسوں لیے ہوئے بھی ماننے کو تیار نہیں تھی کہ وہ رو رہی ہے باسل نے افسردگی سے اسکے چہرے کو دیکھا۔۔

"مجھ سے نکاح ہو گیا شاید اس لیے۔۔" وہ جان بوجھ کر یہ بات کر رہا تھا رودابہ نے سر نفی میں ہلایا۔۔

"آپ سے نکاح ہو گیا اس بات پر کون بدنصیب روئے گا۔۔؟؟" اب کہ وہ مسکرائی تھی۔۔ باسل نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔

"یوں مت کہیں میں خوش فہمیاں پال لوں گا۔۔" وہ صدمے سے کہہ رہا تھا رودابہ ہنس دی۔۔۔

"پال لیں خوش فہمیاں لیکن میں آپ کو بتادوں خوش فہمیوں کے خرچے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔۔ آپ غریب ہو جائیں گے۔۔" اسکا موڈ ایک دم سے اچھا ہو گیا۔۔ باسل جہانگیر نے تشکر بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔۔

"اب میری پاس آپ ہے اب غریب کیسے ہو سکتا ہوں۔۔؟؟" وہ سوال کر رہا تھا یا اسے اسکی اہمیت بتا رہا تھا رودابہ نے اسکی ہیٹر وکرمیٹک آنکھوں میں دیکھا۔۔

"میرے خرچے بہت ہیں۔۔" وہ اسے تکتے ہوئے بولی تو باسل جہانگیر نے سر خم کیا۔۔

"میں سارے اٹھالوں گا۔۔ "

"مجھے غصہ بہت آتا ہے۔۔ "!!

"میں برداشت کرلوں گا۔۔ "!!

"مجھے رونا بھی بہت آتا ہے۔۔ "!!

"میرے ہوتے آپ روئیں تو ہزار لعنت مجھ پر۔۔"!

محبت کی انتہا ہو گئی۔۔ رودابہ آنکھوں میں آنسوں لیے ہنسی اور پھر ہنستی چلی گئی۔۔ باسل جہانگیر کی آنکھوں نے یہ منظر قید کر لیا۔۔

"اب مجھ سے وعدہ کریں۔۔" وہ اسکے ہنسنے کی وجہ سے سرخ ہوتے چہرے کو آنکھوں میں جذب کرتا بولا۔۔

"کیا وعدہ کروں۔۔؟؟" رودابہ نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا وہ اب بھی اسکے پاس پنجوں کے بل بھیٹا ہوا تھا اور وہ خود بینچ پر تھی خفت سے وہ یک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"آا۔ آپ اوپر بینچ پر بھیٹیں ایسے نیچے نہیں۔۔۔" وہ اسے کہتی ارد گرد دیکھ رہی تھی اس وقت ویٹنگ روم میں کوئی نہیں تھا۔۔

"کوئی نہیں ہے یہاں فکر مت کریں کوئی یہ نہیں دیکھے گا کہ نکاح کی تھوڑی دیر بعد ہی باسل جہانگیر نے زن مریدی شروع کردی۔۔" اسکے کہنے پر وہ اٹھ کھڑا ہوا پھر شرارت سے اسکے قریب ہوتا بولا۔۔رودابہ نے اسکو سرخ چہرا لیے گھورا۔۔

"آپ بہت بولتے ہیں۔۔" شکایت کی گئی یا تنز۔۔

"کیونکہ میرے پاس سُننے کے لیے آپ ہیں۔۔" فخر سے کہا گیا وہ ایک بار پھر اپنی مسکراہٹ چھپا گئی۔۔

***

گل لالہ اور براق کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے چل رہی تھیں، اینارہ ایک ہفتہ پہلے کی گل لالہ کے لیے آگئ تھی کیونکہ گل لالہ سے اسکی بونڈنگ اچھی بن گئ تھی۔۔ یہ الگ بات تھی کہ وہ جس دن سے آئی تھی شمروز کو منہ بھی نہیں لگا رہی تھی۔۔

امن اپنی فیملی کے پاس چلا گیا تھا اسکی بہنیں بھی بہت خوش تھیں۔۔ گل لالہ نے ان دونوں کو بھی شادی سے پہلے آنے کا کہا تھا اور آج شام نرمین اور نایاب آ بھی رہی تھیں۔۔

اینارہ گل لالہ کے کمرے کے نکلتی کچن کی جانب آئی اب وہ مصروف سی اپنے لیے چائے بنارہی تھی، نداجہانگیر اور ناصر صاحب براق کے ساتھ رودابہ کے گھر گئے تھے۔۔

براق سویا ہوا تھا، جبکہ شمروز صاحب جو اس سے بات کرنے کا موقع ڈھونڈ رہے تھے اسے کچن میں موجود پاکراب کچن میں چل آئے تھے۔۔

"اہہمم۔" گلا کھنکھارنے کی آواز پر اینارہ کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی، اسے علم تھا وہ ضرور آئے گا کیونکہ پچھلے کئی دنوں سے اینارہ صاحبہ نے اسے اپنی آواز کا شرف نہیں بخشا تھا۔۔

"کسی کو اگر گلے کا مسئلہ ہے تو جا کر دوائی لے دوسروں کے کانوں کے پردے نہ پھاڑے۔۔!!" ایک بار پھر گلا کھنکھارنے کی آواز آئی تو وہ پلٹے بغیر بولی۔۔اسکے پاس کھڑا شمروز بے اختیار جھنجھلا گیا۔۔

"گلے کا نہیں دل کا مسئلہ ہے۔۔اور یہ مسئلہ تب ہی ٹھیک ہو گا جب میری صاحبہ مجھ سے بات کرے گی۔۔!!" عاجزی سے کہا گیا۔۔

"دل کا مسئلہ ہے تو دل کو بتائیں دل لگی سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔۔نہ ہی فقط باتوں سے۔۔!!" وہ سنجیدگی سے بولی۔۔

"آپ حل بتائیں جو کرنا پڑا اہم کریں گے۔۔" شمروز نے پاس پڑی چیئر اپنی جانب کھسکاتے کہا۔۔

"دل کے مسئلوں کا حل نکاح ہے۔۔جناب۔۔!!" اسکی بات سن کر شمروز تیزی سے اٹھا تھا۔۔

"آپ حکم کریں ہم ابھی قاضی صاحب کو اٹھالائیں۔۔؟!!" وہ اسکے پاس پھر سے آ کھڑا ہوتا اجازت مانگ رہا تھا۔۔

"پہلے گھر والوں کو منائیے۔۔" پھر کہا گیا۔۔

"وہ تو مانے ہوئے ہیں لیکن ہم بس آپ کی رضامندی چاہتے ہیں۔۔" وہ اسکی طرف جھکا دائیاں ہاتھ آگے بڑھا گیا۔۔

"رضامندی نہ ہوتی تو کبھی یہاں موجود نہ ہوتی۔۔!!" وہ سنجیدگی سے کہتی اسکے ہاتھ میں چائے کا کپ تھما گئی۔۔ شمروز جہانگیر نے خوشی سے اسے دیکھا۔۔ وہ مزید خوبصورت ہو گئی تھی یا صرف اسے لگی۔۔

"اب تو بات کر لیں۔۔ نکاح کی تاریخ شام کو پکی کر دیں گے۔۔" وہ اسے باہر جاتا دیکھ کر اونچی آواز میں چلایا۔۔

"پہلے نکاح کریں پھر گفتگو۔۔!!" کہتی وہ جاچکی تھی شمروز نے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔

"میجر تمہاری تو میجرنی بھی تمہاری نہیں سنتی گھر والے کیا خاک سُنیں گے۔۔؟؟" وہ خود سے کہتا باہر نکل گیا شام تک اسے سب کو تیار کرنا تھا۔۔ زبان جو دے چکا تھا۔۔

***

جمشید رضا نے روابہ کی کال بند ہونے کے بعد براق کو کال کی تھی کیونکہ کچھ وقت پہلے وہ ان کے پاس ایک بار پھر سے آیا تھا باسل کے لیے روابہ کا رشتہ مانگنے اور اس بار انہوں نے انکار نہیں کیا لیکن دونوں نے ہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو نہیں بتائیں گے۔۔۔

ندااور ناصر جہانگیر بھی اس رشتے پر راضی تھی بلکہ وہ کچھ دن تک باقاعدہ رشتہ لے کر جانا چاہتے تھے تاکہ سب کو علم ہو۔۔اور انکے رشتہ لے کر جانے سے پہلے ہی یہ آفت آنپڑی۔۔

جمشید رضااور براق نے فیصلہ کیا کہ وہ رودابہ کا باسل کا نکاح کروادیں تاکہ پولیس رودابہ کو راسم کے ساتھ نہ بھیج سکے،کچھ ہی گھنٹوں میں پولیس کو ثبوت دے کر رودابہ اور باسل گھر چلے گئے تھے۔۔

دوسری طرف راسم حیات کو لینے کے دینے پڑ گئے،اچانک سے اسکی کوئی پرانی گرلفرینڈ ایک عدد بچے کے ساتھ آ گئی تھی وہ اس سے شادی کرنا چاہتی تھی، پولیک نے انویسٹیگیشن کی اور پتا نہیں کس طرح راسم کے خلاف ثبوت مل گئے۔۔مجبورا راسم حیات کو جرمانے کے ساتھ ساتھ ایک عدد نئی بیوی کو بھی

اپنے گھر لے جانا پڑا وہ ذرا سی ہوشیاری کرتا اور پولیس اسکا حشر نہ چھوڑتی بس اسی لیے وہ خاموش ہوا گیا۔۔

راسم کی جو نئی گرلفرینڈ تھی وہ دراصل براق کی طرف سے پلانٹ کی گئی تھی، ثبوت بتانے انہیں دیر نہیں لگی تھی، جھوٹی ڈی این اے رپورٹ اور راسم حیات کو عمر بھر کے لیے جھوٹا قرار دے دیا گیا۔۔

اسے لاسٹ وارننگ دے کر چھوڑا تھا لیکن زرلین یعنی کہ اسکی گرلفرینڈ نے کچھ دنوں بعد راسم حیات پر ڈومیسٹک وائلنس کا کیس کر دیا۔۔ باسل جہانگیر نے راسم حیات کے خلاف خود ثبوت اکھٹے کئے تھے اسکا تو خیر الگ سے حساب نکلتا تھا اسنے اس بات کو یقینی بنایا کہ راسم حیات طویل سے طویل سزا کاٹے۔۔ راسم حیات اب جیل میں سڑ رہا تھا۔۔ اس بار اسکا کوئی ذرائع کام نہیں آیا تھا نہ ہی پولیس اسے چھوڑنے والی تھی۔۔

رودابہ ایک ہفتے سے باسل کے گھر تھی، وہ دونوں ساتھ یونی جاتے ساتھ رہتے۔۔اب رودابہ کو وہ اچھا لگتا تھا۔۔ برا تو خیر پہلے بھی نہیں لگتا تھا لیکن وہ اسکے بارے میں پہلے کچھ محسوس نہیں کرتی تھی، نکاح کے بعد سے اسے ایک کندھا مل گیا تھا۔۔

باسل جہانگیر کے پاس اسکے ہر مسئلے کا حل تھا چھوٹے سے چھوٹے بڑے سے بڑے مسئلے کا حل۔۔رودابہ پریشان ہوتی تو وہ اسے زیادہ دیر پریشان ہی نہیں رہنے دیا کرتا تھا۔۔اسکی موجودگی میں رودابہ جمشید کھلکھلانے لگی تھی۔۔

وہ باسل کے ساتھ بہت اٹیچ نہیں تھی لیکن ایک حد تک اب وہ اس سے بات کر لیا کرتی روم دونوں کا الگ الگ تھا۔۔گھر کے آدھے سے زیادہ کام وہ دونوں مل کر کرتے تھے۔۔رودابہ فلاور شاپ پر بھی جا رہی تھی، زندگی اچانک سے خوبصورت اور مصروف ہو چکی تھی۔۔

باسل اسے روزانہ فلاور شاپ سے واپسی پر پک کرنے آتا تھا، راکی اور صوفی بھی رودابہ گے ملے تھے ایک دو بار لیکن وہ دونوں انکے رشتے کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔۔ آج صوفی نے ان تینوں کو اپنے گھر ڈنر پر بلایا تھا۔۔

"کتنی دیر ہے تیار ہونے میں۔۔؟؟" باسل نے لاونج میں بھیٹے تیسری بار رودابہ سے پوچھا تھا اور وہ بس پانچ منٹ تیسری بار بھی کہتی نہیں آئی تھی۔۔اب کہ وہ اٹھا اور اسکے کمرے کا دروازہ ناک کرتا اندر داخل ہوا۔۔

"بیوی آپ لیٹ کروائیں گی آج۔۔!!" وہ کہتا اندر داخل ہوا رودابہ جو الماری میں سے کچھ تلاش کر رہی تھی پلٹی اور باسل جہانگیر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔۔اسنے آج سے پہلے اس سے زیادہ خوبصورت عورت نہیں دیکھی تھی۔۔رودابہ نے اسکو خود کی طرف یوں دیکھتا پاکر بیڈ پر بھیٹتے اپنی شاکنگ پنک ہیلز پہننی شروع کی لیکن اگلے لمحے وہ اسکے سانئے گھٹنوں کے بل بھیٹا اسکی ہیل کی سٹریپس بند کر رہا تھا وہ اسکے قریب آنے پر بے اختیار سانس روک چکی تھی کیونکہ باسل

جہانگیر کے کلون کی خوشبو حواسوں پر چھا رہی تھی۔۔اب وہ سر اٹھا کر اسے دیکھ رہا تھا رودابہ تزبز ہوئی۔۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔۔؟؟" وہ اس سے نظریں چراتی پوچھ رہی تھی۔۔ایک لمحے کے لیے وہ چپ رہا پھر بولا۔۔

"دیکھ رہا ہوں کوئی عورت اتنی حسین کیسے لگ سکتی ہے۔۔؟؟" تعریف کی گئی تھی اور اس انداز میں کی گئی تھی کہ رودابہ جمشید کی گالیں سرخ پڑ گئیں۔۔

"آپ بلش کر رہی ہیں بیوی۔۔؟؟" وہ اسکی سرخ پڑتی گالوں کو دیکھتا بولا رودابہ نے اپنی گال رگڑی یوں کہ وہ اس سرخی کو مٹا رہی ہو۔۔ باسل نے ہاتھ بڑھا کر اسکا ہاتھ چہرے سے پیچھے کیا۔۔اب وہ اسکی گالوں کو سہلا رہا تھا۔۔نرمی سے محبت سے۔۔

"میرے نظارے خراب نہ کریں۔۔مجھے دیکھنے دیں کہ میری بیوی میری موجودگی میں کس طرح مزید خوبصورت ہو جاتی ہے۔۔"اسکی آواز میں خمار اتر آیا۔۔رودابہ جمشید کے ہاتھ کانپنے لگے۔۔وہ شدید نروس تھی باسل نے بمشکل نگاہیں جھکائیں۔۔پھر اٹھ کھڑا ہوا۔۔

"چلیں دیر ہو رہی ہے۔۔"وہ اسکے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا روادبہ اسکا ہاتھ تھام کر اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

اگلے آدھے گھنٹے بعد وہ لوگ صوفی کے گھر تھے،روادبہ نے نقاب کر رکھا تھا، باسل جہانگیر نے تمام سفر اسکا ہاتھ تھامے رکھا۔صوفی کے گھر اسکے لاونج میں بھیٹے ہوئے بھی وہ روادبہ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے صوفی نے یہ بات بہت غور سے نوٹ کی ڈنر کے بعد باسل کچن سے پانی لینے آیا تو وہ پلٹی۔۔اب وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔۔

"تم نے اس سے کیوں ہاتھ ملایا۔۔؟؟وہ بھی تو لڑکی ہے۔۔!!"صوفی کی بات پر وہ پلٹا ایک منٹ کے لیے اسنے خاموشی اختیار کی اگلے لمحے وہ سر اٹھاتا صوفی کو دیکھتا بول رہا تھا۔۔

"وہ بیوی ہے میری۔۔"لہجے میں مان تھا محبت تھی۔۔

صوفی کچھ پل کے لیے دنگ سی رہ گئی۔۔باسل کچن سے باہر نکل گیا۔۔پیچھے کھڑی صوفی کی آنکھوں میں آنسوں بھر گئے۔۔اسنے سر جھکا کر خود کو رونے سے روکا۔۔کچھ منٹ بعد وہ چہرا رگڑتی نل کے سامنے کھڑی منہ پر پانی چھینک رہی تھی۔۔دل میں پھانس سی چبھ گئی تھی مگر اسے کسی کو یہ علم نہیں ہونے دینا تھا سو وہ نم آنکھوں سے مسکرا کر باہر لاونج میں آگئی۔۔

رات کافی دیر سے وہ دونوں صوفی کے گھر سے نکلے، راکی اور صوفی کی کمپنی اچھی تھی وہ دونوں ہی ہنس مکھ تھے، رودابہ کو دونوں ہی اچھے لگے۔۔ صوفی سے تو وہ واپسی پر نمبر بھی ایکسچینج کر چکی تھی۔۔

گھر آکر رودابہ جلدی ہی سو گئی جبکہ باسل کو گھر سے کال آگئی تو وہ وہاں مصروف تھا، براق اور گلِ لالہ کی شادی کی تاریخ پکی کر دی گئی تھی۔۔ براق نے اسے سیٹ کروا کر جلد سے جلد پاکستان آنے کو کہا تھا۔۔ جس پر وہ انکار نہیں کر سکا تھا لیکن وہ رودابہ کو اکیلے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا اسے فکر ہو رہی تھی۔۔

"بھائی کی شادی ہے میں پاکستان جا رہا ہوں۔۔" اگلی صبح اسنے رودابہ کو ناشتے کے دوران بتایا تھا۔۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہی پھر سر ہلا گئی۔۔

"ٹھیک ہے کب تک چلے جائیں گے۔۔؟؟" وہ تحمل سے پوچھ رہی تھی۔۔ باسل کو لگا تھا وہ کہے گی تھوڑے دن بعد چلے جانا یا میں بھی ساتھ چلوں۔۔؟؟ لیکن اسنے ایسا کچھ نہیں کہا۔۔

"کل شام۔۔" وہ بس یہی کہہ سکا۔۔ دوبارہ اسکی رودابہ سے سارا دن بات نہیں ہوئی کیونکہ وہ اپنی دوست منیزہ سے ملنے چلی گئی تھی۔۔

شام کو وہ جاب سے واپس آئی تو بھی اسنے کچھ نہیں کہا۔۔ کھانا ریڈی تھا دونوں نے خاموشی سے کھانا کھایا عموما ایسا نہیں ہوتا تھا باسل کوئی نہ کوئی بات کرتا یا پوچھتا اور وہ جواب دیتی تھی لیکن اس شام ان دونوں کی ذرا سی بات بھی نہیں ہوئی۔۔

وہ برتن دھو کر اسکے کمرے میں چلی آئی جہاں وہ پیکنگ کر رہا تھا۔۔ "پیکنگ کر رہے ہیں۔۔؟؟ آپ نے گھر والوں کے لیے تحفے لیے۔۔؟؟" وہ اس سے پوچھ

رہی تھی باسل بس سر اثبات میں ہلا گیا۔۔رودابہ مزید کچھ دیر وہیں خاموشی سے بھیٹی رہی اسنے آگے ہو کر باسل کی مدد کروانی چاہی لیکن وہ روک گیا۔۔

آج وہ پتا نہیں کیوں خاموش تھا۔۔رودابہ اسکی باتیں سننے کی عادی تھی اسے وہ بولتا ہوا اچھا لگتا تھا لیکن آج وہ بول نہیں رہا تھا۔۔رودابہ وہیں صوفے پر بھیٹی اسے پیکنگ کرتا دیکھتی رہی کتنی ہی دی بعد وہ پلٹا تو وہ وہیں صوفے کے ساتھ ٹیک لگائے سو چکی تھی۔۔باسل نے اسے سیدھا کرتے وہیں لٹایا اس پر بلینکٹ ڈالتا وہ بیڈ پر جا بھیٹا۔۔

رات کا نا جانے کون سا پہر تھا لیمپ کی پیلی اور ہلکی روشنی پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی، باہر موسم شدید سرد تھا لیکن اندر کمرے میں ہیٹر کی وجہ سے سردی نہیں تھی۔۔

رودابہ جمشید اب بھی سو رہی تھی لیکن بیڈ پر بھیٹا باسل جہانگیر سویا نہیں تھا۔۔ وہ اسکے چہرے پر نظریں جمائے بھیٹا ہوا تھا۔۔ اور وہ کب سے اس پوزیشن میں بھیٹا اسے دیکھ رہا تھا بھلا۔۔۔؟؟ تب سے جب سے وہ سو رہی تھی۔۔

اسکی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں لیکن وہ اپنی پسندیدہ عورت کو آج دیکھتے رہنا چاہتا کیونکہ وہ جانتا پھر وہ اسے پندرہ دن نہیں دیکھ سکے گا۔۔

اسی طرح پوری رات گزر گئی وہ فجر پڑھ کر سویا تھا رودابہ اپنے الارم پر اٹھی اور خود کو وہیں صوفے پر موجود پا کر وہ مسکرا دی کیونکہ سامنے بیڈ پر وہ پیر دوسری طرف کئے سو رہا تھا۔۔ باسل جہانگیر کے پاؤں رودابہ جمشید کی طرف نہیں تھے حالانکہ کہ دوسری طرف بیڈ کی ٹیک تھی جس طرف سر کی جگہ تھی وہ وہاں پیر رکھے ہوئے تھا۔۔۔

وہ اٹھی اور اسکے واش روم میں ہی جا کر وضو کر آئی پھر اسنے وہیں کمرے میں نماز پڑھی اب وہ موبائل پر ازکار پڑھتی اس پر پھونکتی اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔۔

فجر کے بعد وہ سوئی نہیں تھی اسنے قرآن پڑھا پھر گھر کے کچھ کام وغیرہ کرنے لگی، ان کاموں سے فارغ ہوئی تو باسل اٹھ چکا تھا۔۔اسنے بغیر باسل کو کہے خود ناشتہ بنایا حالانکہ جب سے وہ یہاں آئی تھی وہی ناشتہ بنایا کرتا تھا۔۔

اسکا پسندیدہ ناشتہ ٹیبل پر سجانے کے بعد اب وہ اسے آواز دے رہی تھی۔۔کچھ دیر بعد وہ باہر آیا پھر دونوں نے ساتھ کھانا کھایا۔۔اب بھی کھانے کے دوران دونوں کی بات نہیں ہوئی تھی۔۔رودابہ اسکے کچھ بولنے کا انتظار کرتی رہی لیکن وہ پتا نہیں کیوں آج بھی چپ تھا۔۔

ناشتہ ختم ہوا تو وہ برتن اٹھانے لگی لیکن باسل نے اسکا ہاتھ پکڑتے اسے واپس چیئر پر بھیٹایا۔۔رودابہ نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔۔

"میں پندرہ دن کے لیے جارہا ہوں،اپنا خیال رکھئے گا۔۔ گروسری کا سارا سامان میں لے آیا تھا کہ آپکو بعد میں تکلیف نہ ہو کوئی بھی کام ہو مجھے کال کر کے بتایئے گا آپ اپنی لوکیشن ہمیشہ آن رکھیں گی اور میں نے آپ کے اکاونٹ میں کچھ پیسے ٹرانسفر کردئے ہیں جب بھی ضرورت ہو یا اگر نہیں بھی ہو تو وہ پیسے استعمال کیجئے گا۔۔" وہ اسکا ہاتھ اب بھی تھامے ہوئے تھا پھر اسنے ہاتھ چھوڑ دیا اور برتن اٹھا کر کچن میں چلا گیا۔۔رودابہ نے ضبط سے لب بھینچ لیے۔۔

اسے اسکے جانے کی بات سن کر تکلیف ہو رہی تھی وہ اسکے بغیر اکیلی ہو جائے گی یہ احساس اسے برا الگ رہا تھا،کاش وہ اس بھی ساتھ لے جائے۔۔اسنے بے اختیار سوچا مگر پھر وہ سر نفی میں ہلا گئی۔۔وہ اسے کیوں لے کر جاتا۔۔؟؟ کس حیثیت

سے لے کر جاتا۔۔؟؟انکی تو کورٹ میرج تھی۔۔ کسی کو علم بھی نہیں تھا۔۔اسکی آنکھوں میں آنسوں چمکنے لگے۔۔وہ تیزی سے اٹھتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔۔

کمرے میں آکر اسنے منہ دھو کر زبردستی خود کو رونے سے روکا۔۔اب وہ یونہی کمرے میں ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔۔کچھ دیر بعد وہ پھر باہر آئی لیکن باسل گھر نہیں تھا۔۔اسے لگا وہ چلا گیا ہے۔۔ تیزی سے وہ اسکے کمرے میں گئی تھی لیکن وہاں موجود اسکے اٹیچی دیکھ کر اسے سکون ہوا وہ پھر کمرے سے باہر آتی اب کچن میں چلی گئی۔۔

رودابہ جمشید کو ہاتھ پاؤں پڑ رہے تھے صرف اس خیال سے کہ وہ چلا جائے گا۔۔وہ بے چین ہو رہی تھی۔۔دل گھٹ رہا تھا اسکا لیکن اسنے باسل سے بات نہیں کی وہ اسے نہیں بتا سکی کہ اسکے چلے جانے پر وہ اداس ہے اسے رونا آرہا ہے۔۔

یہ محبت تھی یا عادت وہ سمجھ نہیں سکی۔۔ مگر جو بھی تھا خطرناک تھا اسے سمجھ ہی نہیں آرہا تھا ایکٹ کیسے کرنا ہے۔۔ سب بے اختیار ہو رہا تھا اور ایک بات بتاؤں میں۔۔۔؟؟ "محبت بے اختیار ہوتی ہے۔ "محبت میں سمجھ ہی نہیں آتی کہ ایکٹ کیسے کرنا ہے محبت میں دکھاوے نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی جو ہوتا ہے وہی محسوس ہوتا ہے۔۔

اور پھر اس شام وہ جب واپس آیا تو رودابہ اب بھی لاونج میں بھیٹی ہوئی تھی، وہ تیار ہو کر واپس آیا اب وہ اسکی سامنے کھڑا تھا۔۔ رودابہ نے سر نہیں اٹھایا وہ بے وجہ سکرین اسکرول کر رہی تھی۔۔

"میں جا رہا ہوں رودابہ۔۔ ملیں گی نہیں۔۔؟؟" باسل جہانگیر کی آواز پر بھی اسنے سر نہیں اٹھایا۔۔ باسل دو لمحوں تک اسے دیکھتا رہا پھر وہ جھکا۔۔۔ اب وہ اسکے ماتھے پر لب رکھ رہا تھا۔۔ رودابہ نے سانس روک لیا لیکن آنسوں نہیں روک سکی۔۔

"میں جلدی آجاؤں گا پریشان نہیں ہونا۔۔"وہ اسکے آنسوں نہیں دیکھ سکا تھا۔۔کیونکہ وہ ایک بار پھر سر جھکا گئی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے آپ میری آنکھوں میں کیوں نہیں دیکھ رہی۔۔میری طرف دیکھیں۔۔"باسل نے اسکا چہرا تھوڑی سے پکڑ کر اوپر کو اٹھایا۔۔اور اگلے لمحے وہ منجمند رہ گیا۔۔اسکی بیوی رو رہی تھی ہاں وہ اسکے جانے پر رو رہی تھی۔۔

"کیوں رو رہی ہیں۔۔؟؟"وہ آہستہ سے پوچھ رہا تھا۔۔بے یقینی سے۔۔محبت سے۔۔اسکے سامنے بھیٹی لڑکی نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔باسل جہانگیر ان سرخ آنکھوں کو دیکھتے ضبط سے لب بھینچے۔۔

"نہیں روئیں۔۔ ورنہ میں جا نہیں سکوں گا۔۔" اسنے جیسے منت کی رودابہ سر اثبات میں ہلا گئی۔۔ آنسوں مزید تیزی سے بہنے لگے۔۔ باسل اپنے انگوٹھے سے اسکے آنسوں پونچھ رہا تھا۔۔

"آپ چاہتی ہیں میں نہ جاؤں۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔۔ رودابہ سر نفی میں ہلا گئی۔۔۔ وہ نہیں چاہتی تھی اسکی وجہ سے وہ اپنا فیملی ایونٹ اٹینڈ نہ کرے۔۔ باسل مسکرایا۔۔

"جانے بھی نہیں دے رہیں جانے کا کہہ بھی نہیں رہیں رو بھی رہی ہیں۔۔ بیوی آپ باسل جہانگیر کو بے بس کر رہی ہیں۔۔" لہجے میں بے بسی سمٹ آئی۔۔ وہ جانتا تھا اگر وہ کہے گی کہ مت جاؤ تو وہ نہیں جا پائے گا۔۔

"جائیں آپ کا فیملی ایونٹ ہے میں اسے سپوئل نہیں کرنا چاہتی۔۔" وہ آہستہ آواز میں کہہ رہی تھی باسل ایک کو آنکھیں مینچتا کھول گیا۔۔

"میں صدقے جاؤں آپ کی اس محبت کے میڈم۔۔میرے جانے پر رو رہی ہیں اور کہ رہی ہیں چلا جائوں۔۔"وہ مسکرایا تھا۔۔

"روئیں نہیں۔۔آپ کہیں گی نہ جاؤں تو نہیں جاؤں گا۔۔"اسنے منت کی اس سے سامنے بھیٹی لڑکی کے آنسوں بلکل بھی برداشت نہیں ہو رہے تھے۔۔

"نہیں آپ جائیں بس جلدی آجایئے گا۔۔پندرہ دن بعد نہیں۔۔"وہ تیزی سے بولی تو وہ بے اختیار ہنس دیا۔۔

"پندرہ دن کیا میں پانچ دن آپ کے بغیر رہ لوں تو یہ میری اپنی محبت کے ساتھ بے وفائی ہو گی مسسز۔۔"وہ اسکے ہاتھوں کو آہستہ سے دبائے کہ رہا تھا رودابہ سا چہرا سرخ پڑ گیا۔۔

"آپ اس طرح بلش کر رہی ہیں۔۔ باسل جہانگیر جان سے جائے گا بیوی۔۔" اسنے مخمور لہجے میں کہا رودابہ نے ہمیشہ کی طرح گال رگڑا اور وہ اسکا ہاتھ پیچھے کرتا اب اسکی گال سہلا رہا تھا۔۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔

"بہت جلدی آجاؤں گا بس آپ رونا نہیں۔۔ مجھے مس کریں گی تو ویڈیو کال کر لیجئے گا۔۔ اب میں چلتا ہوں۔۔" رودابہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔ اب وہ اٹیچی پکڑے دروازے تک آچکا تھا اٹیچی چھوڑ کر وہ رُکا پھر مڑا۔۔ رودابہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

باسل جہانگیر اسکے قریب آیا اور اسے سینے سے لگا گیا۔۔ دو پل تک آنکھیں موندھے وہ اس سکون کو محسوس کرتا رہا۔۔ اسکی پسندیدہ عورت اسکے سینے سے لگی کھڑی تھی۔۔ باسل جہانگیر نے ایک بار پھر تشکر کا گہرا سانس بھرا پھر اس سے الگ ہوا۔۔ اور باہر نکل گیا۔۔ رودابہ جمیشید اسے جاتا ہوا دیکھتی

رہی۔۔آنکھوں میں آنسوں چمکے مگر پھر وہ صاف کر گئی۔۔رونا نہیں تھا وہ کہ کر گیا تھا۔۔

***

# *بابِ سکوت*

## *از قلم مریم راجپوت*

## Episode No. 20

آج مہندی کا فنکش تھا، ہر طرف گہما گہمی تھی۔۔مہندی کا فنکشن گھر کے لان میں ہی تھا۔۔گل لالہ سٹیج پر آچکی تھی۔۔پیلے خوبصورت رنگ کے گرارے میں وہ بالوں کی چٹیا بنائے لائٹ سے میک اب میں پیاری لگ رہی تھی۔۔

ناصر جہانگیر لڑکے والوں کے ساتھ تھے ان سب نے ابھی اینٹری کرنی تھی فلحال لان میں صرف لڑکیاں ہی تھیں، گل لالہ نرمین، اینارہ اور نایاب کے درمیان سٹیج پر بھیٹی مہندی لگوا رہی تھی۔۔ ندا جہانگیر مہمانوں کو ویلکم کر رہی تھیں۔۔

لڑکے والوں کے آنے کا وقت ہو چکا تھا۔۔ مین گیٹ بند کر دیا گیا۔۔ لائٹس آف ہو گئیں صرف ایل ای ڈی لائٹس کی روشنی ہر طرق بکھری ہوئی تھی۔۔ اچانک سے دروازے سے اس پار سے رنگین دھواں اٹھا۔۔ اگلے ہی پل دروازہ کھل گیا۔۔ تمام لڑکے لڈی ڈالتے ہوئے براق کو ساتھ لیے آرہے تھے۔۔ بینڈ باجوں کی آواز بلند ہو گئی۔۔ ارقم، نبراس، باسل، شمروز اور اصر جہانگیر باقی براق کے کچھ دوست وہ سب ہی لڈی اور بھنگڑے ڈال رہے تھے۔۔

ماحول پل میں پرجوش ہو گیا ہر طرف سی سیٹیوں کی آوازیں آنے لگیں۔۔ لڑکیاں ٹپے گا رہی تھیں۔۔ سٹیج پر بھیٹی گل لالہ بری طرح نروس تھی لیکن وہ گھونگھٹ اٹھائے اپنے دلہے کو دیکھ رہی تھی۔۔ لڑکوں کے بیچ کھڑے براق جہانگیر نے دور سے اسے دیکھا دونوں کی نظریں ملی تھیں۔۔

براق نے اسکے چہرے کو دیکھتے بے اختیار سینے پر ہاتھ دھرا تو گل لالہ دور سے ہی کلکھلا کر ہنس دی۔۔ اسکا دلہا بے انتہا حسین لگا رہا تھا۔۔ دلہے نے اپنی سرخ بالوں والی دلہن کی ہنسی کو دیکھتے مسکرا کر آنکھیں جھکا دی تھیں۔۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکی ہی نظر اپنی بیوی کو لگ جائے۔۔۔ پاگل تھا وہ بھلا محبت کرنے والوں کی نظر بھی کبھی لگتی ہے۔۔؟؟

لڑکے اب سٹیج پر آ چکے تھے ایک طرف لڑکیاں گل لالہ کے ساتھ تھیں دوسری طرف لڑکے براق کے ساتھ تھے خوب رسمیں ہوئیں قہقے خوشیاں سب خوبصورت تھا آج زندگی خوبصورت تھی اتنی کہ لگتا تھا کہیں یہ کوئی خواب تو

نہیں وہ سب ہی خوش تھے بہت خوش کیونکہ یہ طویل ہجر کے بعد کی طویل خوشیاں تھیں۔۔

شادی میں سب موجود تھے سوائے دو لوگوں کے ایک تھا امن حیدر اور دوسری تھی رودابہ جمشید۔۔رودابہ تو خیر آ نہیں سکی تھی لیکن دوسرا شخص وہ آج کی رات اپنی محبت کا ماتم منا رہا تھا۔۔

یہ شاید اسکی زندگی کی سب سے اذیت ناک رات تھی۔۔ سرخ بالوں والی لڑکی اسکا نصیب نہیں تھی وہ کسی اور کی محبت تھی کسی اور کی بیوی تھی یہ بات اسے اذیت دے رہی تھی بے انتہا اذیت۔۔وہ پل پل مر رہا تھا۔۔ لیکن کسی کو اندازہ نہ تھا اسنے سب سے یہی کہا تھا کہ اسے شہر سے باہر کوئی کام ہے لیکن حقیقت میں تو وہ اکیلا ایک سنسان سی جگہ چلا آیا تھا کہ اسکے اندر کی ویرانی کسی کو محسوس نہ ہو سکے۔۔

دوسری طرف باسل ساری رسمیں کر کے اب ایک کونے میں کھڑا رودابہ کو کال کر رہا تھا۔۔وہ جس دن سے آیا تھا اس سے بات ضرور کرتا تھا اور آج تو سپیشل ویڈیو کال کر رہا تھا۔۔

کچھ بیلز کے بعد کال اٹھالی گئی۔۔رودابہ نے اسے یوں تیار دیکھ کر بے اختیار ماشاءاللہ پڑھا تھا۔۔وہ واقعے خوبصورت لگ رہا تھا۔ باسل اسکے ماشاءاللہ بولنے پر مسکرایا تھا۔۔

"کیسا لگ رہا ہوں بیوی۔۔؟؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔۔رودابہ مسکرائی۔۔

"ماشاءاللہ لگ رہے ہیں۔۔" بے اختیار اسنے کہا۔۔

"آپ کا نہیں لگا رہا۔۔؟؟" اسنے آنکھیں چھوٹی کیے رودابہ کو دیکھا۔۔

"نہیں۔۔" وہ سر نفی میں ہلا گئی۔۔ باسل نے اسے حیرت سے دیکھا۔۔

"بیوی یہاں بہت سی لڑکیوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں حسین لگ رہا ہوں۔۔" اسنے غرور سے کہا۔۔ رودابہ کے ماتھے پر بل پڑے۔۔

"آگ لگے ایسے حسن پر جس پر غیر عورت مرتی ہیں۔۔" اسنے جلتے کڑھتے ہوئے کہا تھا تو باسل کا قہقہ گھونجا۔۔

"انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ مجھ پر مر رہی ہیں۔۔" اسنے ایک بار پھر آگ لگائی تو رودابہ نے آنکھیں ناپسندگی سے گھمائیں۔۔

"پھر انہیں مر ہی جانا چاہیے۔۔" اسکے لہجے سے جلن واضع ہو رہی تھی۔۔ باسل کو وہ اس طرح اچھی لگ رہی تھی۔۔ غصہ ناک پر سجائے۔۔

"ایک بات کہوں۔۔؟؟" اسنے اپنی جلتی کڑھتی بیوی کو دیکھتے کہا۔۔

"فرمائیں۔۔!!" وہ سنجیدگی بولی۔۔

"مجھے آپ کی یہ Obsession اچھی لگ رہی ہے۔۔" اسکے لہجے میں کچھ تھا رودابہ نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

"یہ Obsession نہیں ہے یہ بس وہ حق ہے جو صرف میرا ہے۔۔" وہ کہ رہی تھی باسل نے سر خم تسلیم کیا۔۔

"مجھ پر آپ کے جتنے حق ہیں اتنے میرے خود پر نہیں ہیں کیونکہ آپ میری پسندیدہ عورت ہیں رودابہ۔۔" اسکی آنکھیں چمک اٹھیں۔۔رودابہ مسکرائی۔۔

"کچھ کہیں گی نہیں۔۔؟؟" اسنے روداب کو دیکھتے سوال کیا۔۔وہ سر نفی میں ہلا گئی۔۔

"میری باتیں سنتی رہتی ہیں آپ تو بولتی ہی نہیں ہیں۔۔" اسنے شکایت کی تھی۔۔

"مجھے آپ کو سُننا اچھا لگتا ہے۔۔" مدھم سا اقرار کیا گیا۔۔ باسل اسے دیکھتا رہ گیا۔۔

"ہمیشہ میں ہی بولوں گا تو میں آپ کو کیسے سُن سکوں گا۔۔ بولا کریں چاہے کچھ بھی بولیں لیکن مجھے آپ کو سُننے دیں۔۔" روداب سر اثبات میں ہلا گئی۔۔

"آپ آئیں گے تو بولوں گی۔۔" وہ کہتی مسکراہٹ ضبط کر گئی۔۔

"دس از ناٹ فیئر بیوی۔۔ کیا چاہتی ہیں آپ کہ صبح کی پہلی فلائیٹ سے ہی آ جاؤں۔۔؟؟" وہ احتجاج کر رہا تھا رودابہ کا قہقہہ بے اختیار گھونجا۔۔

"میں تو چاہتی ہوں آپ صبح کے ابھی آ جائیں۔۔" اسنے شرارت سے کہا۔۔ باسل جہانگیر نے خود کو بے بسی ہوتا محسوس کیا۔۔

"واللہ آپ کا ہر روپ دل پر لگتا ہے بیوی۔۔ جان لیں گی باسل جہانگیر کی۔۔" وہ دل پر ہاتھ رکھے بولا۔۔ رودابہ مسکرا دی۔۔

ابھی وہ مزید بات کرتا جب ناصر جہانگیر اسکے پاس چلے آئے۔۔ اسنے بے اختیار فون کو پیچھے کر لیا تاکہ وہ نہ دیکھ سکیں کہ وہ کس سے بات کر رہا ہے۔۔

"اس طرح اکیلے کونے میں کھڑے کیا کر رہے ہو باسل۔۔؟؟" وہ اسکے چہرے پر نظر ڈالتے بولے۔۔

"کچھ نہیں چاچو۔۔بس یونہی پودوں کو دیکھ رہا ہوں۔۔" اسنے ارد گرد نظریں گھماتے پاس لگے پودوں کی جانب اشارہ کیا تو ناصر جہانگیر نے سر اثبات میں ہلایا۔۔

"نہ کرو بیٹا عمر میں تم سے دُگنا ہوں کمر کے پیچھے فون چھپا سکتے ہو چہرے کے رنگ نہیں۔۔!!" انہوں نے اسے تنبیہی نگاہوں سے دیکھا تو باسل نے بے اختیار آنکھیں بھینچیں۔۔

"وہ چاچو میں تو بس۔۔" وہ بات مکمل کرتا کہ ناصر جہانگیر بولے۔۔

"زن مریدی کے ریکارڈ توڑ رہے تھے تم اس بھری محفل میں یہاں چھپ کر یہی نا۔۔" انکے لہجے میں تنز اور شرارت دونوں تھے۔۔ باسل بے اختیار قہقہ لگا گیا تو ناصر جہانگیر نے اسکی کمر میں دھموکہ جڑا۔۔

"چاچو اب بیوی والا ہوں تھوڑا تو لحاظ کریں۔۔" اسنے شکایت کی ناصر جہانگیر نے سر اثبات میں ہلایا۔۔

"ابھی ہی قابو آئے ہو پہلے تم بھی اپنی مرضی کے مالک تھے بچے۔۔" انہوں نے سامنے ہوتے ہلے گھلے کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"چاچو آپ بھی کر لیں شادی کتنا انتظار کریں گے۔۔؟؟" اسنے انکے چہرے پر ایک نظر ڈالی۔۔وہ آج بھی وجیہہ دکھتے تھے۔۔

"انتظار نہیں ہے تھکن ہے سکوت ہے جو دل پر چھا چکا ہے اور کچھ سکوت کبھی نہیں ختم ہو سکتے موت کے بعد بھی نہیں۔۔کچھ چیزیں جتنی مرضی تبدیل کر لو وہ ویسی ہی رہتی ہیں۔۔" انکے لہجے میں عجب تاثر تھا باسل نے خاموشی سے انکے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔۔بغیر کچھ بولے بغیر کسی تاثر کے۔۔

***

اگلے دن رخصی کا فنکش تھا جو کہ رات میں رکھا گیا تھا وہ لوگ دن کو دیر سے جاگے پھر اپنی اپنی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔۔

گل لالہ لڑکیوں کے ساتھ پارلر چلی گئ، لڑکے سیلون ناصر جہانگیر اور ندا جہانگیر گھر رکے وہ ساری تیاریاں دیکھ رہے تھے۔۔دن تیزی سے گزر گیا بارات کا وقت ہوا دلہن تیار تھی۔۔گل لالہ کے کہنے پر نکاح دوبارہ سے رکھا گیا وہ دلہن بنی براق جہانگیر کو " قبول ہے " کہنا چاہتی تھی اور اسکی خواہش کا اخترام کیا گیا۔۔

نکاح ہو چکا تھا سرخ بالوں والی لڑکی کو اسکا اجر مل گیا تھا اسے براق جہانگیر مل گیا تھا۔۔محبت انجام کو پہنچی تھی وصل مقدر ٹہرا ہجر وقتی تھا خوشیاں مقدر تھیں۔۔باب سکوت کے باسی اپنا صبر پا رہے تھے۔۔

رخصتی ہو گئی، وہ ایک کمرے سے دوسری کمرے میں آ گئی براق جہانگیر کی بیوی کی حیثیت سے اس رات اسنے براق جہانگیر کی امامت میں تہجد ادا کی تھی اس رات گل لالہ نے اظہار کیا تھا محبت کا اظہار ہر وہ اذیت مرہم پا گئی جو سفر میں پیش آئی۔۔ سفر چاہے جتنا طویل اور کٹھن ہو منزل کی آسانیاں مرہم رکھ دیتی ہیں۔۔

شمروز اور اینارہ کی منگنی کر دی گئی نکاح کی تاریخ کچھ دن بعد رکھی گئی، تب تک کے لیے شمروز صاحب اینارہ کی طرف سے بلاک ہو چکے تھے۔۔ اسکی شرط تھی نکاح میں جس لمحے وہ تیسری بار قبول ہے کہے گا وہ اسے اسی لمحے انبلاک کر دے گی۔۔ تھی نا میجر کی ہونے والی بیوی یقیناوہ اسے دن میں تارے دکھانے والی تھی۔۔

امن نے آرمی سلیکشن ٹیسٹ دیا تھا اور وہ پاس ہو گیا۔۔وہ اس طرف مصروف تھا، خاقان آفریدی برازیل جارہا تھا نزمین بھی اسکے ساتھ جانے والی تھی اسنے وہاں یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا تھا۔۔نایاب رہ گئی تھی وہ گھر اکیلی تھی اسکے پاس رہنے کے لیے اسکی پھوپھو آگئیں۔۔

ہمیشہ کہانی کے آخر میں کوئی نہ کوئی کردار ایسا رہ جاتا ہے جو تنہا ہی رہتا ہے جو سب سے زیادہ اکیلا ہوتا ہے اس بار نایاب آفریدی ہی سہی دنیا میں بہت بھیڑ ہے لیکن اپنے دل کی دنیا اکثر ویران رہ جاتی ہے جسے کوئی شور کوئی محفل کبھی بھر نہیں سکتی کچھ زخم کچھ سبق کبھی نہیں بھولتے کچھ کہانیاں ختم ہو کر بھی باقی رہتی ہیں کیونکہ انکے انجان کبھی نہیں بھولتے۔۔ !!

***

پندرہ دن گزر گئے ان دنوں اسنے باسل کو بہت مس کیا تھا وہ منیزہ کے گھر جاکر فلورا کو لے آئی تھی اور آج وہ گھر آرہا تھا، رودابہ نے ساری صفائیاں کیں اسکی فیوریٹ ڈشز بنائیں اور خوبصورت سا میک اپ کرتے اب وہ پچھلے پندرہ منٹ سے انتظار کر رہی تھی۔۔

باسل کو ائیر پورٹ سے راکی لینے گیا ہوا تھا، صوفی کچن میں کھڑی کوئی انڈین ڈش ٹرائے کر رہی تھی۔۔ رودابہ نے ایک بار پھر چہرا موڑ کر گھڑی پر وقت دیکھا۔۔ پھر دروازیں پر نظریں جما دیں۔۔

وہ آج قدرے مختلف خلیے میں تھی، شارٹ مہرون فراک کے نیچے سفید پلازو اور اوپر حجاب کیا ہوا تھا۔۔ پیروں میں مہرون کھسے پہنے وہ تیار سی بھیٹی تھی۔۔

مزید پانچ منٹ گزرے اور گھر کی بیل بجی اسنے تیزی سے اٹھتے قدم دروازے کی جانب بڑھائے، اور دروازہ کھول دیا۔۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔ سامنے

کھڑے باسل جہانگیر نے مسکرا کر اسے سلام کیا پھر اندر آتے اب وہ اسے گلے لگا رہا تھا۔۔روادبہ نروس تھی اور خوش بھی۔۔

"مجھے مس کیا۔۔؟" وہ اسے سینے سے لگائے ہوئے ہی دیکھتا کہ رہا تھا رودابہ نے چہرا اسکی جانب اٹھایا اور سر نفی میں ہلا دیا۔۔

"پھر میں چلا جاؤں واپس۔۔؟؟" وہ اسکے انکار کرنے پر شرارت سے بولا تو وہ تیزی سے سر نفی میں ہلا گئی۔۔

"اب آ گئے ہیں تو واپس نہیں جا سکتے۔۔!!" اسنے دھمکی دی تو باسل بے اختیار ہنس دیا۔۔

"مانتی بھی نہیں ہیں کہ مس کیا اور جانے بھی نہیں دے رہیں۔۔ یہ کیسی محبت ہے ٹیولپ۔۔؟؟" اسکے سوال پر وہ سر جھکاتی الگ ہو گئی۔۔ پھر اسکا ہاتھ پکڑے اندر کی جانب بڑھ گئی۔۔

پانی پی کر اب وہ بھیٹیا شادی کے بارے میں بتا رہا تھا۔۔ صوفی کافی مہو ہو کر سن رہی تھی۔۔

"اگلی جس کی بھی شادی ہوئی میں بھی آؤں گی پاکستان۔۔ مجھے پاکستانی ویڈنگز دیکھنے کا بہت شوق ہے۔۔" وہ چہچہاتی ہوئی بول رہی تھی۔۔ باسل نے ایک لمحے کو رک کر سر اثبات میں ہلایا۔۔ پھر رودابہ کو دیکھتا مسکرایا۔۔

"اگلی شادی ہماری ہے تو تم ضرور آنا۔۔" وہ اب بھی رودابہ کو دیکھتا کہ رہا تھا، اسکی بات سنتے صوفی کا چہرا دھواں دھواں ہو گیا وہ بمشکل اپنے تاثرات چھپاتی چہرا موڑ گئی۔۔

باتوں کے دوران ہی ڈنر کیا گیا، صوفی سارے برتن واش کروا کر گئی تھی، سارے کام وغیرہ سمیٹ کر اب وہ فارغ تھی اور کچن میں کھڑی کافی بنا رہی تھی جب اسے باسل کی آواز آئی وہ اسے لاونج میں بھلا رہا تھا۔۔اسنے کافی کپ میں ڈالتے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔۔

"یہ دیکھیں میں آپ کے لیے کچھ گفٹس لایا ہوں۔۔" وہ اٹیچی کھولے بھیٹا اسکے لیے لائی ہوئی تمام تر چیزیں نکال کر ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔۔رودابہ نے حیرت سے اس سارے سامان کو دیکھا وہ بہت زیادہ چیزیں تھیں،
کپڑے، جوتے، جیولری، حجاب، بیوٹی پراڈکٹس، نقاب اور بھی نا جانے کیا کیا۔۔وہ سارا اٹیچی خالی کر چکا تھا جس میں رودابہ کا سامان تھا۔۔

"یہ کچھ تو نہیں ہیں۔۔" اسنے ہونک بنے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا تو وہ سر اثبات میں ہلا گیا۔۔

"لیکن آپ کے معاملے میں یہ میرے لیے کچھ ہی ہیں، باقی چیزیں کل شاپنگ کر جائیں گے تو لے دوں گا یا اگر آپ کہیں تو آن لائن منگوالیں۔۔" وہ چیزوں کو ترتیب سے رکھ رہا تھا پوری توجہ اور نرمی سے رودابہ نے حیرت سے اسکا یہ روپ دیکھا۔۔ یہ انسان اسے ہمیشہ حیران کر دیا کرپا تھا اپنے ایکٹ سے اپنے الفاظ سے۔۔ وہ معتبر ہونے لگتی تھی۔۔

"نہیں یہ کافی ہے مجھ اور کچھ نہیں چاہیے۔۔ آپ نے یونہی تکلف کیا۔" وہ اسکو کافی کا کپ پکڑاتی بولی۔۔

"بیوی ہیں آپ میری یہ میں اپنی خوشی سے لایا ہوں۔۔ حق ہے میرا تکلف نہیں ہے یہ۔!!" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا رودابہ سا دل الگ ہی لے پر دھڑکا۔۔

"یہ پینٹنگز آپ نے خریدی ہیں، سب خوبصورت ہیں۔۔خاص کر وہ فلاورز والی۔۔"اب وہ دیوار پر لگی مختلف نئی پینٹنگزر کو دیکھتا کہہ رہا تھا۔۔

"یہ میں نے بنائی ہیں۔۔"وہ کافی کا سپ لیتی بولی تو باسل نے اسے حیرت سے دیکھا۔۔

"کیا واقعے۔۔لیکن آپ نے مجھے کبھی بتایا نہیں کہ آپ پینٹنگز بناتی ہیں۔"اسنے جیسے گلا کیا ہو۔۔رودابہ کندھے اچکا گئی۔۔

"میں نے تو آپ کو اور بھی بہت کچھ نہیں بتایا۔۔"وہ اسکی بات پر وہ سنجیدگی سے بولی۔۔

"اگر بتانے والی بات ہے تو ضرور بتائیں لیکن اگر نہیں تو میں آپ کی خاموشی کا احترام کرتا ہوں۔۔" لہجے میں سخاوت واضع تھی رودابہ جمشید نے بغیر کچھ کہے کافی کا آخری سپ لیا پھر کپ ٹیبل پر رکھ دیا۔۔

"کرسمس کی چھٹیوں میں آپ میرے ساتھ پاکستان جائیں گی میں ہمارے نکاح کو مزید چھپا کر نہیں رکھنا چاہتا وہاں سب کی موجودگی میں ایک بار پھر نکاح ہوگا جیسے ہر جوڑے کا ہوتا ہے۔" وہ مزید کہہ رہا تھا رودابہ کے دل کو کچھ ہوا۔۔وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔۔

***

گل لالہ اور براق اس آج جیل دیکھنے آئے تھے کیونکہ گل کو جھیلیں بہت پسند تھیں۔۔وہ سرخ بالوں کو کھلا چھوڑے بلیک کلر کی لانگ فراق پر ڈوپٹہ لیے ہوئے تھی جبکہ براق بلیک شرٹ اور گرے پینٹ میں ملبوس تھا۔

دونوں کا کپل مکمل لگ رہا تھا، دونوں خوش تھے، گل لالہ نے کیمرا نکال کر جھیل کی کچھ تصویریں بنائیں پھر اس کی جانب پلٹی۔۔

"میری کچھ تصویریں بنادیں ہسبنڈ۔۔!!" وہ کال پر بات کرتے براق کو پکارتی بولی۔۔اگلے لمحے براق کال بند کرتا اسکی جانب بڑھا۔۔

اب وہ اسکی مختلف اینگلز سے تصویریں بنا رہا تھا، ہر تصویر میں وہ الگ اینگل سے دکھتی اور ہر تصویر وہ صبر سے بناتا۔۔ پھر اب وہ دونوں کیمرا ایک طرف سیٹ کیے اسکے سامنے کھڑے تھے، کپل فوٹو کلک ہو گئی تو وہ پلٹی اب وہ پھر کیمرا سیٹ کر رہی تھی۔۔

"آپ مجھے دیکھیں گے اور میں آسمان کو دیکھتی مسکراؤں گی اوکے

ہسبنڈ۔۔!!" وہ اسے انسٹرکشنز دیتی وہی پوز بنا رہی تھی۔۔ کلک کی آواز پر وہ

براق کی جانب دیکھنے لگی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"بن گئی ہے تصویر اب آپ کہیں اور دیکھ سکتے ہیں۔" کہتی وہ پلٹ کر پھر کیمرا

سیٹ کرنے آئی۔۔

"کہیں اور دیکھنے کے قابل ہی نہیں رہا جب سے تمہیں دیکھا ہے یہ آنکھیں

تمہاری پابند ہو گئی ہیں گل لالہ۔۔" کیمرا سیٹ کرتی گل لالہ نے اسے ایک نظر

دیکھا جو اسکی ہی جانب دیکھ رہا تھا۔۔

"گل لالہ آپ کا کہیں اور دیکھنا کبھی برداشت کر بھی نہیں پائے گی۔۔" کہتی وہ

پھر اسکی جانب آئی اب وہ نیا پوز بتا رہی تھی۔۔

براق بازو اوپر کئے اسکی شہادت کی انگلی پکڑے ہوئے تھا اور وہ گول گول گھومنے لگی۔۔ سرخ بالوں والی لڑکی کھلکھلاتی ہوئی گول گول گھوم رہی تھی۔۔ براق جہانگیر اسے دیکھتا جا رہا تھا۔۔ عجب محبت اور دیوانگی سے اور کیمرے نے یہ منظر بہت خوبصورتی سے قید کر لیا۔۔

***

شمروز اور اینارہ کا آج نکاح تھا، اینارہ نے موبائل گل لالہ کو پکڑا رکھتا تھا اور خود وہ شمروز کے ساتھ بھیٹی ہوئی تھی۔۔

نکاح حواں نے نکاح کے بول پڑھے اور شمروز جہانگیر نے جس لمحے تیسری دفع اسے "قبول ہے" کہا اسی لمحے گل لالہ نے اینارہ کے فون سے شمروز کو انبلاک کر دیا۔۔

اب نکاح خواں ایناره سے پوچھ رہے تھے۔۔اسنے تین بار قبول ہے کہااور نکاح ہو گیا۔۔دعا کے بعد سب اٹھتے ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے، شمروز نے آگے بڑھ کر اسکا گھونگھٹ اوپر کیا پھر اسکا ماتھا چوما۔۔وہ اب اسکے کان میں جھکا سرگوشی کر رہا تھا۔۔

"مبارک ہو بیگم۔۔"

"تمہیں بھی میجر۔۔"!!

"اب تو آپ کہ لو اب شوہر ہوں تمہارا۔۔"

"ٹھیک ہے جیسا آپ کہیں۔۔"

"ہائے میں صدقے جاؤں۔۔"وہ خوشی سے کافی بلند آواز میں بولا تھا۔۔سب نے اسے مڑ کر دیکھا تو وہ سنجیدہ چہرا بناتا بھیٹ گیا۔۔ایناره بھی بھیٹ گئی۔۔

شادی کی تاریخ نہیں رکھی گئی تھی کیونکہ شمروز کو اپنے کام کے حوالے سے بلوچستان کے کسی شہر جانا تھا،اسکے کام کی مناسبت سے شادی پینڈنگ پر رکھ دی

گئی ایک یا دو سال بعد۔۔اور اسے یا اینارہ کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔۔نکاح ضروری تھا جو ہو گیا اب وہ جہاں بھی رہتے مسئلہ نہیں تھا۔۔

وقت پر لگا کر اڑ گیا،اور کرسمس کی چھٹیاں ہو گئیں۔۔باسل اور روادبہ کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔۔وہ دونوں پرسوں کی فلائیٹ سے پاکستان جا رہے تھے۔۔

اس گزرے ہوئے عرصے میں جو ہوا اچھا ہوا۔۔وہ دونوں ایک دوسرے کو کافی حد تک سمجھنے لگے تھے،ضد انا یا غصہ کوئی بھی انکے تعلق پر اثر انداز نہیں ہوا تھا کیونکہ دونوں ہی سمجھدار تھے۔۔دونوں اپنے رشتے کو بچانا جانتے تھے کوینکہ دونوں کو محبت تھی۔۔انا محبت کو ختم نہیں کر سکتی بس قید کر سکتی ہے مگر کچھ ہی وقت بعد انا کا پنجرہ محبت توڑ کر فرار ہو جاتی ہے اور ایک بار پھر شدید ہو جاتی ہے۔۔

رودابہ جمشید کا مزاج بدل گیا تھا، وہ پہلے چپ چپ رہنے والی لڑکی اب باسل سے ہزاروں باتیں کیا کرتی تھی اور وہ اسے پوری توجہ سے سنا کرتا۔۔اسکی پسندیدہ عورت بولتی تھی اور وہ سر خم تسلیم کرتا تھا۔۔

رودابہ کی پینٹنگز سیل ہونے لگی تھیں، اور اسنے پاکستان جاکر گیلری بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا، باسل جہانگیر اپنے ای کامرس کے بزنس کو ہی بہتر سے بہتر بنا رہا تھا۔۔اب اسکا آفس لندن میں بھی تھا۔۔

کہتے ہیں عورت کا نصیب دولت ہوتی ہے اور مرد کا نصیب اولاد۔۔وہ جب سے اسکے گھر رہنے آئی تھی اسکے رزق کے دروازے کھل گئے تھے، کمی اسے پہلے بھی کبھی نہیں رہی تھی لیکن جو عورت اب آئی تھی اسکا نصیب باسل جہانگیر کو بے پناہ عطا کر چکا تھا اور یہی وجہ تھی وہ اپنی دولت کا کافی حصہ اپنی بیوی یعنی اپنی پسندیدہ عورت پر لٹاتا تھا۔۔

جہاز نے اپنی اڑان ابھری اور رودابہ نے مضبوطی سے اسکا بازو تھام لیا۔۔دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔وہ ڈر رہی تھی۔۔پہلی بار جب وہ آئی تو اتنی گم زدہ تھی کہ اسے ہوش ہی نہیں رہا کہ جہاز کب آسمان کی بلندیوں پر پہنچ چکا ہے تب دل بے حس ہو چکا تھا تکلیف محسوس ہوئی تھی ڈر نہیں لیکن آج دل بے حس نہیں تھا باسل جہانگیر اسکے دل میں اپنا احساس پیدا کر چکا تھا وہ اب پھر سے تمام ترجذبات سے آشکار ہوئی تھی۔۔یوں جیسے دل نیا لگوالیا ہو سینے میں لیکن یہ شاید مرہم کا ان لفظوں کا کمال تھا جو باسل جہانگیر نے اس سے کہے تھے کہتا آیا تھا۔۔

دل ہر احساس پھر سے محسوس کرنے لگا تھا،ڈر،خوشی،گھبراہٹ،شور،نرم دلی وہ پھر سے خوبصورت ہوگئی تھی ویسی جیسا وہ چاہتی تھی،فیلنگ لیس ہر طرح کے درد اور جذبات سے آری ہونا آپشن نہیں ہوتا یہ تو مسلط کر دیا جاتا ہے اور جب یہ ہٹتا ہے تو دل پھر سے دھڑکنے لگتا ہے ایک نئے احساس ایک نئے خیال پر اسکا ساز بکھرنے لگتا ہے۔

"ڈریں نہیں میں آپ کے ساتھ ہوں۔۔" باسل نے آہستہ سے اسے دیکھتے کہا تو وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔۔

تمام سفر وہ اس سے باتیں کرتا رہا بیچ میں وہ ایک بار سوئی بھی پھر دونوں نے ساتھ کھانا کھایا اب فلائیٹ لینڈ ہو چکی تھی۔۔ دونوں تقریبا ایک گھنٹے کے بعد ائیر پورٹ کے باہر تھے انہیں لینے سب گھر والے آئے ہوئے تھے۔۔

باسل کے گھر والے، رودابہ کے گھر والے، ایناره، ارقم، نبراس اور نرمین کے ساتھ نایاب بھی آئی تھی۔۔ وہ سب سے ملی پھر جمشید رضا کے ساتھ انکی گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔۔ باسل باقی لوگوں کے ساتھ اپنے گھر جانے والا تھا۔۔

شادی کی تاریخ دس دن بعد کی رکھی گئی تھی لیکن نکاح پانچ دن بعد تھا۔۔گھر آکر اسنے سب سے پہلے اپنی نیند پوری کی پھر وہ اٹھی اور اب وہ اپنی فیملی کے ساتھ بھیٹی باتیں کر رہی تھی۔۔

"تمہاری پھوپھو معافی مانگنے آئی تھیں روداب۔۔"امی نے بتایا۔۔

"تو آپ لوگوں نے کیا کہا۔۔"اسنے حیرت سے پوچھا۔۔

"وہ بڑی ہیں ہماری غلطی انکی اولاد کی تھی انکی نہیں ہم نے معاف کر دیا۔۔وہ تمہاری شادی پر بھی آئیں گی۔۔"امی کی بات اسے سہی لگی۔۔راسم جیسا بھی تھا پھوپھو ہمیشہ سے اس سے محبت کرتی تھیں انکے بیٹے نے اسے ہرٹ کیا تھا یہی بات انہیں سب سے زیادہ تکلیف دیتی تھی۔۔کچھ رشتوں کو معاف کر دینا چاہئے کچھ رشتے ناراض نہیں اچھے لگتے۔۔

رات کو وہ کمرے میں آئی تو خدیجہ نے اسکے لیے مووی سرپرائز پلین کر رکھا تھا، یہ انکا سیلیبریشن سیکریٹ تھا وہ جب کبھی انجوائے کرنا چاہتیں یونہی مووی کے ساتھ کچھ سنیکس کوئی مزے کی ڈش بناتیں اور باتیں کرتی کرتی دیکھتیں۔۔ آج اتنے عرصے بعد وہ دونوں یوں ساتھ تھی سیلیبریشن تو بنتا تھا رودابہ نے اسکے لیے لائی گئی چاکلیٹس اسے دیں تو وہ اور خوش ہو گئی۔۔

مووی ختم ہونے کے بعد وہ رات کے ایک بجے سونے کے لیے لیٹیں کمرے میں اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔۔ جب رودابہ کو خدیجہ کی آواز سنائی دی۔۔

"رودابہ ایک بات بتاؤ۔۔ "

"ہمم کہو۔۔" اسنے بند ہوتی آنکھوں سے کہا۔۔

"محبت حرام ہوتی ہے کیا۔۔؟؟" وہ کشمکش میں سوال کر رہی تھی۔۔

"نہیں۔۔ تم سے کس نے کہا محبت حرام ہوتی ہے۔۔؟؟" اسنے حیرت سے سوال کیا۔۔

"ہوتی ہے نا جو یہ ریلیشن شپس ہوتے ہیں حرام ہی تو ہوتے ہیں محبت ہی تو ہوتی ہے یہ حرام محبت۔۔۔" وہ عجیب سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔۔

"محبت کبھی حرام نہیں ہوتی، محبت کے نام پر بنائے گئے سو کالڈ ریلیشن شپس حرام ہوتے ہیں۔۔" وہ اندھیرے میں ڈوبتی جارہی تھی۔۔ کچھ دیر بعد وہ نیند کی وادیوں میں گم تھی خدیجہ نے بھی آنکھیں موندھ لیں۔۔ اسے اسکے سوال کا جواب مل گیا تھا۔۔ وہ اب پر سکون تھی۔۔

***

# *بابِ سکوت*

# *از قلم مریم راجپوت*

## Episode No. 21

دن کیسے گزر گئے سمجھ ہی نہیں آئی، وہ سب ہی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے کوئی کہیں تو کوئی کہیں۔۔آج نزمین، گل لالہ اور ندار وداب کے لیے اسکے نکاح کا ڈریس لے کر آئے تھے۔۔گل لالہ اور نزمین اسکے پاس کمرے میں بھیٹی باتیں کر رہی تھیں۔۔

اسے گل لالہ بہت اچھی لگی تھی، وہ کیوٹ سی چھوٹی سی سرخ بالوں والی لڑکی اسکی فیوریٹ ہونے والی تھی اوپر سے وہ تھی بھی باسل کی بہن کے رشتے سے وہ اسے مزید پیاری ہو گئی۔۔

کافی دیر باتوں کے بعد آخر خدیجہ انہیں بھلانے آئیں کہ ندا جہانگیر بھلا رہی ہیں، روداب بھی انکے ساتھ نیچے آ گئی، جاتے جاتے ندا نے اسکا ماتھا چوما تو وہ سرخ پڑ گئی۔۔۔ باسل جہانگیر کی فیملی کا ہر فرد ہی اسکے لیے سوفٹ اور کول تھا۔۔ کیو کہ وہ سب جانتے تھے کہ وہ باسل جہانگیر کی محبت ہے۔۔

شام کو وہ مہندی لگوانے چلی گئی، کیونکہ اگلے دن نکاح تھا۔۔ وہ مہندی لگوا رہی تھی جب مہندی والی نے نام پوچھا تو اسنے آہستہ سے "باسل" کا نام بتایا۔۔ حالانکہ وہ باسل سے کہہ کر آئی تھی، وہ اس کا نام اپنی مہندی پر نہیں لگوائے گی۔۔ اس بات پر وہ کتنا ناراض ہوا تھا کیونکہ وہ اس سے پہلے وعدہ لے چکی تھی کہ وہ یعنی باسل روداب کا نام اپنے ہاتھ پر لکھوائے گا یہ تھوڑا عجیب تھا لیکن وہ یہی چاہتی تھی اور اسکی خواہش کا احترام کیا گیا۔۔

باسل اور رودابہ کی کورٹ میرج کے بارے میں گھر کے ہی لوگ جانتے تھے اسی لیے اب باقاعدہ نکاح رکھا گیا اور پھر پانچ دن بعد شادی۔۔ شادی کے بعد وہ دونوں واپس لندن چلے جاتے کیونکہ انکا سیمیسٹر ابھی کمپلیٹ نہیں ہوا تھا۔۔

مہندی لگوا کر اب وہ ایک طرف بھیٹی مہندی کو دیکھ رہی تھی اس میں چھپا باسل جہانگیر کا نام اسکے دل کی دھڑکنیں تیز کر رہا تھا اور چہرا سرخ یہ احساس بہت خوبصورت تھا۔۔ حد سے زیادہ۔۔۔

اچانک اسکے فون کی بپ ہوئی اسنے سکرین آن کرتے دیکھا تو باسل کا میسج سکرین پر جگمگا رہا تھا۔۔

"مما کے گھر آنے کے بعد میں نے سب سے پہلے ان سے گال پر بوسہ لیا۔۔"

پہلے اسے سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کہ رہا ہے لیکن پھر اسے یاد آیا نداجہانگیر کتنے پیار سے اسکا ماتھا چوم کر گئیں۔۔

"اووفف اللہ۔۔" بے اختیار اسنے آنکھیں مینچیں۔۔ پھر اسے جواب دیئے بغیر وہ فون ایک طرف رکھ گئی۔۔

اگلی صبح نئی خوشیاں طلوع ہوئیں، ایک نئی امید کے ساتھ۔۔ یہ دن انکے نکاح کا دن تھا۔۔اجر کا دن۔۔ !!

گیارہ بجے تک وہ پارلر سے تیار ہو آچکی تھی، فل لانگ وائیٹ کلر کی فینسی میکسی پہنے وہ بالوں کو کمر پر کھلا چھوڑے، لائیٹ سا میک اپ کئے ہوئے تھی، بلاشبہ وہ حسین لگ رہی تھی۔۔ دل کی دھڑکن شدید تیز تھی، وہ بری طرح نروس تھی۔۔

ایک بجے کے قریب باسل لوگ آگئے، باسل کی ساری فیملی اور دن کے دوست آئے تھے۔۔ نرمین اور صنم اسکے پاس کمرے میں موجود اسکی تصویریں بنارہی

تھیں۔۔ گل لالہ کی طبعیت ٹھیک نہیں تھی وہ نیچے ہی براق کے پاس بھیٹی ہوئی تھی۔۔

نکاح کا وقت ہوا اور نکاح حواں آ گئے، باسل جہانگیر کا چہرا خوشی سے دھمک رہا تھا۔۔ نکاح حواں نے پہلے باسل سے نکاح نامے پر دستخظ کروائے پھر پھر اب وہ رودابہ کے پاس اوپر آ چکے تھے، تین بار قبول ہے کہنے کے بعد اب وہ نکاح نامے پر دستخظ کر رہی تھی، اسکا پورا جسم کانپ رہا تھا آنکھوں میں آنسوں تھے خوشی کے آنسوں آج اسے اسکا انعام مل گیا۔۔ محبت مل گئی یعنی باسل جہانگیر مل گیا۔۔

اللہ نے صبر کرنے پر جس انعام کا وعدہ کیا ہے آج اسے وہی انعام ملا تھا، جیسے قرآن میں کہا گیا ہے "ہر مشکل کے بعد آسانی ہے" یہ اسکے لیے وہی آسانی تھی۔۔ دعا کے بعد سب اٹھے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دی گئی۔۔

اب سب نیچے جا چکے تھے ،بس کمرے میں روداب اکیلی تھی ، کھانا وغیرہ کھا کر اسے نیچے لے جایا جانے والا تھا۔۔وہ موبائل پکڑے مصروف سی تصویریں دیکھ رہی تھی ، جب کمرے کا دروازہ نوک ہوا۔۔اسنے اجازت دے دی اسے لگا شاید نرمین یا گل لالہ ہوں گے۔۔

وہ آئینے کے سامنے پڑے سٹول پر بھیٹی ہوئی تھی اسنے سر اٹھا کر آئینے میں دیکھا لیکن اپنے پیچھے نظر آتے عکس پر وہ منجمند رہ گئی۔۔وہ راسم تھا۔۔راسم حیات۔۔۔اسے لگا وہ ہوش میں نہیں ہے بھلا راسم کیسے ہو سکتا ہے وہ تو لندن کی جیل میں تھا۔۔

وہ اٹھی اور پھر مڑی سامنے موجود سیچ میں تھا ،روداب کو اسکی آنکھیں اسکا چہرا دیکھ کر خوف سا محسوس ہوا تھا۔۔وہ کیوں آیا تھا۔؟؟وہ ہر بار اسکی زندگی برباد کرنے چلا آتا تھا۔۔!!وہ قدم قدم لیتی پیچھے ہونے لگی۔۔وہ اسکی جانب بڑھ رہا تھا۔۔

اسنے چلانے کی کوشش کی لیکن آواز گلے میں دب کر رہ گئی جب اسنے راسم حیات کو اپنی پاکٹ سے تیز دھار چاکو نکالتے دیکھا۔۔۔وہ ڈریسنگ سے ٹکرائی اسکا ہاتھ لگنے سے کچھ چیزیں فرش پر جا گریں۔۔

"کک۔۔کیوں آئے ہو تم۔۔؟؟"وہ ہکلاتی ہوئی سوال کر رہی تھی،راسم حیات کے چہرے پر ایک انجانی سی خوفناک مسکراہٹ تھی۔۔

"کوئی کسی دلہن کے کمرے میں چاکو لے کر کیوں آتا ہے۔۔؟؟"وہ سرسراتے لہجے میں بول رہا تھا۔۔رودابہ نے اسے دھکا دے کر بھاگنا چاہا لیکن وہ ناکامیاب ہو گئی۔۔راسم اسکی کلائی پکڑتا اسکا بازو مڑور چکا تھا۔۔

"آہہہ۔۔"ایک زوردار چیخ کے ساتھ وہ رودی۔۔راسم کا قہقہہ بے اختیار گھونجا۔۔

"کچھ دیر بعد ایسے ہی تیرے اپنے روئیں گے جب تیری مردہ لاش دیکھیں گے۔۔" وہ سنسناتے لہجے میں بول رہا تھا۔۔

رودابہ نے اپنے لبوں پر رکھا اسکا ہاتھ ہٹانا چاہا لیکن نہیں ہٹا سکی وہ اب اسکی بائیں ہاتھ کی کلائی کو بے دردی سے پکڑے اسکے منہ سے ہاتھ ہٹا گیا لیکن اس سے پہلے کہ رودابہ کچھ سمجھتی وہ تیز دھار چاکو اسکی سفید کلائی پر چلا چکا تھا۔۔۔رودابہ کی دردناک چیخیں بلند ہوئی وہ اسکے ہاتھ کی نس کاٹ چکا تھا۔۔۔

خون کا ایک تیز دھار فوارا اسکے سفید لباس پر پڑا وہ بے جان سی ہوتی فرش پر گری تھی۔۔۔راسم حیات قہقے لگاتا ہوا دروازے کی جانب بڑھ گیا۔۔کمرے میں خون ہی خون بکھر گیا اسکی سانسیں رک رہی تھیں۔۔

راسم حیات نے جیسے ہی دروازہ کھولا سامنے باسل جہانگیر کھڑا تھا اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتا باسل اسے دھکا دیتا کمرے میں داخل ہوا لیکن سامنے کا منظر

دیکھا وہ بے اختیار لڑکھڑایا۔۔اسے لگا وہ سانس نہیں لے سکے گا کیونکہ روادبہ جمشید فرش پر بے جان پڑی تھی اسکے ارد گرد بکھرا خون باسل کی آنکھیں سرخ پڑ گئیں۔۔وہ ضبط سے اسکی جانب بڑھا۔زمین پر بہتا خون اسے خوف دلا رہا تھا۔۔اب وہ گھٹنوں کے بل جھکا۔۔

"رو۔۔روادبہ۔۔"اسنے روادبہ کو پکارہ۔۔وہ بے سدھ پڑی تھی باسل جہانگیر نے بند ہوتی سانسوں سے اسکے دل کے مقام پر ہاتھ رکھا وہاں دھڑکنیں چل رہی تھیں لیکن بہت مدھم بے اختیار وہ اٹھا لیکن پھر پاس پڑی چادر وہ روادبہ کی کلائی پر باندھتا وہ اسے بازو میں بھرے تیزی سے نیچے کی جانب بھاگا تھا۔۔

راسم حیات نیچے لاونج میں بکھرے خلیے میں کھڑا پاگلوں کی طرح ہنس رہا تھا، روادبہ کا کمرا ساونڈ پروف تھا سو اسکے چیخنے کی آواز کسی کو نہیں آئی تھی، راسم پتا نہیں کس طرح گھر کے اندر آیا تھا۔۔باسل تو اس سے ملنے اوپر آیا تھا لیکن پھر جو اسنے دیکھا اب وہ روادبہ کو گاڑی میں ڈالتا گاڑی زن سے بگھا لے گیا۔

لاونج میں موجود نفوس پہلے راسم اور پھر باسل کو دیکھ کر جھٹکا کھا چکے تھے۔۔ براق ارقم اور جمشید رضاء باسل کی گاڑی کے پیچھے گئے تھے جبکہ نبراس، شمروز اور ناصر جہانگیر راسم کو پکڑ چکے تھے۔۔

وہ تیزی سے تیز ترین رفتار میں گاڑی چلا رہا تھا، آنکھیں بار بار دھندلا رہی تھیں لیکن وہ ضبط کئے گاڑی دھوڑا رہا تھا۔ پندرہ منٹ میں وہ ہاسپٹل پہنچ چکا تھا۔۔اسنے گاڑی کو تیزی سے روکتے اب اتر کر پچھلی سیٹ سے روداب کو اٹھایا۔۔

وہ اسے بہت وزنی لگی تھی بلکل کسی لاش کی طرح ساکت اور بے جان۔۔ سامنے پڑے سٹریچر پر وہ اسے ڈالتا ایمرجنسی وارڈ کی جانب بڑھا تھا۔ نرسز اور وارڈ بوائے اسکے خلیے کو دیکھتے تیزی سے عمل میں آیے اب وہ آئی سی یو کے سامنے کھڑا ڈاکٹر کو اسکا علاج کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ ڈاکٹر اسکے دوست ارقم کے ڈیڈ تھے سو وہ بغیر کسی فارمیلیٹی کے آپریشن تھیٹر میں جا چکے تھے۔۔

رودابہ کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا جاچکا تھا اور وہ راہداری میں کھڑا اپنے خون آلود ہوئے کرتے کو دیکھ رہا تھا۔۔ سفید کُرتا سرخ ہو چکا تھا۔۔ اسنے ضبط سے لب بھینچ لئے۔۔۔ آنکھیں بہنے کو تیار تھیں۔۔ وہ اسکی اس حالت پر مر رہا تھا۔۔

آج ہی تو وہ اسے ملی تھی آج ہی کیسے چھین لی جاتی۔۔؟؟ آج ہی وہ اسے کیسے اس تکلیف میں دیکھ سکتا تھا اسنے تو جمشید رضا سے انکی بیٹی کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔۔

اسے خون میں لپٹی رودابہ جمشید کا چہرا بار بار نظر آرہا تھا اسے یاد آرہا تھا کہ کچھ دیر پہلے اسکی سانسیں مدھم چل رہی تھیں۔۔

"اللہ۔۔" وہ بے اختیار کہتا وہیں سر جھکائے بینچ پر بھیٹ گیا۔۔ اسکی آنکھ سے ایک آنسوں نکل کر بیرڈ میں جذب ہو گیا۔۔ اچانک اسکے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا تو وہ جھٹکے سے سر اٹھا گیا۔۔ سامنے جمشید رضا اور براق کھڑے تھے،

بے اختیار وہ اٹھتا انکے گلے لگا تھا۔۔اب وہ رو رہا تھا جمشید رضا نے اسکی اس حالت پر خود کو بمشکل ڈھ جانے سے روکا تھا۔۔

براق اور ارقم خاموشی سے کھڑے تھے، دونوں سے اسکی تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تھی۔۔کچھ دیر بعد وہ جمشید رضا سے الگ ہوا پھر وہیں بینچ پر پہلے والی پوزیشن میں بھیٹ گیا۔۔

اسی طرح تکلیف میں کتنی ہی دیر گزر گئی، آخر انتظار ختم ہوا اور ڈاکٹر آپریشن تھیٹر سے باہر نکل آئے اب وہ انکے پاس آ کھڑے ہوئے تھے۔۔

"ڈاکٹر وہ ٹھیک ہے۔۔؟؟اسکی سانسیں چل رہی ہیں۔۔؟؟" باسل تیزی سے کھڑا ہوتا ڈاکٹر سے سوال کر رہا تھا۔۔سر سر اثبات میں ہلا گئے۔۔

"انکے ہاتھ کی کچھ وینز کٹنے سے بچ گئیں جسکی وجہ سے ہم نے انہیں بچالیا ورنہ۔۔" وہ چپ ہو گئے۔۔ باسل نے بے اختیار شکر ادا کیا تھا۔۔

"کب تک مل سکتے ہیں۔۔؟؟" جمشید رضا پوچھ رہے تھے۔۔ ڈاکٹر نے پانچ گھنٹے کا وقت بتایا اسکے بعد ہی اس سے ملا جاسکتا تھا سو وہ مان گئے۔۔

باسل وہاں سے سیدھا مسجد گیا تھا اب وہ صدقہ دے رہا تھا، یہ عادت بھی اسے رودابہ نے دلوائی تھی، وہ ہمیشہ جب بھی کبھی پریشان ہوتی یا خوش بھی وہ صدقہ ضرور دیا کرتی تھی اور باسل بھی اب اسکی طرح کی ہر خوشی ہر غم پر صدقہ دیا کرتا۔ صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے یہی وجہ تھی کہ رودابہ جمشید کی روٹین میں صدقہ دینا شامل تھا۔ اسنے کبھی رودابہ کو نہیں بتایا تھا لیکن وہ رودابہ کا بھی صدقہ دیا کرتا تھا وہ اسے کبھی کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اور شاید یہ کوئی صدقہ ہی کام آیا تھا کہ وہ بچ گئی تھی۔۔۔

پانچ گھنٹے گزر چکے تھے، خواتین سب گھر تھیں لیکن وہ چاروں لوگ رودابہ کے پاس ہی تھے ڈاکٹر نے جب ملنے کی اجازت دی تو سب سے پہلے جمشید رضا اس سے ملنے گئے تھے۔۔ باسل گھر کپڑے چینج کرنے گیا تھا۔۔ شکرانے کے نوافل ادا کرنے کے بعد وہ ہاسپٹل آیا اور اب وہ رودابہ کے پاس کمرے میں بھیٹا ہوا تھا۔۔

"میں ڈر گیا تھا رودابہ۔۔ میں آپ کو کھونے سے ڈر گیا تھا۔۔" اسنے بس یہی ایک جملہ کہا پھر وہ سارا وقت رودابہ کے چہرے کو دیکھتا رہا۔۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد نیم گنودگی میں چلی جاتی تھی کچھ دوائیوں کا اثر تھا کچھ انجیکشنز کی وجہ سے وہ مکمل ہوش میں نہیں تھی لیکن اسکے لیے رودابہ کا فلحال ٹھیک ہونا ہی نعمت تھا وہ شکر گزار تھا کہ اب وہ سانس لے رہی ہے اسکے دل کی دھڑکن مدھم نہیں ہے۔۔

زندگانی نوحہ ہے

ان تمام لمحوں کا

جن میں تم ضروری تھے

اور کہیں نہیں تھے تم

پھر تمہاری چوکھٹ پر

پھول رکھ گیا کوئی؟

پھر تمہاری آنکھوں میں

خواب دَھر گیا کوئی؟

پھر کسی کی چاہت پر

اعتبار آیا ہے؟

پھر سے میرے حصے میں

انتظار آیا ہے؟

***

"تین سال بعد"

یہ منظر ہے ایک آرٹ گیلیری کا جہاں ہر دیوار پر مختلف پینٹنگز لٹک رہی تھیں، ہر پینٹنگ خود میں ایک معمہ تھی ہر پینٹنگ پر ایک عنوان نمایاں تھا، وہاں موجود ہر پینٹنگ بنانے والے کی مصوری کی داد دیتی محسوس ہوتی تھیں۔۔

وہاں موجود تمام تر پینٹنگز میں جو سب سے خاص پینٹنگ تھی وہ بلکل سامنے کی دیوار پر لگی تھی اس میں بنی اندھیرے کمرے میں موجود دروازے کی تصویر عام نہیں تھی، وہ راز تھی ایک گہرا راز۔۔سیاہ دروازہ جس کی دوسری طرف سے روشنی پھوٹ رہی تھی سفید اور سیاہ رنگ کی روشنی لیکن جس طرف اندھیرا تھا

وہاں کچھ ہاتھ واضع ہوتے تھے جیسے کچھ سائے۔۔سفید سائے۔۔پینٹنگ اینٹیک معلوم ہوتی تھی کیونکہ اسکی تھیم ہی ایسی تھی لیکن وہ صرف کچھ دن پہلے بنائی گئی تھی۔۔

اس پینٹنگ کے ارد گرد اس دیوار پر بہت سی پینٹنگز لگی ہوئی تھیں۔۔دیوار کے سامنے کھڑے دو وجود اس ایک ہی پینٹنگ پر نظریں جمائے کھڑے تھے۔۔

"اس پینٹنگ کا کیا مطلب ہے روداب۔۔؟؟" باسل نے چہرا موڑ کر اپنے ساتھ کھڑی روداب سے سوال کیا۔۔وہ جو لانگ سکرٹ اور نیچے سلک کا پلازو پہنے سر پر حجاب کئے ہوئے تھی اب بھی اس پینٹنگ کو ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"اسکا مطب ہے کچھ سائے دروازے تک صرف اس لیے پہنچتے ہیں تاکہ دوسری طرف سے آتی حقیقت اور سچ کی روشن انہیں بھی روشن کر دے۔۔" اسنے جواب دیا۔۔

"یہ بہت الگ ہے آپ کی ہر پینٹنگ سے الگ یہ پینٹنک کس چیز سے انسپائر ہو کر بنائی تھی۔۔؟؟" اسنے حیرت سے پھر سوال کیا۔۔

"اپنے ذاتی تجربے سے انسپائر ہو کر بنائی تھی۔۔" وہ مدھم لہجے میں کہہ گئی۔۔ لیکن وہ کہنا چاہتی تھی اپنی زندگی سے انسپائر ہو کر بنائی ہے۔۔

باسل نے سر اثبات میں ہلایا۔۔وہ جیسے اس پینٹنگ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔کچھ دیر یونہی گزر گئی اسنے سفید روشنی دیکھی پھر سفید سائے اور ایک سیاہ درواز۔۔۔اسکے مائینڈ میں اچانک سے کچھ کلک ہوا۔۔اسنے چہرا موڑ کر رودابہ کو دیکھا پھر مسکرایا۔۔

"مجھے سمجھ آگیا یہ کیا ہے۔۔" وہ خوشی سے کہ رہا تھا رودابہ نے حیرت سے اسے دیکھا یہ پینٹنگ اسنے کسی سے ڈسکس نہیں کی تھی لیکن پھر باسل کو کیسے سمجھ آگیا تھا کہ وہ کیا ہے۔!!؟؟

***

آرٹ گیلیری کی دوسری راہدری کی جانب آئیں تو ایک مرد دو سال کی کیوٹ سی بچی کو اٹھائے ادھر ادھر گھوم رہا تھا۔۔ پاس اسکی بیوی دیوار پر لگی پینٹنگز کو دیکھ رہی تھی پھر وہ اسکی آواز پر رُک گیا۔۔

"براق یہ دیکھیں۔۔" وہ اسے پکار رہی تھی اور وہ اسکے پاس آ کھڑا ہوا۔۔

"کیا ہوا گلِ لالہ۔۔؟؟" اسنے پینٹنگز پر نظر دھراتے گلِ لالہ سے سوال کیا لیکن پھر ایک پینٹنگ پر اسکی نظر ٹھہر گئی۔۔ وہ پینٹنگ جانی پہچانی تھی۔۔

یہ اسی تصویر کو پینٹ کیا گیا تھا جو تین سال پہلے ان دونوں نے جھیل کے کنارے گھومتے ہوئے لی تھی، سرخ بالوں والی لڑکی گھوم رہی تھی اور ساتھ کھڑا لڑکا اسے مسلسل دیکھ رہا تھا، پیچھے جھیل کا منظر واضع تھا۔۔ براق نے بے یقینی سے گل لالہ کو دیکھا۔۔

"یہ تم نے بنوائی ہے گل لالہ۔۔؟؟" اسے اندازہ ہو گیا تھا۔۔ گل لالہ سر اثبات میں ہلاتی ہنس دی۔۔

"یس ہسبنڈ سرخ بالوں والی لڑکی میں ہو اور اسکے پاس کھڑے لڑکے آپ ہیں۔۔ اور اس پینٹنگ کا عنوان جانتے ہیں کیا ہے۔۔؟؟" اسنے براق کو دیکھتے سوال کیا تو وہ سر نفی میں ہلا گیا۔۔

"اسکا عنوان ہے تکمیلِ محبت یعنی آپ میری محبت کی تکمیل ہے۔۔ براق جہانگیر۔۔" سرخ بالوں والی لڑکی اپنے ساتھ کھڑے مرد کو دیکھتی بول رہی تھی، براق بے اختیار مسکراتا اب جھک کر اسکا ماتھا چوم رہا تھا۔۔

"گل لالہ خود سے کتنی محبت کرواؤ گی یار۔۔" وہ عاجزی سے کہہ رہا تھا اور گل لالہ کی کھلکھلاہٹ آرٹ گیلری کی اس راہدری میں گھونجی تھی۔۔

***

یہ منظر تھا پہاڑوں کا سرسبز پہاڑ جہاں شام کے وقت سورج کی روشنی بکھری ہوئی تھی۔۔ ایسے میں دو وجود ایسے تھے جو ہارس رائیڈنگ کر رہے تھے، وہ گھوڑے پر سوار تیزی سے اسے بگھا رہی تھی، اسکے ساتھ دوسرے گھوڑے پر موجود شخص بھی اپنے گھوڑے کی رفتار تیز کر چکا تھا۔۔

آخر کار ریس ختم ہوئی اور چھوٹے بالوں والی لڑکی جیت گئی۔۔اسنے مسکرا کر دوسرے شخص کو دیکھا پھر چلائی۔۔

"کہا تھا نا میجر تم ہار جاؤ گے۔۔"اسکے لہجے کی کھنک واضع تھی۔۔ شمروز اسکی خوشی پر مسکرا دیا۔۔

"میں ہار و یا جیتو رہو گا تو تمہارا ہی نا۔"لہجے میں ایک غرور تھا اینارہ پھر ہنس دی۔۔

"میجر یہ سیاست میرے ساتھ مت کھیلو۔۔مان جاؤ تم ہار گئے ہو۔۔"اسنے اور شمروز نے سر خم تسلیم کیا۔۔

"یہ سیاست نہیں ہے یہ محبت ہے میجر شمروز جہانگیر کی محبت۔۔"اسکے معاملے میں وہ ہار جیت کو نہیں مانتا تھا صرف محبت،نرمی،چاہت اور عزت کو مانتا

تھا۔۔وہ شمروز جہانگیر کی عورت تھی اس پر غرور جچتا تھا۔۔وہ سر نہیں جھکاتی تھی گردنیں اڑادیا کرتی تھی۔۔

***

"کیا ہے یہ۔۔؟؟" وہ اسے دیکھتی کسی ٹرانس میں پوچھ رہی تھی۔۔

"یہ سکوت ہے رودابہ۔۔یہ وہ باب ہے جہاں حقیقت کے بعد کی خاموشی سانس لیتی ہے جہاں راز دفن ہیں جہاں سچ کی آواز سب سے بلند ہے جہاں خواب ٹوٹتے نہیں ہیں تکمیل پاتے ہیں جہاں اجر ملتے ہیں۔۔" وہ کہتا گیا اور وہ سنتی گئی۔۔باسل نے چہرا موڑ کر اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں آنسوں تھے۔۔

"یہ وہی باب ہے جو ہم نے گزار دیا جو ہمیں سب سکھا گیا۔۔" وہ کہہ رہی تھی۔۔

"یہ باب خطرناک تھا یہ سہنا مشکل تھا لیکن سہ لیا گیا لیکن اب ہم اس کے پار موجود روشنی میں ہیں۔۔" وہ کہتی اسے دیکھنے لگی۔۔

"یہ بابِ سکوت ہے باسل جہانگیر۔۔ جس نے ہمیں ملا دیا۔۔!!" وہ دونوں مسکرائے۔۔

منظر دھندلے ہونے لگے۔۔ آرٹ گیلری کہیں بہت دور رہ گئی۔۔ اچانک سے ایک روشنی ابھری جیسے کوئی دروازہ کھل رہا ہو۔۔ کوئی نیا باب۔۔ روشنی پھیلینے لگی پھر بہت تیز ہو کر ختم ہو گئی۔۔ باب سکوت بند ہو چکا تھا۔۔ ہاں باب سکوت ختم ہو چکا تھا۔۔ اسکے اس پار لوگ وہیں رہ گئے ایک کہانی بن کر۔۔۔ ایک سبق بن کر۔۔ یہی اختتام تھا۔۔ یہی The End تھا۔۔

کہانی کے کچھ کردار ادھورے رہ جاتے ہیں، کچھ تکمیل پا جاتے ہیں اس کہانی کے ادھورے کردار تین تھے۔۔ امن حیدر، ابراہیم خٹک اور صوفی سلیمان۔۔ ان

تینوں کی زندگی کا ایک ایک حصہ غائب تھا، لاپتہ تھا۔۔ یا لاحاصل۔۔ کچھ چیزیں کبھی لاحاصل سے حاصل میں نہیں بدل سکتیں چاہے ہم کتنا بھی روئیں یا تڑپیں۔۔۔ جو قسمت میں نہیں ہے جو کسی اور کا ہے وہ ہمیں نہیں مل سکتا۔۔ کیونکہ کسی کا نصیب کسی اور کو نہیں مل سکتا۔۔ سب اپنا اپنا نصیب لے کر اس دنیا میں آتے ہیں۔۔ نصیب کے کھیل ہوتے ہیں کچھ رُل جاتے ہیں اور کچھ منزل پا جاتے ہیں۔۔۔

رودابہ جمشید اس کہانی کا وہ اہم کردار تھی جسے منزل مل گئی۔۔ گرتے پڑتے زخمی ہوتے کچھ نہ کچھ سیکھتے کچھ پاتے کچھ کھوتے آخر میں وہ منزل تک پہنچ گئی۔۔ اسنے اپنی ذات کو پالیا اسنے اللہ کو پالیا وہ خود کو سمجھ گئی اسے اسکا نصیب مل گیا۔۔ یہی ہے زندگی یہی ہیں رب کے فیصلے یہی ہے قسمت۔۔ بہت کچھ چھین کر بہت کچھ عطا کر دیا جاتا ہے سوچ سے بالاتر حدود سے بہتر۔۔!!

محبتیں مل گئیں، سچائیاں کھل گئیں، حقیقت ثابت ہوئی، کوئی عشق ادھورہ رہ گیا۔۔ کوئی محبت تکمیل پاگئی۔۔ کچھ زندگیاں ختم ہو گئیں کچھ رُک گئیں۔۔ کچھ نے کھودیا کچھ نے پالیا۔۔ باب سکوت بند ہو گیا۔۔ اس اخری پینٹنگ پر لکھا نام واضع ہوا۔۔"باب سکوت۔۔"

ختم شد